شیخین کریمین کی اعلمیت اور خلافت باطنیہ بلافصل کے موضوع پر علمی و تحقیقی دستاویز

الانوار الجلیة
فی
نقض کتاب الخلافة الباطنیة

یعنی

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت باطنی بلافصل اور اعلمیت

ظہور احمد فیضی کی گمراہ کن کتاب الخلافة الباطنیة اور شرح اسنی المطالب کا تحقیقی جائزہ

تالیف
فیصل خان رضوی

محرک
عاطف سلیم نقشبندی

دار التحقیق پبلشرز

شیخین کریمین کی اعلمیت اور خلافت باطنیہ بلا فصل کے موضوع پر علمی و تحقیقی دستاویز

الانوار الجلیۃ

فی

نقض کتاب الخلافۃ الباطنیۃ

یعنی

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت باطنی بلا فصل اور اعلمیت

ظہور احمد فیضی کی گمراہ کن کتاب الخلافۃ الباطنیۃ اور شرح اسنی المطالب کا تحقیقی جائزہ

تالیف

فیصل خان رضوی

نام کتاب : شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اعلمیت و باطنی خلافت بلا فصل
مصنف : فیصل خان رضوی
تصحیح و نظر ثانی : علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ صاحب
اہتمام : حضرت جناب جی مد ظلہ العالی، جناب عبد الغفار دوانہ صاحب
محرک : جناب علامہ عاطف سلیم نقشبندی صاحب
سال اشاعت : ۲۰۲۳ء/۱۴۴۵ھ
صفحات : ...
ناشر : دارالتحقیق فاونڈیشن اینڈ پبلشرز، اقبال مارکیٹ، مری روڈ، راولپنڈی
قانونی مشیر : خواجہ حسن ریاض، ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

ملنے کے پتے

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551167
مکتبہ غوثیہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	0321-5122632
ورلڈ ویو پبلشرز، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور	0333-3585426
والضحی پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور	0315-4959263
دارالسلام، بھاٹی گیٹ، لاہور	0321-9425765
اہل سنہ پبلی کیشنز، دینہ، ضلع جہلم	0321-7641096
مکتبہ نعیمیہ، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی	0300-2080345
مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110

تمام مسائل غور و فکر کے بعد نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں اگر کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم ادارہ کو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں

مقصدِ اشاعت

جناب محترم مفسر قرآن علامہ قاری محمد طیب نقشبندی صاحب مد ظلہ العالی، امیر تحفظ عقائد اہل سنت فورم برطانیہ کی سرپرستی میں اس فورم کے تحت تقدیس الوہیت، عظمت نبوت و رسالت، مقام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، ناموس صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اور مقام اولیاء کے تحفظ کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس کے لیے سب سے پہلے اسلامی معاشرہ میں علماء کرام اور ائمہ و خطباء مساجد کے مقام و مرتبہ کو واضح کرنا اہم ہے تاکہ اہل اسلام ان سے بہتر دینی رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اس کے ساتھ جملہ عقائد اسلامیہ و نظریات اہل سنت یعنی وہ عقائد و نظریات جو امام ابو منصور ماتریدی، امام ابوالحسن الاشعری، امام القاضی عیاض المالکی (مؤلف کتاب الشفا الشریف)، امام تقی الدین السبکی، امام جلال الدین سیوطی، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، شیخ محقق الشاہ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی اور علامہ امام یوسف نبہانی رحمہم اللہ و دیگر ائمہ اہل سنت کی تحریرات و تشریحات سے واضح ہیں، کے تحفظ اور لادینیت اور اعتقادی فتنوں کے رد میں علمی و تحقیقی کاوش کو مشترکہ طور پر سامنے لانا ہے۔

اسی طرح سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب اور آپ (رضی اللہ عنہ) کے مذہب کی انفرادیت کو واضح کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی فورم سے صوفیہ کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے گا خصوصاً امام ابوالقاسم القشیری، امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی، حضرت داتا گنج بخش امام علی بن عثمان ہجویری، غوث الاعظم الشیخ السید امام عبد القادر الجیلانی، خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز امام معین الدین چشتی اجمیری، الشیخ امام شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد سہروردی، حضرت خواجہ امام بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمہم اللہ کے نظریات کو عوام و خواص میں عام کیا جائے گا۔

اسی مقصد کے حصول کے لیے اہم علمی و تحقیقی کتابوں کا منظر عام پر لانا اور نئی نسل کو بہترین طور پر اس سے روشناس کروانا بہت اہم ہے، اس لیے عملی طور پر کتاب ھذا **"شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اعلمیت و باطنی خلافت بلا فصل"** کی اشاعت بطور اولین کاوش پیش خدمت ہے۔ اُمید ہے کہ امیر محترم جناب مفسر قران علامہ قاری محمد طیب نقشبندی صاحب مد ظلہ العالی کی سرپرستی اور تحفظ عقائد اہل سنت فورم، برطانیہ، کے دیگر قائدین اور اراکین

کے تعاون سے یہ فورم مزید علمی و تحقیقی تصانیف کی اشاعت کو منظر عام پر لانے کی بھرپور کوشش ادا کرتا رہے گا اور ہم امیر محترم بشمول دیگر قائدین اور اراکین کا تہ دل سے شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارا ساتھ دیا اور مالی تعاون بھی کیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہِ ہدایت بنائے اور ہماری اس چھوٹی سی کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

منجانب
محمد راشد علی
فروری ۲۰۲۳ء

تفصیلی فہرست مشمولات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امت مسلمہ ہر دور میں کسی نہ کسی علمی زوال وافتراق کا شکار رہی ہے۔ مگر ہر دور میں علماء حق نے ایسی آزمائشوں کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے علم کو اونچا رکھنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مسئلہ افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اکابرین اہل سنت نے عقائد اہل سنت کے باب میں رکھا اور اس عقیدہ کے منکر کے بارے میں علماء کرام نے اپنا فتوی بھی صادر کیا۔ مسئلہ افضلیت کو ظنی کہہ کر عوام الناس کو مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت والی روایات بتا کر مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل ثابت کرنے کی تفضیلیہ کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ عوام الناس کو یہ معلوم نہیں کہ فضیلت علیحدہ چیز ہے، جبکہ مسئلہ افضلیت ایک منفرد اور جدا چیز ہے۔ لہٰذا عوام الناس کو اس دھوکہ سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

علامہ آمدی کا فضیلت اور افضلیت میں فرق کرنا

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام روایات جو مخالفین، تفضیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ ان کا مختصراً جواب دینے کے بعد واضح طور پر لکھتے ہیں۔

وما ذكروه من اتصافه بالصفات المذكورة، والمناقب المشهورة، فكل ذلك مما يوجب الفضيلة لا الأفضلية.

مفہوم: اگر ہم ان روایت کو مان بھی لیں، جس سے صفات مذکورہ اور مناقب مشہورہ ثابت ہوتی ہیں، یہ تمام روایات فضیلت کو ثابت کرتی ہیں نہ کہ افضلیت کو۔

(أبكار الأفكار في أصول الدين ج ٥، ص ١٧٤)

فضیلت اور افضلیت میں فرق کرنا ضروری ہے کیونکہ دونوں امور کی جہت اور بنیاد الگ الگ ہیں اور نکتہ اختلاف و تحقیق فضیلت نہیں بلکہ افضلیت ہے۔

[۱]۔ افضل وہ ہے جسے عند اللہ عزت و کرامت اور قرب و منزلت و وجاہت کا وہ درجہ حاصل ہو جو مفضول کے

درجہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

[۲]۔ نسب کا عالی ہونا، قرابت داری ہونا، اور دوسری خوبیاں کا محل اختلاف اور موضوع بحث سے مسئلہ افضلیت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ فضیلت ہے نہ افضلیت۔

متقی سب سے عزت والا

امام بخاری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کہ سب لوگوں سے عزت والا کون ہے تو ارشاد فرمایا کہ جو سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہے۔

صحیح بخاری ٤/ ١٤٠ رقم باب {وَاتَّخَذَ اللهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} ٣٣٥٣، ٣٣٧٤، ٣٣٨٣-٣٤٩٠، صحیح مسلم ٤/ ١٨٤٦ رقم ٢٣٧٨، ابن أبی شیبۃ ٦/ ٣٤٧ رقم ٣١٩١٩)، سنن الدارمی ١/ ٨٤ رقم ٢٢٣ ، مسند أبو یعلی ١١/ ٤٣٨ رقم ٦٥٦٢ ، صحیح ابن حبان ٢/ ٤١٦ رقم ٦٤٨

اتقیٰ ہی کثرت خیر سے متّصف

اس حدیث کی تشریح میں امام مناوی لکھتے ہیں۔

(أكرم الناس) عند الله (أتقاهم) لأن أصل الكرم كثرة الخير فلما كان المتقي كثير الخير والفائدة في الدنيا وله الدرجات العليا في الآخرة كان أعم الناس كرما فهو أتقاهم۔

ترجمہ: اکرم الناس لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اس لیے کہ کرم اصل میں کثرت خیر ہے، تو جب متقی دنیا میں خیر کثیر والا ہے تو آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

(فیض القدیر شرح جامع صغیر ٢/ ٩٠ رقم ١٤١٦)

امام مناوی کے قول سے قاری فیضی جیسے لوگوں کا رد بھی ہو گیا کہ جو کثرت ثواب پر اپنی نام نہاد تحقیق کو پیش کرتے ہیں۔ امام مناوی نے اکرم کو خیر کثیر سے متّصف قرار دیا ہے اور جو اکرم ہے وہ ہی اتقیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ جو اتقیٰ ہوگا، اس کے لیے خیر بھی کثیر ہوگا۔ اس لیے مختلف فضائل و اعمال کے ذریعہ لوگوں کے سامنے کثرت ثواب و خیر کا

وہ مفہوم جو فیضی پیش کرتا ہے وہ بھی باطل ہوا۔ مزید یہ کہ موصوف فیضی نے کثرت ثواب کا جو معنی کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس تحقیق کے بعد بھی کسی دیدہ کور کو سمجھ نہ آئے تو پھر اللہ کریم سے اس کی ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

محدث ابن رجب الحنبلی کا قول

محدث ابن رجب الحنبلی صحیح مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" معناه أنَ العملَ هو الذي يَبلُغُ بالعبدِ درجات الآخرة، كما قال تعالى: {وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا} ، فمَن أبطأ به عمله أن يبلُغَ به المنازلَ العاليةَ عند الله تعالى لم يُسرِع به نسبُه، فيبلغه تلك الدَّرجات؛ فإنَّ اللهَ رتَّب الجزاءَ على الأعمال لا على الأنساب، كما قال تعالى: {فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} ، وقد أمر الله تعالى بالمسارعةِ إلى مغفرتِه ورحمتِه بالأعمال، كما قال: {وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِن رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالكَاظِمِينَ الغَيْظَ} الآيتين، وقال: {إِنَّ الَّذِينَ هُم مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُشْفِقُونَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ} ".

اس کا مفہوم یہ ہے کہ عمل وہ ہے جو بندے کو آخرت کے درجات تک پہنچاتا ہے۔{وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا: اور ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے لحاظ سے درجے ہیں، اور تیرا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں۔} ، پس جو شخص اپنے عمل کو اس قدر سست کردے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بلند مقام تک پہنچ جائے تو اس کا نسب اس کو تیز نہیں کرے گا، اس لیے وہ ان درجات تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اجر کا اہتمام حسب ونسب پر نہیں اعمال پر کیا ہے۔

{فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} (سورۃ المومنون:101)

اور خدا تعالیٰ نے اپنی بخشش اور رحمت کی طرف اعمال سے جلدی کرنے کا حکم دیا ہے جیساکہ فرمایا:

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض (وسعت) آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔(سورۃ آل عمران:۱۳۳)

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ

جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں۔(سورہ آل عمران: ١٣٤)

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُشْفِقُونَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ

بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے خوفزدہ ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں کرتے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ۔(سورۃ المومنون: ٦٠.٦١)

اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔

(جامع العلوم والحکم ص:٣٠٨)

محدث ابن رجب نے اپنے موقف کو اپنی رائے پر نہیں بلکہ قران وحدیث کے بنیاد پر قائم کیا۔ اسی لیے ایرے غیرے کا اس کو ذاتی رائے سے تشبیہ دینا ہی اس کے لاجواب ہونے کی دلیل ہے۔ محدث ابن رجب کے حوالہ سے واضح ہو گیا ہے کہ موصوف فیضی کے نزدیک بھی افضلیت کا دارومدار نسب، قربت اور جزئیت پر نہیں ہے۔ اور ان وجوہات کو قران واحادیث میں مدار افضلیت نہیں بلکہ تقوی و قرب خداوندی کو معیار افضلیت قرار دیا ہے۔ اس لیے فیضی کا استدلال اور اعتراض غلط اور باطل ہوا۔

تقوی تمام نیکیوں کی بنیاد

امام مناوی ایک دوسری حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

(وأكرمني بالتقوى) لأكون من أكرم الناس عليك {إن أكرمكم عند الله أتقاكم} (وجملني بالعافية) فإنه لا جمال كجمالها وخص سؤال الأكرم بالتقوى لأنه أساس كل خير وعماد كل فلاح وسبب لسعادة الدنيا والعقبى-

یعنی: مجھے تقوی کے ساتھ اکرام عطا فرما تاکہ میں تیرے یہاں سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہو جاوں، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔۔۔۔، اور سوال کو تقویٰ کے ساتھ خاص کیا، کیونکہ تقوی ہی تمام بھلائیوں کی بنیاد، ہر کامیابی کا ستون اور دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ (فیض القدیر ٢/ ١٤٤ رقم ١٥٣٢)

امام مناوی کے قول سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا متقی شخص ہوتا ہے کیونکہ تقویٰ ہر علم اور بھلائی کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک عزت اور قرب پانے والے کی بنیاد تقویٰ ہے اس لیے افضلیت کا دارومدار اسی تقویٰ پر ہے۔ قرآن واحادیث کے واضح نصوص کے بعد بھی اس کو علماء کی ذاتی رائے یا نقل کہنا گستاخی اور جہالت کا بین ثبوت ہے۔ جب یہ نکتہ پایہ ثبوت کو پہنچا کہ افضلیت کا دارومدار قرب خداوندی ہے جو کہ تقویٰ کو متقاضی ہے تو پھر دیگر علتیں اور اسباب اس بحث افضلیت مطلقہ عند اللہ سے خارج ہو جاتی ہیں۔

علامہ مناوی کا نسب کو مسئلہ افضلیت میں تقابل نہ کرنا

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و اطلاقه ذلك غير مرضي بل ينبغي أن يقال انها أفضل من حيث البضعة الشريفة والصديق افضل بل و بقية الخلفاء أربعة من حيث المعرفة وجموم العلوم ورفع منار الاسلام، ولبسط ماله من الاحكام على البسيله كمايدل على ذلك بل يصرح به كلام التفتازانی فی المقاصد حيث قال بعد ماقر ان افضل امة المصطفى ﷺ الاربعة ورتبهم على ترتيب الخلافة مانص.

مفہوم: یعنی یہ افضلیت کا اطلاق غیر مرضی اور حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ علماء کرام نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بدن کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے افضل ہیں اور صدیق اکبر ہی افضل ہیں۔ (فیض القدیر ۱۰۷/ ۳ رقم: ۲۸٦۸)

اس عبارت سے واضح ہے کہ ایک تو جس نے یہ کہا کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا شیخین سے بھی افضل ہیں اس کا رد کیا اور علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح کر دی ہے کہ اس روایت میں افضل ہونا صرف نبی کریم ﷺ کے جسم کے ٹکڑے ہونے کی حیثیت سے افضل ہے اور جسم کے ٹکڑے کی حیثیت سے افضل ہونا جزوی فضیلت ہے جو کہ افضلیت مطلقہ کے خلاف نہیں ہے۔

اول اسلام لانا وجہ افضلیت نہیں

صرف قبول اسلام اور ایمان لانے میں سبقت اور تقدم وجہ افضلیت نہیں، ورنہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے اول شخص حضرت ورقہ بن نوفل ہیں۔ حالانکہ اہل سنت و جماعت اور تفضیلیہ میں سے کسی نے ان کو افضل الامت نہیں مانا۔ مزید یہ کہ اگر اول اسلام لانا وجہ افضلیت باایں معنیٰ کہ قرب خداوندی حاصل ہوتی ہے، درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ معیار افضلیت صرف کثرت ثواب و قرب خداوندی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔

حسب ونسب معیار افضلیت نہیں مگر فضیلت جزوی ہے

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے انتساب باعث عزت اور شرافت ہے۔ آپ ﷺ کے اہل بیت کی عظمت اور شرافت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جس کا انکار کوئی صحیح العقیدہ سنی نہیں کر سکتا۔ مگر قرآن وسنت سے ہی حقیقت بھی واضح ہے کہ حسب ونسب ہونا عند اللہ تعالیٰ افضلیت کا مدار نہیں بلکہ اس کا مدار دین وتقوی میں فائق ہونا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ :اے لوگوں: بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں بڑی قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔(الحجرات، ۱۳)

اس آیت مبارکہ میں قبائل کی صورت میں تقسیم کی حکمت اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آپس میں پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں زیادہ عزت وکرامت (کسی نسب اور قبیلہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ) تقوی کی زیادتی کی بنیاد پر ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ. قَالَ: أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاهُمْ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: لوگوں میں سے کون زیادہ بزرگی والا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں زیادہ بزرگی اور کرامت والا وہ ہے جو ان میں زیادہ تقوی والا ہے۔(صحیح بخاری ٤٦٨٩)

یہ مضمون دیگر بہت ساری روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ حسب ونسب کو افضلیت کی دلیل بتانے والے قرآن وحدیث کی نصوص کو ملاحظہ کرلیں۔ اگر نسب اور جزء نبی کریم ﷺ کو مدار افضلیت تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضور نبی کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں اور حسین کریمین ان تمام حضرات کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اس کا قائل تو تفضیلیہ بھی نہیں ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا حسب نسب پر فرمان

۞ شاہ عبدالعزیز صاحب مزید لکھتے ہیں:

"سیادت فضل کے [illegible] واسطے کہ کسی شخص کی سیادت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس شخص میں کسی وجہ سے شرف ہے اصالتاً ہو یا تبعاً ہو امت کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کی اولاد اس شرف کی وجہ سے جو ان میں ہے سعادت ہیں ہر فضل جزائے عمل پر موقوف نہیں اور ہر امارت موقوف فضل نہیں۔"

(فتاوی عزیزی ص ۲/[illegible])

سلاسل اولیاء کا اجراء وجہ افضلیت نہیں

کسی ذات اقدس سے زیادہ سلاسل طریقت کا جاری ہونا ایک فضیلت ہے مگر افضلیت مطلقہ نہیں ہے اور نہ کسی نے کو افضلیت مطلقہ کی دلیل بنایا ہے۔ کتاب ھذا میں اس موضوع کو زیر بحث لایا گیا جس میں سلاسل طریقت پر علمی و تحقیقی بحث کی گئی ہے اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنھم کی اعلمیت اور باطنی خلافت پر واضح تصریحات اور علماء کی تحقیقات پیش کی ہیں۔ کیونکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے متعدد سلاسل کے ہم منکر نہیں بلکہ قائل ہیں اس لیے کتاب میں دلائل حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دیے گئے ہیں۔ ان دلائل کو واضح کرنے کا مقصد نہ تقابل کرنا اور نہ ہی موازنہ کرنا ہے بلکہ اس موضوع پر دیگر دلائل کو علماء اور محققین کے سامنے پیش کرنا اور اس کا نتیجہ ان ہی کی فکری سوچ پر ہی رہنے دیا گیا ہے۔

روحانی و باطنی خلافت کی تقسیم اور افضلیت مطلقہ

روحانی اور باطنی خلافت میں افضلیت کی تقسیم تصریحاتِ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ جیساکہ اس کتاب دلیل العارفین میں تفصیل موجود ہے۔

افضل علی الاطلاق کے تعین کے ۲ طریقے ہیں:

[۱] **اول**۔ نصوص شرعیہ میں سے اس بات کی وضاحت ہو کہ فلاں افضل و اعلی اور اکرم ہے۔ شارع کی تصریح کے بعد کسی کو انکار کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

اس طریقہ میں تفضیلیہ کے پاس کوئی دلیل نہیں جبکہ اہل سنت نصوص شرعیہ پیش کرتے ہیں۔

[۲] **دوم**۔ استدلال و استنباط و تالیف مقدمات اور تتبع احوال و اعمال اکے ذریعے افضل کا تعین کرنا۔

دوسرے طریقہ میں تفضیلیہ بعض صفات اور جزوی فضائل، شرف نسب، علو کرامت کو افضلیت مطلقہ اور فضل کلی کہتے ہیں جو کہ علماء اعلام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

مگر علماء اہل سنت نے قرآن کی آیات، احادیث مرفوع وموقوف، اور استنباط علماء کرام سے اس طریقہ ثانی میں پیش کرتے ہیں۔ ان تمام استنباط اور استدلال (کثرت نفع فی الاسلام) میں جو بظاہر فرق معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جس کا تقوی زیادہ ہوگا ایسے شخص کی وجہ سے نفع الاسلام بھی زیادہ ہوگا۔ کیونکہ یہ تمام معاملات ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس تحقیق کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو سمجھنے میں قارئین کو آسانی ہوگی اور تفضیلیہ کا اس مسئلہ کو ظنی کہہ کر عوام الناس کو شک میں ڈالنے کی کوششوں کا سدباب ہوگا۔

مسئلہ تفضیل اور صوفیاء کرام کا مذہب

تفضیلیہ کہتے ہیں کہ صوفیاء کرام سیدنا علی المرتضیٰ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ جناب کون سے صوفی سیدنا علی المرتضیٰ کو افضل مانتے ہیں؟ ذرا حوالہ اور کتاب کا نام ہی بتادیں؟ تو جواب میں تفضیلیہ علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ صوفیاء کرام حضرت علی المرتضیٰ کو افضل سمجھتے ہیں۔

ادباً گذارش ہے کہ صوفیاء کرام کی کتابیں موجود ہیں، ہمیں ان کی کتابوں میں سے افضلیت مطلقہ کے چند حوالہ جات کی نشاندہی کردیں تاکہ ہم آپ کے علم سے استفادہ کرسکیں۔

راقم نے اپنی کتاب " **افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر اجماع امت** " میں درج ذیل صوفیہ عظام کے اقوال دیئے ہیں: تفصیل قارئین وہاں ملاحظہ کریں۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۱۰ھ)، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ)، امام بشر بن الحارث حافی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۱ھ)، فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۳ھ)، امام ابی بکر کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۸ھ)، امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۶ھ)، حضرت سید داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (م:۴۶۵ھ)، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ)، شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م:۵۶۳ھ)، علامہ سیّد احمد بن علی رفاعی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۵۷۸ھ)، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ)، علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۸ھ)، حضرت شیخ یحییٰ منیری مخدوم بہار رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۲ھ)، سیّد مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۵ھ)، حضرت خواجہ سیّد بہاء الدین نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ)، سیّد میر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ)، سید محمد بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ (م:۸۰۳ھ)، سید اشرف جہانگیر سمنانی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (م:۸۰۸ھ)، حضرت خواجہ پارسا نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۲۵ھ)، امام سیّدی احمد زروق شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۹ھ)، امام سخاوی (م ۹۰۲ھ)، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ)، امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ)، امام زکریا الانصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۶ھ)، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ)، امام

شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ)، شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ)، مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ)، قاضی القضاۃ حضرت مخدوم شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ، میر سیّد عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ)، میاں محمد میر قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۰ھ)، شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)، اِمام شہاب الدین خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)، حضرت علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ)، اِمام المحدثین علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ)، سیّد عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۲ھ)، علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ)، مولانا فخر الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۹ھ)، محدث مخدوم عبدالواحد سیوستانی صدیقی (م ۱۲۲۴ھ)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقش بندی (م ۱۲۲۵ھ)، علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۰ھ)، سیّد پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ)، حضرت شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۴ھ)، خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے علاوہ تقریباً ۱۲۰ صوفیاء کے اقوال کتاب دلیل الیقین من کلمات العارفین میں اور تقریباً ۴۵۰ عرب و ہندوستانی علماء کے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باطنی خلافت بلا فصل کے منکر پر فتاوی جات پر کتاب عنقریب شائع ہوگی۔ جس کی تائید علامہ سیدی احمد دحلان مکی علیہ الرحمہ اوعلامہ عبداللہ سراج الحنفی علیہ الرحمہ نے بھی کی ہے۔ یہ چند گذارشات واصول مسئلہ افضلیت کو سمجھنے کے لیے قارئین کرام کے سامنے پیش کی گئی ہیں تاکہ مسئلہ کی نوعیت واضح ہو سکے اور ان ہی اصولوں پر دلائل سے استنباط کیا جا سکے۔ مسئلہ افضلیت کی بنیاد سمجھنے کے بعد اس بحث کے لوازمات وشرائط کی معلومات بھی اہم جس کے ضمن میں مسئلہ افضلیت کے دیگر پہلو کو سمجھنے میں عام لوگوں کو آسانی ہوتی ہے۔ خلافت راشدہ خاصہ علی منہاج النبوۃ کی تفصیل شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں بہت تفصیل کے ساتھ قرآن وحدیث اور آثار سے ثابت کیا ہے اور اس کتاب کے مضمون کا خلاصہ تاجدار گولڑہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی علیہ الرحمہ نے اپنے افادات اور خصوصاً کتاب تصفیہ میں بطور خلاصہ پیش کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ہی کتاب کے متعلقہ ابحاث میں سے علامہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں اقتباسات نقل کیے ہیں۔

راقم کی کسی بھی کتاب میں کسی بدمذہب، گمراہ یا بد عقیدہ شخص کے ساتھ تعظیمی کلمات یا تعریفی الفاظ یا رحمۃ اللہ جیسے الفاظ لکھے ہو تو وہ عدم توجہ یا کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے ہوگا اور راقم اس سے بری الذمہ ہے اور اعلان برات کرتا ہے اور اس نادانستہ غلطی پر اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہے۔ مسلک اہل سنت کی تشریح صرف وہی قبول ہے جس کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتب میں بیان کیا۔ اللہ کریم ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی ہمت وطاقت عطا کرے۔ آمین

فیصل خان رضوی

خلافت باطنیہ بلا فصل

خلفاء اربعہ کی حیثیت و مقام کے ادراک کے لیے خلافت علی منہاج النبوۃ کی جزئیات اور مبادیات پر واقفیت بہت اہم ہے کیونکہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے مقام پر وہی جلیل القدر ہستیاں فائز ہوئیں جن میں ان شرائط کا تحقق پایا گیا۔ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفاء اور اختصار کے ساتھ تاجدار گولڑہ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف و افادات کو تصفیہ مابین سنی و شیعہ میں بیان کیا۔ ان مبادیات و شرائط میں چند نکات کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ بَشِيرٌ رَجُلًا يَكُفُّ حَدِيثَهُ، فَجَاءَ أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، فَقَالَ: يَا بَشِيرُ بْنَ سَعْدٍ أَتَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْأُمَرَاءِ؟ فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا أَحْفَظُ خُطْبَتَهُ، فَجَلَسَ أَبُو ثَعْلَبَةَ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ" ثُمَّ سَكَتَ۔

یعنی: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر بن سعد اپنی بات کو روک دیتے تھے۔ اتنے میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: بشیر بن سعد! کیا تجھے امراء حکمران کے بارے میں کوئی حدیث نبوی یاد ہے؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ کا خطبہ یاد ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ بیٹھ گئے اور حضرت حذیفہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ عرصہ تک نبوت قائم رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے اسے اٹھالیں گے۔ نبوت کے بعد اس

کے منہج پر اللہ کی مرضی کے مطابق کچھ عرصہ تک خلافت ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اسے ختم کر دیں گے، پھر اللہ کے فیصلے کے مطابق کچھ عرصہ تک بادشاہت ہوگی، جس میں ظلم وزیادتی ہوگا، بالآخر وہ بھی ختم ہو جائے گی، پھر جبری بادشاہت ہوگی، وہ کچھ عرصہ کے بعد زوال پذیر ہو جائے گی، اس کے بعد منہجِ نبوت پر پھر خلافت ہو گی، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔۔۔ (مسند امام احمد بن حنبل ۳۰/ ۳۵۵ رقم ۱۸۴۰۶)

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔

رواهُ أَحْمَدُ فِي تَرْجَمَةِ النُّعمانِ، والبَزَّارُ أَتَمُّ مِنْهُ، وَالطَّبَرَانِيُّ بِبَعْضِهِ فِي الأَوسطِ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔

امام احمد نے اس کو نعمان ترجمہ میں روایت کیا، طبرانی نے بعض حصہ الاوسط میں نقل کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد5/ 189)

امام طبرانی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ النَّضْرِ الْعَسْكَرِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ حَفْصٍ النُّفَيْلِيُّ، ثنا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَّلُ هَذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَتَكَادَمُونَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ، وَإِنَّ أَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ»۔

یعنی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :اس معاملے کی ابتدا نبوت ورحمت سے ہوئی ہے، اس کے بعد خلافت ورحمت ہوگی اور پھر بادشاہت اور رحمت۔ اس کے بعد گدھوں کا ایک دوسرے کو کاٹنے کی طرح لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں گے، تم جہاد کو لازم پکڑنا، بہترین جہاد، رباط ہے اور عسقلان کا رباط سب سے افضل ہے۔"

(معجم الکبیر للطبرانی ۱۱/ ۸۸رقم۱۱۱۳۸)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

یعنی:اس طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۵/ ۱۹۰ رقم ۸۹٦٤باب الخلفاء الاثنی عشر)

تخریج

مسند أبي داود الطيالسي (٤٣٨)، مسند البحر الزخار (٢٧٩٦)، الطبقات ابن سعد ٧/ ٣٠٤، معجم الأوسط الطبراني (٦٥٧٧)

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوئی کہ نبوت رحمت کے بعد ایک خاص مقام خلافت رحمت ہوگی جو علی منہاج النبوۃ ہوگی اور اس کے بعد رحمت والی بادشاہت ہوگی۔ قران کی آیات و احادیث، صحابہ و تابعین کے اقوال سے خلافت علی منہاج النبوۃ کے بارے میں متعدد شرائط و خاصیت ثابت ہوتی ہیں جس سے معلوم ہوتا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی شرائط خلفاء اربعہ میں ہی پائی جاتی ہیں، اس کے بعد یہ شرائط امت میں کسی کے لیے ثابت نہیں۔

خلافت خاصہ کے لوازمات

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت میں اس موضوع پر تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: خلافت خاصہ یعنی خلافت راشدہ کے لوازمات میں سے ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو اور ان لوگوں میں سے ہو جنہوں جنگ حدیبیہ میں شرکت کی ہو، جو سورۃ النور کے نزول کے وقت موجود تھے، اور جنہوں نے بدر، تبوک، اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے عظیم معرکوں میں شرکت کی ہو۔۔۔"

(کتاب عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت ص ۲۱۵)

خلافت خاصہ کی شرائط صوفیاء کے نزدیک

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"خلافت راشدہ کے لازمی تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ راشد ایسا شخص ہو جس کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ نے تصریح فرمادی ہو کہ وہ امت کے اعلی طبقہ سے ہے یعنی صدیقین، شہدا، اور صالحین میں سے ہے۔ یا اس کی رائے وحی کے موافق ہو اور بہت سی آیات اس کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہوں۔ اس سے بھی اس امت کا اعلی طبقہ سے ہونا لازم آتا ہے یا تواتر سے ثابت ہو چکا ہو کہ عبادات اور تقرب الی اللہ کے اعتبار سے اس کی سیرت تمام مسلمانوں کی سیرت سے زیادہ کامل ہو۔ نیز وہ پسندیدہ خصائل، بلند مقامات، اعلی احوال اور مضبوط کرامات سے آراستہ ہے۔ یعنی وہ شخصیت ان تمام خصائل و

فضائل سے موصوف ہو جن کا موجود ہونا آج کے دور کے صوفیہ کے ہاں لازمی ہے۔۔۔"

(عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت ص ۲۳۰-۲۳۱)

خلیفہ راشد کے لیے ظاہری اور باطنی ریاست

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پھر لکھتے ہیں۔

"ان باتوں سے اس کا صدیقین اور شہدا [اولیاء] میں سے ہونا لازم آتا ہے۔ **خلیفہ راشد کا ایسا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ظاہری ریاست، باطنی ریاست کے ساتھ جمع ہو جائے اور اس کو حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ پوری مشابہت حاصل ہو جائے۔۔۔۔"**

(عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت ص ۲۳۱ بحوالہ ازالۃ الخفاء ص ۱۱۷)

خلیفہ راشد کا تمام امت سے افضل ہونا

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پھر اپنی کتاب میں بحوالہ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"خلافت راشدہ کے جملہ خصائص لازمہ میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ **خلیفہ راشد ایک ایسا شخص ہو جو اپنے عہد میں عقلاً اور نقلاً تمام امت سے افضل ہو۔** ہم نے یہ اس وجہ سے کہا ہے کہ خلیفہ راشد کے امت میں وجوباً افضل ہونے کے کچھ اسباب ہیں۔

ان میں ایک یہ ہے کہ خلافت راشدہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں نبوی طریقہ پر خلافت [خلافۃ علی منہاج النبوۃ] کے الفاظ آئے ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ امر حاکمیت نبوت و رحمت سے شروع ہوا تھا پھر خلافت و رحمت میں بدل گیا۔ اس لیے خلافت راشدہ بھی نبوت کی طرح دین اور دنیا دونوں کے ظاہری اور باطنی ریاست امور کو شامل ہے۔ پس جس طرح کسی شخص کا نبی ہونا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بطور نبی چنا ہے۔ اس طرح کسی شخص کا حضور نبی اکرم ﷺ کا خلیفہ راشد ہونا، اس کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔" الخ

(عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت ص ۲۵۷-۲۵۹ بحوالہ ازالۃ الخفاء ۲۳۷-۲۳۸)

اس کے بعد جناب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب عظمت صحابہ اور حقیقت خلافت ص ۲۶۳ تا ۲۷۳ پر مختلف کتب احادیث سے اس خلافت راشدہ کا تیس سال عرصہ پر محیط ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی ان عبارت سے چند نکات تو واضح ہوئے۔

۱) خلافت راشدہ خاصہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ جو کہ تقریباً ۳۰ سال عرصہ پر محیط ہے۔

۲) خلافت راشدہ خاصہ نبوت کی طرح دین اور دنیا اور ان دونوں [دین اور دنیا] کے ظاہری اور باطنی امور کو شامل ہوتی ہے۔

۳) خلیفہ راشد خاصہ تمام امت سے افضل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے ثابت ہوا کہ خلیفہ راشد خاص کا ظاہری اور باطنی تمام امور پر تصرف اور تمام امت سے افضل ہونا شرط ہے۔ جب خلیفہ راشد خاص کا، دین اور دنیا دونوں کے ظاہری اور باطنی امور میں تصرف کے ساتھ افضل ہونا ثابت ہے تو پھر واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین اور دنیا دونوں کے ظاہری اور باطنی طور پر تمام امت سے افضل ہوئے ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔

ان تمام نکات کے اثبات کے بعد خلافت ظاہری اور خلافت باطنی کی تقسیم کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت ظاہری اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خلافت باطنی میں خلیفہ بلا فصل وافضل کہنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔

یہ نکتہ یاد رہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کی دوسری قسم عام میں شامل ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی تحریر میں یہ بات موجود ہے کہ خلیفہ راشد کو سورہ نور کے نزول کے وقت اور اولین مہاجرین اور جنگ بدر میں موجود ہونا شرط ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی، اس لیے وہ خلیفہ راشد کی دوسری قسم جسے خلیفہ راشد عامہ میں شامل ہیں۔

اگرچہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب کے اہم اقتباسات کے بعد کسی مزید بحث یا وضاحت کی اہمیت نہیں رہ جاتی۔ مگر چند اہم علمی مباحث کی وضاحت ضروری ہے۔

خلیفہ راشد کا خصائص ولوازمات

علماء ومحققین نے خلیفہ راشد خاصہ کے لیے چند خصائص ولوازمات اپنی کتب میں واضح کیے ہیں۔ جن پر کچھ حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

خلیفہ راشد خاص کا انبیاء سے مشابہت

[ا] شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"یہ خلافت خاصہ بقیہ ایام نبوت ہے یہ خلافت خاصہ ولایت کے اقسام میں سب سے زیادہ کمالات انبیاء سے مشابہت رکھتی ہے، نبی کے ساتھ بحیثیت نبوت مشابہ ہوں اس قسم پر صادق آتا ہے۔ یہ سب اوصاف جو ہم نے بیان کیے خلافت خاصہ کے لوازم عام ہیں۔۔ سوا اس کے کہ یہ شخص جو خلیفہ بنایا گیا ہے

دو طرح کی فضیلت اپنی تمام رعیت پر رکھتا ہے ایک فضیلت اس کی بعد خلیفہ بن جانے کے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ریاست عالم کی کارکنان قضاو قدر نے اس کو دی اوروں کو نہ دی قائم مقام پیغمبر کا اس کو بنایا اوروں کا نہ بنایا اور دوسری فضیلت اس کی خلیفہ بننے سے پہلے بھی معلوم ہوتی ہے۔۔ وہ یہ کہ یہ شخص ب نسبت ان لوگوں کے جو خلافت کی قابلیت نہیں رکھتے فضیلت کلی رکھتا ہے اور بہ نسبت ان لوگوں کے جو خلافت خاصہ کی قابلیت رکھتے ہیں۔ الخ" (ازالۃ الخفاء ۱/۲۰۱)

۲ اس نکتہ کو علامہ عبدالسمیع بنارسی کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

خلیفہ راشد نبی حکمی ہے اگرچہ مرتبہ رسالت سے فائز نہیں اور وہ نائب رسول وظل رسالت ہوتا ہے۔ پس حاصل ہونا مشابہت تامہ کا، ساتھ انبیاء اللہ کے، بکمال آثار بعثت ہدایت اور اس کے اقسام و شعب ضروری ہے۔ کیوں کہ وہ نائب رسول ہے اور نائب رسول کمالات نفسانی میں مشابہ نہ ہونا، اپنے منیب سے منافی حکمت ہے۔ الخ (تحفۃ الاتقیاء ص ۴۸)

۳ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"صدیق کا نفس اس عنایت الٰہی کا جو نبی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اس کی نصرت و تائید کا آشیانہ ہوتا ہے کہ حتی کہ وہ شخص اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ **نبی کی روح گویا اس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے۔ "الخ**

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۴۵ طبع لاہور)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت میں صدیق کے اس مقام کو جو واضح کیا ہے، اس پر صاحب فہم کا سمجھنا ہی تمام نکات کو حل کر دیتا ہے۔ صدیق کے اس اس کمال منزلت کے بعد کس طرح افضل و مفضول کی بحث ہو سکتی ہے؟

خلیفہ راشد خاصہ کا انبیاء کے جوہر نفس کے مشابہ ہونا

۱ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام کے سوا اور لوگ بھی کبھی اصل جوہر نفس میں انبیاء علیہم السلام کے جوہر نفس کے مشابہ ہوتے ہیں پس شاہد اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اس روایت کو بخاری نے لکھا ہے۔ اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا نیک روش نبوت کا پچیسواں حصہ ہے اس روایت کو مسلم نے لکھا ہے۔ اور جو [illegible] نے بیان کیا ہے کہ خلفاء راشدین جوہر نفس انبیاء علیہم السلام کے مشابہ تھے۔ اس کی سند وہ روایت ہے جو ابو عمر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے بندوں کے دل کو دیکھا تو محمد ﷺ کے دل کو سب بندوں کے دل سے

بہتر پایا لہٰذا ان کو برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے مبعوث فرمایا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بعد دوبارہ بندوں کے دل کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے دل کو اور بندوں سے بہتر پائے لہٰذا ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف سے لڑتے۔۔۔ اور بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے کی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو بے شک وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔" الخ

(ازالۃ الخلفاء ۱/ ۲۰۵-۲۰۶)

۲ اس نکتہ کو علامہ عبدالسمیع بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کچھ یوں لکھتے ہیں۔

"قائم مقام نبی کا، بعد نبی کے، وہ ہو سکتا ہے، جو از روئے طینت و خلقت کے، اقرب الی النبوۃ والرسالۃ ہو اور ظاہر ہے کہ جو قرب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معدن رسالت سے ہے، وہ غیر کو نہیں: لہٰذا وہی خلیفہ اور افضل البشر ہیں۔" الخ (تحفۃ الاتقیاء ص۵۰ طبع لاہور جدید)

حضرات شیخین کریمین کا خمیر کس مٹی سے تیار ہوا؟

محدث ابو عاصم النبیل فرماتے ہیں۔

قَالَ أَبو عَاصِم: مَا تَجِدُ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنْهُمَا فَضِيلَةً مِثْلَ هَذِهِ لِأَنَّ طِينَتَهُمَا مِنْ طِينَةِ رَسُولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

محدث ابو عاصم النبیل فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اس فضیلت کی مثل کسی کی فضیلت نہیں پاتے، کیوں کہ وہ اسی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر تیار ہوا۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/۲۸۰)

امام ابن سیرین سے سند ضعیف سے مروی قول ہے:

وروى [يزيد الجريري قال: سمعت ابن سيرين يقول: «لو حلفت لحلفت صادقا بارآ غير شاكّ ولا مستثن أن الله تعالى ما خلق نبيه صلى الله عليه وسلم ولا أبا بكر ولا عمر إلا من طينة واحدة، ثم ردّهم إلى تلك الطينة» .

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں: اگر میں اس بارے میں قسم کھاؤں تو وہ قسم سچی، پکی اور ہر طرح کے شکوک و شبہات اور مستثنیات سے بالاتر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی خمیر سے تخلیق کیا۔ (سبل الھدی و الرشاد ۳/ ۳۱۶)

امام قرطبی اور تخلیق شیخین کریمین

امام قرطبی لکھتے ہیں۔
یہ وہی مٹی ہے جس سے عیسی بن مریم علیہ السلام کو تخلیق کیا گیا تھا۔ (التذکرہ ص۲۹۶-۲۹۷)

علامہ اسماعیل حقی کے نزدیک تخلیق خمیر حضرات شیخین کریمین

امام اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔

فذهب الامام مالك واستشهد بذلك وقال لا اعرف اكبر فضل لابى بكر وعمر رضى الله عنهما من انهما خلقا من طينة رسول الله عليه السلام لقرب قبرهما من حضرة الروضة المقدسة المفضلة على الأكوان بأسرها۔

امام مالک کا بھی یہ ہی مذہب ہے اور آپ اس سے استشہاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نہیں سمجھتا کہ ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے اس سے بڑا کوئی فضل و شرف ہوگا کہ ان کی تخلیق خمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور یہ وجہ ہے کہ آج بھی وہ کائنات کے افضل ترین مقام روضہ اقدس میں قرب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم آرام فرما ہیں۔ (روح البیان۸/ ۳۲۷ سورۃ فصلت: آیت ۱۰)

شیخ ابن عربی اور طینیت شیخین کریمین

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں۔
"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج تحیر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں ندا کی گئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سے مانوس ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ہی طینیت سے پیدا کیے گئے ہیں"۔ الخ

(الفتوحات مکیہ۱/ ۳۵۹-۳۶۰ جزء ثانی ف:۶۸۷)

شاہ عبدالحق دہلوی اور حضرات شیخین کریمین کی طینیت و خمیر

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جب ہم نے تمھارے بھائی موسی سے ہم کلام ہونا چاہا تو ان پر ایک عظیم ہیبت چھا گئی، اس وقت میں نے پوچھا: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسی؟ تو موسی کو ذکر عصا سے انسیت حاصل ہوئی اور وہ اپنے سابقہ حال پر آ گئے۔ ایسے ہی اے محمد: ہم نے چاہا کہ تم انسیت حاصل کرو: اس لیے

تمھارے رفیق ابو بکر صدیق کی آواز پیدا فرمائی، کیوں کہ تم اور ابو بکر دونوں ایک ہی طینت پر پیدا کیے گئے ہو اور وہ دنیا و آخرت میں تمھارا انیس ہے۔الخ

(مدارج النبوۃ ۱/ ۱۶۸ باب پنجم در ذکر فضائل وصل در رویت ،المواهب اللدنیه ۲/ ۴۸۳)

علامہ قسطلانی کی تحقیق

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

[وأما أمر صاحبك يا محمد، فإن أخاك موسى كان أنسه بالعصا، فلما أردنا كلامه قلنا: وَما تِلْكَ بِيَمِينِكَ يا مُوسى قالَ هِيَ عَصايَ ، وشغل بذكر العصا عن عظيم الهيبة. وكذلك أنت يا محمد، لما كان أنسك بصاحبك أبي بكر وأنك خلقت أنت وهو من طينة واحدة، وهو أنيسك في الدنيا والآخرة،]

خلاصہ یہ کہ حضور سرورِ کونین سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر پر تنویر اس جگہ کی مٹی سے ہے جس جگہ اب مزار اقدس ہے۔(المواھب الدنیه ۱/۴۶،۲/۴۸۳)

محدث ابن النجار البغدادی اور تخلیق خمیر شیخین

محدث ابن النجار بغدادی لکھتے ہیں۔

قلت: فعلى هذا طينة النبي صلى الله عليه وسلم التي خلق منها من المدينة، وطينة أبي بكر وعمر رضي الله عنهما من طينة النبي صلى الله عليه وسلم، وهذه منزلة رفيعة.

میں [ابن النجار] کہتا ہوں کہ اس بنا پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ جس مٹی سے پیدا ہوئے تھے وہ مدینہ طیبہ کی مٹی تھی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مٹی مبارک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مبارکہ جزو تھی اور یہ مقام بہت ارفع و اعلی ہے۔

(الدر الثمينة في اخبار المدينه ص ۱۴۶ و مترجم ص ۲۷۷، تاریخ مکه الشریفه ص ۳۲۵)

کتاب کے مترجم نے نہ جانے کس وجہ سے ابن النجار البغدادی کی عبارت میں وهذه منزلة رفيعة کا ترجمہ نہیں کیا ؟شاید وہ اس وقت استاد الحدیث جامعہ اسلامیہ ،لاہور تھے۔ بہر حال ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرات شیخین کریمین کی طینت اور خمیر اسی مٹی سے ہوئی جس مٹی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر تھا، جس کی وجہ سے علماء اور محققین نے اس شرف کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی طرف انتساب کیا ہے اور اس مقام کی افضلیت اور اعلی ہونے کو واضح طور پر تحقیق فرمائی۔

خلیفہ راشد خاصہ کا افضل ہونا

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"کسی شخص کے خلافت خاصہ کے ساتھ ارادہ الٰہی قائم ہوتے ہی قبل از وقوع خلافت اس شخص کی کو فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اس کی سند میں چند حدیثیں ہیں منجملہ ان کے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو دارمی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ جب نبی بنائے گئے تو آپ ﷺ نے یہ کیسے جانا کہ میں نبی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر، میرے پاس دو فرشتے آئے اور اس وقت میں بطحائے مکہ میں تھا کہ ایک فرشتہ تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا آسمان و زمین کے درمیان ہی معلق رہا ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا وہ جس کی نبوت کا فرمان ملا اعلیٰ میں شائع ہوا ہے یہ ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ہاں تو اس نے کہا اچھا اس کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا میں اس سے وزنی نکلا پھر اس نے کہا کہ دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں دس کے ساتھ وزن کیا گیا ان دس سے بھی وزنی نکلا پھر اس نے کہا اس کو سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں سو آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا تو ان سو سے بھی وزنی نکلا پھر اس نے کہا اس کو ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں ہزار آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا میں ان ہزار آدمیوں سے بھی وزنی نکلا گویا اب بھی میں ان کو دیکھ رہا ہو کہ پلے کے ہلکے ہونے کے سبب سے وہ لڑھک جاتے ہیں پھر ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کہ اگر اس کو تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی یہ ہی وزنی رہے گا۔۔۔۔ اور احمد بن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ آفتاب نکلنے کے بعد باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ فجر سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے بہت سے مقالید اور موازین دی گئی ہیں مقالید کنجیوں کو کہتے ہیں اور موازین ترازووں کو کہتے ہیں جن میں تولا جاتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ میں ترازو کے ایک پلہ میں رکھا گیا اور میری امت دوسرے پلہ میں رکھی گئی میں ان سب سے وزنی نکلا اس کے بعد ابوبکر صدیق لائے گئے اور وہ سب امت کے ساتھ وزن کئے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے پھر حضرت عمر لائے گئے اور وہ سب امت کے ساتھ وزن کیے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے پھر حضرت عثمان لائے گئے اور وہ سب امت کے ستھ وزن کئے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے اس کے بعد وہ ترازو آسمان پر اٹھالی گئی۔"

(ازالۃ الخفاء ۱/ ۲۱۰ مترجم)

شاہ ولی اللہ دہلوی کا کلام

اس تحریر کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

ان حدیثوں سے ہمارا استدلال اس طرح پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے ساتھ وزن کئے جانے اور بہ نسبت ان کے اپنے وزنی نکلنے سے اپنی نبی ہونے کو سمجھ لیا کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نبی ہونا کیسے جانا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے اور اس وزن کئے جانے اور وزنی نکلنے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل بفضل کلی ہونے پر دلالت کی اور فضل کلی بھی وہ جو عند اللہ معتبر ہو پس معلوم ہوا کہ یہ فضل کلی لازم نبوت ہے یعنی جس شخص کے نبی بنانے کا ارادہ الٰہیہ قائم ہوتے ہی فضل کلی تمام رعیت سے عند اللہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے گو ہنوز وہ مبعوث نہ ہوا ہو کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مبعوث نہ ہوئے تھے اور یہ ہی خواب بعینہٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء کے متعلق بھی دیکھا۔ لہٰذا یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ کسی کی خلافت کا ارادہ الٰہیہ قائم ہوتے ہی فضل کلی تمام رعیت پر اس کو حاصل ہو جاتا ہے گو ہنوز اس کو خلافت نہ ملی ہو اور **خلفاء [راشدہ خاصہ] کا اپنی رعیت سے عند اللہ افضل ہونا اور علم خدا میں برتر ہونا خلافت خاصہ کو لازم ہے۔**

(ازالۃ الخفاء ص ۱/ ۲۱۰-۲۱۱)

تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

اسی نکتہ کو تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اپنی تحریر میں بھی کرتے ہیں۔ پیر صاحب فرماتے ہیں۔

"لہٰذا خلافت ان کی خلافت راشدہ و خاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا۔"

(تصفیہ مابین السنی و الشیعہ ص ۲۳)

علامہ عبد السمیع بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ عبد السمیع بنارسی صاحب لکھتے ہیں۔

"خلافت نبوۃ مقیس علی النبوۃ ہے، پس سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ جس کو خداوند کریم نبی بناتا ہے وہ مبعوث الیہم سے افضل ہوتا ہے، بناء علی ہذا جس کہ وہ خلیفہ بنائے گا وہ بھی افضل قول ہوگا۔"

(تحفۃ الاتقیاء ص ٤٤ طبع لاہور جدید)

شاہ ولی اللہ دہلوی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

[حدَّثنا محمدُ بنُ المثنى، حدَّثنا محمدُ بنُ عبد الله الأنصاري، حدَّثنا الأشعثُ، عن الحسن عن أبي بَكرَة، أن النبيَّ - صلى الله عليه وسلم - قال ذات يوم: "مَنْ رأى منكم رؤيا؟" فقال رجل: أنا، رأيت كان ميزاناً نزَلَ من السماء، فوُزِنْتَ أنتَ وأبو بكر، فرجَحْتَ أنتَ بأبي بكر، ووُزِنَ عُمرُ وأبو بكر، فرجَحَ أبو بكرٍ، ووُزِنَ عُمر وعثمانُ، فرجح عُمرُ، ثم رُفعَ الميزانُ، فرأينا الكراهيةَ في وجهِ رسولِ الله -صلى الله عليه وسلم -سنن ابی داود: رقم ٤٦٣٤]

امام ابوداود نے امام حسن بصری سے انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز پوچھا کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ دیکھا ہے۔ کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری پھر آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تولے گئے تو آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وزنی نکلے پھر حضرت عمر اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تولے گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وزنی نکلے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تولے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وزنی نکلے بعد میں ترازو اٹھالی گئی۔۔۔الخ (ازالۃ الخفاء ۱/۱۰۸،۱/۳۸۳)

مسند الطيالسي (٨٦٦)، غريب الحديث عبيد ٣/ ١٠٠، ابن أبي شيبة ١١/ ٦٠-٦١ و ١٢/ ١٨-١٩، سنن أبو داود (٤٦٣٥)، المعرفة و التاريخ للفسوى ٣/ ٣٥٥، السنة ابن أبي عاصم (١١٣١) و (١١٣٢) و (١١٣٣) و (١١٣٥) و (١١٣٦)، مسند البزار (٣٦٥٢) شرح مشكل الآثار الطحاوي (٣٣٤٨)، الدلائل النبوة للبيهقي ٦/ ٣٤٢، الاعتقاد للبيهقي ص ٣٦٤

شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارات سے یہ واضح ہوا کہ خلیفہ راشد خاصہ کے لیے افضلیت شرط ہے جو کہ ظاہراً و باطناً ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام اہل زمین سے زیادہ

محدث اسحاق بن راھویہ اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

وقَالَ، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَوْذَبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَحَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل زمین کا ایمان ایک پلڑے میں اور سیدنا ابوبکر صدیق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔

(مسند اسحاق بن راھویہ ۳/ ٦٧١)

تخریج

شُعَب الإيمانِ للبيهقيُّ (۱/ ٦٩ رقم :٣٦)، تاريخ دمشق للابنُ عَساكِرَ (٣٠/ ١٢٧)، عقيدَةِ السَّلَفِ للصَّابُونيُّ (رقم :١١٠)، الغُنْيَةِ عَنِ الكلام وَأَهْلِهِ للخَطَّابِيُّ (ص :٤٧)، العِلَلِ للدارقطنى (٢/ ٢٢٣)،

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل زمین میں سے سب سے زیادہ ایمان رکھنے والی شخصیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اہل زمین میں سے سب سے زیادہ ایمان رکھنے والی شخصیت ہی افضل ہوتی ہے۔ اس روایت کے شواہد اور متابعت میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کی تصحیح متعدد علماء کرام نے کی ہے۔

حدیث کی تصحیح

محدث سخاوی نے المقاصد الحسنہ ص ۳۵۲ رقم ۹۰۸، علامہ فتنی نے تذکرہ الموضوعات ص ۹۳، علامہ عجلونی نے کشف الخفاء ۲/۲۱۶ رقم ۲۱۳۰ اور قاضی شوکانی نے الفوائد المجموعہ ص ۳۶۰ رقم ۱۸ نے اس روایت کی تصحیح و تحسین کی ہے۔

خلیفہ راشد خاصہ کا اعلم ہونا

شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"منجملہ شروط استحقاق خلافت کے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ مجتہد ہو"۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۰)

اس معلوم ہوا کہ خلیفہ کے لیے مجتہد ہونا بھی ایک شرط ہے۔ جو کہ خلیفہ کی علمی حیثیت کو مزید واضح کرتی ہے۔ جب کہ پہلے حوالہ میں یہ واضح ہے کہ خلیفہ خاصہ ظاہری اور باطنی دنوں امور میں افضل ہوتا ہے، اس طرح علم کی دونوں جہتوں میں خلیفہ خاصہ افضل ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ سے اعلم ہونا

محدث ابن حبان روایت بیان کرتے ہیں۔

أَخبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مَعْشَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ كَأَنِّي أُعْطِيتُ عُسًّا مَمْلُوءًا لَبَنًا، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى تَمَلَّأْتُ، فَرَأَيْتُهَا تَجْرِي فِي عُرُوقِي بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ، فَفَضَلَتْ مِنْهَا فَضْلَةٌ، فَأَعْطَيْتُهَا أَبَا بَكْرٍ"

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا عِلْمٌ أَعْطَاكَهُ اللهُ حَتَّى إِذَا تَمَلَأْتَ مِنْهُ، فَضَلَتْ فَضْلَةٌ، فَأَعْطَيْتَهَا أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قد أصبتم"۔

(الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ١٥/ ٢٦٩ رقم ٦٨٥٤)

ترجمہ: سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا پیالہ مجھے عطا کیا گیا میں نے اس سے جی بھر کے دودھ پیا۔ میں نے دیکھا کہ دودھ جلد اور گوشت کے درمیان میری رگوں میں جاری ہے۔ اس دودھ سے کچھ بچ گیا، میں نے دودھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ یہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ جب آپ ﷺ اس علم سے سیر ہو گئے تو باقی بچا آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب آپ ﷺ اس علم سیر ہو گئے جو باقی بچا وہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک تم درست سمجھتے ہو۔

پیش کردہ حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے جو دودھ کے پیالہ میں جو دودھ رہ گیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور علماء اور صوفیاء نے اس دودھ سے مراد علم لیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ نبی کا علم ظاہری اور باطنی دونوں پر محیط ہوتا ہے، اس لیے اس علم سے یہ دونوں مراد ہیں۔

امام بخاری ایک روایت لکھتے ہیں۔ جس کو علامہ طاہر القادری صاحب نے بھی نقل کیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ»، فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ؟ إِنْ يَكُنِ اللهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ العَبْدَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا، قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ لاَ تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الإِسْلاَمِ وَمَوَدَّتُهُ، لاَ يَبْقَيَنَّ فِي المَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ»

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا ہے۔ پس اس

بندے نے اُس چیز کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے"۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہم نے اُن کے رونے پر تعجب کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک بندے کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اُس کو اختیار دیا گیا ہے۔ پس وہ (بندہ) جس کو اختیار دیا گیا تھا خود تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد سمجھ گئے)۔"

تخریج:

١. بخاري، الصحيح ٣ : ١٣٣٧، كتاب المناقب رقم : ٣٤٥٤

٢. بخاري، الصحيح، ١ : ١٧٧، رقم : ٤٥٤

٣. مسلم، الصحيح، ٤ : ١٨٥٤، كتاب فضائل الصحابة، رقم : ٢٣٨٢

٤. ترمذي، السنن، ٥ : ٦٠٨، رقم : ٣٦٦٠

٥. ترمذي، الجامع الصحيح، ٥ : ٦٠٧، رقم : ٣٦٥٩

٦. ابن حبان، الصحيح، ١٤ : ٥٥٩، رقم : ٦٥٩٤

٧. ابن حبان، الصحيح، ١٥ : ٢٧٧، رقم : ٢٨٦١

٨. احمد بن حنبل، المسند ٣ : ١٨، رقم : ١١١٥٠

٩. ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٢ : ٢٢٧

١٠. خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ١٣ : ٦٣، رقم : ٧٠٤٥.

(القول الوثیق فی مناقب الصدیق ص ٧١ فصل ١٤ رقم الحدیث ٧٦ منقول از ڈاکٹر طاہر القادری)

حضرت ابوبکر صدیق کا قران و سنت کا سب سے بڑا عالم ہونا

امام ترمذی روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، ح: وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي القِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ،-

یعنی حضرت ابا مسعود الانصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو قران کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو۔ اور اگر لوگ قران کے علم میں برابر ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا ہو وہ امامت کرے۔۔ (سنن ترمذی ۱/ ۳۱۳ طبع بشار العواد رقم ۲۳۵)

یہ بات مختلف احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں اپنی موجودگی میں اپنے مصلی پر امام بنانے کا حکم دیا اور کسی غیر کو اس منصب پر کھڑے ہونے سے منع کیا۔ جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اعلمیت ماسواء پر مسلم اور ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ امامت کروانے کا حکم ہوا

امام بخاری اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے نماز پڑھانا مشکل ہو گا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں، تم لوگ صواحب یوسف) زلیخا (کی طرح) باتیں بناتی (ہو۔ آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری ۱/ ۱۳۶ رقم الحدیث ۶۷۸)

اس حدیث پر امام بخاری نے باب بھی اہم باندھا ہے۔

"بَاب أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ"

یعنی امامت کرانے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو علم اور (عمل) فضیلت والا ہو۔

پیش کردہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے زندگی میں تین مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا حالانکہ دیگر اکابرین صحابہ بھی موجود تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نرم دل ہونے کی وجہ سے امامت نہ کروانے کی بھی بات ہوئی مگر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود نبی کریم ﷺ نے [(سنن ترمذی ۱/۱۳ طبع بشار العواد رقم ۲۳۵)] امامت کی شرائط میں قران کا سب سے بڑا عالم ہونا اور پھر سنت کا اعلم ہونا بتایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔اعلم بالسنة

نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروانے کے حکم کے بارے میں امام بیہقی لکھتے ہیں۔

وقد أمر النبي صلى الله عليه وسلم في مرضه أن يؤمهم أبو بكر رضي الله عنه ، ففي ذلك دلالة على أنه كان أعلمهم بالسنة مع ما دلت عليه آثار علمه وزيادة فضله رضي الله عنه۔

یعنی نبی کریم ﷺ کا اپنی بیماری کی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروانے کا حکم دینا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اعلم بالسنہ یعنی سنت کے سب سے بڑے عالم اور ساتھ یہ علم کے آثار اور زیادتی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي ۱/ ۳۳ رقم الحديث ۳۳)

معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے بڑے قران کے عالم اور سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے تھے۔

اعلمیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکابرین اُمت کی نظر میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اعلمیت پر اکابرین امت کی چند تصریحات پیش خدمت ہیں۔

۱۔امام ابوالحسن اشعری کا فرمان

۱۔امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”وتقديمه له دليل على انه اعلم الصحابة واقراهم“

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم (امامت کے لیے) کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام

صحابہ سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔ (البدایة و النهایة لابن كثیر، جلد ٥، صفحه ٢٥٦)

۲۔ حافظ ابن کثیر کا قول

۲۔ حافظ ابن کثیر امام اشعری کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"قلت: وهذا من كلام اشعرى رحمة الله عليه مما ينبغى اَن يكتب بماء الذهب"

میں کہتا ہوں کہ امام ابوالحسن اشعری کا یہ کلام سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٤٦٧)

۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو امامت کروانے والی حدیث مبارکہ کا ترجمۃ الباب:

"باب اهل العلم و الفضل احق الامامة"

(صحيح البخارى، جلد ١، صفحه ٣٢١، باب ٤٦، رقم الحديث ٦٧٨)

۴۔ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۴۔ امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح بخاری میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد امام ابوبکر بن السمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت اور اعلمیت پر اہلسنت کا اجماع ہو چکا ہے۔"

(فتح البارى لابن رجب، جلد ١، صفحه ٧١١، تحت رقم الحديث، ٦٧٨)

۵۔ ابن الھادی سندی کا فرمان

۵۔ امام محمد بن عبدالھادی السندی المدنی صحیح البخاری کے حاشیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت والی حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اَن امره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بامامة أبى بكر بناء على أنه كان اعلم و افضل من غيره"

کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروانے کا حکم اس بنا پر تھا کہ آپ تمام صحابہ سے اعلم و افضل تھے۔"

(حاشية السندى على صحيح البخارى، تحت باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة، ١/ ١١٩)

٦۔ علامہ ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

٦۔ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھام (المتوفی: ٨٦١ھ) نے فتح القدیر میں "امامت ابوبکر صدیق" سے اعلمیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر استدلال فرمایا ہے۔

(فتح القدیر، باب الامامۃ، جلد ١، صفحہ ٣١١)

٧۔ محدث زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

٧۔ امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی (المتوفی: ٧٤٣ھ) نے بھی تبیین الحقائق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے آپ کی اعلمیت پر استدلال فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

"وکان ابوبکر الصدیق اعلمھم"

اور حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔

(تبیین الحقائق، باب الحق بالامامۃ، جلد ١، صفحہ ٤١٣)

٨۔ امام شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

٨۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد (المتوفی: ١٠٢١ھ) نے بھی حاشیہ الشلبی میں اس موقف کو برقرار رکھا ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق و حاشیۃ الشلبی، باب الاحق بالامامۃ، جلد ١، صفحہ ٢٢٧)

٩۔ علامہ عبدالعلی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

٩۔ امام عبدالعلی محمد فرنگی محلی نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے آپ کے عالم بالسنۃ پر استدلال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے۔"

(ارکانِ اسلام، نماز باجماعت کا بیان، صفحہ ٢٨٢، مترجم)

١٠۔ علامہ بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

١٠۔ علامہ بدر الدین العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

"فیہ دلیل أن ابابکر اعلم الصحابۃ"

اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے۔

(عمدۃ القاری، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، جلد ٤، صفحہ)

۱۱۔ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۱۱۔ امام علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"ان ابابکر اعلم الصحابة لان ابا سعید شهد له بذلك بحضرة جماعتهم ولم ینکر ذلك علیه احد."

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے آپ کی اعلمیت تسلیم کی اور کسی بھی صحابی نے انکار نہیں کیا۔

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، کتاب الصلاہ، جلد ۲، ص ۱۱۵)

۱۲۔ محدث ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۱۲۔ امام ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان ابابکر الصدیق اعلم الصحابة لانهم کلهم وقفوعن فهم الحکمة من المسألة الا هو ثم ظهر لهم بمباحثته لهم ان قوله هو الصواب، فرجعو الیه."

"کہ حضرت ابوبکر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔ کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکا پھر بحث و تمحیص کے بعد ان (صحابہ کرام) پر واضح ہوا کہ آپ کی بات صحیح ہے اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا۔

(تہذیب الاسماء واللغات للنووی، جلد ۱، صفحہ)

۱۳۔ محدث حافظ کیکلدی العلائی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۱۳۔ امام خلیل بن کیکلدی العلائی اجمال الاصابۃ میں لکھتے ہیں کہ:

"ان ابابکر رضی الله کان اعلم الصحابة رضی الله عنهم بالسنة"

کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم بالسنۃ تھے۔

(اجمال الاصابۃ، المرتبۃ الثالثۃ فی قولہ کل واحد من الخلفاء الاربعۃ اذا انفرد صفحہ ۵۳)

۱۴۔ محدث ابو جعفر النحاس رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۱۴۔ امام احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی النحاس ابو جعفر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ

"فضل أبی بکر رضی اللہ عنہ وانه اعلم الناس بعد رسول الله باحکام الله عزوجل و شرائع بیه علیه السلام لانه اجاب عمر رضی الله عنهما بمثل جواب رسول الله"

"حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے احکام اور نبی کریم علیہ السلام کی شریعت کے جاننے والے ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس، صفحہ ۷۳۳)

۱۵۔ابن قیم کا قول

۱۵۔علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"وکان اعلم الصحابة باتفاق الصحابة کما قال ابو سعید الخدری وکان ابو بکر رضی اللہ عنہ أعلمنا"

حضرت ابوبکر صدیق باتفاق صحابہ سب سے زیادہ علم والے تھے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (اغاثة اللهفان، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳)

۱۶۔امام ابواسحاق الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۱۶۔امام ابواسحاق الشیرازی فرماتے ہیں۔

"کان من اعلم الصحابة قدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم للصلاة بالناس فی حیاته"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں کی امامت کے لیے آپ کو آگے کر دیا تھا۔

(طبقات الفقهاء، ذکر ابو بکر الصدیق، صفحہ ۳٦)

۱۷۔امام بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۱۷۔امام ابن عابدین لکھتے ہیں کہ:

"وهو اعلم الصحابة وافضلهم"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ عالم اور افضل تھے۔

(ردالمختار، فعل فی العصبات، جلد ٤، صفحہ ٥١١)

۱۸۔ محدث ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۱۸۔امام ابن المنذر ایک حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"فيه دليل على أن ابابكر كان اعلم الناس باحكام الله، واحكام رسوله صلى الله عليه وسلم و دينه بعد نبی الله صلى الله عليه وسلم."

یعنی حضرت ابوبکر صدیق کا نبی کریم علیہ السلام کے جواب کے مثل جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد احکامِ الٰہی اور احکامِ نبوی اور دین میں سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے۔(الاوسط لابن المنذر، جلد ۳، صفحہ ۲۳۳، تحت رقم الحديث ۳۳۲٤)

۱۹۔ علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۱۹۔علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"روایات مذکورہ بالا سے حضرت صدیق اکبر کا اشجع الصحابۃ اور اعلم الصحابۃ ہونا ثابت ہے۔"

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۲۹)

۲۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۲۰۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ فتاوی عزیزی میں فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا اور اسی پر فتاوی کو قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی حال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔"

(فتاوی عزیزی، مترجم، صفحہ ۳۷۷)

۲۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا فرمان

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مزید فرماتے ہیں کہ

"ایسا ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ اور زیادہ عالم نہ تھے"۔(فتاوی عزیزی مترجم ص ۳۷۸)

۲۲۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۲۲۔شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سیدنا حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ میں افضل و اعلم تھے اسی لیے حضور نے امامت کیلئے ان کا انتخاب

5

کیا۔" (فیوض الباری، جلد ۲، صفحہ ۳۱۵)

۲۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

۲۳۔ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ:

"تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا۔"

(نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۵۵، تحت رقم الحدیث، ٦٧٨)

۲۴۔ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۲۴۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"جناب صدیق اکبر تمام صحابہ اور اہل بیت سے بڑے عالم، بہت ذکی و فہیم اور سب سے زیادہ مزاج شناس رسول تھے اسی لیے حضور انور نے اپنے مصلے پر آپ کو کھڑا کیا۔ امام وہی بنایا جاتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو سارے صحابہ میں آپ سب سے بڑے عالم تھے۔"

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۸، صفحہ ۲۷۵، کرامات کا بیان)

۲۵۔ ولی کامل سید عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

۲۵۔ شیخ سید عبد العزیز الدباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"احمد بن مبارک سجلماسی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی خوبی کے وارث ہوئے۔

سیدی عبد العزیز دباغ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی پر ایمان لانے کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص کیفیت حاصل تھی جو اگر روئے زمین پر بسنے والے لوگوں، خواہ وہ صحابہ کرام ہی کیوں نہ ہوں، تقسیم کردی جاتی تو وہ سب لوگ ہلاک ہوجاتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی استعداد کے مطابق اس کیفیت میں سے بہت تھوڑی سی کیفیت نصیب ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود پوری امت میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کفیت۔ بلکہ اس کے قریبی کیفیت کو بھی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور اس میں تمام صحابہ اور جملہ اغواث واقطاب، نیز وہ لوگ جنہیں فتح کبیر عطا ہوئی سب شامل ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر الوہیت کے اسرار، ربوبیت کے حقائق اور معرفت کے دقائق کا علم عطا کیا گیا۔ اسے بیان کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی کوئی انہیں سننے کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ

تھی، آپ ﷺ بعض اوقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے چند حقائق بیان کر دیا کرتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ و مقام نصیب ہوا۔ تاہم نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات ظاہری کے آخری تین برسوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی معرفت کی کوئی بات نہیں بتائی تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکیں۔ "الخ

(الابریز ص ۳۵۱ مترجم طبع نوریہ رضویہ، لاھور)

۲۶۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

۲۶۔ علامہ محمد بن جعفر الکتانی لکھتے ہیں۔

فهم ابو بكر من قوله ان عبدا... الى آخره، اشارة صلى الله عليه وسلم وانه يريد نفسه الشريفة لكمال اطلاعه على باطنه صلى الله عليه وسلم و اشارته، ولذلك بكى، ولم يفهم ذالك غيره لعبده عن مرتبة، ولذلك تعجبوا من بكاء.

یعنی: سیدنا صدیق اکبر، رسول اللہ ﷺ کے اشارے کو سمجھ گئے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا اشارہ ان کی اپنی ذات مقدسہ کی طرف تھا جس کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے باطن اور اور ان کے اشارات پہ کمال اطلاع کی وجہ سے جان گئے اور اسی وجہ سے رو پڑے جبکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ اس کو نہ سمجھ سکے اسی لیے انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق کے رونے پہ تعجب کا اظہار کیا۔

(جلاء القلوب ۱/ ۵۸)

۲۷۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۲۷۔ علامہ محدث صوفی کرمانی لکھتے ہیں۔

وفيه أن أبا بكر أعلم الصحابة، وفيه الحض على اختيار ما عند الله تعالى والزهد في الدنيا۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ میں اعلم تھے۔

(الكواكب الدارى شرح صحيح بخارى ٤/ ١٢٩)

۲۸۔ محدث ابو یعلی الخلیلی کا فرمان

۲۸۔ محدث الخلیلی لکھتے ہیں۔

وكان الأمر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أبي بكر الصديق رضي الله عنه ، وكان أعلمهم و أفضلهم

اور نبی کریم ﷺ کے بعد یہ امر خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی طرف ہے اور حضرت ابو بکر صدیق تمام صحابہ سے اعلم اور افضل تھے۔ (الارشاد في معرفة علماء الحديث للخليلي ۱/ ۱۳)

۲۹۔ محدث ابن ابی عاصم کا قول

۲۹۔ محدث ابن ابی عاصم لکھتے ہیں۔

وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ أَعْلَمُهُمْ عِنْدِي بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَفْضَلُهُمْ وَأَزْهَدُهُمْ وَأَشْجَعُهُمْ وَأَسْخَاهُمْ.

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نزدیک نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ اعلم، افضل، سب زیادہ زاہد، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔

(السنہ ابن ابی عاصم ۲/ ٦٤٥ رقم ۱۵۵۹)

۳۰۔ محدث ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۰۔ محدث ابن ملقن لکھتے ہیں۔

إن أبا بكر لما كان أعلم الصحابة و أفضلهم قدمه الشارع۔

بے شک حضرت ابو بکر صدیق اعلم الصحابہ تھے اور افضل ترین تھے اور جن کو نبی کریم ﷺ نے مقدم کیا۔ (التوضيح لشرح جامع صحيح ۳۳/ ٦١)

۳۱۔ محدث الباجی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۱۔ محدث الباجی اندلسی لکھتے ہیں۔

أَبَا بَكْرٍ لَمَّا كَانَ أَعْلَمَ الصَّحَابَةِ وَأَفْضَلَهُمْ

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ صحابہ میں سب سے اعلم اور افضل ہیں۔

(المنتقی شرح موطا ۱/ ۳۰۵۸)

۳۲۔ محدث شمس الدین البرماوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۲۔ محدث البرماوی لکھتے ہیں۔

وأنَّ أبا بكر أَعلَمُ الصَّحابة، والحَضُّ على اختيار ما عند الله،

یعنی بے شک حضرت ابوبکر صدیق اعلم الصحابہ تھے۔۔۔

(الامع الصبیح بشرح الجامع الصحیح ۳/ ۲۴۹)

۳۳۔ امام زکریاالانصاری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۳۔ امام محدث زکریاہ الانصاری لکھتے ہیں۔

وأن أبا بكرٍ أعلم الصحابة،

یعنی اور بے شک حضرت ابوبکر صدیق اعلم الصحابہ تھے۔

(منحة الباری بشرح صحیح البخاری ۲/ ۱۸۲)

۳۴۔ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۴۔ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔

وأن الشيخ أبا إسحاق استدل به على أنه أعلم الصحابة.

اور شیخ ابواسحاق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب صحابہ کرام سے زیادہ علم والے تھے۔

(الصواعق المحرقه ص۸٦،ص۱۰٦ مترجم)

۳۵۔ علامہ سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳۵۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

وَرَدَتِ الْأَحَادِيثُ بِأَنَّ أبا بكر أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَشْجَعُهُمْ،

یعنی اور احادیث وارد ہوئی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اعلم الصحابہ اور صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر ہیں۔

(الحاوی للفتاوی ۱/ ۳۹۳)

۳۶۔ محقق جلال الدین الدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

۳۶۔ محقق الدوانی لکھتے ہیں۔

لا نسلم أن عليا أعلم الصحابة لأن الأمة اجتمعت على كل من أبي بكر وعمر وعثمان بالتقديم. والمجمع على تقديمه مجمع على أنه أعلم ممن بعده.

یعنی: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے اعلم ہیں کیونکہ امت حضرت ابوبکر

صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تقدیم کے قائل ہیں۔ (العجج الباھرہ فی افحام الطائفہ ۱/۱۸۰)

تقریبا ۳۶ علماء ومحققین کی تصریحات سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک صحابہ کرام میں سے سب سے اعلم صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان محدثین کے اقوال کے بعد سائیں غلام رسول قاسمی صاحب پر فتویٰ لگانے پر نظر ثانی میں آسانی ہوسکے یا پھر ان ۱۳۶ اکابرین اہل سنت پر بھی ناصبی ہونے کا یہ ناصبیت کے جراثیم پائے جانے کا فتویٰ صادر نہ کردیا جائے۔

علوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطریق کشف

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" مقام صدیقیت میں مقامات بقا میں سے ہے اور صحو تام صرف مقام صدیقیت میں ہے اور بس مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے وہ علوم جو نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ صدیق پر بطریق الہام منکشف ہوتے، ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کوچھ تفریق نہیں اس لیے دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش بھی نہیں۔"

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ ۲، مکتوب ۴۱)

فراست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فہم وفراست کے بارے میں فرمایا۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ، ثنا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، ثنا وَكِيعٌ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: " أَفْرَسُ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ: الْعَزِيزُ حِينَ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا، وَالَّتِي قَالَتْ {يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ} [القصص: ٢٦] وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ تَفَرَّسَ فِي عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ صاحب فراست ان میں تین گذرے ہیں۔ ایک عزیز مصر جس نے اپنی بیوی سے حضرت یوسف کے بابت کہا تھا۔ اکرمی مثواہ اور دوسرے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جس نے اپنے والد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بابت کہا۔ استاجرہ اور

تیسرے حضرت ابو بکر صدیق ہیں جس وقت آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔
اور ایک دوسری روایت میں فرعون کی بیوی کا ذکر ہے جس وقت انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ لا تقتلوہ۔ (المستدرك حاكم ٣/ ٣٧٦ رقم ٣٣٢٠)

علامہ ذہبی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔
علی شرط البخاري و مسلم: یعنی یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔
(التعليق - من تلخيص الذهبي، رقم ٣٣٢٠)

تخریج

اس روایت کو متعدد محدثین نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

مسند ابن الجعد ج ١/ ٣٧١ حديث رقم: ٢٥٥٥ مصنف عبدالرزاق ج ٧/ ٤٣٥ حديث رقم: ٣٧٠٥٨، مستدرك الحاكم ٣/ ٩٧ حديث رقم: ٤٥٠٩، معجم الكبير للطبرانى ٩/ ١٦٨ حديث رقم: ٨٨٢٩، مصنف ابن أبي شيبة (١٤ / ٥٧٤ رقم ١٨٩٠٤)، تفسیرابن جریر(١٦ / ١٩ رقم ١٨٩٤٩)، طبقات ابن سعد (٣/ ٢٧٣)، تفسیر ابن ابی حاتم (٧/ ٢١٥٩، ٧/ ٩، ٢١١٨/ ٢٩٦٦)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست کے بارے میں مذکورہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحابہ کرام میں سب سے زیادہ صاحب فراست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور صاحب فراست ہونا اور معاملہ فہم ہونا تو قاضی ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ موصوف ظہور احمد فیضی کے اپنے اصول کے مطابق جوامت کا سب سے زیادہ صاحبِ فراست اور معاملہ فہم ہو اس کا سب بڑا قاضی ہونا اور جو قاضی ہوگا وہی اعلم ہونا ثابت ہوا۔ اس مقام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ملحوظ خاطر رہے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو اہل زمین کے سب لوگوں سے زیادہ بتایا اور یہ بات واضح ہے کہ ایمان کی بنیادی وجہ تقوی ہوتا ہے اور متقی شخص ہی سب سے اعلم بھی ہوتا ہے۔ جس پر علماء کی تصریحات بیان ہو چکی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام اہل زمین سے زیادہ

محدث اسحاق بن راھویہ اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

وَقَالَ، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَوْذَبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَحَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل زمین کا ایمان ایک پلڑے میں اور سیدنا ابو بکر صدیق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔

(مسند اسحاق بن راھو یہ ۳/ ۶۷۱)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے علم کے پہاڑ اور منبع فراست، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں گواہی پیش کر رہے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا عالم کیا ہو گا؟ اور ان کی علمی حیثیت کیا ہو گی؟ اس کا اندازہ قارئین کرام خود سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہبی علم عطا کیا گیا

امام مسلم روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ - وَاللَّفْظُ لَهُمْ - قَالُوا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذَلِكَ وَمَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَاذَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «الدِّينَ»۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دوران خواب میں نے دیکھا کہ مجھ پر لوگ پیش کئے جا رہے ہیں اس حال میں کہ انہوں نے قمیصیں پہنی ہوئی ہیں بعض کی قمیصیں سینے تک تھیں اور بعض لوگوں کی اس سے بھی کم، اور مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا۔ ان پر ایک ایسی قمیص تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۰)

تخریج

البخاری فی الصحیح، کتاب الایمان، باب تفاضيل أهل الإيمان في الأعمال، ۱ / ۱۷، الحدیث رقم: ۲۳، و في كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر، ۳/ ۱۳۴۹، الحدیث رقم: ۳۴۸۸، و مسلم في الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر، ۴ / ۱۸۵۹، الحدیث رقم: ۲۳۹۰، و الترمذي في الجامع

الصحيح، كتاب الرؤيا عن رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم، باب في رؤيا النبي صلي الله عليه وآله وسلم، ٤ / ٥٣٩، الحديث رقم: ٢٢٨٥، و النسائي في السنن، كتاب الإيمان و شرائعه، باب زيارة الإيمان، ٨ / ١١٣، الحديث رقم: ٥٠٠٤، و الدارمي في السنن، كتاب الرؤياء، باب في القمص و البئر، ٢ / ١٧٠، الحديث رقم: ٢١٥١.

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو جَعْفَرٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفُرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ قَالَ الْعِلْمَ۔

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے اتنا دودھ پیا کہ جس کی تازگی میرے ناخنوں سے بھی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد ”علم (نبوت کا حصہ) ہے“۔

(صحیح بخاری: ۸۲،۳۶۸۱، باب مناقب عمر بن الخطاب ۷۰۰۶،صحیح مسلم:۲۳۹۱)

امام مسلم روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ رَأَيْتُ قَدَحًا أُتِيتُ بِهِ فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «الْعِلْمَ»

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دوران خواب میں نے دیکھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پی لیا حتی کہ میں نے دیکھا کہ اس کا اثر میرے ناخنوں سے جاری ہونے لگا پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے آپ نے فرمایا علم (یعنی علم فیضان)۔ (صحیح مسلم: ۲۳۹۱ باب من فضائل عمر)

امام ترمذی روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ كَأَنِّي أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ العِلْمَ.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے پی کر اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر مراد لی؟ فرمایا: علم (نبوت کا حصہ ہے)۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“

(سنن ترمذی ٦/ ٦٠ رقم ٣٦٨٧، رقم ٢٢٨٤)

تخریج

فضائل الصحابة ١/ ٢٥٤ حديث رقم: ٣٢٠، سننه الكبرى ٤/ ٣٨٦ حديث رقم: ٧٦٣٨، سنن الكبرى ٤/ ٣٨٨ حديث رقم: ٧٦٤٢، سننه الكبرى ٥/ ٤٠ حديث رقم: ٨١٢٣، معجمه الأوسط ٨/ ٣٣١ حديث رقم: ٨٧٨٢ معجمه الكبير ١٢/ ٢٩٤ حديث رقم: ١٣١٥٥، فضائل الصحابة ١/ ٢٥٤ حديث رقم: ٣١٩، مسند الشاميين ٣/ ٤٩ حديث رقم: ١٧٨٦، سنن ترمذى ٤/ ٥٣٩ حديث رقم: ٢٢٨٤، سنن الدارمي ٢/ ١٧١ حديث رقم: ٢١٥٤-مسند امام احمد ٢/ ١٥٤ حديث رقم: ٦٤٢٦، صحيح ابن حبان ١٥ / ٣٠٢ حديث رقم: ٦٨٧٨-مستدرك الحاكم ٣/ ٩٢ حديث رقم: ٤٤٩٦

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والے

محدث ابن ابی شیبہ روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ جَابِرٍ قَالَ: مَا رَأَيت رَجُلاً أَعْلَمَ بِاللهِ وَلا أَقْرَأَ لِكِتَابِ اللهِ وَلا أَفْقَهَ فِي دِينِ اللهِ مِنْ عُمَرَ.

”حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم باللہ نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا قاری دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی اللہ کے دین کا فقیہ دیکھا ہے۔

ابن أبي شيبة في المصنف، ٦/ ٣٥٥، الحديث رقم : ٣١٩٨٧، دوسرا نسخه ٦/ ١٣٩، الحديث رقم : ٣٠١٣٠،اور دوسرا نسخه ١٨/ ٢٦ رقم ٣٤١٥٥ - ٣٢٦٥٠، تاریخ ابن عساکر ٤٤/ ٢٨٢

یہ نکتہ واضح رہے کہ قاری کا اطلاق قرآن وسنت کے عالم پر ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والے، قاری اور فقیہ

حَدَّثنا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا أَظُنُّ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيهِمْ حُزْنُ عُمَرَ يَوْمَ أُصِيبَ عُمَرُ إِلاَّ أَهْلَ بَيْتِ سُوءٍ إِنَّ عُمَرَ كَانَ أَعْلَمَنَا بِاللهِ وَأَقْرَأَنَا لِكِتَابِ اللهِ وَأَفْقَهَنَا فِي دِينِ اللهِ.

" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک جس دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اگر اس پر کوئی ملال نہیں تو وہ اہل سوء میں سے ہے۔ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم باللہ نہیں دیکھا [اللہ کی معرفت] اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا قاری دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی اللہ کے دین کا فقیہ دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ١٨/ ٢٦ رقم ٣٤١٥٥ - ٣٢٦٥٠، معجم الکبیر، رقم ٨٧١٥)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم تمام لوگوں سے زیادہ وزنی

امام طبرانی معجم الکبیر میں ۳ مختلف سند سے اختلاف الفاظ کے ساتھ حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا زَائِدَةُ، ثنا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «وَاللهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ عِلْمَ عُمَرَ لَوْ وُضِعَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَ سَائِرُ أَحْيَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ لَرَجَحَ عَلَيْهِ عِلْمُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ» قَالَ سُلَيْمَانُ: فَذَكَرْتُهُ فَقَالَ: لَقَدْ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ: «إِنِّي لَأَظُنُّ عُمَرَ قَدْ ذَهَبَ بِتِسْعَةِ أَعْشَارِ الْعِلْمِ»۔

" حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان کے علم پر بھاری ہوگا۔

امام سلیمان طبرانی کہتے کہ! ابن مسعود نے اس سے بھی بڑھ کر کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ علم

کے دس حصوں میں سے ۹ حصے اس دن چلے گئے۔

(معجم الکبیر ۸/ ۷٦ رقم ۸۷۲۰، دوسرا نسخه المعجم الکبیر ۹/ ١٦٢ رقم ۸۸۰۸، العلم لزهیر بن حرب ۱/ ٦۳ رقم ٦۲، تاریخ ابن عساکر ۱۳/ ۹۸)

محدث طبرانی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْقَرَاطِيسِيُّ، ثنا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، ثنا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَوْ أَنَّ عِلْمَ عُمَرَ وُضِعَ فِي كِفَّةِ مِيزَانٍ، وَوُضِعَ عَلْمُ أَهْلِ الْأَرْضِ فِي كِفَّةٍ لَرَجَحَ عِلْمُهُ بِعِلْمِهِمْ» قَالَ وَكِيعٌ: قَالَ الْأَعْمَشُ: فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، فَأَتَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَذَكَرْتُهُ لَهُ، فَقَالَ: وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذَلِكَ، فَوَاللهِ لَقَدْ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: «إِنِّي لَأَحْسِبُ تِسْعَةَ أَعْشَارِ الْعِلْمِ ذَهَبَ يَوْمَ ذَهَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»۔

یعنی: ”حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان کے علم پر بھاری ہوگا۔

حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ حضرت اعمش نے فرمایا: اس قول کو پسند نہ کیا مگر حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ میں ابرهیم نخعی کے پاس آیا، تو میں نے اس کا قول اعمش کا ذکر کیا، تو حضرت ابراهیم النخعی نے فرمایا کہ تو اس قول کو نہ پسند کیوں کرتا ہے؟ اللہ کے قسم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ اس اعمش سے افضل ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جس دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس حصوں میں سے نو حصے علم چلا گیا۔

(معجم الکبیر ۸/ ۷٦ رقم ۸۷۲۱، دوسرا نسخه ۹ / ١٦٣ رقم ۸۸۰۹، المدخل إلى السنن الكبرى ۱/ ۱۲٦ رقم ۷۰، أخبار أصبهان ۲ / ۱۳۹ رقم ٤٦٠)

محدث طبرانی ایک دوسرے سند سے روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا زَائِدَةُ، ثنا مَنْصُورٌ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «إِنِّي لَأَحْسِبُ عُمَرَ قَدْ رُفِعَ مَعَهُ يَوْمَ مَاتَ تِسْعَةُ أَعْشَارِ الْعِلْمِ، وَإِنِّي لَأَحْسِبُ عِلْمَ عُمَرَ لَوْ وُضِعَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَعِلْمُ مَنْ بَعْدَهُ لَرَجَحَ عَلَيْهِ عِلْمُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»۔

یعنی ”حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کا علم ان کے علم پر بھاری ہو گا۔

(معجم الکبیر ۸/ ۷٦ رقم ۸۷۲۲، دوسرا نسخہ المعجم الکبیر ۹/ ۱٦۳ رقم ۸۸۱۰)

تخریج

المعجم الكبير الطبراني، ۹/ ۱٦۳، الحديث رقم: ۸۸۰۹، مجمع الزوائد، ۹/ ٦۹، التمهيد ابن عبدالبر ۳/ ۱۹۸، الطبقات الكبرىٰ ابن سعد، ۲/ ۳۳٦، أنساب الأشراف البلاذري ص ۱۵۰، الإمامة أبو نعيم ص ۲۸۵، السنن الدرامي ۱/ ۱۰۱-

حدیث کی تصحیح

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔

رواه الطبراني بأسانيد ورجال هذا رجال الصحيح غير أسد بن موسى وهو ثقة-

یعنی: اس حدیث کو طبرانی نے متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کی رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے اسد بن موسیٰ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ۹/ ٦۸، رقم ١٤٤٣٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت ایک سال عمل کرنے سے بہتر

امام احمد کی روایت نقل کی ہے۔

حدثنا عبد الله قال حدثني أبو حميد أحمد بن محمد الحمصي قال نا معاوية يعني بن حفص الشعبي قال نا مالك بن مغول عن عون قال قال عبد الله يعني بن مسعود : لمجلس واحد من عمر أوثق عندي من عمر سنة-

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا، میرے نزدیک تمام عمر سے بہتر ہے۔ (فضائل صحابہ ۱/ ۲۹۵ رقم ۳۸۸)

حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

قَالَ إِسْحَاقُ[بن راهو يه]: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى أَبُو هَمَّامٍ، ثنا داود ابن أَبِي هِنْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسيَّب قَالَ: مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ كَانَ أَعْلَمَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- من عمر بن الخطاب رضي الله عنه.

یعنی: حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں لوگوں میں کسی کو نہیں جانتا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

سب سے زیادہ علم والا ہو، سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔

(المطَالبُ العَالیۃُ بِزَوائِدِ المسَانید الثّمانِیۃِ ۱۵/ ۷۵۸ رقم ۳۸۹۰)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

تخریج

اور اس روایت کے معنوی شواہد خواب میں دودھ پ والی مرویات ہیں۔ جن کو دیگر محدثین کرام نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح: العلم، باب فضل العلم (١/ ٤٦: ٨٢)، وفي مناقب عمر (٣/ ١٤: ٣٦٨١)، وفي التعبير، باب اللبن (٤/ ٣٠١: ٧٠٠٦)، باب إذا جرى اللبن في أطرافه (٤/ ٣٠١: ٧٠٠٧) وباب إذا أعطى فضله غيره في النوم (٤/ ٣٠٦: ٧٠٠٧)، وباب القدح في النوم (٤/ ٣٠٧: ٧٠٣٢). مسلم في الصحيح: فضائل عمر (٥/ ٢٥٢: ١٦). الترمذي في سننه: الرؤيا (٣/ ٣٦٧: ٢٣٨٦). وفي المناقب (٥/ ٢٨٢: ٣٧٧٠). أخرج ابن عساكر في تاريخه (١٣/ ٩٨)-

نواصب کی راگنی یا تفضیلی خبث؟

کیا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی نواصب کی راگنی کہہ کر رد کیا جائے گا؟ قاری ظہور نے الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۳۱ پر دل آزار الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا۔ اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو علم میں افضل کہنے والوں کو ناصبی کہہ کر اپنے باطنی خبث کا بھی مظاہرہ کیا۔

چھ فقیہ صحابہ کرام

امام احمد بن حنبل روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثنَا شُعْبَةُ عَنْ جَابر عَن الشّعبِيّ عَن مَسْرُوق قَالَ كَانَ سِتَّة من أَصْحَاب النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يفتون النَّاس فيأْخُذُونَ بفتياهم وَإِذا قَالُوا قولا انْتَهوا إِلَى قَوْلهم عمر وَعبد الله بن مَسْعُود وَعلي وَزيد بن ثَابت وَأبي بن كَعْب وَأَبُو مُوسَى: وَكَانَ ثَلَاثَة مِنْهُم يدعونَ قَوْلهم لقَوْل ثَلَاثَة كَانَ عبد الله يدع قَوْله لقَوْل عمر وَكَانَ أَبُو مُوسَى يدع قَوْله لقَوْل عَليّ وَكَانَ زيد يدع قَوْله لقَوْل أبي-

یعنی: مسروق تابعی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام ایسے تھے جو کہ فقہ کے امام مانے جاتے تھے اور تمام لوگ مسائل فقیہ میں ان ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ۔

(العلل و معرفة الرجال ۲/ ۱۶۲ رقم ۱۸۷۳ ،تاریخ ابن عساکر ۳۲/ ٦٤)

محدث ابن خیثمہ لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا أحمد بن حنبل، قال: حدثنا عباد بن العَوَّام، قال: أخبرنا الشيباني، عن الشَّعْبِيّ، قَالَ: كان العلم يُؤْخَذ عن ستةٍ من أصحاب رَسُول اللهَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وكان عُمَر، وعَبْد الله، وزَيْد يُشْبه بعضُهم بعضًا، وكان يقتبس بعضُهم مِن بعضٍ. قلت: وكان الأشعري إِلَى هؤلاء؟ قَالَ: كان أحد الفقهاء.

یعنی: امام شعبی| جنہوں نے ۵۰۰ صحابہ کرام سے علم حاصل کیا| فرماتے ہیں کہ چھ صحابہ کرام ایسے تھے جن سے لوگ مسائل وغیرہ پوچھتے اور علم حاصل کیا کرتے تھے۔ یعنی ان میں سے **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ عنہ، **حضرت عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ عنہ، **حضرت زید بن ثابت** رضی اللہ عنہ **ان تمام مسائل میں آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے تھے** اور یہ ایک دوسرے سے مسائل پر تبادلہ خیال بھی کرتے تھے۔ اور ان میں سے **حضرت علی المرتضی** رضی اللہ عنہ، **حضرت ابوموسی الاشعری** رضی اللہ عنہ، اور **حضرت ابی بن کعب** رضی اللہ عنہ **کے مسائل آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے تھے**۔ اور یہ ایک دوسرے سے مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔

(تاریخ ابن خیثمہ ۲/ ۳۹۷ رقم ۳۵٦۸، تاریخ ابن عساکر ۳۲/ ٦٤)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ سال میں سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل کی

أخبرنا أبو القاسم الشحامي أنا أبو بكر البيهقي أنا أبو الحسين بن الفضل القطان نا أبو علي محمد بن أحمد بن الحسن الصواف نا بشر بن موسى نا أبو بلال الأشعري نا مالك بن أنس عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر بن الخطاب البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما تعلمها نحر جزورا۔

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارہ سال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ بقرہ پڑھی اور جب سورۃ کی تعلیم مکمل ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹنی لوگوں میں تقسیم کی۔ (تاریخ دمشق ٤٤/ ۲۸٦)

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ بارہ سال میں پڑھی۔ کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ ان

بارہ سالوں میں کون سے ظاہری و باطنی نکات پر تعلیم دی گئی ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خشیت اللہ ملی۔

محدث طبرانی لکھتے ہیں۔

حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا أبو نعيم ثنا المسعودي عن القاسم قال قال عبد الله : لقد خشيت الله في حبي عمر رضي الله عنه۔

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے مجھے اللہ کی خشیت ملی۔ (معجم الكبير ۹/ ١٦٤ رقم٨٨١٦)

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اللہ کی خشیت ملتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی میں اللہ کی خشیت کا عالم کیا ہوگا؟؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے علم کو سمو لیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اسرار میں وسیع علم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم کے مقابلہ میں دیگر لوگوں کے علم سے جو موازنہ کیا وہ ملاحظہ کیجئے۔ محدث ابن سعد روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شِمْرٍ، قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ: «لَكَأَنَّ عِلْمَ النَّاسِ كَانَ مَدْسُوسًا فِي جُحْرٍ مَعَ عُمَرَ»

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے مقابلے میں لوگوں کا علم اتنا ہے کہ وہ سارا علم آپ کی گود میں سما جائے۔

(طبقات ابن سعد۲/ ۳۳٦،سیر اعلام النبلاء۲/ ٤٠٨،تاریخ دمشق٤٤ / ٢٨٥)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام امام غزالی کے نزدیک

امام غزالی لکھتے ہیں۔

ولما مات عمر رضي الله عنه قال ابن مسعود مات تسعة أعشار العلم فقيل له أتقول ذلك وفينا جلة الصحابة فقال لم أرد علم الفتيا والأحكام إنما أريد العلم بالله تعالى۔

"حضرت عمر فاروق کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر [حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] نے صحابہ کی ایک

مجلس میں کہا کہ: مات تسعة أعشار العلم آج نو حصے علما کا چلا گیا۔ جب بعض میں اس معنی کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض ونفاس"۔

(احیاء العلوم ۱/ ۴۸-۶۵)

اس تحقیق سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان اور علمی مقام واضح ہو گیا۔ جب اس علمی شان ومقام رکھنے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منزلت ومقام پر رائے دیں تو پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کا موازانہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام اہل زمین سے زیادہ

محدث اسحاق بن راھویہ اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

وَقَالَ، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَوْذَبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَحَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل زمین کا ایمان ایک پلڑے میں اور سیدنا ابو بکر صدیق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔

(مسند اسحاق بن راھو یہ ۳/ ۶۷۱)

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے علم کے پہاڑ اور منبع فراست، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں گواہی پیش کر رہے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا عالم کیا ہو گا؟ اور ان کی علمی حیثیت کیا ہو گی؟ اس کا اندازہ قارئین کرام خود سمجھ سکتے ہیں۔

قران کے ظاہر اور باطن سے علم باطنی کے اثبات کا جائزہ

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب الخلافۃ باطنیہ ص ۳۹-۴۰ پر لکھتے ہیں۔

أُنْزِلَ الْقُرْآنُ على سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِكُلِّ حَرْفٍ منها ظَهْرٌ وبَطْنٌ ولِكُلِّ حَرْفٍ حَد ولِكُلِّ حَدَ مُطَّلَعٌ۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قران مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے، اس کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کی ایک حد ہے اور ہر حد کے لیے ایک مطلع ہے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص۳۹ بحوالہ المعجم الکبیر ۱۰/۱۰۶،۱۰۵،۱۰۵رقم ۱۰۱۰۷،فضائل القران ابن سلام ص ۴۳،۴۲،جامع البیان،۱/۱۲۵،شرح مشکل الاثار ۸/۱۰۹رقم ۳۰۹۵،مسند ابی یعلی ۹/۸۲،۸۱،مجمع الزوائد ۷/۱۵۱،۳۱۶۔۔۔)

اس کے بعد قاری ظہور احمد صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ جس طرح قران کا ایک ظاہر ہے اسی طرح قران کا ایک باطن بھی ہے،قران مجید کا باطن کن پر عیاں ہوتا ہے،اور وہ اس کے باطن سے کیا کچھ نکال سکتے ہیں؟۔۔۔۔۔یہاں ہم اس حدیث کے راوی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ جاننا چاہیں گے کہ انہوں نے سیدنا الانبیاء سے یہ حدیث سن تو لی،آیا ان کی زندگی میں کوئی ایسا بندہ بھی ملا جس کے پاس باطنی علوم بھی ہوں؟ ہاں انہیں ایسا بندہ ملا تھا وہ کون تھا؟ آئیے خود ان سے سنیے۔(الخلافۃ الباطنیہ ص۴۰)

جواب

گذارش ہے کہ قران مجید سات حرفوں پر نازل ہوا،اور ہر حرف کا ایک ظاہر اور باطن ہے۔اس لیے جن شخصیات اخص قران کے علوم کو نبی کریم ﷺ سے اخذ کیا ان کو ان کے مقام کے مطابق ہر حرف کا ظاہری اور باطنی مفہوم کا علم بھی سکھایا۔ موصوف قاری ظہور احمد تفضیلی کے اس حوالہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ قران کا ایک ظاہر اور باطن ہے۔جب امام غزالی اور دیگر صوفیاء اس سے علم کو اللہ کے علم سے تشبیہ بھی دے رہے ہیں تو کیا امر مانع ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو باطنی علم کے فیض لینے میں شمار نہ کیا جائے؟

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام میں سب سے اعلم حضرات شیخین کریمین ہیں۔اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو علم کے ۱۰ حصوں میں ۹ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا،اور اس کے ساتھ وہ قران کے بھی سب سے زیادہ اعلم تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قران کے سب سے بڑے عالم

صحابہ کرام میں سے جب نبی کریم ﷺ نے اپنی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے کھڑا کیا،اور یہ بھی فرمایا کہ نماز کی امامت وہ کرائے جو قران کا سب سے بڑا عالم ہو۔اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ کی تعلیم ۱۲ سال میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ تو ان کے قرآنی ظاہری و باطنی علم کی کیا انتہاء ہوگی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناسخ و منسوخ کے سب سے بڑے عالم

امام دارمی روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: " إِنَّمَا يُفْتِي النَّاسَ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ إِمَامٌ أَوْ وَالٍ، أَوْ رَجُلٌ يَعْلَمُ نَاسِخَ الْقُرْآنِ مِنَ الْمَنْسُوخِ - قَالُوا: يَا حُذَيْفَةُ وَمَنْ ذَاكَ؟ قَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ-

یعنی: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو صرف تین لوگ فتوی دے سکتے ہیں: یا تو امام المسلمین ہو یا حکومت عہدے دار ہو یا وہ شخص جو قران پاک کے ناسخ و منسوخ کا علم جانتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ ایسا کون شخص ہے جس میں شرائط پائی جائیں؟ تو جواب دیا کہ حضرت عمر بن فاروق رضی اللہ عنہ ۔

(مسند دارمی ۱/ ۱۱۲ رقم ۱۷۷ تحقیق زھرانی، جامع العلم و بیان لابن عبدالبر ۲/ ۲۰۳)

قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ۳۴۶ پر حکمۃ کا چھٹا معنی: ناسخ و منسوخ وغیرہ کا علم سے کرتے ہیں۔ حکمۃ کے تمام مفہوم اور مطالب حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے بھی ثابت اور معلوم ہیں اور قاری ظہور احمد اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں انا دار الحکمۃ کے تحت حکمۃ کو باطنی علوم کے اثبات کے لیے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اس لیے اپنے لکھے ہوئے الفاظ کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے بھی یہ صفات تسلیم کریں اور دوسروں پر ناصبیت کے فتوی لگانا ترک کریں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا علم مقام

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی علمی شان و مقام مسلمہ حقیقت ہے۔ جن کی علمی شان و شوکت کی مرویات کتب احادیث سے لبریز ہیں۔ جس کے انکار کی مجال کسی صحیح العقیدہ سنی کو نہیں ہو سکتی۔

جمیع صحابہ کا تزکیہ اور علم و حکمت عطا کرنا

اللہ کریم اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (سورۃ البقرہ: ۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا۔

(کنز الایمان)

ادھر یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا تزکیہ اور علم و حکمت عطا کیا۔ ان میں سب کو اپنی اپنی استعداد اور مقام کے مطابق یہ فیض سب کو ملا۔ احادیث میں کسی صحابی کی تخصیص کے ساتھ علم یا حکمت کی

تخصیص سے یہ لازم نہیں کہ دوسرے کو یہ علم اور حکمت عطا ہی نہیں ہوا، مگر یہ بات ضرور ہے کہ ہر صحابی کو اس کے مقام اور قربت واستعداد کے مطابق علم وحکمت عطا کی گئی۔ جس کا جو منصب اس کے مطابق یہ علم وحکمت اس کو دیا گیا، کسی ایک صحابی کی بارے میں منصوص روایت سے علم وحکمت کا اثبات اور کسی دوسرے صحابی کے بارے میں منصوص نہ ہونے کی وجہ سے نفی مراد لینا ہر گز درست نہیں ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص۳۳۸۔ ص۳۳۹ پر حکمت کے معانی کا خلاصہ اور اس کے مفاد کے تحت لکھتے ہیں۔

اگر مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ پیش کیا جائے تو حکمت کے معانی میں یہ مخصوص الفاظ سامنے آتے ہیں:

- قران کی تاویل
- قول وعمل میں مطابقت
- سنت
- حق وباطل کے مابین فرق کرنے کی قوت
- علم وعمل کی جامعیت
- ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، مقدم وموخر آیات، قران کے حلال وحرام اور دیگر امور کی معرفت
- فہم قرانی
- خوف الٰہی
- اصل حکمت حماقت سے باز رہنا۔

(شرح اسنی المطالب ص۳۳۸۔۳۳۹)

حکمت کا پہلا معانی: قران کی تاویل

شرح اسنی المطالب ص۳۴۱۔۳۴۳ تک اس مفہوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں نے لڑائی کے حوالہ جات دیے ہیں، اور خاصف النعل کے الفاظ کو خاصہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

گذارش ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا تاویل قران میں حضرات شیخین کریمین پر مقدم کرنا، سیاق وسباق سے ہٹ کر بیان ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل کی خبر دیتے ہوئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں باغیوں سے قتال کے وقت تاویل قران کی بشارت دی۔ جب یہ خاص واقعہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے مختص تھی تو حضرات شیخین کریمین سے مقدم کرنے کی بات کا کیا مطلب؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بطور

استفسار اپنے بارے میں پوچھا تھا جس پر نبی کریم ﷺ نے اس واقعہ کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہونے کی خبر دی۔ اس خبر میں خلفاء راشدین پر مقدم کرنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

حکمت کا دوسرا معانی: قول وفعل میں مطابقت

قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے۔

حکمۃ کا دوسرا معنی "قول وفعل میں مطابقت" ۔۔۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اپنے ارشاد سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنی ذات سے نبوت کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنِّي لَسْتُ بِنَبِيٍّ وَلا يُوحَى إِلَيَّ، وَلَكِنِّي أَعْمَلُ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اسْتَطَعْتُ،

میں نہ نبی ہوں اور نہ ہی میری طرف وحی کی جاتی ہے لیکن میں حسب استطاعت کتاب الہی اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتا ہوں۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۳۱۔ ۳۲۲ بحوالہ مستدرک الحاکم ۳/ ۱۳۲۔ ۱۳۳ حدیث ۴۶۲۲، طبع ۴۶۸۶، اور شرح اسنی المطالب ص ۳۴۳۔ ۳۴۴)

جواب

گذارش ہے کہ موصوف فیضی نے عوام الناس کے عقائد خراب کرنے کے لیے صرف ایک طرف کی احادیث پیش کرکے اپنا مطلب نکالا۔ اس حدیث کا شان ورود خود موصوف فیضی نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۲۱۔ ۳۲۲ پر مکمل روایت لکھ کر بیان کیا ہے۔

حضرت ربیعہ بن ناجذ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر فرمایا: علی، تمھارے اندر حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک مثال ہے: ان کے ساتھ یہود نے اس قدر بغض رکھا کہ ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان لگا دیا، اور نصاری نے ان کے ساتھ اس قدر محبت کی کہ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جس کے وہ مستحق نہیں تھے۔ راوی ربیعہ کہتے ہیں: پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہلاک ہوا جس نے میری فضیلت کے بیان میں مبالغۃ وہ بات بیان کردی جو مجھ میں پائی نہیں جاتی اور میرے ساتھ بغض رکھنے والا وہ تنقیصی شخص بھی ہلاک ہوا جسے مجھ سے عداوت نے مجھ پر بہتان پر ابھارا۔۔۔

اب اس شان ورود کے بعد بھی قاری فیضی صاحب جیسے لوگوں کا اس روایت کو ایک خاص انداز میں پیش کرنا کیا علمی

خیانت نہیں؟ روایت میں واضح ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنی شخصیت کے بارے میں لوگوں کے سامنے پیش کررہے ہیں کہ میں نبی نہیں ہو جس پر وحی آتی ہے بلکہ قران و سنت پر حسب استطاعت عمل کرتا ہوں۔ قران و سنت پر عمل کرنے سے قاری فیضی جیسے لوگوں نے اس کو کیا سے کیا بنادیا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مثل ابراہیم علیہ السلام و عیسی علیہ السلام

فیضی جیسے لوگوں کے لیے بطور التزام ایک مرسل روایت پیش خدمت ہے، جوکہ متروک و موضوع روایت بیان کرنے سے بھی نہیں کتراتے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ قثنا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا تَقُولُونَ فِي هَؤُلَاءِ الْأَسْرَى؟» فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَوْمُكَ وَأَهْلُكَ اسْتَبْقِهِمْ وَاسْتَتِبْهُمْ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا، فَقَالَ: فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " مَثَلُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ كَمَثَلِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: {فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ} [إبراهيم: ٣٦]، وَمَثَلُكَ يَا أَبَا بَكْرٍ كَمَثَلِ عِيسَى قَالَ: {إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [المائدة: ١١٨] ".

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوہ بدر ہوچکا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ یہ آپ ہی کی قوم اور گھرانے کے لوگ ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ شاید اللہ تعالی ان کی طرف متوجہ ہوجائے تو نبی کریم ﷺ اس پر کوئی جواب دیے بغیر اندر چلے گئے پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ابوبکر تیری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: جو میرے پیروی کرے گا تو وہ مجھ سے ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو آپ بڑے بخشنے والے اور مہربان ہیں۔ اور اے ابوبکر، تیری مثال عیسی علیہ السلام جیسی ہے ہے کہ جنہوں نے فرمایا تھا: اگر آپ انہیں سزادیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ انہیں معاف کردیں تو آپ بڑے غالب، حکمت والے ہیں۔

(فضائل صحابہ ۱/ ۱۸۱ رقم ۱۸۶-۱۸۷)

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس مرسل روایت کے متعدد شواہد اور متابعات صحیحہ بھی موجود ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مثل حضرت نوح و موسیٰ علیہ السلام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد روایات میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل بھی کہا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل ایک روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ نُوحٍ قَالَ: {رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا} [نوح: ۲۶]، وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ مُوسَى، قَالَ: رَبِّ {اشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ} [يونس: ۸۸]، أَنْتُمْ عَالَةٌ، فَلَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِفِدَاءٍ، أَوْ ضَرْبَةِ عُنُقٍ-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔۔۔اے عمر تمھاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: پروردگار: زمین پر کافروں کا کوئی گھر بھی باقی نہ چھوڑ اور عمر تماری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے دعا کی تھی کہ پروردگار ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ ایمان ہی نہ لا سکیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں،۔۔ان میں سے کوئی شخص فدیہ یا قتل کے بغیر واپس نہیں جائے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۶/ ۱۳۸ رقم ۳۶۳۲ مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل ہونا ایک کمال کا شرف ہے جس کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

پھر جب قاری ظہور فیضی جیسے لوگوں کو دیگر مرویات اسی متون کی پیش کی جائیں تو پھر چیختے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی، فضائل اہل بیت کو نہیں مانتے۔ ارے بابا، ہم تو فضائل اہل بیت کو ماننے اور تسلیم کرنے والے ہیں مگر تمھارے فہم کے ہم مقلد نہیں کہ جس طرح روایات کا مطلب تم پیش کرو، اس کو ہم مانیں تو پھر محب اہل بیت ہونے کا ثبوت ملے۔ ہم قران وسنت کو اسی کی اصلی حیثیت اور علماء اہل سنت کی تشریحات کے مطابق ہی مانتے ہیں۔ پھر جب آپ نہیں مانتے تو آپ کو بطور الزام چند روایات حضرات شیخین کریمین کی قران وسنت پر عمل کرنے کے بارے میں پیش کی جاتیں ہیں، ملاحظہ کیجیے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کے مسئلہ میں فرمایا:

فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا، كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ (صحیح بخاری ٤/ ٧٩ رقم ٣٠٩٣)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منکرین زکوۃ کے بارے میں سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا»

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے [منکرین زکوۃ کے بارے میں فرمایا] قسم اللہ کی اگر یہ مجھے بکری کے ایک بچہ کو بھی دینے سے انکار کریں گے جسے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے اس انکار پر ان سے جہاد کروں گا۔ (صحیح بخاری ٢/ ١١٨ رقم ١٤٥٦)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل کرنے کی اہمیت بیان کرنا

محدث دارمی اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ شُرَيْحٍ: "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَيْهِ: إِنْ جَاءَكَ شَيْءٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَاقْضِ بِهِ وَلَا تَلْتَفِتْكَ عَنْهُ الرِّجَالُ، فَإِنْ جَاءَكَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَانْظُرْ سُنَّةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - فَاقْضِ بِهَا، فَإِنْ جَاءَكَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ سُنَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَخُذْ بِهِ، فَإِنْ جَاءَكَ مَا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ أَحَدٌ قَبْلَكَ فَاخْتَرْ أَيَّ الْأَمْرَيْنِ شِئْتَ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ رَأْيَكَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَتَقَدَّمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأَخَّرَ فَتَأَخَّرْ، وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ"۔

قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس لکھ کر بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا واقعہ آئے جو قرآن میں ہو تو اسی پر فیصلہ کرو اور لوگوں کی وجہ سے اسے نہ چھوڑو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ اللہ کی کتاب میں ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہو تو دیکھو جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اسے لے لو۔ اور اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ اللہ کی کتاب میں ہو اور نہ رسول اللہ کی سنت میں ہو اور نہ ہی اس کے متعلق کسی نے تم سے پہلے کوئی بات کی ہو، تو پھر دو کاموں میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔ اگر چاہو کہ اپنی رائے سے کوشش کر کے آگے بڑھو تو آگے بڑھ جاؤ۔ اور اگر پیچھے رہنا چاہو تو پیچھے رہو۔ اور میرے خیال میں پیچھے رہنا ہی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔

(مسند دارمی ۱/ ۱۰۹ رقم ۱۶۹، مصنف ابن أبي شيبة ۷/ ۲۴۰، رقم ۳۰۳۲، حلية الاولياء ۵/ ۲۰۶، سنن الكبير البيهقي ۱۰/ ۱۱۵)

اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور کے مقرر کردہ قاضیوں کی علمی تربیت بھی کرتے اور ان کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کار بند رہنے کا حکم بھی دیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سنت نبوی پر عمل کرنے کا قول

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هَذَا المَسْجِدِ، قَالَ: جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هَذَا، فَقَالَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لاَ أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلاَ بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ المُسْلِمِينَ»، قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: «لِمَ؟»، قُلْتُ: لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ، قَالَ: «هُمَا المَرْءَانِ يُقْتَدَى بِهِمَا»

حضرت ابو وائل نے فرمایا کہ اس مسجد خانہ کعبہ میں شیبہ بن عثمان حجبی کے پاس بیٹھا تو انہوں نے کہا کہ جہاں تم بیٹھے ہو، وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پاس بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ کعبہ میں کسی طرح کا سونا چاندی نہ چھوڑوں اور سب مسلمانوں میں تقسیم کر دوں جو نذر اللہ کعبہ میں جمع ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیوں؟ میں [شیبہ بن عثمان] نے کہا کہ آپ کے دونوں ساتھیوں [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ] نے ایسا کام نہیں کیا تھا۔ اس بات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واقعی یہ دونوں بزرگ ایسے ہی تھے جن کی اقتداء کرنی ہی چاہیے۔

(صحيح بخاری ۹/ ۹۲ رقم ۷۲۷۵ باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قِيلَ لِعُمَرَ أَلاَ تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ: «إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ، وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ: «رَاغِبٌ رَاهِبٌ، وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا، لاَ لِي، وَلاَ عَلَيَّ، لاَ أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلاَ مَيِّتًا»۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنا خلیفہ کسی کو کیوں نہیں منتخب کر دیتے، آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو خلیفہ منتخب کرتا ہوں) تو اس کی بھی مثال ہے کہ (اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اگر میں اسے مسلمانوں کی رائے پر چھوڑتا ہوں تو) اس کی بھی مثال موجود ہے کہ (اس بزرگ نے) خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے (چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پھر لوگوں نے آپ کی تعریف کی، اب میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی طرف راغب ہوں اور اس کے عتاب سے ڈرتا ہوں میری یہ ہی خواہش ہے کہ اس سنگین ذمہ داری کے شر و خیر سے بچ جاؤں، اب اس کا بوجھ اپنی زندگی میں اٹھاؤں نہ مرنے کے بعد۔

(صحيح بخاری ۹/ ۸۱ رقم ۷۲۱۸ باب الاستخلاف)

صحیح بخاری کی پیش کردہ روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی پر عمل کی اہمیت اور خشیت الٰہی کا درجہ کمال واضح ہوتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل کرنے کی تلقین اور اقتداء شیخین کریمین

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: «يَا مَعْشَرَ القُرَّاءِ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، فَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا، لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلاَلًا بَعِيدًا»

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا معشر القرء، اے قرآن و حدیث پڑھنے والو! تم اگر قرآن و حدیث پر قائم نہ رہو گے، ادھر ادھر دائیں بائیں راستہ لو گے تو بہت ہی بڑے گمراہ ہو گے۔

(صحيح بخاری: ۷۲۸۲ باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

پیش کردہ روایت سے واضح ہوا کہ دیگر صحابہ کرام سختی سے سنت نبوی ﷺ کی اقتداء کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے تھے۔ پھر حضرات شیخین کریمین کا درجہ تو اس بہت بلند ہے اور احادیث میں یہ واضح ہے کہ انہوں نے تمام لوگوں کی رائے سے الگ ہو کر ترجیح صرف قران و سنت نبوی ﷺ کو دی۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے قران و سنت پر عمل پر سختی عمل کرنے کے علاوہ مقام شیخین کریمین بیان کیا ہے۔

محدث یعقوب فسوی روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلَى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْتَدُوا باللذين مِنْ بَعْدِي - يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ -

(المعرفة و التاريخ للفسوی ۱/ ۴۸۰)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا۔

اس مقام پر یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ خلفاء راشدین کی خلافت علی منہاج النبوۃ ہے، اس لیے ان کے تمام امور قران و حدیث کے تحت ہونا تو بدیہی ہے جس کے لیے کوئی خارجی دلیل کی ویسے بھی کوئی تصریح ضروری نہیں مگر اس کے باوجود متعدد احادیث نقل کر دی ہیں جس میں خلفاء راشدین کا قران و سنت پر عمل کرنا اور اسی کو ترجیح و مقدم کرنا ثابت ہے اور الحکمت کا یہ معنی بھی خلفاء راشدین کے لیے بالترتیب ثابت ہوا۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی اقتداء کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جن کے علم و عمل کی اقتداء کرنے کا حکم صادر ہوا ہے ان کی علمی حیثیت اور عملی مقام کا سب سے ممتاز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرات شیخین کریمین کا عمل ہی سنت کی پہچان

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ [محمد بن سليم الراسبى] عن رجل أظنه نجيح عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَمْرُهُمَا سُنَّةٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ رحم کرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر، ان کے حکم سنت ہیں۔ (المعرفة و التاريخ للفسوی ۱/ ۴۸۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے امور کو سنت سے تشبیہ دے رہے ہیں، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرات شیخین کریمین کا قران و سنت پر عمل کرنے پر شدت کرنے پر کوئی ابہام لایا جا سکے؟

عمل شیخین سے سنت کے ناسخ و منسوخ کی پہچان

محدث یعقوب بن سفیان فسوی ایک قول نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: قَالَ أَيُّوبُ: إِذَا بَلَغَكَ اخْتِلَافٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتَ فِي ذَلِكَ الْخِلَافِ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَشُدَّ يَدَاكَ وَهُوَ الْحَقُّ وَهُوَ السُّنَّةُ۔

تابعی حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ جب ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اختلاف پہنچتا اور ہم دیکھتے کہ جس قول کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے تو ہم اس پر مضبوط ہوجاتے اور وہی حق ہوتا اور وہی سنت ہوتی۔ [یعنی حضرات شیخین کریمین کا جس قول پر عمل ہوتا وہ ناسخ ہوتا]۔ (المعرفة و التاريخ للفسوی ۱/ ٤٨٠)

محدث یعقوب بن سفیان فسوی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ: إِنَّا لَنَرَى أَنَّ النَّاسِخَ مِنْ قَوْلِ رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان عليه أبو بكر وعمر۔

تابعی حضرت خالد فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں ناسخ معلوم ہوتا جس عمل پر حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے۔

(المعرفة و التاريخ للفسوی ۱/ ٤٨٠)

ان تابعین کے اقوال سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قول یا عمل میں اگر ناسخ و منسوخ کا معلوم کرنا ہوتا تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے قول کو دیکھا جاتا، جس عمل یا قول پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہوتے تو اسی قول یا عمل سے ناسخ عمل یا قول کی پہچان ہوتی۔

ہو وہی ناسخ عمل یا قول کی پہچان ہوتی۔ جن شخصیات کے قول یا علم پر دیگر صاحبان علم ناسخ و منسوخ کی پہچان کرتے تو خود ان حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے علم کا کیا عالم ہوگا؟ اور فیضی جیسے لوگ علوم شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے موازنہ ہی نہیں بلکہ ان کے مقام کو ہی کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماسوائے نبوت کے تمام فضائل کی جامع ذات

قاری ظہور فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ۳۲۴۔۳۲۵ پر لکھتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔

أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ الْأَحْمَرُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: وُجِعْتُ وَجَعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَامَنِي فِي مَكَانِهِ، وَقَامَ يُصَلِّي، وَأَلْقَى عَلَيَّ طَرَفَ ثَوْبِهِ، ثُمَّ قَالَ: «قُمْ يَا عَلِيُّ قَدْ بَرِئْتَ، لَا بَأْسَ عَلَيْكَ، وَمَا دَعَوْتُ لِنَفْسِي بِشَيْءٍ إِلَّا دَعَوْتُ لَكَ مِثْلَهُ، وَمَا دَعَوْتُ بِشَيْءٍ إِلَّا قَدِ اسْتُجِيبَ لِي» أَوْ قَالَ: "أُعْطِيتُ إِلَّا أَنَّهُ قِيلَ لِي: لَا نَبِيَّ بَعْدَكَ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک مرتبہ شدید درد میں مبتلاء ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اپنی جگہ پر بیٹھایا اور اپنے کپڑے کا ایک کونہ مجھ پر ڈال دیا اور نماز پڑھنے لگے۔ پھر فرمایا: اے علی، اٹھو یقیناً تم بیماری سے بری ہو گئے اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو رہی، اور میں نے اپنے لیے جو مانگا اس کی مثل تمہارے لیے بھی مانگا، اور میں نے جو دُعا مانگی وہ قبول کی گئی، یا فرمایا: میں نے جو بھی مانگا مجھے عطا کیا گیا مگر یہ کہ مجھے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۲۵ بحوالہ خصائص علی ص ۱۵۷ حدیث ۱۴۸، السنن الکبری للنسائی ۷/۴۶۲، وطبع ۵/۱۵۱ حدیث ۸۵۴۳، کتاب السنۃ لا ابن ابی عاصم ص ۵۸۲ حدیث ۱۳۱۳، المعجم الاوسط ۸/۴۴۵ حدیث ۷۹۱۳، تاریخ دمشق ۴۲/۳۱۰، مجمع الزوائد ۹/۱۱۰، وطبع ۹/۱۴۰۔۱۴۱ حدیث ۱۴۶۴۹۔۔۔۔۔۔۔)

جواب

گذارش ہے کہ پیش کردہ روایت میں تین راوی ایسے ہیں جن پر سخت شیعہ ہونے کی جرح موجود ہے۔

۱۔ علی بن قادم شیعہ راوی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق يتشيع۔ یعنی صدوق ہے مگر شیعہ راوی ہے۔ (تقريب التهذيب رقم ٤٧٨٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس قول پر عرب محقق شعیب الارنووط اور بشار العواد لکھتے ہیں۔

• بل: ضعيفٌ يُعتبر به في المتابعات والشواهد، فقد ضعفه ابن معين وابن سعد، وقال: منكر الحديث. وقال ابن عدي: نقم على علي بن قادم أحاديث رواها عن الثوري غير محفوظة، وهو ممن يُكتب حديثه (يعني للاعتبار). وقال أبو حاتم: محله الصدق. ووثقه العجلي وابن خلفون، وقال ابن قانع: صالح. (تحرير تقريب التهذيب ۳/ ٥٢ رقم ٤٧٨٥)

اور اگر حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیگر کتب کا مطالعہ کیا جائے تو وہ اس راوی کے ضعف کی طرف ہی گئے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الموافقۃ الخبر میں لکھتے ہیں۔

"شيعي كوفي فيه مقال". یعنی کوفی شیعہ ہے اور اس میں ضعف یا نرمی ہے۔ (الخبر ۱/ ۲٤٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی ایک دوسری کتاب نتائج الافکار میں لکھتے ہیں۔

ضعيف من قبل التشيع. یعنی تشیع کی وجہ سے یہ راوی ضعیف ہے۔ (النتائج ۲/ ٤١٥)

محدث ابن سعد لکھتے ہیں۔

وكان ممتنعا منكر الحديث شديد التشيع۔

علی بن قادم منکر الحدیث اور تشیع میں شدد پسند تھا۔ (طبقات ابن سعد٦/ ۳۷۱ رقم ۲۷٦۱)

۲۔ جعفر بن زیاد الاحمر کوفی غالی شیعہ

ا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

جعفر بن زياد الأحمر الكوفي صدوق يتشيع۔

یعنی جعفر بن زیاد الکوفی صدوق مگر شیعہ راوی ہے۔ (تقریب التهذيب: ٩٤٠)

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسری کتاب میں اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ضعيف من قبل التشيع". یعنی تشیع کی وجہ سے یہ ضعیف ہے۔ (نتائج الافكار ۲/ ٤١٥)

۲۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

قال عبد اللهؒ: سألته عن جعفر بن زياد الأحمر، فقال: حدثنا عنه عبد الرحمن ووكيع وكان يتشيع.

جعفر بن زیادہ سے عبدالرحمن اور وکیع روایت کرتے تھے اور جعفر بن زیادہ شیعہ تھا۔

(العلل روایۃ عبد اللہؒ ٤۳۹۹)

۳۔ امام ساجی فرماتے ہیں۔ ثقة، وقد روى مناكير. یعنی ثقہ تھا مگر مناکیر روایت کرتا تھا۔

(اکمال تهذيب الكمال ۳/ ۲۱٦ رقم ۹۹۱)

۴۔ محدث ابن خلفون اپنی کتاب الثقات میں فرماتے ہیں۔

فقال: مائل عن القصد فيه تحامل وشيعية غالية وحديثه مستقيم،

یعنی: وہ قصد کے ساتھ ہٹا ہوا تھا اور وہ غالی شیعہ تھا اور اس کی حدیث مستقیم تھی۔

(اکمال تهذيب الكمال ۳/ ۲۱٦ رقم ۹۹۱)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ روایت میں جعفر بن زیاد الاحمر کوفی غالی شیعہ راوی ہے۔

۳۔یزید بن ابی زیاد الکوفی۔طبقہ ثالثہ کا مدلس

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب طبقات المدلسین کے طبقہ ثالثہ میں لکھتے ہیں۔

يزيد بن أبي زياد الكوفي من أتباع التابعين تغير في آخر عمره وضعف بسبب۔

یعنی یزید بن ابی زیاد الکوفی تبع تابعین میں سے تھا اور اس کی آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا گیا۔یعنی اختلاط کے بعد ضعیف ہوا۔

(طبقات المدلسين ١/ ٤٨ رقم ١١٢ طبقه ثالثه)

یہ بات تو عام طالبعلم پر بھی واضح ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

یزید بن ابی زیاد شیعہ راوی

حافظ بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ضعيف كبر فتغير وصار يتلقن وكان شيعيا

یعنی جب کبیر عمر کا ہوا تو اس کا حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوا اور وہ تلقین قبول کرتا اور وہ شیعہ راوی تھا۔ (تقريب التهذيب ١/ ٦٠١)

محدثین کا راجح موقف و مسلک یہ ہے کہ بدعتی راوی کی وہ روایت قبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کو تقویت دے یا وہ داعی الی البدعہ ہو،اس نکتہ پر تفصیل سے کتاب کے شروع میں بحث ہو چکی ہے۔

یزید بن ابی زیاد الکوفی کا حافظہ خراب

محدث دارقطنی لکھتے ہیں۔

لُقِّن يزيد في آخر عمره، وكان قد اختلط.

یعنی:یزید بن ابی زیادہ آکری عمر میں تلقین قبول کرتا تھا اور اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔

(سنن دار قطنی ١/ ٢٩٤)

محدثین کرام کی کتاب کا مطالعہ رکھنے والا یہ اصول جانتا ہے کہ مختلط راوی کی اختلاط سے قبل روایات قبول نہیں کی جاتیں اور قبل از اختلاط اس کی مرویات قبول ہوتی ہیں۔

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ یزید بن ابی زیادہ الکوفی طبقہ ثالثہ کا مدلس،کوفہ کا شیعہ راوی اور اس کا آخری عمر میں حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔مزید پیش کردہ روایت کے تینوں راوی علی بن قادم،جعفر بن زیاد الاحمر اور یزید بن ابی زیاد الکوفی

غالی شیعہ راوی ہیں۔اب کیا ایسی ضعیف ومتروک مرویات کو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی شان سے موازانہ بلکہ ان کی شان کو کم تر کرنے کے لیے استدلال کیا جائے گا؟ کیونکہ یہ احادیث سے واضح ہے کہ حضرات خلفاء راشدین خاص کی خلافت علی منہاج النبوۃ ہے، جس میں خلیفہ راشد خاص میں سوائے نبوت تمام امور میں مشابہت ہونا شرط قرار دیا گیا ہے۔

اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام وشان بیان کرتے ہوئے امام حاکم ایک روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْخُزَاعِيُّ، بِمَكَّةَ، ثنا أَبُو يَحْيَى بْنُ أَبِي مَسَرَّةَ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، ثنا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

(مستدرک الحاکم ۳/ ۹۲ رقم ۴۴۹۵)

علامہ ذہبی اس حدیث پر حکم لگاتے ہوئے کہتے ہیں: صحیح

(التعليق - من تلخيص الذهبي: ۴۴۹۵)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں اگر کوئی نبی ہو سکتا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے۔جس کا معنی واضح ہے کہ نبوت کے علاوہ ہر شان وفضیلت ان کے لیے متحقق ہے۔

اس لیے اس مقام کے بارے میں علامہ ابن علان الصدیقی الشافعی لکھتے ہیں۔

"فلو فيه بمنزلة" اور اس میں بلند مقام ظاہر ہے۔

(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين ۷/ ۳۱۷)

حضرت عمر فاروق اس امت کے محدث

امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری میں حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ

فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ، فَإِنَّهُ عُمَرُ» زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ» قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: «مِنْ نَبِيٍّ وَلاَ مُحَدَّثٍ»

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدَّث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ نے سعد سے اور انہوں نے ابی سلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ زیادہ روایت کئے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان جیسا میری امت کے اندر کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ (صحیح بخاری ۵/ ۱۲ حدیث ۳۶۸۹)

شیخین کریمین کے لیے نمونہ عصمت

شاہ ولی اللہ دہلوی اس نکتہ پر کچھ یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"یہ داعیہ قویہ جو سات آسمانوں کے اوپر سے ملاء اعلیٰ کی توجہات کا لباس پہن کر نازل ہوا، نہیں ڈالتے مگر اس شخص کے دل میں جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے مشابہ پیدا کیا ہو اور اس کی قوت عاقلہ میں نمونہ وحی ودیعت رکھا جو محدثیت کے نام سے مشہور ہے اور اس کے عملی قوت میں عصمت کا نمونہ دیا ہو جو صدیقیت کے نام سے مشہور ہے اور شیطان کا اس کے سایہ سے بھاگنا بھی اس عملی قوت کا نتیجہ ہے مگر نبی میں اور اس شخص میں فرق یہ ہے کہ اس کے نفس کی استعداد سو رہی ہے جب تک پیغمبر اس کو نہ جگائے بیدار نہیں ہوگی اس کے نفس کی قابلت بالقوۃ ہے بغیر نفس پیغمبر کی امداد کے فعل میں نہ آئے۔"

(ازالۃ الخفاء ۱/ ۱۹۹)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے کلام میں تین نکات بہت اہم اور قابل غور ہیں۔

۱۔ نفس انبیاء کے جوہر کے مشابہ کے قوت عاقلہ میں نمونہ وحی کی ودیعت کو محدثیت کہا، اور مرتبہ محدثیت ،احادیث صحیحہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

۲۔ عملی قوت میں عصمت کا نمونہ بنایا، جس کو صدیقیت کہا اور یہ صدیقیت کا مقام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

۳- عصمت کا نمونہ صدیقیت ہوتا ہے، جس کا عملی قوت شیطان کا اس شخص کے سایہ سے بھاگنا ہے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے حکمت کے مختلف مفہوم تو ثابت ہی ہیں مگر ساتھ ساتھ ان کو ایک خاص وصف عصمت بھی ثابت ہوتا ہے۔ شاہ علی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفاء ۱/۱۹۹ کی عبارت میں محدثیت اور صدیقیت دونوں کو نمونہ عصمت قرار دیا ہے۔

حکمۃ کا تیسرا معنی: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں لکھتے ہیں۔

حکمۃ کا تیسرا معنی ہے سنت یعنی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ سے ظاہر ہے اور اس معنی میں بھی سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اعلم سے بڑے اعلم تھے جیسا کہ ہم اس سلسلہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گواہی اس سے قبل نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ھو اعلم الناس بالسنۃ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر سن کے عالم ہیں۔ پھر سیدنا علی فقط سن کے بڑے عالم ہی نہیں تھے بلکہ متبع سنت بھی سب سے بڑے تھے۔ (شرح اسنی المطالب ص ۳۴۴)

جواب

گذارش ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر مفصل کلام پیش کر دیا گیا ہے کہ جس میں ایک وضاحت یہ اہم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام میں اعلم من بقی بالسنہ یعنی باقی زندہ رہ جانے والوں میں سب سے زیادہ اعلم کے الفاظ موجود ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام حضرات شیخین کریمین کے بعد کا ہے جو کہ مسلمہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں ہی اپنے مصلے پر امامت کے لیے کھڑا کیا اور تین مرتبہ آپ نے حکم صادر فرمایا۔

قران وسنت کا عالم ہی امامت کا حق دار

امام بخاری حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُلْكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ

فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ نے **فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں**۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے نماز پڑھانا مشکل ہو گا۔ آپ ﷺ نے **پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں**۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے **پھر فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں**، تم لوگ صواحب یوسف) زلیخا (کی طرح) باتیں بناتی (ہو۔ آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔ (صحیح بخاری ۱/ ۱۳۶ رقم الحدیث ۶۷۸)

اس حدیث پر امام بخاری نے باب بھی اہم باندھا ہے۔ **"بَابُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ"**

یعنی امامت کرانے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو علم اور (عمل) فضیلت والا ہو۔

پیش کردہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے زندگی میں تین مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا حالانکہ دیگر اکابرین صحابہ بھی موجود تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نرم دل ہونے کی وجہ سے امامت نہ کروانے کی بھی بات ہوئی مگر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود نبی کریم ﷺ نے (سنن ترمذی ۱/ ۳۱۳ طبع بشار العواد رقم ۲۳۵) امامت کی شرائط میں قران کا سب سے بڑا عالم ہونا اور پھر سنت کا اعلم ہونا بتایا۔

أَبَا مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ القَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي القِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ،۔

یعنی حضرت ابا مسعود الانصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی امامت وہ کرے جو قران کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو۔ اور اگر لوگ قران کے علم میں برابر ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا ہو وہ امامت کرے۔ (سنن ترمذی ۱/ ۳۱۳ طبع بشار العواد رقم ۲۳۵)

معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے بڑے قران کے عالم اور سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے تھے۔ اس لیے حکمۃ کے تیسرے معنی پر کمال درجہ پر فائز تھے اور ان کے بعد پھر اس مقام حکمۃ پر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے۔

علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ملا

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ أَبُو جَعْفَرٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفُرِي أَوْ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ قَالَ الْعِلْمَ۔

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ دورانِ خواب میں نے اتنا دودھ پیا کہ جس کی تازگی میرے ناخنوں سے بھی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد علم (نبوت کا حصہ) ہے“۔

(صحیح بخاری: ۸۲، ۳۶۸۱، باب مناقب عمر بن الخطاب ۷۰۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۹۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کا باقی حصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا تو قران وسنت کو جاننے والا اعلم کون ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک قران وسنت وفقہ میں اعلم؟

محدث ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُلِكِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا أَظُنُّ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيهِمْ حُزْنُ عُمَرَ يَوْمَ أُصِيبَ عُمَرُ إِلاَّ أَهْلَ بَيْتِ سُوءٍ إِنَّ عُمَرَ كَانَ أَعْلَمَنَا بِاللهِ وَأَقْرَأَنَا لِكِتَابِ اللهِ وَأَفْقَهَنَا فِي دِينِ اللهِ.

” حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک جس دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اگر اس پر کوئی ملال نہیں تو وہ اہل سوء میں سے ہے۔ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم باللہ نہیں دیکھا [اللہ کی معرفت] اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی کتاب اللہ کا قاری دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی اللہ کے دین کا فقیہ دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸/ ۲۶ رقم ۳٤۱۵۵ – ۳۲۶۵۰، معجم الکبیر، رقم ۸۷۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قران، سنت اور فقہ کے

سب سے بڑے عالم تھے۔ اس مقام پر یہ یاد رہے کہ مقام محدثیت سے بلند مقام مقام صدیقیت ہے جس کا علمی مقام بھی بلند و فوق تر ہے۔

حکمۃ کا چوتھا معنی: حق و باطل میں فرق کرنے کی معرفت

قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے۔

حکمۃ کا چوتھا معنی ہے "حق و باطل کے مابین فرق کرنے کی قوت" اس معنی میں سیدنا علی کامل ہی نہیں بلکہ اکمل تھے۔۔۔ اگر حکمۃ کا یہ معنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ حاصل نہ ہوتا تو سیدنا ابن عباس کیوں فرماتے کہ عورتیں علی جیسا جننے سے عاجز آگئیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کیوں فرماتے کہ علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکمت کا یہ معنی حاصل نہ ہوتا تو اسلام چند قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔

(شرح اسنی المطالب ص ٣٤٤)

جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام کی اسنادی حیثیت سے قطع نظر تسلیم کر بھی لیا جائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے کلمات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے۔

محدث ابن ابی شیبہ اپنی سند سے حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا أَبو مُعاويَة، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيانَ، عَنْ أَشْياخِهِ؛ أَنَّ امْرَأَةً غابَ عَنْها زَوْجُها، ثُمَّ جاءَ وَهِيَ حامِلٌ، فَرَفَعَها إِلَى عُمَرَ، فَأَمَرَ بِرَجْمِها، فَقالَ مُعاذٌ: إِنْ يَكُنْ لَكَ عَلَيها سَبِيلٌ، فَلا سَبِيلَ لَكَ عَلَى ما فِي بَطْنِها، فَقالَ عُمَرُ: احْبِسُوها حَتَّى تَضَعَ، فَوَضَعَتْ غُلامًا لَهُ ثَنِيَّتانِ، فَلَمّا رَأَيهُ أَبوهُ، قالَ: ابْنِي، ابْنِي، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ، فَقالَ: عَجَزَتِ النِّساءُ أَنْ تَلِدْنَ مِثْلَ مُعاذٍ، لَوْلا مُعاذٌ هَلَكَ عُمَرُ.

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں۔ "مائیں اب معاذ جیسے آدمی کو جنم دینے سے عاجز آگئی ہیں۔ اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ (مصنف ابن أبي شيبة ٥/ رقم: ٢٨٨١٢)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول بطور تقابل یا موازنہ کے پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس کا پس منظر صرف اور صرف یہ ہے کہ قاری ظہور فیضی جیسے لوگ خاص تناظر میں مرویات کو پیش کر کے ان کو فضائل بتاتے ہیں اور پھر ان فضائل سے ایک خاص قسم کا مفہوم کشیدہ کر کے دیگر صحابہ کرام کی فضیلت کو نظر انداز کرنے کی شعوری کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ قاری ظہور فیضی تو علی الاعلان حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو ہر فضیلت و

مقام کو گھٹانے کی کوشش کرتا ہے جس پر اس کی کتب شاہد ہیں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حق و باطل کے مابین فرق کرنے کی قوت تو مسلمہ ہے مگر اس کے ساتھ خلفاء راشدین کا اس وصف سے انکار کیوں اور کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کا حق و باطل میں فرق کرنے کی معرفت کمال درجہ اور باتم موجود تھی۔

فراست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حق و باطل کی تمیز

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فہم و فراست کے بارے میں جو بیان کیا وہ ملاحظہ کیجئے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَضْلِ، ثنا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، ثنا وَكِيعٌ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَفْرَسُ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ: الْعَزِيزُ حِينَ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا، وَالَّتِي قَالَتْ {يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ} [القصص: ٢٦] وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ تَفَرَّسَ فِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ صاحب فراست ان میں تین گزرے ہیں۔ ایک عزیز مصر جس نے اپنی بیوی سے حضرت یوسف کے بابت کہا تھا۔ اکرمی مثواہ اور دوسرے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جس نے اپنے والد سے حضرت موسی علیہ السلام کے بابت کہا۔ استاجرہ اور تیسرے حضرت ابوبکر صدیق ہیں جس وقت آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں فرعون کی بیوی کا ذکر ہے جس وقت انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ لا تقتلوہ. (المستدرك حاكم ٣/ ٣٧٦ رقم ٣٣٢٠)

علامہ ذہبی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

على شرط البخاري و مسلم: یعنی یہ روایت بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے۔

(التعليق - من تلخيص الذهبي، رقم ٣٣٢٠)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے صاحب فراست تھے اور صاحب فراست شخص کو حق و باطل کی تمیز بھی کمال درجہ کی ہوتی ہے۔

صدیق کا معنی: خیر و شر میں فرق کرنا

عرب مفسر سید رشید رضا لکھتا ہے۔

الصِّدِّيقُونَ: هُمُ الَّذِينَ زَكَتْ فِطْرَتُهُمْ، وَاعْتَدَلَتْ أَمْزِجَتُهُمْ، وَصَفَتْ سَرَائِرُهُمْ، حَتَّى إِنَّهُمْ يُمَيِّزُونَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ بِمُجَرَّدِ عُرُوضِهِ لَهُمْ، فَهُمْ يُصَدِّقُونَ بِالْحَقِّ عَلَى أَكْمَلِ وَجْهٍ، وَيُبَالِغُونَ فِي صِدْقِ اللِّسَانِ وَالْعَمَلِ، كَمَا نُقِلَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ۔

صدیق کی فطرت پاکیزہ اور مزاج معتدل ہوتا ہے اور اخلاق اتنے صاف ہو جاتے ہیں کہ حق و باطل، خیر و شر میں محض سامنے آتے ہی تمیز و فرق کر لیتے تھے اور تردد باقی نہیں رہتا بلا تردد اپنے قول و عمل سے حق کی اکمل طور سے تصدیق کرتے ہیں۔ قوی العقل اور ذکی حس ہونے کی وجہ سے اول مرحلہ میں اس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جبکہ دوسرے اشخاص طویل عرصہ کے بعد اس حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

(تفسیر منار ۵/ ۱۹۸)

حضرت ابو بکر صدیق سے خطا سرزد ہونا ناپسند

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالی اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زمین پر کوئی خطا سرزد ہو۔ محدث طبرانی اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الرَّازِيُّ قَالَ: نا عَلِيُّ بْنُ زَنْجَةَ الرَّازِيُّ قَالَ: نا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ الْعُكْلِيُّ قَالَ: نا عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَيْمُونٍ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ: اسْتَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَأَشَارُوا عَلَيْهِ، فَأَصَابَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عُمَرُ، إِنَّ اللهَ يَكْرَهُ أَنْ يُخْطِئَ أَبُو بَكْرٍ»۔

”حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور انہوں نے آپ کو مشورہ دیا اور حضرت ابو بکر صدیق کا مشورہ درست تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اللہ تعالی آسمان پر پسند نہیں کرتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زمین پر کوئی خطا سرزد ہو۔**“

(المعجم الاوسط ۴/ ۱۹۳؛ رقم ۳۹۴۹)

پیش کردہ روایت پر قاری ظہور فیضی کے لیے الزامی طور پر دو محدثین کی اس حدیث کی تصحیح پیش کی جاتی ہے۔
ا۔علامہ ہیثمی حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات
محدث طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد۹/ ۲۸ رقم الحدیث۱۴۳۲۸ باب جامع فی فضلہ)

۲۔علامہ سیوطی اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

وأخرج الطبراني في الأوسط — رجاله ثقات.
محدث طبرانی نے معجم الاوسط میں تخریج کی ہے۔۔۔اس کے راوی ثقہ ہیں۔(تاریخ الخلفاء ص ۳۸)
واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کریم یہ پسند نہیں کرتا کہ زمین پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا ہو اور یہ حق وباطل کی تمیز کے اعلی درجہ کے کمال کی وجہ سے ہی ممکن ہوتا ہے۔پیش کردہ حدیث میں نبی کریم ﷺ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ قران کی آیت آل عمران:۱۵۹میں ارشاد ہوا۔ محدث حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان تفسیر قران میں لکھتے ہیں۔

شیخین کریمین میں حق وباطل کی تمیز کی وجہ سے مشاورت

محدث حاکم اپنے سند سے روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَّافُ، بِمِصْرَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنْبَأَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ} [آل عمران: 159]، قَالَ: «أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے پاک کلام {وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ} میں مشاورت کرنے والوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(مستدرک حاکم رقم الحدیث٤٤٣٦)

علامہ ذہبی اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
على شرط البخاري ومسلم یعنی یہ حدیث شرط بخاری اور مسلم پر ہے۔
(التعليق - من تلخيص الذهبي،رقم٤٤٣٦)

اللہ کریم کے پاک کلام میں جن شخصیات سے دینی امور میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ سے مشاورت کا حکم دیا گیا ہے جس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ [جن کے فقہ، تفسیر اور حکمت میں اعلیٰ مقام کے تو موصوف فیضی بھی قائل ہے] نے اپنی قول میں بھی کی ہے۔ جن شخصیات کو امت میں سے مشاورت کے لیے چنا اور خاص کیا، ان کی فراست اور علم وعمل کا کمال تو بیان بھی کرنا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور یہ کمال درجہ ان کو حق وباطل کے درمیان تمیز کی وجہ سے ہی حاصل ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرشتہ حق وباطل کے درمیان فرق واضح کرتا

محدث ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا رَأَيْتُ عُمَرَ إِلاَّ وَكَأَنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا جو انہیں سیدھی راہ دکھاتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸/ ۲۵ رقم ۳۲۶٤٦-۳٤۱۵۱)

علامہ طیبی نے شرح طیبی علی مشکوۃ المصابیح ۲۲۹/۱۱ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح ۱۷۹/۱۱ پر محدث کے اسی معنی کو بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے درمیان ہوتا جو ان کو حق بات دکھاتا تھا اور حق وباطل کے درمیان فرق کرنا ہی اس کا خاصہ تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حق وباطل کے لیے ترازو

امام احمد بن حنبل اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ أَبُو عَمْرٍو الْعَنْبَرِيُّ قثنا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: قَالَ أَبِي: وَقَالَ أَبُو عُثْمَانَ: إِنَّمَا كَانَ عُمَرُ مِيزَانًا، لَا يَقُولُ كَذَا وَلَا يَقُولُ كَذَا.

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ترازو کی مثل تھے جو ادھر ادھر کی باتیں نہیں کرتے تھے۔[یعنی حق وباطل کی پہچان رکھتے تھے۔]۔ (فضائل صحابہ ۱/ ۲۵۹ رقم ۳۳۲)

یہ بات ایک طالبعلم پر بھی مخفی نہیں جس شخصیت کو ترازو کی مثل قرار دیا گیا وہ حق وباطل کی تمیز ہی کی وجہ سے کہا گیا۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین کو حق وباطل کے درمیان تمیز کمال درجہ کا حاصل تھا۔ ان روایات کو بغیر کسی موازنہ وتقابل کے علماء کرام اور عوام الناس کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ان کا نتیجہ ان کی

استعداد علمی پر رہنے دیتے ہیں۔

حکمۃ کا پانچواں معنی: علم وعمل کی جامعیت

قاری ظہور فیضی لکھتا ہے

حکمۃ کا پانچواں معنی ہے "علم وعمل کی جامعیت" قاضی بیضاوی حکمت کے معنی میں لکھتے ہیں۔ تحقیق العلم و اتقان العمل۔ علم کا محقق ہونا اور عمل کا خوب ہونا حکمت ہے۔ تفسیر بیضاوی ۱/۵۷۰

(شرح اسنی المطالب ص ۳۴۵)

جواب

گذارش ہے کہ حکمۃ کا پانچواں معنی علم وعمل کی جامعیت کا اطلاق خلفاء اربعہ خاصہ پر ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے اپنے وقت اور مقام پر ان چاروں میں یہ وصف بطور کمال موجود تھا۔ چاروں خلفاء علم کے کمال اور عمل پر بخوبی قائم تھے۔

حکمۃ کا چھٹا معنی: ناسخ و منسوخ کا علم

-قاری ظہور احمد فیضی صاحب لکھتے ہیں۔

حکمۃ کا چھٹا معنی ہے ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مقدم و موخر آیات، قران کے حلال و حرام اور دیگر امور کے معرفت، اور ان تمام امور کی معرفت میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پوری امت سے زیادہ تھے۔ چناچہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لوگو: مجھ سے سوال کرو، بخدا، تم مجھ سے قیامت تک جس چیز کے متعلق بھی پوچھو گے میں تمھیں بتاوں گا، اور تم مجھ سے قران مجید کی بابت سوال کرو، بخدا قران کریم کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں میں۔ الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۳۴۶ بحوالہ کتاب الفقیہ والمتفقہ ۲/۳۵۱۔ ۳۵۲، الاتقان ۲/۴۶۶، تہذیب الکمال للمزی ۲۰/۴۸۷، الاصابہ ۷/۲۸۱، تذہیب تہذیب الکمال للذہبی ۶/۴۷۰)

جواب:

گذارش ہے جس حدیث سے استدلال کیا گیا اس کی فضیلت سے کسی کو انکار نہیں مگر اس فضیلت سے جو من مانی تشریح کی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ اب کیونکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اس شان علمیت کا انکار نہیں اور فیضی

کا پیش کردہ استدلال اور من مانی تشریح کو آشکار بھی کرنا ہے اس لیے بطور الزام دیگر صحابہ کرام کی روایات بغیر موازنہ اور تقابل کے پیش خدمت ہیں۔

امام بخاری ایک حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللَّهِ تُبَلِّغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ۔

مشہور تابعی مسروقؒ کا قول ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں قراں کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کب اور کہا نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ تفسیر قران میں مجھ سے بہتر جانتا ہے اور سواری وہاں پہنچ سکتی ہے تو میں اس کے یہاں حاضری دے کر استفادہ کرتا۔

(صحیح بخاری، رقم ۵۰۰۲ کتاب فضائل قران، صحیح مسلم ٦٣٣٣)

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ، إِذْ قَالَ: سَلُونِي۔

حضرت سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں تھے کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے سوال کیجئے۔۔۔۔ (صحيح بخاری: ٤٧٢٦)

ان پیش کردہ روایات سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قران کا علم و فہم واضح ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ قاری ظہور فیضی صرف اپنے مطلب کی روایات سے خاص تاثر دے کر دوسرے صحابہ کرام کے کمال وصف کو قصداً نظر انداز کرتے ہیں تاکہ ان کا خاص موقف ایک خاص انداز سے سمجھا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علم کے کمال منزلت پر قائم تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے نماز پر کھڑے ہونے کا حکم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا جبکہ دیگر صحابہ کرام بھی موجود تھے مگر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروانے کا حکم دیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت بیان کی گئی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں امامت کا زیادہ حق دار ہونے کے لیے اعلم بالقرآن پھر علم بالسنۃ ہونے کی شرائط بیان فرمائیں۔ جو قرآن کا سب بڑا عالم ہوگا، وہ ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، مقدم وموخر آیات، قرآن کے حلال وحرام اور دیگر امور کے معرفت کا بھی سب سے بڑا عالم ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ناسخ ومنسوخ کا سب سے زیادہ علم

امام دارمی روایت پیش کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: " إِنَّمَا يُفْتِي النَّاسَ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ إِمَامٌ أَوْ وَالٍ، أَوْ رَجُلٌ يَعْلَمُ نَاسِخَ الْقُرْآنِ مِنَ الْمَنْسُوخِ - قَالُوا: يَا حُذَيْفَةُ وَمَنْ ذَاكَ؟ قَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ-

یعنی: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو صرف تین لوگ فتوی دے سکتے ہیں: یا تو امام المسلمین ہو یا حکومت عہدے دار ہو یا وہ شخص جو قرآن پاک کے ناسخ ومنسوخ کا علم جانتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی کہ ایسا کون شخص ہے جس میں شرائط پائی جاتیں ہیں؟ تو جواب دیا کہ حضرت عمر بن فاروق رضی اللہ عنہ۔

(مسند دارمی ۱/ ۱۱۲ رقم ۱۷۷ تحقیق زھرانی، جامع العلم و بیان لابن عبدالبر ۲/ ۲۰۳)

شیخین کریمین کا قول وعمل ہی ناسخ ومنسوخ کی بنیاد

محدث یعقوب بن سفیان فسوی ایک قول نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: قَالَ أَيُّوبُ: إِذَا بَلَغَكَ اخْتِلَافٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتَ فِي ذَلِكَ الْخِلَافِ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَشُدَّ يَدَاكَ وَهُوَ الْحَقُّ وَهُوَ السُّنَّةُ-

تابعی حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ جب ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اختلاف پہنچتا اور ہم دیکھتے کہ جس قول کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ ہوتے تو ہم اس پر مضبوط ہوجاتے اور وہی حق ہوتا اور وہی سنت ہوتی۔ [حضرات شیخین کریمین کا جس قول پر عمل ہوتا وہ ناسخ ہوتا]

(المعرفة و التاريخ للفسوى ۱/ ۴۸۰)

محدث یعقوب بن سفیان فسوی لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ: إِنَّا لَنَرَى أَنَّ النَّاسِخَ مِنْ قَوْلِ رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان عليه أبو بكر وعمر۔

تابعی حضرت خالد فرماتے ہیں کہ بے شک ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قول کو ناسخ سمجھتے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل دیکھتے۔

(المعرفة و التاريخ للفسوى١/ ٤٨٠)

ان تابعین کے اقوال سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قول یا عمل میں اگر ناسخ والمنسوخ کا معلوم کرنا ہوتا تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے قول کو دیکھ جاتا، جس عمل یا قول پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ ہو وہی ناسخ عمل یا قول کی پہچان ہوتی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کریمین کے لے حکمۃ کا چھٹا معنی قران کے ناسخ و منسوخ اور دیگر معرفت کمال درجہ کی تھی۔

حکمۃ کا ساتواں معنی: فہم قران

قاری ظہور فیضی لکھتا ہے۔

حکمۃ کا ساتواں معنی ہے فہم القران، اس میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو وہ کمال حاصل تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس پر تعجب فرماتے تھے۔ چناچہ کتب احادیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ ہی لیا کہ:

[حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،]

هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي القُرْآنِ؟ وَقَالَ مَرَّةً: مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ؟

کیا تمھارے پاس یعنی اہل بیت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قران کے سواء کوئی اور چیز بھی ہے؟ انہوں نے فرمایا:

لاَ وَالَّذِي فَلَقَ الحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا فِي القُرْآنِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: «العَقْلُ، وَفَكَاكُ الأَسِيرِ، وَأَنْ لاَ يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ»

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار کو پیدا فرمایا نہیں، ماسواء اس مخصوص فہم کے جو اللہ کسی

بندے کوقران کریم کے سمجھنے میں عطا فرماتا ہے۔
(شرح اسنی المطالب ص ۳۴۶-۳۴۷ بحوالہ صیح بخاری حدیث ۶۹۱۵، ۳۰۴۷)

جواب

گذارش ہے کہ کتاب کے مختلف مقامات پر اس نکتہ کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کروائی گئی تھی کہ قاری ظہور فیضی مختلف مرویات واحادیث کے سیاق وسباق حذف کر کے اپنا خاص فہم داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے انتہاء اس حوالہ میں موصوف فیضی نے کردی۔ قارئین کرام کے سامنے فیضی کی پیش کردہ روایات کو مکمل سند کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

امام بخاری اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: «لاَ وَالَّذِي فَلَقَ الحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا فِي القُرْآنِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ»، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: «العَقْلُ، وَفَكَاكُ الأَسِيرِ، وَأَنْ لاَ يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ»

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ حضرات کے پاس کتاب اللہ کے سوا اور بھی کوئی وحی ہے؟ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو (زمین) چیر کر (نکالا) اور جس نے روح کو پیدا کیا، مجھے تو کوئی ایسی وحی معلوم نہیں (جو قرآن میں نہ ہو) **البتہ سمجھ ایک** دوسری چیز ہے، جو اللہ کسی بندے کو قرآن میں عطا فرمائے اور جو اس ورق میں ہے۔ میں نے پوچھا' اس ورق میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ دیت کے احکام اور قیدی کا چھڑانا اور مسلمان کا کافر کے بدلے میں نہ مارا جانا'۔ (صحیح بخاری ۴/ ۶۹ رقم ۳۰۴۷ بَابُ فَكَاكِ الأَسِيرِ)

امام بخاری دوسرے مقام پر روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أحمد بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُمْ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: ح حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، يُحَدِّثُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِمَّا لَيْسَ فِي القُرْآنِ؟، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَرَّةً: مَا لَيْسَ عِنْدَ النَّاسِ؟ فَقَالَ:

«وَالَّذِي فَلَقَ الحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي القُرْآنِ إِلَّا فَهْمًا يُعْطَى رَجُلٌ فِي كِتَابِهِ، وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ» قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: «العَقْلُ، وَفِكَاكُ الأَسِيرِ، وَأَنْ لاَ يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ»

ترجمہ: حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمھارے پاس اور بھی کچھ [آیتیں یا سورتیں ہیں جو اس قرآن میں نہیں ہیں] اور ایک روایت میں [راویت کے راوی] سفیان بن عیینہ نے یوں کہا کہ جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا، جس نے دانہ چیر کر اگایا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس اس قرآن کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ البتہ ایک سمجھ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ جو اس ورق میں لکھا ہوا ہے۔ ابو جحیفہ نے کہا اس ورق میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا دیت اور قیدی چھڑانے کے احکام اور یہ مسئلہ کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

(صحيح بخاري ۹/ ۱۲ رقم ۶۹۱۵ بَابٌ: لاَ يُقْتَلُ المُسْلِمُ بِالكَافِرِ)

پیش کردہ روایت میں یہ واضح ہے کہ اس وقت میسر قران کی مصحف میں آیات کے بارے میں بعض اصحاب نے استفسار کیا کہ آپ کے پاس اس کے علاوہ بھی آیات موجود ہیں؟۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قران کو سمجھنے کے لیے فہم جو اللہ جسے چاہتا ہے وہ دیتا ہے اور صحیفہ جس میں مختلف مسائل درج ہیں۔

حکمۃ کا آٹھواں معنی: خوف الٰہی

قاری ظہور فیضی لکھتا ہے۔

حکمۃ کا آٹھواں معنی: خوف الٰہی اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں یہ معنی اپنے آخری درجہ پر تھا۔ کیونکہ جس قدر زیادہ ولی اللہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کے دل میں خوف الٰہی زیادہ ہوتا ہے اور مولی علی کا سید الاولیاء ہونا مسلم ہے۔۔۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خوف خدا اور معاملات الٰہی میں ان کی سختی کا ذکر حلفا فرمایا: چنانچہ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَشْكُوا عَلِيًّا، فَوَاللهِ إِنَّهُ لَأُخَيْشِنٌ فِي ذَاتِ اللهِ، أَوْ فِي سَبِيلِ اللهِ

لوگوں علی کی شکایت نہ کیا کرو، خدا کی قسم، وہ ذات الٰہی یا راہ الٰہی میں سب سے زیادہ سخت ہے۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۷۷ بحوالہ مسند امام احمد ۳/۸۶ حدیث ۱۱۸۳۹، ۱۸/ ۳۳۷ حدیث ۱۱۸۱۷، غایۃ المقصد فی زوائد المسند، حدیث ۳۶۵۷، المستدرک ۳/۱۳۵ حدیث ۴۶۵۴، جامع المسانید لا ابن الجوزی ۳/۹۲ حدیث ۱۹۷۹، مجمع

الزوائد۹/۱۲۹حدیث۱۴۷۳۵، تاریخ دمشق۲۰۰/۴۲، البدایہ والنہایہ۷/۵۷۲)

پھر قاری فیضی شرح اسنی المطالب ص ۳۷۸ پر لکھتا ہے۔

"جولوگ ان سے برسرپیکار ہوئے ان میں پہلا گروہ وہ خطاء اجتہادی پر تھا، دوسرا گروہ بغاوت و معصیت پر تھا، اور تیسرا گروہ یمرقون من الدین دین سے خارج تھا جبکہ ان سب کے مقابلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اقدام محض خوف الہی اور حکمت پر مبنی تھا"۔الخ

جواب

گذارش ہے کہ قران نے جس شخصیت کو سب سے بڑا متقی کہاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

:وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (۱۷)

تَرجَمۂ کنزالعرفان: اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔

مفسر امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وهو أبو بكر الصديق في قول جميع المفسرين

تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے پرہیز گار سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔(تفسیر خازن ٤/ ٤٣٥ سورة الليل:١٧)

اور یہ بات تو بدیہی ثابت ہے کہ جو متقی ہوتا ہے اس کے دل میں اللہ کی خشیت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور جو امت کا اتقی ہے اس کے خوف الہی کا مقام کیا ہوگا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا معاملات الہی میں سختی کرنا

امام بخاری ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ المِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ، يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ، قَالاَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الحُدَيْبِيَةِ ــــ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللهِ حَقًّا قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ إِنِّي رَسُولُ اللهِ وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي قُلْتُ أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَى فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَيْسَ هَذَا

نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ أَيُّهَا الرَّجُلُ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللَّهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ پھر میں ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا: اے ابو بکر! کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا: تو پھر ہم دین کے متعلق یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: بھلے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں، اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اللہ ان کا مددگار ہے۔ لہٰذا وہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور ان کے رکاب کو تھام لو کیونکہ اللہ کی قسم! آپ حق پر ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ بیان نہیں کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: ہاں، کہا تھا مگر کیا یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تم بیت اللہ پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

(صحیح بخاری ۳/ ۱۹۳ رقم ۲۷۳۱ باب الشروط فی الجهاد و المصالحة مع اهل)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکمل الصحابہ

اس حدیث کے اس حصہ کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَذْكُرْ عُمَرُ أَنَّهُ رَاجَعَ أَحَدًا فِي ذَلِكَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَذَلِكَ لِجَلَالَةِ قَدْرِهِ وَسَعَةِ عِلْمِهِ عِنْدَهُ وَفِي جَوَابِ أَبِي بَكْرٍ لِعُمَرَ بِنَظِيرِ مَا أَجَابَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوَاءً دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ كَانَ أَكْمَلَ الصَّحَابَةِ وَأَعْرَفَهُمْ بِأَحْوَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْلَمَهُمْ بِأُمُورِ الدِّينِ وَأَشَدَّهُمْ مُوَافَقَةً لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَقَدْ وَقَعَ التَّصْرِيحُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بِأَنَّ الْمُسْلِمِينَ اسْتَنْكَرُوا الصُّلْحَ الْمَذْكُورَ وَكَانُوا عَلَى رَأْيِ عُمَرَ فِي ذَلِكَ وَظَهَرَ مِنْ هَذَا الْفَصْلِ أَنَّ الصِّدِّيقَ لَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مُوَافِقًا لَهُمْ بَلْ كَانَ قَلْبُهُ عَلَى قَلْبِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عَلَيْهِ وسلم سَوَاء۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی علاوہ کسی کی طرف مراجعت نہ کرنا، اس میں جلالت، قدر، اور ان کے نزدیک وسعت علم ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح جواب دینا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکمل الصحابہ اور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی سب سے زیادہ معرفت، اور امور دین کے سب سے بڑے عالم، اور اللہ کے امر کی موافقت میں سب سے سخت تھے۔ اور جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ باقی صحابہ نے اس صلح سے انکار کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر تھے، اور اس فصل سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صحابہ کی رائے سے موافقت نہیں رکھتے تھے مگر ان کا دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر تھا۔ (فتح الباری ۵/ ۳۵٦ تحت حدیث ۲۷۳۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے غیرت مند

ابن جوزی لکھتے ہیں۔

كان أغير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر

امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ غیرت دار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

(صفوة الصفوة ۱/ ۲۵۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے ہیبت والے

ابن جوزی مزید لکھتے ہیں۔

وعن محمد بن سيرين قال لم يكن أحد أهيب لما يعلم بعد النبي صلى الله عليه و سلم من أبي بكر

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جہاں تک مجھے علم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی ہیبت والا نہیں تھا۔ (صفوة الصفوة ۱/ ۲۵۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خشیت الٰہی

امام بیہقی اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ، أبنا أبو العباس السياري ، ثنا أبو الموجه ، أبنا عبدان ، أبنا عبد الله . ح وأخبرنا أبو علي الروذباري ، أبنا الحسين بن الحسن بن أيوب الطوسي ، ثنا أبو حاتم الرازي ، ثنا عبد الله بن جعفر ، ثنا عبد الله بن المبارك ، عن مالك بن مغول ، عن أبي حصين ، عن مجاهد ، عن عائشة ، رضي الله عنها أنه لما نزل عذرها قبل أبو بكر رضي الله عنه رأسها قالت : قلت : ألا عذرتني عند النبي صلى الله عليه وسلم ، فقال أبو بكر : « أي سماء تظلني وأي أرض تقلني إذا قلت ما لا أعلم-

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔:"مجھے کون سا آسمان سایہ دے گا؟ اور مجھے کون سی زمین اٹھائے گی؟ اگر میں اللہ کی کتاب میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔"

(المدخل الی سنن الکبری ۲/ ۱۶۷ رقم ٦٤٧)

پیش کردہ روایت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال خوف خدا او مقام خشیت الٰہی کی نشاندہی اور وضاحت ہے کہ وہ علم کے بغیر کسی آیت کی تفسیر کرنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ جس سے الحکمۃ کا آٹھواں معنی خوف الٰہی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خوف الٰہی

امام مالک اپنی کتاب موطاء میں حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنِي مَالِك عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ جِدَارٌ وَهُوَ فِي جَوْفِ الْحَائِطِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَخٍ بَخٍ وَاللّٰهِ لَتَتَّقِيَنَّ اللّٰهَ أَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک کلام سنا۔ میں ان کے ساتھ تھا وہ ایک باغ میں داخل ہو گئے۔ میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل تھی اور وہ باغ کے درمیان میں تھے، میں نے سنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [اپنے آپ کو ہی] کہہ رہے تھے: کہ اے عمر بن الخطاب، اے امیر المومنین، کیا کہنے ہیں امیر المومنین کے! اللہ کی قسم، اللہ سے ڈرتے رہو، ورنہ وہ تمہیں بہت سخت عذاب دے گا۔

(موطاء امام مالک ۵/ ۱٤٤٤ رقم ۳٦۳۹ طبع الاعظمی)

موطاء امام مالک کی روایت میں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں خوف الٰہی اور خشیت کی منزلت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ سے خوف رکھنے والے

محدث حاکم اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

مِسْعَرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، «كَانَ عُمَرُ أَتْقَانَا لِلرَّبِّ، وَأَقْرَأَنَا لِكِتَابِ اللّٰهِ».

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ خوف والے اور سب سے زیادہ قران کی تلاوت کرنے والے تھے۔(مستدرك حاكم ۳/ ۹۲۵ رقم ٤٤٩٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں سب سے زیادہ خشیت الٰہی اور خوف خدا تھا۔ اب ان روایات کا نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کی صواب دید پر ہے۔ ہم میں اتنی علمی استعداد اور جرات نہیں کہ ہم کسی شخصیات کا موازنہ پیش کر سکیں، مگر اتنی عرض ضرور ہے کہ تمام دلائل کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے حکمت کا آٹھواں معنی بھی حضرات شیخین کریمین کے لیے بصورت اتم ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دین کے لیے شدت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدّد روایات میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل بھی کہا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل ایک روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ نُوحٍ قَالَ: {رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا} [نوح: ٢٦] ، وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا عُمَرُ كَمَثَلِ مُوسَى، قَالَ: رَبِّ {اشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ} [يونس: ٨٨] ، أَنْتُمْ عَالَةٌ، فَلَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِفِدَاءٍ، أَوْ ضَرْبَةِ عُنُقٍ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ اے عمر تمھاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: پروردگار: زمین پر کافروں کا کوئی گھر بھی باقی نہ چھوڑ اور عمر تماری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے دعا کی تھی کہ پروردگار ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ ایمان ہی نہ لاسکیں یہاں تک کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں،۔۔ ان میں سے کوئی شخص فدیہ یا قتل کے بغیر واپس نہیں جائے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ٦/ ١٣٨ رقم ٣٦٣٢ مسند عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرات شیخین کریمین دونوں کے لیے خوف الٰہی اور بدرجہ کمال ثابت تھی اور ان کا دین پر شدت سے عمل بھی کمال درجہ پر تھا۔ اس طرح ان دونوں کے لیے حکمت کا آٹھواں معنی بھی ثابت ہے۔

حکمت کا نواں معنی: حماقت سے باز رہنا

قاری ظہور فیضی لکھتا ہے۔

حکمت کا نواں معنی ہے "حماقت سے باز رہنا" حماقت کا انجام رسوائی اور ندامت ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حتمی ضمانت دی تھی کہ وہ کبھی رسوا نہیں ہوں گے۔ ارشاد فرمایا:

لا یخزیه الله ابدا۔ یعنی اللہ تعالی انہیں کبھی رسوا نہیں فرمائے گا۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۷۸ بحوالہ مسند امام احمد ۱/۳۳۱ حدیث ۳۰۶۲، فضائل الصحابہ ۲/۸۵۰ حدیث ۱۱۶۸، السنن الکبری للنسائی ۷/۴۱۶ حدیث ۸۳۵۵، المستدرک ۳/۱۳۲ حدیث ۴۷۰۸، کتاب السنۃ لابن عاصم ص ۶۰۲۔۶۰۳ حدیث ۱۳۵۱، المعجم الکبیر ۱۲/۹۷ حدیث ۱۲۵۹۳، المعجم الاوسط ۳/۱۶۵ حدیث ۲۷۱۵، مجمع الزوائد ۹/۱۱۹ حدیث ۱۴۶۹۶، تاریخ دمشق ۴۲/۹۷۔۱۰۲، الاصابہ ۴/۴۶۶، تاریخ الخلفاء ۴/۴۴۵)

جواب

گذارش ہے کہ قاری فیضی کی پیش کردہ روایت کے ہم منکر نہیں مگر دیگر روایات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا بہت اہم اور ضروری ہے۔ کیا اسی کا نام تحقیق ہے کہ دیگر صحابہ کرام کے فضائل و خصائص کو عوام کے سامنے نہ رکھا جائے تاکہ اپنے من پسند تشریح کی جا سکے۔ جب قرآن کی مختلف آیات حضرات صحابہ کرام کی فلاح و کامیابی اور جنت کی بشارت پر دلالت کرتی ہیں اس لیے ان کی فلاح حتمی اور یقینی ہے۔ جب سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم کے مصداق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شامل ہیں، تو ان کی فلاح و کامیابی ثابت ہوئی اور جو فلاح اور کامیابی پانے والا ہو اللہ اسے کبھی رسوا نہیں کرتا۔

حکمت کے نواں معنی: حماقت سے باز رہنا تو باتم اور بطور کمال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، جب اللہ کریم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا شخص کہا جس پر الہام ہوتا ہے، اور جس کے دل اور زبان پر حق ہی جاری ہوتا ہے تو حماقت کو کجا اس سے کوئی ناحق بات صادر نہیں ہوتی۔ جس کے بارے میں احادیث صحیحہ واضح طور پر وارد ہوئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان و دل پر حق اور فراست

محدث حاکم اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، ثنا عَبْدَانُ الْأَهْوَازِيُّ، ثنا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، ثنا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ، وَابْنِ عَجْلَانَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ،

عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ فَتًى عَلَى عُمَرَ، فَقَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْفَتَى، قَالَ: فَتَبِعَهُ أَبُو ذَرٍّ، فَقَالَ: يَا فَتَى اسْتَغْفِرْ لِي، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ أَسْتَغْفِرُ لَكَ وَأَنْتَ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: لَا، أَوْ تُخْبِرُنِي، فَقَالَ: إِنَّكَ مَرَرْتَ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: نِعْمَ الْفَتَى، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ»

یعنی: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ نوجوان کتنا اچھا ہے۔ راوی کہتا ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس نوجوان کے پیچھے چل دیے، اور اس سے کہا: اے نوجوان میرے لیے مغفرت کی دعا کر، اس نے کہا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ آپ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کروں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: بس تم میرے لیے دعا کرو، نوجوان نے کہا: جب تک آپ اصل وجہ نہیں بتائیں گے، میں دعا نہیں کروں گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے جب گذرا تھا تو انہوں نے تیرے بارے میں فرمایا تھا یہ کتنا اچھا نوجوان ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات خود سنی ہے کہ اللہ تعالی نے عمر کی زبان اور دل پر حق نافذ کر دیا ہے۔ (مستدرك حاكم ۳/ ۹۳ رقم ۴۵۰۱)

علامہ ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کے بارے میں لکھا۔

على شرط مسلم: یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔ (التعليق - من تلخيص الذهبي: 4501)

یہ حدیث دیگر صحابہ کرام بھی سے مروی ہے۔

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

مسند امام أحمد (۲/ ۳، رقم ۵۱۴۵)، مسند عبد بن حميد (ص ۲۴۵، رقم ۷۵۸)، سنن الترمذی (۵/ ۶۱۷، رقم ۳۶۸۲). صحيح ابن حبان (۱۵/ ۳۱۸، رقم ۶۸۹۵)، معجم الأوسط (۳/ ۳۳۸، رقم ۳۳۳۰)، مجمع الزوائد للهيثمى (۹/ ۶۶) و فوائد تمام (۲/ ۱۹، رقم ۱۰۱۶)، تاريخ دمشق ابن عساكر (۴۴/ ۱۰۳).

حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

مسند أحمد (۵/ ۱۶۵، رقم ۲۱۴۹۵)، سنن داود (۳/ ۱۳۹، رقم ۲۹۶۲)، مستدرک الحاکم (۳/ ۹۳، رقم ۴۵۰۱)، مسند الشامیین (۲/ ۳۸۲، رقم ۱۵۴۳)، تاريخ دمشق ابن عساكر (۴۴/ ۹۹) مجمع الزوائد للهيثمى (۹/ ۶۶)

حدیث حضرت أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

فوائد تمام (۲/ ٤١ ، رقم ١٠٨٦)، تاریخ دمشق ابن عساکر (٤٤/ ١٠١).

حدیث حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ

مسند امام أحمد (۲/ ٤٠١ ، رقم ٩٢٠٢)، إتحاف الخيرة المهرة (٩/ ٢١٩ رقم ٨٨٦١)، مسند تمام (٢/ ٢٥٣ ، رقم ١٦٦٤). صحیح ابن حبان (١٥/ ٣١٢ ، رقم ٦٨٨٩)، حلية الاولياء (١/ ٤٢)، تاریخ دمشق ابن عساکر (٤٤/ ١٠١)، مجمع الزوائد (٩/ ٦٦)

حدیث کی تصحیح پر حکم

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں۔

رواه أحمد، والبزار، والطبراني في الأوسط، ورجال البزار رجال الصحيح غير الجهم بن أبي الجهم وهو ثقة.

اس روایت کو امام احمد، محدث بزار اور طبرانی نے الاوسط میں بیان کیا ہے اور مسند بزار کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے الجہم بن ابی الجہم اور وہ ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ۹/ ٦٦)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فراست ومردم شناسی اپنے کمال پر تھی اور وہ جوبات کہتے دیگر صحابہ کرام اس کے حق وسچ کی دلیل ہی سمجھتے۔ حماقت کے امکان کو تو سوچا بھی نہیں جاسکتا بلکہ اس کا انتساب کرنا ہی باطل ومردود ہے۔ ایسے الفاظ کی رکاکت مصنف کی علمی حیثیت کے ساتھ اس کی باطنی کیفیت کو بھی واضح کرتی ہے۔

دیگر صحابہ کرام کا علمی مقام

امام احمد بن حنبل روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَرْحَمُ أُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهَا فِي دِينِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهَا حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَعْلَمُهَا بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَقْرَؤُهَا لِكِتَابِ اللهِ أُبَيٌّ، وَأَعْلَمُهَا بِالْفَرَائِضِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

یعنی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :میری امت میں سب سے

زیادہ میری امت پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں، اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت اور مضبوط عمر ہیں، حیاء میں سب سے زیادہ حیاء والے عثمان ہیں، سب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہیں، سب سے زیادہ حلال و حرام کے جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، اور سب سے زیادہ فرائض) میراث تقسیم (کے جاننے والے زید بن ثابت ہیں، سنو! ہر امت کا ایک امین ہوا کرتا ہے، اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل ۲۰/ ۲۵۲ رقم ۱۲۹۰٤)

تخریج

السنة ابن أبي عاصم (۱۲۸۲،۱۲۸۱)،ضیاء المختارة(۲۲٤۱،۲۲٤۲)، ابن سعد ۳/ ٤۹۹ و ۵۸٦ و ۷/ ۳۸۸، المشکل الاثار الطحاوي (۸۰۹) و (۸۱۰)، والبیهقي (٦/)۲۱۰، معجم البغوي (۳۹۳۰)، ابن أبي شیبة ۱۲/ ۸ سنن الترمذي (۳۷۹۱)، سنن النسائي الکبری (۸۲۸۷)، صحیح ابن حبان (۷۱۳۱) و (۷۱۳۷) و (۷۲۵۲)، المستدرک الحاکم (۳/ ٤۲۲ و ٤/)۳۳۵، السنن الکبری البیهقي ٦/ ۲۱۰ ،تاریخ أصبهان(۲/ ۱۳)

کسی صحابی کی اعلمیت منصوص ہے؟

قاری ظہور احمد اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

"خیال رہے کہ درجہ بدرجہ تمام صحابہ کرام علماء تھے لیکن تاحال ہمارے مطالعہ کے مطابق کسی ہستی کو نبی کرم ﷺ نے اکثرھم علما ان سب سے زیادہ عالم فرمایا وہ فقط سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات ہے۔ اگر بلا قید کسی دوسرے صحابی کے حق میں ایسے الفاظ زبان نبوی ﷺ سے منقول ہوں اور ہمارے مطالعہ میں نہ آئے ہوں تو مطلع ہونے پر ہم اس خصوصیت پر مصر نہیں ہوں گے۔ بلا قید کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ حلال و حرام میں اعلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، افرض یعنی علم میراث میں اعلم حضرت زید بن ثابت، اقراء یعنی قرات میں اعلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے لیکن بلا اضافت اور بلا قید مطلقا اعلم یعنی "اعلم امتی من بعدی" یا پھر " اکثرھم علما" فقط سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں منقول ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں بعض صحابہ کی زبان پر کان ابوبکر اعلمنا ابوبکر ہم سے بڑے اعلم تھے کہ الفاظ آئے ہیں مگر ان کی شان میں زبان نبوت سے ایسے الفاظ راقم الحروف کے مطالعہ میں نہیں آئے۔ لہذا امتی پر لازم ہے کہ وہ امتی کی حیثیت سے صحابی کے قول کے مقابلہ میں فرمان نبوی ﷺ کو ترجیح دے۔"

قاری ظہور احمد کے دعوی کی حقیقت

گذارش ہے کہ قاری صاحب نے جو دعوی کیا کیا وہ علم اسماء الرجال یا اصولیات پر بھی پورا اترتا ہے کہ نہیں؟ یا پھر جو روایت جس طرح کی بھی ملے، اس کو حب اہل بیت کے نام پر عوام الناس کے سامنے پیش کر کے ان کو قبول کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔

قاری ظہور احمد اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص۴۰۰ پر اعلم امتی من بعدی اور شرح اسنی المطالب ص ۴۴۳، ۲۵۳ ۔ ۴۴۴ پر اکثرھم علما والی روایت نقل کی ہے۔

"اعلم امتي من بعدی" روایت کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں حدیث مدینۃ العلم کے شواہد کے عنوان کے ضمن میں بحث کرتے ہوئے ص۴۰۰ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أعلم أمتی من بعدی علی بن أبی طالب

میرے بعد امت کا سب سے بڑا عالم علی بن ابی طالب ہے۔"

(شرح اسنی المطالب ص۴۰۰ بحوالہ الفردوس بماثور الخطاب ۱/۴۵۱ حدیث ۱۴۹۴، المناقب الخوارزمی ۸۲، جمع الجوامع ۱/۵۴۰۴ حدیث ۳۴۱۴، کنز العمال ۱۱/۶۱۴، حدیث ۳۳۰۱۹)

روایت کی سند کی تحقیق

موفق الخوارزمی نے اسے اپنی کتاب میں محدث دیلمی کی سند سے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

و اخبرنی سید الحفاظ ابو منصور شهر دار بن شیرو یه بن شهر دار الدیلمی الهمدانی فیما کتب الی من همدان، اخبرنا ابی اخبرنا ابو اسحاق القفال باصبهان حدثنا ابو اسحاق خرشید قوله حدثنا ابو سعید احمد بن زیاد ابن الاعرابی، حدثنا نجیع بن ابراهیم بن محمد بن الحسن الزهری القاضی حدثنا ابو نعیم ضرار بن صرد حدثنا علی بن هاشم، حدثنا محمد بن عبدالله الهاشمی عن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم عن عباد الله عن سلمان عن النبی صلی الله علیه وآله انه قال:اعلم امتی من بعدی علی بن ابی طالب.(المناقب الخوارزمی ص۸۲)

موصوف دوسروں کو موضوع روایات پر لعن طعن کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی کتب میں موضوع و متروک روایات کی بھرمار ان کو شاید نظر نہ آتی ہو بہرحال یہ حال تو تفضیلیہ کے اس لکھاری صاحب کا ہے۔ موفق الخوارزمی کی کتاب میں سند میں ابونعیم ضرار بن صرد اور نجیح ابن ابراھیم پر تفصیلی تحقیق پیش کردی گئی ہے متعلقہ صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

عرب محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد اس قول پر تعلیقا لکھتے ہیں۔

• بل: ضعيفٌ جدًّا، فقد قال البخاري والنسائي والحسين بن محمد بن زياد القباني: متروك الحديث. وضعّفه يحيى بن معين، وابن قانع، والدارقطني، وأبو أحمد الحاكم، وأبو العرب القيرواني، وابن حبان، وقال: كان فقيهًا عالمًا بالفرائض، إلا أنه يروي المقلوبات عن الثقات، حتى إذا سمعها من كان شاهدًا في العلم شهد عليه بالجرح والوهن. وقال الساجي: عنده مناكير. والوحيد الذي حَسَّن الرأي فيه هو أبو حاتم، فقال: صدوقٌ صاحب قرآن وفرائض، يكتب حديثه، ولا يُحتجّ به!-

یعنی: یہ سخت ضعیف ہے، امام بخاری، امام نسائی، محدث الحسین بن محمد بن زیاد القبانی نے اس کو متروک الحدیث کہا۔ ابن معین، ابن قانع، دارقطنی، ابو احمد الحاکم الکبیر، ابو العرب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کو فقیہ اور فرائض کے عالم مگر یہ ثقہ راویوں سے مقلوبات روایات نقل کرتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم بھی ہوتا ہے۔ امام ساجی نے کہا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ واحد شخص جن کا اس کے بارے میں حسن الرائے تھا وہ امام ابوحاتم تھے، کہا کہ صدوق صاحب قران و فرائض ہے اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے مگر احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔

(تحرير تقريب التهذيب ٤/ ٢٨٥)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موفق الخوارزمی کی سند متروک اور واہی ہے۔

کیا اعلمیت مرتضوی سے کوئی مستثنیٰ ہے؟

قاری ظہور احمد فیضی مختلف مقامات پر علامہ غلام رسول قاسمی صاحب پر جری ہو کر طعن و تشنیع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ قاسمی صاحب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیخین کریمین کا موازنہ کیا ہے اور اس کو ناصبیت کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اول تو اس پر وضاحت کردی گئی ہے کہ علامہ غلام رسول قاسمی صاحب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام کا موازنہ نہیں بلکہ آپ کو دیگر روایات سے

آپ کے استدلال کی حقیقت واضح کی ہے کہ اگر ان روایات سے آپ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اعلمیت یا افضلیت پر استدلال کرتے ہیں تو یہ درست نہیں ہے اور اگر آپ نے ان روایات سے استدلال کرنا ہی ہے تو ایسی مرویات تو دیگر صحابہ کرام کے بارے میں موجود ہیں۔ دوم یہ کہ خود موصوف فیضی نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف موازنہ ہی نہیں بلکہ حضرات شیخین کریمین کے علم کو تو دیگر صحابہ کرام کے علم سے کم تر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

"اکثرھم علما" روایت کی تحقیق

قاری ظہور احمد اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں ص ۲۵۳ پر عمومی طور پر اور ص ۴۴۵۔ ۴۴۴ پر "کیا اعلمیت مرتضوی سے کوئی مستثنی ہے؟" کے عنوان کے تحت پر لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح کے موقعہ پر فرمایا تھا:

[حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ الْجَرَّاحِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]-[حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ:]

أَوَمَا تَرْضَيْنَ أَنِّي زَوَّجْتُكِ أَقْدَمَ أُمَّتِي سِلْمًا، وَأَكْثَرَهُمْ عِلْمًا، وَأَعْظَمَهُمْ حِلْمًا"

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری امت میں اسلام کے لحاظ سے سب پر مقدم، علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ اور بردباری کے لحاظ سے سب سے اعظم ہے؟"

حافظ ہیثمی نے فرمایا ہے:

اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں ایک شخص خالد بن طہمان ہے، امام ابو حاتم اور دوسرے علماء نے توثیق فرمائی ہے۔ اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

مجمع الزوائد ۹/۱۰۱، و ۹/۱۲۳ رقم ۱۴۵۹۵، وط ۹/۸۵ حدیث ۱۴۵۹۵

شیخ احمد شاکر نے فرمایا ہے: اس کی سند حسن ہے۔ مسند احمد ۱۵/۴۷ رقم ۲۰۱۸۵

واضح رہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں کان ابو بکر اعلمنا، ابو بکر ہم سب سے بڑے عالم تھے کا

جملہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور حرف آخر صحابی کا قول نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے۔ الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۴۴۵ بحوالہ مسند امام احمد ۵/۳۶ رقم ۲۰۵۷۳، فضائل الصحابہ ۲/۹۵۸ رقم ۱۳۴۶، المعجم الکبیر ۲۰/۲۲۹، المصنف ابن ابی شیبہ ۶/۳۷۶ رقم ۳۲۱۲۲، الاحاد و المثانی ۱/۱۴۲، رقم ۱۶۹، الاستیعاب ۳/۲۰۳، تاریخ دمشق ۴۲/۱۲۶۔۔۔۔)

جواب: ضعیف سند سے استدلال کیوں؟

گذارش ہے کہ موصوف قاری ظہور کو غلط بیانی کرنے کا کوئی خاص ملکہ حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں ان کی کافی محنت شاقہ صرف ہوتی ہوگی۔

مسند امام احمد کے عرب محشی شیخ شعیب الارنووط اور عادل مرشد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اسنادہ ضعیف: یعنی اس کی سند ضعیف ہے۔

(حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ۳۳/ ٤٢٢ رقم ۲۰۳۰۷ طبع الرسالہ)

اگر قاری ظہور احمد کی پیش کردہ روایت کو اصول کے تحت پرکھا جائے تو یہ قابل استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ اس روایت کی جتنی روایات ہیں اس کی دو طرح کی اسانید ہیں۔

پہلی سند کی تحقیق

اول سند: وکیع عن شریک عن ابی اسحاق عن علی۔۔۔

اس سند میں متعدّد علتیں ہیں۔

۱۔ شریک کا کثیر الخطاء ہونا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق یخطیء کثیرا تغیر حفظہ

یعنی صدوق زیدہ غلطی کرنے والا اور حافظ خراب تھا۔ (تقریب التہذیب 2787)

۲۔ ابی اسحاق کی تدلیس

اس کے علاوہ امام بیہقی لکھتے ہیں: کان یدلس یعنی مدلس تھا۔ (السنن الکبری: ٦/ ١٣٧)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب طبقات المدلسین ص ۴۲ و ۱۰۱، رقم ۹۱ میں طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ طبقہ

ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے الا کہ دیگر شواہد یا قرائن ہوں۔

۳- ابی اسحاق کا حافظہ میں تغیر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھا کہ

اختلط باخرۃ۔ یعنی آخری عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔(تقریب التهذيب: ٥٠٦٥)

جب راوی کو بھولنے کا مسئلہ ہو تو پھر اس کے قدیم شاگرد کے سماع پر ہی روایت کی تصحیح محمول ہوگی۔ وگرنہ اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جبکہ ابی اسحاق السبیعی کے قدیم شاگردوں میں عمران بن سلیمان کا ہونا بھی ثابت نہیں ہے

۴۔ ابی اسحاق کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے سماع محل نظر اور اختلافی ہونے کے باوجود بھی ابی اسحاق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا تھا۔ وہ اس واقعہ کے وقت موجود ہی نہ تھا اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔ اس لیے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ثابت ہی نہیں ہوا۔

دوسری سند کی تحقیق

دوم سند کچھ یوں ہے: خالد بن طهمان عن نافع بن ابی نافع عن معقل بن يسار...

دوسری سند میں بھی متعدد علتیں ہیں۔

خالد بن طہمان محدثین کی نظر میں

[۱]- خالد بن طہمان کا شیعہ کا سردار ہونا

[۲]- خالد بن طہمان کا حافظہ خراب ہونا

[۳]- خالد بن طہمان کا کوئی قدیم شاگرد روایت میں موجود نہیں۔

خالد بن طہمان شیعہ راوی

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسری کتب میں لکھتے ہیں۔

"شيعي كوفي فيه مقال" یعنی: کوفی شیعہ ہے اور اس میں ضعف ہے۔ (موافقة الخبر 1/ 245)

خالد بن طہمان کا حافظہ خراب

۱) حافظ ابن الکیال نے اسے الکواکب النیرات ص ۱۴۸ رقم ۱۸ پر مختلط راویوں میں شمار کیا ہے۔

۲) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق رمي بالتشيع ثم اختلط ۔یعنی صدوق ہے، شیعہ ہے اور اس کا حافظہ خراب تھا۔
(تقریب التہذیب:١٦٤٤)

۳) امام ابن معین فرماتے ہیں:

خالد الإسكاف ضعيف: خالد بن طہمان الاسکاف ضعیف ہے.(تاریخ الدوری ٢/ ١٤٤)

۴) امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

هو من عُتَّق الشيعة محله الصدق۔ یعنی وہ شیعہ سرداروں میں تھا اور صدوق تھا۔
(الجرح والتعدیل ٣/ ٣٣٧ رقم ١٥٢١)

۵) محدث ابن شاہین لکھتے ہیں۔

خالد الخفاف. ضعيف یعنی خالد بن طہمان الخفاف ضعیف ہے۔
(تاریخ اسماء الضعفاء و الكذابين ١/ ٨٣ رقم ١٧٠)

٦) محدث محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں:

٧) خالد هذا ضعيف یعنی: خالد یہ [خالد بن طہمان] ضعیف ہے۔
(ذخیرة الحفاظ ٤/ ١٩٢١ رقم ٤٤٠٨)

۸) حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

۹) خالد بن طهمان ضعيف ۔ی: خالد بن طہمان ضعیف ہے۔ (تلخيص المستدرك:٧٤٢٢)

۱۰) عرب محققین شعیب الارنووط اور دکتور بشار العواد لکھتے ہیں۔

لكن طول مدة اختلاطه وتحديثه فيها، وعدم ذكر من روى عنه قبل الاختلاط تكفي لتضعيفه، وهي الأسبابُ التي ضعَّفه بها ابن معين، وهو كما قال.

مگر خالد بن طہمان کا اختلاط کی مدت وعرصہ بہت زیادہ ہے اور اس میں اس نے روایت بھی کی، اس کے اختلاط سے قبل کس نے روایت کیا، اس کا کوئی تذکرہ نہیں اس لیے اس کے ضعف کے لیے یہ بات ہی کافی ہے، اور یہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے ابن معین نے اس کو ضعیف کہا۔
(تحریر تقریب التہذیب ١/ ٣٤٦ رقم ١٦٤٤)

۱۱) محدث عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔
(الضعفاء الكبير للعقيلى ٢/ ١١ رقم ٤١٥)

خالد بن طہمان کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے۔
تاريخ يحيى برواية الدوري ٢ / ١٤٤، تاريخ الدارمي: رقم ٩٥٩،تاريخ البخاري الكبير ٣ / الترجمة ٥٤٠، الجرح والتعديل ٣ / الترجمة ١٥٢١، ثقات ابن حبان ا/ ١١٠، الكامل لابن عدي ١ / ٣٠٨، ضعفاء ابن الجوزي: الورقة ٤٦، تذهيب الذهبي ١ / الورقة ١٨٩، الكاشف ١ / ٢٧٠، ميزان الاعتدال ١ / الترجمة ٢٤٣٣، المغني ١ / الترجمة ١٨٥٣، ديوان الضعفاء: الترجمة ١٢٢٣، إكمال مغلطاي: ١ / ٣١٣، نهاية السول: ٨٢، تهذيب ابن حجر، ٣ / ٩٨ -٩٩، خلاصة الخزرجي ١ / الترجمة ١٧٧٠

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ خالد بن طہمان راجح طور پر ضعیف ہے۔ اگر اس کو صدوق راوی تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کی سند بظاہر اًصحیح ہونے سے اس کی علت قادحہ رفع کیسے ہوگی؟

کیونکہ خالد بن طہمان راوی شیعہ سرداروں میں سے تھا یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ غالی شیعہ کو صرف شیعہ کہہ کر روایت کے مندرجات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے اور پھر خالد بن طہمان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا۔

غالی تفضیلی اور بغض صحابہ رکھنے والا احمد بن محمد بن صدیق الغماری بھی اس راوی کے بارے میں لکھتا ہے۔

وخالد بن طهمان صدوق اختلط بآخره.

خالد بن طہمان صدوق اور آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ (المداوی ٣/ ١٨٥)

راوی کا غالی شیعہ اور آخری عمر میں حافظہ خراب ہونا علت قادحہ ہے۔ اور خالد بن طہمان سے روایت کرنے والے قدیم راوی کی تصریح موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس علت خفی کی وجہ سے روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

توجہ طلب امر

شاید کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ فضائل اہل بیت اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں مروی شدہ روایات پر فوراً جرح کردیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ یہ الزام لگانے والے اگر قاری ظہور احمد فیضی کی کتاب حقیقۃ التفضیل کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ حقیقت بھی آشکار ہوگی کہ خود موصوف فیضی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان وفضائل میں مروی روایات پر جرح کی ہے اور کسی ایک روایت کو نہیں چھوڑا جس پر اعتراض نہ کیا ہو۔ کسی طالبعلم کے ذہن میں یہ خیال بھی آسکتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے تو فضائل میں قبول ہونی چاہیے۔ مگر اس بارے میں عرض ہے کہ اگر قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے اتنے بلند وبالا دعوی نہ

کیا ہوتا تو فضائل میں ضعیف کی حجیت پر بات ہو سکتی تھی۔ مگر جیسا دعوی ہو تو دلیل بھی اس کے مطابق ہونی چاہیے۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ جس میں ضعیف روایات کو صحابی کے صحیح اقوال کے مقابلہ میں قبول کیا جا سکے۔ تمام امتیوں میں عالم الصحابہ اور سب سے اول اسلام لانے کا معاملہ ہے جس کو دیگر قرائن کی موجودگی میں اس ضعیف روایت سے استدلال کرنا غلط ثابت کرتا ہے۔ اگر پیش کردہ ضعیف روایت کو ماننا ہے تو دیگر روایت کے ساتھ اس کی تطبیق ہی ہو سکتی ہے، اور وہ تطبیق یہ ہے کہ اس سے خلفاء راشدین خاصہ خارج ہونگے۔ مزید یہ کہ اس روایت میں اگر بغور ملاحظہ کریں تو اس میں امتیوں میں سب سے اول اسلام لانے کی صراحت موجود ہے۔ اگر یہ روایت ان الفاظ سے ثابت ہوتی تو پھر امت میں اول اسلام لانے پر کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور علماء کرام اس کی تطبیق کی طرف نہ جاتے۔ اس لیے واضح ہوا کہ یہ روایت اس دعوی کے مطابق نہیں اور اس کے ضعف کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔

کیا صرف حُبِ اہلِ بیت ہی تشیع ہے؟

کچھ لوگ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے عوام الناس کے سامنے ایسی روایات پیش کرتے ہیں جس میں شیعہ راوی موجود ہوتے ہیں۔ جب ان کو ایسے راویوں کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے تو ان کو رٹا رٹایا ہوا ایک اصول پیش کرنے کی عادت ہے کہ متقدمین تشیع سے مراد حب اہل بیت لیتے تھے۔ مگر ان لوگوں کی یہ بات علی الاطلاق غلط اور خلافِ اصول ہے۔ اس لیے اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

تشیع کی اقسام

علامہ ذہبی نے تشیع کے اقسام کی ہیں۔

[۱]- تشیع معتدل [۲]- تشیع غالی

علامہ ذہبی کی تحقیق

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

فالشيعي الغالي في زمان السلف وعرفهم هو من تكلم في عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضي الله عنه، وتعرض لسبهم.والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضاً، فهذا ضال معثر-

سلف کے نزدیک غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحۃ رضی اللہ عنہ

،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا جنہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی لڑی ان کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی کا اظہار کیا۔[خلف]ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہے جو ان بزرگ ہستیوں کی تکفیر یا شیخین کریمین پر تبراء کرے،اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/ ٦)
اس قول سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں پر غالی تشیع کا اطلاق ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي إن فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال إلا في الرفض-

تشیع حضرت علی سے محبت اور صحابہ پر ان کی تقدیم ہے اور جس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تقدیم دی وہ تشیع میں غالی ہے اور اور اس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوا ہے۔(هدی الساری ص ٤٩٠)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر مقدم کرنا غالی تشیع ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ غالی شیعہ دو طرح کی ہیں۔

① حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے صحابہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کلام کرنے والا۔

② حضرات شیخین کریمین پر حضرت علی کو تقدیم دینے والا۔

ان حوالہ جات سے رفض کے بارے میں جو نکات واضح ہوئے،وہ پیش خدمت ہیں۔

۳۔ غیر غالی رافضی پر غالی تشیع کا اطلاق

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے واضح ہوا کہ وہ شیعہ راوی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین سے افضل سمجھے مگر حضرات شیخین کی تعظیم کرے اور ان کی امامت کو تسلیم کرے۔ جیسے کہ ابن بن ابی تغلب۔وہ غالی شیعہ ہے جس پر رافضی کا اطلاق ہوتا ہے۔مگر یہ رفض بغیر غلو کے ہوتا ہے۔

۴۔غالی رافضی

وہ شیعہ راوی جو حضرات شیخین کی تنقیص کرے۔وہ غالی رافضی ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی تشیع اور غیر غالی رافضی ایک ہی حکم میں ہیں۔ متعدد بار ایک راوی پر غالی تشیع کا اطلاق بھی ہوتا ہے اور غیر غالی رافضی پر بھی۔ہر شیعہ راوی رافضی نہیں ہوتا مگر ہر رافضی میں شیعیت پائی جاتی ہے۔ بعض محدثین کا کسی راوی پر شیعیت کا اطلاق اور بعض کا کسی پر رافضیت کا اطلاق کرنا درست ہوتا ہے۔

تشیع کی اقسام۔باعتبار بدعت

محدثین کرام نے تشیع کی اقسام ان کی بدعت کے اعتبار سے بھی کی ہے۔

۱۔تشیع کبریٰ۔تشیع شدید

۲۔تشیع صغریٰ۔تشیع خفیف

علامہ ذہبی کے نزدیک "غلوفی التشیع "کی ایک قسم تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف ہے۔شیخین کریمین سے محبت کرنے والے پر تشیع خفیف یا تشیع صغریٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔

تشیع صغریٰ۔تشیع خفیف کی اقسام

محدثین کرام نے تشیع صغریٰ یا تشیع خفیف کی دو اقسام ہیں:

۱۔حب اہل بیت اور کسی صحابی کی تنقیص نہ کرنا۔ جیسے طاوس بن کیسان، منصور بن معتمر، اس کو بھی تشیع خفیف کہا گیا ہے۔

۲۔شیخین کریمین کی تعظیم کرنا۔ متعدّد ایسے شیعہ راوی ہیں جو کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے۔

مگر اس کے ساتھ دیگر علتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

علت اول

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنہوں نے لڑائی لڑی ان کے بارے میں غلط خیال رکھنے والا یعنی تنقیص کرنے والا۔

محمد بن زياد [خ، عو] الالهاني الحمصي.صاحب أبي أمامة.وثقه أحمد، والناس، وما علمت فيه مقالة سوى قول الحاكم الشيعي: أخرج البخاري في الصحيح لمحمد بن زياد وحريز بن عثمان - وهما ممن قد اشتهر عنهم النصب.

قلت: ما علمت هذا من محمد، بلى غالب الشاميين فيهم توقف عن أمير المؤمنين علي رضي الله عنه من يوم صفين، ويرون أنهم وسلفهم أولى الطائفتين بالحق، كما أن الكوفيين - إلا من شاء ربك - فيهم انحراف عن عثمان وموالاة لعلى، وسلفهم شيعته وأنصاره، ونحن - معشر أهل السنة - أولو محبة وموالاة للخلفاء الاربعة، ثم خلق من شيعة العراق يحبون عثمان وعليا، لكن يفضلون عليا على عثمان، ولا يحبون من حارب عليا من الاستغفار لهم .فهذا تشيع خفيف.

محمد بن زیاد الحمصی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہے۔امام احمد اور دیگر محدثین کرام نے اسے ثقہ کہا ہے، مجھے اس کے بارے میں کسی بات کا علم نہیں سوائے امام حاکم کے اس قول کے یہ شیعہ راوی ہے۔امام بخاری نے محمد بن زیاد اور حریز بن عثمان سے روایات نقل کی ہیں، حالانکہ یہ دونوں راوی ناصبی ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں۔[ابن حجر نے کہا کہ اس نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا]۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے محمد نامی اس راوی کے بارے میں اس چیز کا علم نہیں ہے، تاہم اہل شام پر غالب یہ ہی ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف سے کام لیتے ہیں کیونکہ انہیں نے جنگ صفین کی تھی اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ لوگ اور ان کے بڑے ان دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب تھے۔جس طرح اہل کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انحراف اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت پائی جاتی ہے ماسوائے اس شخص کے جسے تمہارا پرور دگار چاہے اور اہل کوفہ کے اسلاف حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے شیعہ اور ان کے مددگار ہیں جبکہ اہل سنت کا گروہ ہم چاروں خلفاء سے محبت کرنے والے اور ان سے موالات رکھنے والے لوگ ہیں۔پھر عراق کے شیعہ حضرات میں ایک گروہ پیدا ہوا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ لوگ ان لوگوں کے لیے دعا مغفرت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی۔تو یہ خفیف قسم کا تشیع ہے۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۵۵۲)

اس قول سے واضح ہوا کہ محمد بن زیاد الحمصی راوی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تھا، جس کو علامہ ذہبی نے تشیع کی خفیف قسم لکھا ہے مگر اس تشیع خفیف یا تشیع صغری کو میزان الاعتدال ۱/۶ پر غالی تشیع کا اطلاق کیا ہے۔واضح ہوا کہ علامہ ذہبی نے تشیع صغری پر تشیع خفیف کا اطلاق کیا ہے جس کو غلو فی تشیع یعنی غالی شیعہ کا بھی اطلاق کیا گیا ہے۔

علت دوم:

حضرات شیخین کریمین پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تفضیل دینے والا۔

وَقَالَ الدَّارَ قُطْنِيُّ: اختلف قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ بَغْدَادَ، فَقَالَ قَوْمٌ: عُثْمَانُ أَفضلُ، وَقَالَ قَوْمٌ: عليٌّ أَفضلُ. فتحَاكَمُوا إِلَيَّ، فَأَمسكتُ، وَقُلْتُ: الإِمْسَاكُ خَيْرٌ.

ثُمَّ لَمْ أَرَ لِدِيْنِي السُّكُوتَ، وَقُلْتُ لِلَّذِي اسْتَفْتَانِي: ارْجِعْ إِلَيْهِم، وَقُلْ لَهُم: أَبُو الحَسَنِ يَقُوْلُ: عُثْمَانُ أَفضَلُ مِنْ عَلِيٍّ بِاتِّفَاقِ جَمَاعَةِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، هَذَا قولُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُوَ أَوَّلُ عَقْدٍ يَحُلُّ فِي الرَّفْضِ.

قُلْتُ: لَيْسَ تَفْضِيْلُ عَلِيٍّ بِرَفضٍ، وَلاَ هُوَ ببدعَةٍ، بَلْ قَدْ ذَهبَ إِلَيْهِ خَلقٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، فَكُلٌّ مِنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ ذُو فضلٍ وَسَابِقَةٍ وَجِهَادٍ، وَهُمَا مُتَقَارِبَانِ فِي العِلْمِ وَالجَلاَلَةِ، وَلعلَّهُمَا فِي الآخِرَةِ مُتَسَاوِيَانِ فِي الدَّرَجَةِ، وَهُمَا مِنْ سَادَةِ الشُّهَدَاءِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا -، وَلَكِنَّ جُمْهُورَ الأُمَّةِ عَلَى تَرْجِيْحِ عُثْمَانَ عَلَى الإِمَامِ عَلِيٍّ، وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ.

وَالخَطْبُ فِي ذَلِكَ يسيرٌ، وَالأَفضَلُ مِنْهُمَا - بِلاَ شَكٍّ - أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، مَنْ خَالفَ فِي ذَا فَهُوَ شِيعِيٌّ جَلْدٌ، وَمَنْ أَبغَضَ الشَّيْخَيْنِ وَاعتقَدَ صِحَّةَ إِمَامَتِهِمَا فَهُوَ رَافضيٌّ مَقِيتٌ، وَمَنْ سَبَّهُمَا وَاعتقَدَ أَنَّهُمَا لَيْسَا بِإِمَامَيْ هُدَى فَهُوَ مِنْ غُلاَةِ الرَّافِضَةِ - أَبعدَهُم اللهُ -.

امام دارقطنی نے کہا کہ اہل بغداد میں سے ایک قوم نے حضرت عثمان کو افضلیت دی اور ایک قوم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل کہا۔۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی نے کہا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاق ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، اور یہ اہل سنت کا قول ہے اور یہ پہلا معاملہ ہے جو رفض کی طرف ہے۔

میں [ذہبی] کہتا ہوں کہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ [بر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ] رفض نہیں اور نہ ہی یہ بدعت ہے۔بلکہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل تھے اور یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ صاحب فضل، سابقہ الاسلام والجہاد ہیں اور یہ دونوں علم اور جلالت میں ایک جیسے ہیں، اور علماء نے ان کو ایک درجہ میں متساوی لکھا اور یہ دنوں بزرگ شہدا میں سے ہیں، مگر جمہور امت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی طرح ہمارا بھی موقف ہے۔

مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغیر کسی شک کے ان دونوں حضرات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔اور جو اس عقیدہ کے خلاف ہے وہ جلا بھنا ہوا شیعہ ہے یعنی غالی شیعہ ہے۔اور جو لوگ حضرات شیخین کریمین سے بغض رکھتے ہیں مگر ان کی امامت کو صحیح سمجھتے ہیں وہ رافضی ہے۔ مگر جو حضرات شیخین کریمین کو سب کرے اور ان کی امامت کو بھی درست نہ سمجھے وہ غالی رافضی ہے۔ (سیر أعلام النبلاء١٦/ ٤٥٨)

علامہ ذہبی کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل نہ ماننے والا شیعی جلد یعنی غالی شیعہ ہے۔اور اس قسم کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں "ابان بن تغلب" کے ترجمہ میں "**شیعی جلد**" بھی کہا۔

أبان بن تغلب [م، عو] الكوفي **شيعي جلد**۔ (ميزان الاعتدال١/ ٦)

واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ علیہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضلیت دینے والا غالی شیعہ ہے جس پر بدعت خفیفہ یا بدعت صغری کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضل کہنا اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگیں کرنے والوں کی تنقیص کرنے والوں کو بدعت خفیفہ،بدعت صغری سے متصف یا غالی شیعہ کہا ہے۔

اس لیے کتب اسماء الرجال سے بدعت خفیفہ سے کوئی یہ مراد نہیں لے سکتا کہ اس سے مراد ایسا شیعہ جو محب اہل بیت ہو۔ ابان بن تغلب کو شیعی جلد اور غالی کہا اور ساتھ بدعت خفیفہ سے متصف کیا اور غالی شیعہ کا اطلاق کرنے کے باوجود بدعت خفیفہ کے ساتھ متصف کرنے کی وجہ ہ بدعت کبری یعنی رفض،تجسیم،اور اعتزال سے تقابل کی وجہ سے ہے۔ اس لیے بدعت خفیفہ کا اطلاق تقابل کے طور پر کیا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ بدعت خفیفہ کا تعلق غالی تشیع کے ساتھ ہے،اور غالی تشیع پر محدثین کرام کے اقوال کے مطابق رافضی کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس سے ان لوگوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی کسی راوی پر شیعہ یا تشیع کا اطلاق ہو تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ شیعہ کا مطلب حُب اہل بیت ہی ہے۔ مگر ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ حُب اہل بیت تو اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ لغوی تعریف اور اصطلاحی تعریف میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے تشیع خفیفہ کا غلط مطلب بیان کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرنا راجح اصول کے خلاف ہے۔

شیعہ داعی الی بدعۃ کی روایت کا حکم

ایسا راوی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے، اس راوی کے متعلق تین طرح کی اقوال ہیں۔

۱) اول: داعی البدعۃ کی روایت مطلقا رد ہے۔

۲) دوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت مطلقا قبول ہے۔

۳) سوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت نہ مطلقا قبول اور نہ مطلقا رد ہوتی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسا راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو یا پھر اس بدعتی کی روایت اس کے مذہب کو تقویت نہ دیتی ہو اور جو راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا یا اس کے مذہب کو تقویت دینے والی روایت ہو تو وہ راجح مسلک میں رد ہوگی۔

علامہ ذہبی کا قول

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

إبراهيم بن الحكم بن ظهير الكوفي.شيعي جلد.

له عن شريك.قال أبو حاتم: كذاب.روى في مثالب معاوية فمزقنا ما كتبنا عنه.وقال الدارقطني: ضعيف.قلت: قد اختلف الناس في الاحتجاج برواية الرافضة على ثلاثة أقوال: أحدها -المنع مطلقاً.

الثاني -الترخص مطلقاً إلا فيمن يكذب ويضع.

الثالث - التفصيل، فتقبل رواية الرافضي الصدوق العارف بما يحدث، وترد رواية الرافضي الداعية ولو كان صدوقاً.

قال أشهب: سئل مالك عن الرافضة.فقال: لا تكلمهم ولا تروعنهم، فإنهم يكذبون.

وقال حرملة: سمعت الشافعي يقول: لم أر أشهد بالزور من الرافضة.وقال مؤمل بن إهاب: سمعت يزيد بن هارون يقول: يكتب عن كل صاحب بدعة إذا لم يكن داعية إلا الرافضة فإنهم يكذبون.وقال محمد بن سعيد بن الأصبهاني: سمعت شريكا يقول: احمل العلم عن كل من لقيت إلا الرافضة يضعون الحديث ويتخذونه ديناً.

"یہ جلا بھنا یعنی غالی شیعہ تھا۔اس نے شریک سے روایت لی ہیں۔

امام ابوحاتم نے فرمایا: یہ راوی کذاب ہے۔اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جھوٹی روایات

نقل کیں تو ہم نے اس کے حوالے سے نوٹ کی ہوئی روایات مٹادیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رافضیوں سے روایت نقل کرنے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

ان میں ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنا مطلق طور پر منع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں مطلق طور پر اجازت ہے ماسوائے اس راوی کے جو جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹی احادیث گھڑتا ہو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں تفصیل پائی جاتی ہے۔ ایسے رافضی کی روایت کو قبول کیا جائے گا جو سچا ہو اور اس بات کو جانتا ہو جو حدیث بیان کر رہا ہے۔ اور ایسے راوی کی روایت کو مسترد کیا جائے گا جو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہو، اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔ [یعنی داعی الی البدعۃ]

اشعب کہتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رافضیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تم ان کے ساتھ کلام نہ کرو، اور ان کے حوالے سے روایت نقل نہ کرو، کیونکہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

حرملہ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں نے رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا، اور کوئی نہیں دیکھا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہر بدعتی راوی کے حوالے سے روایت نوٹ یا لکھی جائے گی جب کہ وہ اپنے مسلک کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو۔ البتہ رافضیوں کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ شریک کہتے ہیں: جس شخص سے بھی تمھاری ملاقات ہو اس سے علم حاصل کرو ماسوائے، رافضیوں کے، کیوں کہ وہ جھوٹی احادیث گھڑتے ہیں اور اسے اپنا دین بنا لیتے ہیں۔" الخ

(میزان الاعتدال ۱/ ۲۷ رقم ۷۳)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ بدعتی راوی کی روایت کو بطور کتابت لکھا جاسکتا ہے مگر داعی الی البدعۃ والی روایت قابل استدلال نہیں بن سکتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا مختار مذہب بیان کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"نعم، الأكثرون على قبول غير الداعية. إلا أن يروي ما يقوي بدعته فيرد —على المذهب المختار-"

ہاں، جمہور محدثین غیر داعی بدعتی کی روایت قبول کرتے ہیں سوائے ان روایات کے جو غیر داعی بدعتی اپنی بدعت کی تقویت کے لیے بیان کرے، اور یہ مختار مذہب کے مطابق ہے۔ (نزھة النظر ص۱۱۹)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"مذہب مختار یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت عام لوگوں کو دیتا ہے نیز اس کی ترویج واشاعت کرتا ہے تو غیر مقبول ہوگی اور یہ صورت نہ ہو تو مقبول ہوگی لیکن اگر کسی ایسی چیز کی روایت کرتا ہے جس سے اپنی بدعت کی تقویت پہنچاتا ہے تو یقینا مردود ہے۔" (مقدمہ شرح مشکوۃ ص۱۹)

عرب محقق دکتور محمود الطحان کی تحقیق

عرب محقق دکتور محمود الطحان لکھتے ہیں۔

بدعتی کی روایت کا حکم: بدعتی کی روایت کا حکم اس کی بدعت کے حسبِ حال ہوگا۔

الف:... اگر تو وہ بدعتِ مُکفّرہ کا مرتکب ہے تو (بلا تامل) اس کی روایت مردود ہوگی۔

ب:... اور اگر وہ بدعتِ مفسّقہ کا عامل یا معتقد ہے تو اس بابت صحیح قول جس پر جمہور ہیں، یہ ہے کہ اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی:

۱۔ وہ اپنی بدعت کی دوسروں کو دعوت نہ دیتا ہو۔ یعنی داعی الی البدعہ نہ ہو۔

۲۔ وہ ایسی بات روایت نہ کرے جو اس کی بدعت کی ترویج کرے (اور اس روایت سے اس کی بدعت کو تائید اور جواز ملتا ہو)۔ (شرح تیسر مصطلح الحدیث ص ۱۷۳)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ بدعتی راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا پھر بدعتی راوی ایسی روایت نقل کرے جس سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو، ایسی مرویات قابل قابل قبول نہیں ہوگی۔

شیعہ کی روایت داعی یا غیر داعی کی شرط؟

جب تفضیلیہ کو کسی روایت میں شیعہ راوی کی نشاندہی کی جائے تو اس کے پاس جواب نہیں ہوتا، اور وہ آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے وہی استدلال پیش کرتے ہیں جو کہ ان کے معتمد و ممدوح عرب تفضیلی عالم سید احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص۲۵۹ پر لکھتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"اسی طرح بدعتی کی روایت کے قابل قبول ہونے کے لیے محدثین نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی بدعت

کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو فی نفسہ باطل ہے اور ان کے لیے اپنے تصرف کے خلاف ہے۔" الخ
پھر اپنی کتاب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۰ پر لکھتے ہیں:
" حالانکہ امام بخاری، امام مسلم اور جمہور جن کے بارے میں ابن حبان اور امام حاکم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے ، نے ان بدعتیوں کی روایت کردہ احادیث سے حجت پکڑی ہے جو اپنی بدعت کے داعی ہیں جیسے حریز بن عثمان، عمران بن حطان، شبانہ بن سوار، عبدالحمید الحمانی اور ان جیسے بہت سارے راوی ہیں۔" الخ
مزید فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۱ پر اس اصول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
" وہ بدعتی جو اپنی بدعت کا داعی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ دیندار اور متقی ہو گا یا فاسق وفاجر۔ اگر وہ دیندار اور متقی ہو تو اس کی دینداری اور اسکا تقویٰ اسے جھوٹ بولنے سے منع کرے گا اور اگر وہ فاسق وفاجر ہو تو اس کی خبر اس کے فسق وفجور کی وجہ سے مردود ہوگی نہ کہ اس کے بدعت کا داعی ہونے کی وجہ سے لہذا یہ شرط اپنے اصل کے اعتبار سے باطل ہے۔" الخ

سید احمد غماری کا بدعتی راوی پر اشکال کے جواب

عرض یہ ہے کہ سید احمد غماری صاحب نے جو لکھا وہ اصول کے خلاف ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کا داعی الی بدعت راویوں سے احتجاج کرنا، تو اس بارے میں امام سخاویؒ لکھتے ہیں:
امام بخاریؒ نے عمران بن حطان السدوسی سے جو روایت کی ہے تو وہ اس کے بدعت سے قبل کی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے آخر عمر میں اپنی بدعت سے توبہ کر لی ہو اور یہ روایت اس کے رجوع کے بعد کی ہو۔ پھر امام بخاریؒ نے اس سے صرف ایک ہی حدیث (کتاب التوحید میں) تخریج کی ہے اور وہ بھی متابعات میں سے ہے۔ پس یہ تخریج متابعات میں مضر نہیں ہے۔
(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ٦٨ ،فتح الباری ج ١٠ ص ٢٩٠)
جناب احمد غماری صاحب نے جن راویان کے نام لیے ہیں انکے بارے میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

۱۔ حریز بن عثمان کے بارے میں تحقیق

حریز بن عثمان پر جرح یہ ہے کہ وہ ناصبی تھا۔
احمد غماری صاحب یا محشی ص ۲۶۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:
" یہ وہ ملعون شخص ہے جو سفر و حضر اور ہر نماز کے بعد مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؓ پر لعن طعن کرتا تھا بعض علماء نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۶۵] اور ناصبیت کا داعی بھی تھا

پھر بھی امام بخاری نے اس سے استدلال کیا۔"

جواب: حریز بن عثمان کا ناصبیت سے رجوع

عرض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے استاد ابوالیمان حکم بن نافع الحمصی [یہ حریز بن عثمان کے شاگرد بھی تھے۔] سے نقل کیا ہے کہ حریز بن عثمان نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۳۸)

بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا:

انه رجع عن النصب یعنی حریز بن عثمان نے ناصبیت سے توبہ کر لی تھی۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۴۰)

۲۔ عمران بن حطان کے بارے میں تحقیق

۲۔ عمران بن حطان کے بارے میں احمد غماری صاحب یا محشی کتاب فتح الملک العلی ص ۲۶۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ بدبخت انسان ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم کے قصیدے پڑھتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۹۷) اس کے باوجود بھی امام بخاری نے اس سے احتجاج کیا۔"

جواب: عمران بن حطان السدوسی کا خارجیت سے توبہ

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ عمران بن حطان السدوسی نے خارجیت سے آخری عمر میں توبہ کر لی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں:

رجع عن ذلک: یعنی اس نے خارجیت سے رجوع کر لیا تھا۔

(تقریب التہذیب ص ۴۲۹)

حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۱۴ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ ابوزکریا الموصلی نے اپنی تاریخ موصل میں بروایت محمد بن بشر العبدی بیان کیا ہے کہ عمران بن حطان نے اپنی آخر عمر میں موت سے قبل اس رائے سے خوارج سے رجوع کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

امام بخاری نے عمران بن حطان کے خارجی ہونے سے قبل روایت کیا ہو۔

(ھدی الساری ص ۴۳۳)

۳۔ شبابہ بن سوار کے بارے میں تحقیق

۳۔ شبابہ بن سوار پر یہ اعتراض ہے کہ وہ ارجاء کی طرف داعی تھا یعنی بدعت کی طرف داعی تھا پھر بھی امام بخاری نے اپنے اصول کے برعکس اس سے احتجاج کیا۔

جواب: شبابہ بن سوار کا ارجاء سے رجوع

عرض یہ ہے کہ احمد بن صدیق الغماری یا تو حقیقت حال معلوم نہیں ہے یا پھر اس مسئلہ کو الجھا کر عوام الناس کے ذہن میں احتمالات ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ کوشش فضول ہے۔ کیونکہ شبابہ بن سوار پر ارجاء کی داعی ہونے کا اعتراض صحیح نہیں کیونکہ شبابہ بن سوار نے ارجاء والے عقیدے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام ابوزرعہ الرزائیؒ لکھتے ہیں:

رجع شبابه عن الارجاء: یعنی شبابہ نے ارجاء سے رجوع کیا اور تائب ہو گئے تھے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲٦۱، الضعفاء لابی زرعه ج ۲ ص ٤٠٧ ،هدی الساری ص ٤٠٩)

۴۔ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کے بارے میں تحقیق

۴۔ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی پر اعتراض ہے کہ یہ راوی ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور پھر بھی امام بخاری نے احتجاج کیا۔

جواب: عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کا رجوع

عرض یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

لعلهم تابوا: یعنی پس ممکن ہے کہ عبدالحمید نے بھی توبہ کر لی ہوں۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۵)

مزید یہ کہ اس کی صرف ایک روایت صحیح بخاری: ۵۰۴۸ پر موجود ہے اور یہ روایت دوسری سند کے ساتھ صحیح مسلم: ۷۹۳ پر بھی موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ احمد بن محمد الصدیق الغماری نے العتب الجمیل نامی کتاب سے جو اعتراضات پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ تمام کے تمام اعتراضات مردود اور خلاف تحقیق ہیں۔ العتب الجمیل کتاب جو کہ محدثین پر افتراء اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔

مزید یہ کہ بدعتی کی روایت کو ترک اس کے فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا وہ جذبہ ترویج بدعت ہے جس کی وجہ سے

وہ بدعت کو حسین الفاظ میں بتانے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے۔ کیونکہ بدعتی اپنی بدعت کو خوشنما بنانے کا خیال اسے روایت میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے مسلک کے مطابق بنانے کی تحریک پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا غماری صاحب کا یہ کہنا کہ بدعتی کے فسق کی وجہ سے روایت رد کر دی جاتی ہیں، ایسا حقیقت میں نہیں ہوتا بلکہ بدعتی کے اندر وہ چھپا ہوا خیال ہوتا ہے جو روایت میں تحریف کرنے کا خیال پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا ہم اس کی روایت کو احتیاط کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ غماری صاحب کی خواہش پر ہم محدثین کے اصولوں سے انحراف کریں اور تمام ضوابط کو رد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار نعمتیں اور انعامات ان جلیل القدر ہستیوں پر جنھوں نے اپنی ساری زندگی آقا دو جہاں ﷺ کی احادیث کو محفوظ کرنے کی لیے خرچ کر دی۔

شیعہ راوی سے استدلال کیوں؟

عرب تفضیلی محقق احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۷۱ پر لکھتے ہیں:

"محدثین نے اس شرط [داعی الی بدعت] کا اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی اپنے تصرفات میں اسے زینہ بنایا ہے بلکہ ثقہ شیعہ راویوں نے اپنے مذہب کی تائید میں جو بیان کی ہیں ان سے حجت پکڑی ہے۔ حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے شیعہ راویوں سے حضرت علیؓ کے فضائل میں روایت نقل کیں ہیں۔ جیسے انت منی و انا منک تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاۃ، رقم الحدیث: ۴۰۰۵)

اس حدیث کو امام بخاری نے عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کیا ہے جس کے بارے میں خود امام بخاری نے کہا ہے: انہ کان شدید التشیع کہ وہ تشیع میں سخت تھا۔ (التہذیب: ترجمہ عبیداللہ بن موسیٰ العبسی: ج ۲ ص ۳۵)

اسی طرح حدیث: لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث: ۱۱۳) ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق یہ بغض کرے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے عدی بن ثابت کی روایت سے نقل کیا ہے حالانکہ وہ ایک غالی اور اپنے مذہب کا داعی شیعہ ہے۔ (التہذیب ترجمہ عدی بن ثابت ج ۴ ص ۱۰۷)

غماری صاحب یہ مثالیں دینے کے بعد آگے ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں:

یہ اس بات کی دلیل ہے کے کہ یہ شرط (لگانا کہ وہ روایت بدعتی کے مذہب کی تائید نہ کر رہی ہو) باطل ہے اور روایت کی صحت اور قبول میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اعتبار صرف راوی کے ضبط اور اتقان کا ہے۔ الخ

جواب:
عرض یہ ہے کہ محدثین نے جو شیعہ راوی سے استدلال کے قواعد بنائے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ بلکہ اس کو تشیع کے ساتھ مخصوص کرنا ہی جہالت ہے کیونکہ ان کے یہ اصول بدعتی کی روایت کے بارے میں ہے نہ کہ صرف ایک فرقہ سے مختص ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے شیعہ راویوں سے فضائل حضرت علیؓ میں روایات لیں ہیں۔ جو ان کے مذہب کو تقویت دیتی ہیں۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض اصول سے بے خبری اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ سطحی قسم کا مطالعہ ایسے سوالات اٹھانے میں کافی معاون ثابت ہوتا ہے۔ لہذا انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے محدثین کرام پر اعتراضات اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

بدعتی (شیعہ وغیرہ) اگر سچا اور صدوق ہو مگر مذہب کا داعی ہو یا اس کے مذہب کو تقویت پہنچا رہا ہو۔ تو پھر اس شیعہ کا مذہب و عقیدہ دو اقسام پر مشتمل ہو گا۔

۱۔ شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف نہیں۔ [کیونکہ اہل سنت و جماعت فضائل حضرت علیؓ و اہل بیت کرام کے قائل اور ماننے والے ہیں۔]

۲۔ شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔ [یعنی اہل سنت و جماعت، فضیلت حضرت علیؓ تو مانتے ہیں مگر ساتھ عظمت صحابہ کے بھی قائل ہیں۔]

اگر شیعہ ایسی باتیں نقل کرے جو کہ شیعہ مذہب کے تائید میں ہو مگر اہل سنت کے اصولوں کے خلاف نہ وہ تو وہ قابل قبول ہوتی ہے۔ اور اگر شیعہ ایسی باتیں نقل کرے جس کے مخالف اہل سنت میں موجود ہو تو ایسی روایت شاذ اور نکارت ہوگی، جس کو رد کر دیا جائے گا اور احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

شیعہ راوی کی فضائل اہل بیت میں روایات کی تحقیق

اکثر یہ ہوتا ہے کہ بدعتی کی روایت بظاہر اس کے مذہب کے موافق معلوم ہوتی ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس روایت میں فلاں راوی شیعہ ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی فضیلت میں روایت کرتا ہے۔ جیسے انت منی و انا منك تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرة القضاة، رقم الحدیث:۴۰۰۵) اسی طرح حدیث: لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث:۱۳۱) ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق یہ بغض کرے گا۔ جیسا کہ احمد غماری نے اعتراض کیا ہے۔

سند کے ساتھ متن کا بھی فرق ملحوظ خاطر رہے

مگر عرض یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں ایک واضح فرق موجود ہوتا ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ اہل سنت کی روایات کی پہچان ہے کہ ان میں جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل وارد ہوئے ہیں ان میں حضرات شیخین کریمینؓ یا صحابہؓ کی شان میں تنقیص نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس میں غلو ہوتا ہے اور نہ ہی الفاظ رکیک ہوتے ہیں اور معانی میں ضعف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ صحیح مسلم و دیگر مذکورہ بالا روایات ہیں۔ اس لیے اس کو قبول کیا جاتا ہے۔

اس لیے محدثین کرام سند کے ساتھ متن کا بھی جائزہ لیتے ہیں اور جب کسی بدعتی کی روایت میں متن میں بھی کوئی رکاکت یا الفاظ کا فرق دیکھتے ہیں تو اس کو بہت تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ چند تفضیلی ذہن کے لوگ بدعتی راوی کے ساتھ صدوق کا لفظ دکھا کر اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ متصلب سنی راویوں کی روایات کے متن میں بھی اگر کوئی رکاکت یا اضافہ یا اندارج ہو، اس کو عیاں کرتے ہیں۔ جب سنی ثقہ راوی کی متعدّد روایات کو بھی محدثین معلول اور دیگر علتوں کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں تو پھر کیسے کسی بدعتی صدوق راوی کے متن کے الفاظ کی رکاکت بیان نہیں ہوگی؟ اور بعض متون کے الفاظ ایسے ہیں جو کہ بدعتی راوی کے اپنے ہوتے ہیں جنہیں اندارج کہتے ہیں۔ اس لیے سند کے ساتھ متن کی درستگی کے بھی محدثین کرام نے اصول وضع کیے ہیں۔

جبکہ شیعہ راویوں کی مذہب کی تقویت والی روایت میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں اکثر حضرت علی المرتضیٰؓ کے شان میں غلو اور صحابہ کرامؓ کی شان میں تنقیص ہوتی ہے۔ ان کے معانی بڑے ہی ضعیف ہوتے ہیں اور الفاظ رکیک ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جب کوئی شیعہ راوی حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں کوئی روایت بیان کرے تو اہل سنت محدثین کرام ان کی صرف وہ روایت تسلیم کرتے ہیں جو قواعد اہل سنت کے موافق ہوں۔ جیسے کہ ان قواعد میں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شان و مرتبت کا مقام اعلی درجہ پر ہے مگر دیگر صحابہ کرامؓ کی تنقیص یا ان کے مسلمہ و ثابت شدہ مقام کو نیچا کرنا، اس سے ثابت نہ ہو۔

جو روایت قواعد و ضوابط کے دائرہ کار میں ہوں تو ہم اس شیعہ (مفسق بدعتی) کی روایت قبول کرتے ہیں اور اس کی بدعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ فضائل علی المرتضیٰؓ کا اعتقاد بدعت ہرگز نہیں ہے اور جو شیعہ یا رافضی اس قواعد کے خلاف روایت کرے تو ہم اس کو رد کرتے ہیں اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ (اسکی مزید تفصیل عرب محقق کی کتاب اتحاف النبیل ابی الحسن السلیمانی ص ۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

لہذا اغماری صاحب نے جو مثالیں پیش کیں اور فضائل علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں بیان کردہ روایات میں کوئی شیعہ راوی

بھی ہے تو اس بدعتی راوی کی روایت کو اس لیے تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ مذہب اہل سنت کے اصولوں پر تھی، یہ بھی یاد رہے کہ محدثین کرام صرف سند پر ہی نہیں بلکہ متن پر بھی کڑی شرائط عائد کر کے اس کو قبول کرتے تھے۔
اس کے برعکس روایات مذکورہ بالا جو غماری صاحب نے اہل سنت کے اصولوں کو رد کرنے کی غرض سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ غماری کے موقف کو غلط ثابت کرتی ہے۔ اور سید احمد غماری کا محدثین کرام پر یہ الزام کہ وہ بدعتی اور غیر بدعتی کے تقسیم اس لیے کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل کا انکار کر سکیں، بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ محدثین نے جس شاندار طریقے سے اہل بیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان بیان کی وہ تو قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

تعدد طرق یا کثرت شواہد کی بحث

غماری صاحب نے اپنی کتاب فتح الملک العلی ص ۱۴۰ تا ۱۴۹ تک باب سوم [المسلک ثامن کا جواب]، اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ضعیف حدیث تعدد طرق اور کثرتِ شواہد کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔ احمد غماری صاب ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔

" اگر ہم ان تمام طرق اور شواہد پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیں اور کسی پر بھی صحیح اور حسن ہونے کا حکم نہ لگائیں تب بھی اس طرح کی ضعیف روایت، صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے اس لیے اس کے راوی پر صحیح ہونے کا حکم، اس کی صداقت کا ظن غالب ہونے کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اور حدیث ضعیف کے جب طرق متعدّد ہوں اور اس کے شواہد کثیر ہوں اور ان کے مخارج الگ الگ ہوں تو اس کے بھی مجموع طور پر صدق کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انفرادی طور پر ہر ایک کے صدق کا ظن غالب حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان تمام راویوں کی حدیث اس بات کی مستحق ہے کہ اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے جیسا کہ اگر ایک ثقہ راوی کسی حدیث کو بیان کرے تو اس میں صدق کا غالب گمان پائے جانے کی وجہ سے وہ حدیث اس بات کی حق دار ہوتی ہے کہ اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے۔" الخ

محدثین کرام نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ متابعات اور شواہد کے راویوں میں ان کا قابل حجت ہونا شرط نہیں۔ (اس کے بعد غماری صاحب نے حافظ ابن صلاح، امام نووی، علامہ سیوطی کے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔)

متعدّد اسانید کے مجموعے پر تحقیق

عرض یہ ہے کہ متعدّد روایت مل کر کیا حسن درجے تک پہنچ جاتی ہیں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ اصول مطلقاً نہ ہی قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جا سکتا ہے۔ اگر کتب حدیث کا مطالعہ کیا

جائے تو یہ بات ایک مقام پر واضح ہوتی ہے کہ متعدد طرق والی روایت حسن درجہ تک پہنچتی ہے [ان کی مثالیں اور حوالہ جات غماری صاحب نے دیں ہیں] اور متعدد مقامات پر محدثین نے متعدد طرق والی روایت کی تضعیف بھی کی ہے۔[اس بارے میں محدثین کی آراء غماری صاحب نے دینی پسند نہیں کی اور یک طرفہ ٹریفک چلانے کی کوشش کی ہے۔] لہذا اس موقف پر بھی چند حوالہ قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

کثرت طرق اور محدث زیلعی حنفی کا قول

۱۔ محدث علامہ جمال الدین زیلعی (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں۔

مَعَ أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الْحَنَفِيَّةِ لَا يَرَوْنَ التَّرْجِيحَ بِكَثْرَةِ الرُّوَاةِ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ، لِبُعْدِ احْتِمَالِ الْغَلَطِ عَلَى الْعَدَدِ الْأَكْثَرِ، وَلِهَذَا جُعِلَتْ الشَّهَادَةُ عَلَى الزِّنَا أَرْبَعَةً، لِأَنَّهُ أَكْبَرُ الْحُدُودِ، وَأَحَادِيثُ الْجَهْرِ، وَإِنْ كَثُرَتْ رُوَاتُهَا لَكِنَّهَا كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ، وَكَمْ مِنْ حَدِيثٍ كَثُرَتْ رُوَاتُهُ وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ، وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ؟ كَحَدِيثِ: الطَّيْرِ. وَحَدِيثِ الْحَاجِمِ وَالْمَحْجُومِ وَحَدِيثِ: مَنْ كُنْت مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، بَلْ قَدْ لَا يَزِيدُ الْحَدِيثَ كَثْرَةُ الطُّرُقِ إلَّا ضَعْفًا،

یعنی: "اور احادیث جہر (نماز میں باآواز بلند بسم اللہ پڑھنے) کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں مگر حدیثیں ضعیف ہیں۔۔۔۔ بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور واضح کردیتی ہے۔" (نصب الرایہ ج۱ ص ۳۵۹)

کثرت طرق کے بارے میں علامہ سیوطی کا موقف

۲۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

الثالث إذا روى الحديث من وجوه ضعيفة لا يلزم أن يحصل من مجموعها حسن بل ما كان ضعفه لضعف حفظ راويه الصدوق الأمين زال بمجيئه من وجه آخر وصار حسنا رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة فحمد بن عمرو بن علقمة من المشهورين بالصدق والصيانة لكن لم يكن من أهل الإتقان حتى ضعفه بعضهم من جهة سوء حفظه ووثقه بعضهم لصدقه و جلالته فحديثه من هذه الجهة حسن-

"اگر کوئی حدیث متعدّد اسناد ضعیفہ سے مروی ہو تو لازمی نہیں ہے کہ ان کا مجموعہ کا حاصل "حسن" ہی ہو۔بلکہ صرف ان احادیث کے مجموعہ کا حاصل حسن ہوتا ہے جو صدوق الامین راوی کے ضعف حفظ کی جہت سے ضعیف ہوں۔۔۔۔۔ نیز وہ ضعف دوسرے طریق میں زائل ہو جاتا ہو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حدیث کو یاد رکھا ہے اور اس میں اس کا ضبط مختل نہیں ہے لہذا اس طرح وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔" (تدریب الراوی ج۱ ص ۱۷۶ مکتبہ الریاض،سعودیہ)

محدث کوثری اور کثرت طرق کی حیثیت

۳۔ محدث کوثریؒ فرماتے ہیں۔
"تعدد طرق حدیث ضعیف کو مرتبہ حسن تک پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ رواۃ میں ضعف حفظ اور ضبط کی جہت سے ہو تہمت کذب کے باعث نہ ہو کیونکہ کثرت طرق اس کے علاوہ ہم کو کوئی اور فائدہ نہیں پہنچاتا۔"
(مقالات الکوثری ص ۳۹)

محدث ابن صلاح کا کثرت طرق پر موقف

۴۔ حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں۔

"ومن ذلك ضعف لا يزول بمجيئه من وجه آخر لقوة الضعف وتقاعد الجابر عن جبره ومقاومته، كالضعف الذي ينشأ من كون الراوي متهما بالكذب أو كون الحديث شاذا، وهذه جملة يدرك تفاصيلها بالمباشرة"

حدیث کا ہر ضعف،متعدّد اسانید سے آنے کے سبب زائل نہیں ہوتا بلکہ تفاوت ہوتا ہے۔
(مقدمہ علوم الحدیث ص ۳۱ وطبع ص ۳۷،النکت علی ابن صلاح ۱/ ۴۰۸)

حافظ ابن کثیر کی کثرت طرق پر رائے

۵۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قال الشيخ أبو عمر: لا يلزم من ورود الحديث من طرق متعددة كحديث " الأذنان من الرأس ": أن يكون حسناً، لأن الضعف يتفاوت، فمنه ما لا يزول بالمتابعات، يعني لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً، كرواية الكذابين والمتروكين، ومنه ضعف يزول بالمتابعة، كما إذا كان راويه سيء الحفظ، أو روي الحديث عن حضيض الضعف إلى أوج الحسن أو الصحة. والله أعلم.

10

"شیخ ابو عمرو بن الصلاح کا قول ہے کہ اسانید متعددہ سے کسی حدیث کے ورود کا حسن ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ضعف میں بھی فرق ہوتا ہے بعض ضعف متابعت سے زائل ہوجاتے ہیں اور بعض متابعت سے زائل نہیں ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر راوی سئ الحفظ ہو یا حدیث مرسل مروی ہو تو متابعت نفع بخش ہوتی ہے اور حدیث کو حضیض الضعف سے اوج الحسن یا صحت تک رفع کر دیتی ہے۔"

(اختصار علوم الحدیث لا بن کثیر ص ٤٣، اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث ص ۳۳)

محدث طیبی کی تحقیق

محدث طیبی لکھتے ہیں۔

" و أما الضعيف فلكذب راويه أو فسقه ، لا ينجبر بتعلد طرقه "

راوی کا جھوٹ، اور اس کا فسق، ضعیف کو تعدد طرق کے باوجود تقویت نہیں پہنچاتے۔

(الخلاصة في أصول الحديث ص : ٤٤).

اہم نکتہ

ایک نکتہ پر عوام الناس تو کیا علماء کرام بھی تشویش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اگر تدقیق اور تحقیق کی جائے تو معاملہ واضح ہوجاتا ہے کہ بعض مقامات پر متعدد طرق والی روایت کو قبول کیوں کیا؟ اور بعض مقامات پر متعدد طرق والی روایت کو رد کیوں کیا؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر ضعف کی نوعیت پر ہے۔ جس قسم کا ضعف ہوگا، اسی قسم کا حکم بھی ہوگا۔ لہٰذا اس معاملہ پر تحقیق پیش خدمت ہے۔

تقویت کے قابل ضعف

جس حدیث میں ہلکا ضعف ہو تو وہ حدیث تقویت حاصل کرنے کی لیاقت رکھتی ہے اور خفیف ضعف کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

لا يعده كثير من أهل الحديث من قبيل الحسن وليس هو في التحقيق عند الترمذي مقصورا على رواية المستور، بل يشترك معه الضعيف بسبب سوء الحفظ والموصوف بالغلط والخطأ وحديث المختلط بعد اختلاطه والمدلس إذا عنعن وما في إسناده انقطاع خفيف، فكل ذلك عنده من قبيل الحسن بالشروط الثلاثة وهي:

١ - أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.
٢ - ولا يكون الإسناد شاذا.
٣ - وأن يروى مثل ذلك الحدي أو نحوه من وجه آخر فصاعداه وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض.
ومما يقويهذا ويعضده أنه لم يتعرض لمشروطية اتصال الإسناد أصلا، بل أطلق ذلك فلهذا وصف كثيرا من الأحاديث المنقطعة بكونها حسانا.
(النكت على ابن صلاح ١/ ٣٨٧.٣٨٨ النوع الثانی :الحسن)

۱۔ راوی کا حافظہ کمزور ہونا (سوء حفظ ہونا)
۲۔ راوی روایت سے بے خبر اور بہت غلطیاں نہ کرے۔
۳۔ راوی کا مختلط ہونا یعنی اصطلاحی اختلاط ہو۔
۴۔ مستور یا مجہول الحال راوی ہو۔
۵۔ مرسل حدیث ہو۔
۶۔ جس راوی کو غلطی اور خطا سے موصوف کیا جائے۔
۷۔ مدلس راوی کا روایت میں عنعنہ ہو۔
۸۔ انقطاع خفیف ہو یعنی وہ روایت معضل نہ ہو۔
یہ تمام امور ایسے ہیں جو کسی راوی میں پائے جائیں تو روایت متابع یا شاہد بننے کے قابل ہوتی ہے اور شروط حسن روایت میں سے ہیں مگر تین شرائط کے ساتھ۔۔۔۔[ان شرائط کا بیان آگے آرہا ہے۔]
محدثین نے شدید ضعف کا جو بیان کیا ہے، ان تمام امور کی تفصیل انواع علم الحدیث لابن صلاح ص ۳۰، النکت ابن حجر ج ۱ ص ۳۸۸۔ ۳۹۸، نزھۃ النظر ص ۹۱ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

وہ علتیں جس سے تقویت حاصل نہیں ہوتی

یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ جس قسم کا بھی ضعف ہو گا وہ تعددِ اسانید کی بنا پر رفع ہو جائے گا اور حدیث حسن لغیرہ ہوگی، بلکہ جو ضعف شدید ہو گا وہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔ اور ضعیف کی ضعیف رہے گی
حافظ ابن حجر عسقلانی ان تین شروط کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الحسن بالشروط الثلاثة وهي:

١ – أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.
٢ – ولا يكون الإسناد شاذا.
٣ – وأن يروى مثل ذلك الحدي أو نحوه من وجه آخر فصاعداه وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض.

ا۔ راوی پر جھوٹ کا الزام ہویا اس پر انتہائی سخت جرح ہو جس سے اس کی روایت متابع یا شاہد میں پیش نہ کی جاسکے۔ مثلاً کذاب، دجال وغیرہ

ان اوصاف سے متصف راوی کی کمزوری متابعت سے رفع نہ ہوگی۔ متابعت کا انفرادی حکم ہوگا۔ ایسے کذاب وغیرہ کی روایت بھی اس متابع کے لیے سود مند نہیں ہوسکتی، البتہ اس کے ضعف میں اضافہ ضرور کرسکتی ہے۔

۲۔ متہم بالکذب ہو۔ (جھوٹ کا الزام ہو)

راوی تین وجوہات پر متہم بالکذب ہوتا ہے۔

ا۔ دنیاوی امور و معاملات میں جھوٹا ہو اگرچہ حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

ب۔ ایسی روایت کرنے میں منفرد ہو جو دین کے بنیادی اصول اور عام قاعدوں کے منافی ہو۔

ج۔ ایسی روایت بیان کرے جس سے اسکی غلط بیانی واضح ہو جائے۔

۳۔ حدیث شاذ ہو۔

(النکت علی ابن صلاح ۱/ ۳۸۸.۳۸۷ النوع الثانی: الحسن)

محدث ابن ملقن لکھتے ہیں۔

وإن كان ضعفه لتهمة الراوي بالكذب أو كون الحديث شاذا فلا ينجبر ذلك بمجيئه-

اور اگر ضعف راوی تہمت کذب، یا حدیث شاذ ہے تو یہ قابل تقویت نہیں ہے۔

(المقنع فی علوم الحدیث ۱/ ۱۰۲)

۳۔ راوی متروک ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

والحسن [بن دینار] متروك الحديث لا يصلح للمتابعات-

مفہوم: اور حسن بن دینار متروک الحدیث ہے جو متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

(تدریب الراوی ۱/ ۲٤۳)

۴۔ راوی فحش الغلط (بکثرت غلطی کرنا) ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والسلامة من كثرة الخطأ والغفلة.

(النكت على ابن صلاح ١/ ٤٩٣ النوع الثالث: الضعيف)

محدث ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

المسألة الثانية الرواية عن الضعفاء من أهل التهمة بالكذب والغفلة وكثرة الغلط—أنه يترك الرواية عن المتهمين [والذين غلب عليهم الخطأ] للغفلة وسوء الحفظ ،

جھوٹ بولنے سے بدنام، غافل، اور کثیر الخطاء راوی کے بارے میں علمائے حدیث کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا جائے۔

(شرح علل الترمذی ص ۱۳۱ و طبع ١٣٤)

حدیث کا منکر ہونا کیونکہ اس کی روایت میں منکر احادیث بہ کثرت پائی جاتی ہیں یا اس کی اغلاط اتنی زیادہ ہیں کہ اس کی صحت پر غالب ہیں۔ ایسے راوی کی روایت متابعات میں بھی قابل اعتبار نہیں۔

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ پیش کردہ علتوں کے راویوں کی روایات تقویت کے قابل نہیں ہوتیں۔

ضعیف حدیث کی تقویت کی شروط

ضعیف حدیث کی تقویت کی مندرجہ ذیل شروط ہیں۔

۱۔ اس میں ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کا الزام ہو یا جس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ ایسی حدیث کی دو یا اس سے زائد سندیں ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

فإذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لأحدهم رجح أحد الجانبين من الاحتمالين المذكورين

اس کی دوسری سندیں قابل اعتبار ہو، جتنی اس کی معتبر سندیں بڑھتی جائیں گی، اتنا ہی حدیث کا ثبوت کا ظن غالب ہوگا۔ (نزھۃ النظر ص ۱۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ومتى توبع السيء الحفظ بمعتبر: كأن يكون فوقه، أو مثله، لا دونه،

ضعیف حدیث کا متابع بھی ضعف میں اسی درجہ کا ہو، اس سے زیادہ کمزور نہ ہو،

(نزھۃ النظر ص۱۲۹ و طبع ص ۹۱)

۳۔ اپنے سے مضبوط کی مخالف نہ ہو۔
۴۔ متن کا معنی مختلف نہ ہو۔
شاہد کے متن میں شرط ہے کہ اس کے معنیٰ اصل حدیث کے موافق ہو۔
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: شرط الشاهد ان يكون موافقا في المعنى. (الامالی المطلقه ص ٢٤٤)
۵۔ اختلاف مخارج ہو۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ روایان حدیث کے شہر اور شیوخ مختلف ہوں، شہر کے مختلف ہونے کا مطلب ہے کہ ایک سند میں کوفی ہو، دوسری میں شامی، تیسری میں بصری وغیرہ۔

متابع یا شاہد کی عدمِ قبولیت کی وجوہات

بعض اوقات کسی ضعیف حدیث کی متعدّد سندیں ہوتی ہیں یا اس کے دیگر ضعیف شواہد ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود محدثین اس حسن لغیرہ کے درجے میں نہیں لاتے۔ جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:
۱۔ محدث یہ سمجھتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں شاہد حدیث کے راوی نے غلطی کی ہے، لہذا غلط متابع یا غلط شاہد ضعف کے احتمال کو رفع نہیں کر سکتے۔
۲۔ جن مسائل کا تعلق عقائد سے ہو اس میں محدثین وہی احادیث قبول کرتے ہیں جو صحیح ہوں، حسن لغیرہ یا متعدد طرق والی روایت سے استدلال نہیں کرتے۔
۳۔ جس ضعیف حدیث کو بیان کرنے میں راوی اپنے شیخ سے منفرد ہو تو محدثین ایسے تفرد کو قابل تقویت نہیں سمجھتے۔
۴۔ جب حدیث کی کسی سند میں ایک سے زائد ضعف ہوں۔ مثلاً روایت میں انقطاع بھی ہے اور راوی ضعیف بھی ہے یا اس میں دو راویان ضعف ہیں تو بسا اوقات محدثین ایسی سند قبول نہیں کرتے کیونکہ اس میں شاہد بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

نتیجہ

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہر وہ روایت جس کی متعدّد یا چند [دیگر] اسانید ہو تو وہ حسن لغیرہ نہیں ہوتی۔ اس اصول کے چند شرائط ہیں لہذا سید احمد غماری کا اس اصول کو مطلقا بتانا علمی میدان میں غلط ہے۔ آپ آگے کتاب میں سید احمد غماری کی پیش کردہ روایات کا مفصل بیان ملاحظہ کریں گے۔ ان کی پیش کردہ روایات میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کذاب، متھم بالکذب، متروک یا فحش الغلط، رافضی راوی سے مروی نہ ہو یا معلول نہ ہو۔ اور مندرجہ بالا سطور میں یہ

بات واضح ہے کہ اس قسم کے راویوں کی روایات متابعت اور شواہد میں بھی قابل قبول نہیں ہوتیں۔اور جو اسانید سید احمد غماری نے اپنی کتاب میں نقل کیں ہیں ان سب میں سخت قسم کے ضعیف راوی یا دیگر علتیں موجود ہیں۔

غماری کا تضاد

دوران تحقیق مجھے احمد صدیق الغماری کی کتاب " المسهم فی بیان حال حدیث: طلب العلم فریضة علی کل مسلم " پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ حدیث تقریباً نو صحابہ کرام سے کئی روایات سے مروی ہے۔اور بہت سارے روایات میں کثیر متابعات اور شواہد موجود تھے جس کا تذکرہ خود احمد الغماری نے بھی کیا اور محدثین کرام نے اس حدیث کو متواتر کے درجے میں بھی رکھا۔ مگر احمد غماری صاحب نے ان تمام روایات ، متابعات اور شواہد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کو رد کیا اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ میری قارئین کو یہ دعوت فکر ہے کہ جب اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو پھر موضوع اور شدید ضعف والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے محدثین کے اقوال رد کر دیے جاتے ہیں اور اصول جرح و تعدیل پس پشت رکھ دیا جاتا ہے۔اور جب اپنے موقف کے خلاف ہو تو پھر متابعات، شواہد، نکارت، منکر الحدیث والے اصول بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم والی روایت کے ساتھ کیا۔

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ میں منکر الحدیث کو موضوع ثابت کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس شرح اسنی المطالب اور شرح خصائص علی میں تو منکر الحدیث کی جرح تو در کنار موضوع روایات کو موضوع ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ حیرانگی ہے کہ ایسا صرف اپنے موقف کو ہر حال میں ثابت کرنے کے لیے ہی کیا جاتا ہے ؟کیا یہی دیانت اور صدق ہے کہ اپنے موقف کے لیے اصولوں کو توڑا جائے اور محدثین کی تذلیل کی جائے اور انھیں ناصبی کہہ کر پکارا جائے۔ شرم کا مقام ہے ان لوگوں کے لیے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور مسلک اہل سنت کے برعکس اپنے نظریہ کو زبردستی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیا فاروق اعظم باب العلم کے منتظر تھے ؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۴۳۱-۴۳۲ پر مقام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حرف گیری کرتے ہوئے سائیں غلام رسول قاسمی صاحب کی شخصیت کو آڑ بنا کر لکھتے ہیں۔

سیدنا علی کی ایسی ہر فضیلت کی اہمیت کو گھٹانے کی خاطر شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی اور ان کے ہم مزاج لوگ بہت زیادہ ایچ پیچ اور آئیں بائیں شائیں سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے ،وہ ہر ایک کو شاباش دیتے تھے اور اس کی علمیت و دانائی کو سراہتے تھے ،انہوں نے

فلاں صحابی کے بارے میں فلاں موقعہ پر یوں کہا اور فلاں موقع پر یوں۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم کے ارشاد فما زلت کاشف کل شبھۃ وموضع کل حکم آپ ہمیشہ ہر شبہ کو کھولنے والے اور ہر حکم کی وضاحت کرنے والے ہیں۔۔۔۔۔

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۴۳۲ پر مزید لکھتے ہیں۔

پیر سائیں اوران کے ہم مزاج لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اعلی ظرفی برحق ہے لیکن انہوں نے ایسے زور دار اور دقیع الفاظ کسی بھی دوسرے صحابی کے بارے میں نہیں فرمائے جیسے انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائے ہیں۔ بتلائیے، انہوں نے اور کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ادا فرمائے ہیں؟

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے اس کا شافی جواب دیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

[أَخْبَرْنَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْعَدْلُ، مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْكِيلِينِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو الْعَدَنِيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، ....

أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الباقي نا أبو محمد الجوهري أملاء أنا أبو الحسن علي بن عمر الحافظ حدثني أبي نا هارون بن يوسف نا ابن أبي عمر نا عبد العزيز بن عبد الصمد عن أبي هارون عن أبي سعيد الخدري أنه سمع عمر يقول....-تاريخ دمشق ٤٢/ ٤٠٥]فَقَالَ عُمَرُ: أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَعِيشَ فِي قَوْمٍ لَسْتَ فِيهِمْ يَا أَبَا حَسَنٍ-

ہم اللہ تعالی کی پناہ میں آتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن آپ موجود نہ ہوں۔

(شرح اسنی المطالب ص ۴۳۲ بحوالہ المستدرک الحاکم ۱/۴۵۷ رقم ۱۷۲۵، وطبع ۶۲۸/۳ رقم ۱۶۸۲، تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۵، شعب الایمان ۳/۴۵۱ رقم ۴۰۴۰، الجامع شعب الایمان ۵/۴۸۰، جمع الجوامع ۱۳/۶۸ رقم ۵۷۷۵)

فیضی کی پیش کردہ روایت ہی متروک ہے

گذارش ہے کہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب پیش کردہ روایت کی اسنادی حیثیت کو بھی تو عوام الناس کو بتلائے کہ یہ روایت کیسی ہے؟ قاری ظہور احمد صاحب تو ہر متروک وواہی روایت کو پیش کرنے کے ماہر ہیں اور جب ایسی روایات کی اسنادی حیثیت کو واضح کیا جائے تو پھر فتوی ناصبیت لے کر شور کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ خود انہوں نے اپنی دوسری کتاب حقیقۃ التفضیل [جس کی اصل حقیقت عوام کے سامنے شائع ہو گی] میں حضرات شیخین کریمین کی

افضلیت والی مرویات پر جرح کی ہے اور اس کو موضوع و متروک ثابت کرنے کی ناکام اور دھوکے سے بھرپور تحریر لکھنے کی کوشش کی ہے۔ جب موصوف قاری ظہور احادیث فضائل شیخین کریمین پر جرح کریں تو وہ درست اور جب ان کی پیش کردہ روایات کی حقیقت واضح کی جائے تو ناصبیت کا فتوی۔ اچھا طریقہ واردات ہے ان تفضیلیوں کا۔ بہرحال اس روایت کی تحقیق محدثین کرام کے اقوال سے واضح کی جاتی ہے۔

اول: اس روایت کو بیان کرنے والے امام حاکم خود اس راوی کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

وفي "تاريخ نيسابور" للحاكم: قال إسماعيل بن علية: كان أبو هارون يكذب في الحديث۔

امام حاکم کی تاریخ نیشاپور میں ہے کہ امام اسماعیل بن علیہ نے کہا کہ ابوہارون العبدی حدیث میں جھوٹا ہے۔

(اكمال على تهذيب الكمال ۱۰/ ۹ رقم ۳۹۱٦)

دوم: حافظ ابن ملقن اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قلت: أبو هارون ساقط.

یعنی میں کہتا ہوں کہ ابوہارون عمارہ بن جوین ساقط راوی ہے۔

(مختصر تلخيص الذهبى ۳٤۳/۱ رقم ۱۵۸)

سوم: امام بیہقی نے اس روایت کو اپنی کتاب شعب الایمان ۳/۴۵۱ رقم ۴۰۴۰ پر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

قال الشيخ أحمد : أبو هارون العبدي غير قوي

یعنی شیخ احمد نے فرمایا کہ ابوہارون العبدی قوی نہیں ہے۔ (شعب الايمان ۳/ ٤۵۱ رقم ٤۰٤۰)

ابوہارون العبدی عمارۃ بن جوین متروک راوی

قاری ظہور کی پیش کردہ روایت کی سند میں ایک راوی ابوہارون العبدی ہے جس کا نام عمارہ بن جوین ہے، اس کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق پیش خدمت ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہوسکے۔

۱۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

تركه يحيى القَطَّان. یعنی یحیی بن قطان نے اس سے روایت لینا ترک کردیا۔

(التاريخ الكبير ٦/ ۳۱۰۷، التاريخ الصغير ۲/ ٦۷ الضعفاء الصغير "۲۸۲")

۲۔ امام ابوزرعہ الرزای نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (أسامي الضعفاء ۲۵٤)

۳۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

قال أبو بكر العطار: قال عليٌّ بن المديني: قال يحيى بن سعيد: ضَعَّفَ شُعبة أبا هارون العبدي.

یعنی یحییٰ بن سعید نے فرمایا کہ امام شعبہ نے ابوہارون العبدی کو ضعیف کہا۔

(سنن ترمذی حدیث ۱۹۵۰)

۴۔امام نسائی لکھتے ہیں۔

متروكُ الحديثِ یعنی متروک الحدیث ہے۔ (الضعفاء والمتروکون ۵۰۰)

۵۔امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

* يَتَلَوّن، خارجيٌّ وشيعيٌّ، يَصْلح أن يُعتبر به بما يرويه عنه الثوري والحمادان.

یہ خارجی اور شیعہ دونوں سے متصف تھا،اور اس کی وہ روایت صرف اعتبار کے لیے نہ کہ احتجاج کے لیے لکھی جاسکتی ہے جو ثوری یا حماد بن سلمۃ یا حماد بن زید نے روایت کی ہو۔

(الضعفاء والمتروکون ۳۸۱)

۶۔حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عمارة بن جُوَيْن، بجيم، مصغر، أبو هارون العَبْدِي، مشهورٌ بكنيته: متروكٌ ومنهم من كذَّبه، شِيعِيٌّ،

عمارہ بن جوین۔۔ابوہارون العبدی جو اپنی کنیت سے مشہور ہے متروک اور اس میں شامل ہے جو جھوٹ بولتے ہیں،اور شیعہ ہے۔ (تقريب التهذيب ٤٨٤٠)

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔

"مجمع على ضعفه". یعنی اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

(لسان المیزان ۱/ ۱۲۲ ترجمہ ابراهیم بن العلاء الغنوی)

حافظ بن حجر عسقلانی اس کے ترجمہ میں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

شيعي متروك ومنهم من كذبه. یعنی شیعہ متروک اور بعض نے اسے کذاب کہا۔

(لسان المیزان ۹/ ۴۵۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نتائج الافکار میں لکھتے ہیں۔

"ضعيف جدًا اتفقوا على تضعيفه وكذبه بعضهم".

یعنی یہ سخت ضعف ہے اور اس کی تضعیف پر محدثین کرام کا اتفاق ہے اور بعض نے اس کو جھوٹ بولنے والوں میں بھی شمار کیا ہے۔ (نتائج الافكار ٢/ ٣٠٦)

حافظ ابن حجر اپنی کتاب تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں۔

"متروك". یعنی متروک راوی ہے۔ (التلخيص الحبير ٢/ ١٥٧)

۷-علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

متروک۔ یعنی متروک راوی ہے۔ (الكاشف :٤٠٠٣)

۸-محدث اب معین فرماتے ہیں۔

قَال ابن الجنيد عن ابن مَعِين: غير ثقة يكذب

محدث ابن معین نے کہا کہ یہ راوی ثقہ نہیں بلکہ جھوٹ بولتا ہے۔ (سؤالات ابن الجنيد: ١)

۹-محدث عثمان بن ابی شیبہ فرماتے ہیں۔

وقال عثمان بن أبي شيبة: كان أبو هارون العبدي كذاباً-

ابوہارون العبدی کذاب تھا۔ (تاريخ اسماء الضعفاء و الكذابين رقم٤٥٨)

۱۰-امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

سألته (يعني أبا عبد الله) : أبو هارون العبدي؟ قال: متروك الحديث.

یعنی امام اباعبداللہ احمد بن حنبل سے ابوہارون العبدی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔ (سؤالاته ابن ہانی ٢٢٧٠)

۱۱- ابن حبان نے اپنی سند سے ایک قول نقل کیا ہے۔

قال أبو داود السجستاني عن أحمد بن حنبل: متروك

یعنی امام ابوداود فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے متروک کہا۔ (المجروحين لابن حبان: ٢ / ١٧٧)

۱۲-امام شعبہ فرماتے ہیں۔

وَقَال شعيب بْن حرب، عن شعبة: لأن أقدم فيضرب عنقي أحب إلي من أن أقول: حَدَّثَنَا أَبو هارون-

امام شعبہ فرماتے ہیں کہ ابوہارون سے روایت لینے سے بہتر و محبوب ہے کہ میری گردن ماردی جائے۔

(ضعفاء العقيلي، ٣/ ٣١٣ رقم١٣٢٧)

۱۳-محدث امام حماد بن زید فرماتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن حدثني أبي نا محمد بن اسماعيل بن البختري الحساني حدثني خالد بن خداش عن حماد بن زيد قال: كان أبو هارون العبدي كذابا يروي بالغداة شيئا وبالعشي شيئا.

یعنی ابوہارون العبدی جھوٹا تھا وہ صبح کچھ اور رات کو کچھ ہوتا تھا۔

(الجرح والتعدیل: ٦/ ٣٦٣رقم ٢٠٠٥)

۱۴- محدث الجوزجانی فرماتے ہیں۔

كذاب مفترى: یعنی کذاب اور افتراء لگانے والا تھا۔ (أحوال الرجال: رقم ١٤٢)

۱۵- محدث ابن عراق الکنانی لکھتے ہیں۔

متروك -(تنزية الشريعة المرفوعه٢/ ٢٠٠)

۱۶- علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔

وفيه أبو هارون العبدي وأجمعوا على ضعفه-

اور اس میں ابوہارون العبدی ہے جس کے ضعف پر اجماع یا اتفاق ہے۔

(مجمع الزوائد١/ ٦٣٠ رقم١٥٦٧)

محدث ہیثمی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وفيه أبو هارون العبدي وهو متروك-

اور اس میں ابوہارون العبدی ہے اور یہ متروک ہے۔

(مجمع الزوائد٢/ ٢٨٥ رقم٥،٢٦٤٩/ ٥٨٩رقم٨،٩٦٧٠/ ٦٦ رقم١٢٧٣٦)

۱۷- علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

وَفِيهِ أَبُو هَارُونَ العَبْدِى شِيعِيٌّ مَتْرُوكٌ.

اور اس روایت میں ابوہارون العبدی شیعہ متروک راوی ہے۔

(جمع الجوامع٣/ ٣٣٠رقم٩١٤٣/ ٤٥٣)

۱۸- امام حاکم ابواحمد فرماتے ہیں۔

متروك الحديث. یعنی متروک الحدیث راوی ہے۔ (تهذيب الكمال٢١/ ٢٣٢ رقم٤١٧٨)

۱۹- محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔

كَانَ يروى عن أبي سَعيد ما ليس من حديثه لا يحل كتب حديثه إلا على جهة التعجب.

وہ ابوسعید کی سند سے ایسی بات نقل کرتا جو کہ ان کی حدیث میں ہوتی ہی نہی تھی، ابوہارون العبدی کی روایت لکھنا ہی حلال جائز نہیں سوائے تعجب اور حیرانگی کے۔ [یعنی لوگ اس کی روایات سے واقف ہوجائیں۔]

(المجروحين ٢/ ١٧٧)

۲۰۔ابن سعد نے کہا:

كَانَ ضعيفا فِي الحَدِيث: وہ حدیث میں ضعیف تھا۔ (طبقات ابن سعد: ۷/ ۲۴۶)

۲۱۔محدث محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں۔

و ابو هارون متروك الحديث یعنی ابوہارون العبدی متروک الحدیث راوی ہے۔

(ذخیرۃ الحفاظ ۵/ ۲۵۳۹)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ روایت میں ابوہارون العبدی راوی شیعہ متروک وکذاب راوی ہے۔اس لیے موصوف فیضی نے اس علت کو عوام الناس سے چھپایا۔اور اگر کوئی تفضیلی روایت کے متروک ہونے پر آئیں بائیں شائیں کرے تو پھر وہ اجازت دے کہ ایسی متروک روایات پھر دیگر صحابہ کرام کے بارے میں پیش کی جاسکیں۔ادھر آپ چیخنا شروع کردیتے ہیں کہ ضعیف و متروک و موضوع روایات پیش کیوں کی جب کہ اپنی کتب موضوع و متروک روایات سے لبریز پڑی ہوئی ہیں۔تفضیلیہ نے اچھا طریقہ ایجاد کیا ہے جس پر چور مچائے شور والا محاورہ ہی فٹ بیٹھتا ہے۔

"جس پر آپ نہ ہو، اے ابوالحسن" والی روایت پر ملا علی قاری کا تبصرہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ روایت کی اسنادی حیثیت واضح ہونے کے بعد مناسب ہے کہ اس کے متن پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اشکال بھی ملاحظہ کرلیجیے۔

قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ - رَحِمَهُ اللَّهُ: وَرَوَى الْحَاكِمُ حَدِيثَ عُمَرَ، وَزَادَ فِيهِ: فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ، وَلَوْ عَلِمْتَ تَأْوِيلَ ذَلِكَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَقُلْتَ كَمَا أَقُولُ ; {وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى} [الأعراف: ۱۷۲] فَلَمَّا أَقَرُّوا أَنَّهُ الرَّبُّ - عَزَّ وَجَلَّ، وَأَنَّهُمُ الْعَبِيدُ كَتَبَ مِيثَاقَهُمْ فِي رَقٍّ، وَأَلْقَمَهُ فِي هَذَا الْحَجَرِ، وَأَنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَهُ عَيْنَانِ، وَلِسَانٌ، وَشَفَتَانِ يَشْهَدُ لِمَنْ وَافَاهُ، فَهُوَ أَمِينُ اللَّهِ فِي هَذَا الْكِتَابِ، وَقَالَ لَهُ عُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا أَبْقَانِي اللَّهُ بِأَرْضٍ لَسْتَ بِهَا يَا أَبَا الْحَسَنِ. وَقَالَ: لَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَإِنَّهُمَا لَمْ يَحْتَجَّا بِأَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، وَمِنْ غَرَائِبِ الْمُتُونِ مَا فِي ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ فِي آخِرِ مُسْنَدِ أَبِي بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ رَجُلٌ رَأَى النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «أَنَّهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - وَقَفَ عِنْدَ الْحَجَرِ، فَقَالَ: " إِنِّي

لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ، وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَمَرَنِي رَبِّي أَنْ أُقَبِّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ» " فَلْيُرَاجَعْ إِسْنَادُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، فَإِنْ صَحَّ يُحْكَمُ بِبُطْلَانِ حَدِيثِ الْحَاكِمِ لِبُعْدِ أَنْ يَصْدُرَ هَذَا الْجَوَابُ عَنْ عَلِيٍّ، أَعْنِي قَوْلَهُ: " بَلْ يَضُرُّ، وَيَنْفَعُ " بَعْدَمَا قَالَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَضُرُّ، وَلَا يَنْفَعُ " ; لِأَنَّهُ صُورَةُ مُعَارَضَةٍ، لَا جَرَمَ أَنَّ الذَّهَبِيَّ قَالَ فِي مُخْتَصَرِهِ عَنِ الْعَبْدِيِّ: إِنَّهُ سَاقِطٌ، وَعُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - إِنَّمَا قَالَ ذَلِكَ، أَوِ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِزَالَةً لِوَهْمِ الْجَاهِلِيَّةِ عَنِ اعْتِقَادِ الْحِجَارَةِ الَّتِي هِيَ أَصْنَامٌ اھ.

ابن الہمام فرماتے ہیں کہ امام حاکم نے حدیث عمر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ہے اور اس میں زیادت کی ہے: یعنی حضرت علی نے فرمایا ہاں: اے امیر المومنین یہ فائدہ اور نقصان پہنچاتا ہے اور اگر اس کی تفسیر مجھے اللہ کی کتاب میں معلوم ہوتی تو میں یہ کہتا اور پھر آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب ارواح نے اقرار کر لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ خود بندے ہیں تو اللہ نے ان کے اس میثاق کو ورق میں لکھا پھر اس کو پتھر میں رکھا اور قیامت کے دن اس پتھر کو اٹھائے گا اس کی دو انکھیں اور زبان ہوگی اور دو ہونٹ ہوں گے اور جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا ہو اس کے لیے گواہی دے گا۔ پس یہ اللہ کا امین ہے اس کتاب پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ مجھے اس زمین پر باقی نہ رکھے جس پر آپ نہ ہوں، اے ابوالحسن۔

اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ابوہارون العبدی کو قابل احتجاج نہیں کہا ہے۔۔ یہ بہت بعید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ جواب بل یضر و ینفع صادر ہو، بعد اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یضر و لا ینفع کیونکہ صورت معارضہ کی ہے اور ذہبی نے ابو ہارون العبدی کے بارے میں کہا کہ وہ ساقط ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاہلیت کے وہم کو ختم کرنے کے لیے فرمایا تھا۔ الخ

(مرقاۃ المفاتیح ۵/ ۱۷۹٦)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ قاری فیضی کے پیش کردہ روایت متناً و سنداً دونوں طرح سے متروک و معلول ہے، جس سے علمی میدان میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے قول کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۴۳۲ پر لکھتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب نے تو اس بات کو صیغہ استمرار کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ قثنا عُبَیْدُ اللہِ الْقَوَارِیرِيُّ قَالَ: نا مُؤَمَّلٌ قثنا ابْنُ عُیَیْنَۃَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ: کَانَ عُمَرُ یَتَعَوَّذُ بِاللہِ مِنْ مُعْضِلَۃٍ لَیْسَ لَھَا أَبُو حَسَنٍ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مشکل سے اللہ تعالی کی پناہ مانگا کرتے تھے جس حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(شرح اسنی المطالب ص ۴۳۲ بحوالہ فضائل الصحابہ ۲/۸۰۳، رقم ۱۱۰۰، طبقات الکبری ابن سعد ۲/۴۲۱، صفۃ الصفوۃ ۱/۱۶۵، تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۶، سیر اعلام النبلاء ص ۶۲۸ سیرۃ، الاستیعاب ۳/۱۲۰۶، اسد الغابہ ۴/۱۱۰)

جواب

موصوف قاری ظہور کی پیش کردہ روایت میں مومل بن اسماعیل پر جمہور محدثین نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اس کے علاوہ اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا اور اگر اس کو صدوق بالفرض تسلیم کیا جائے تو محدثین نے اس کی منفرد روایات سے احتجاج کرنے بھی پر اعتراضات کیے ہیں۔ پھر ابن عیینہ کا حافظہ بھی آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، یہ ثابت کرنا قاری ظہور کا فرض ہے کہ وہ مومل بن اسماعیل کا سماع سفیان بن عیینہ سے قدیم تھا۔

۱۔مؤمل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی جرح

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے مومل بن اسماعیل پر جرح کی ہے۔

۱) ابن سعدؒ. ثقۃ کثیر الغلط. (طبقات ابن سعد ۵۰۱/ ۵)

۲) ابن سفیانؒ. یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا. (المعرفۃ والتاریخ ۵۲/ ۳)

۳) سلیمان بن حرب۔ کان لا یصحہ أن یحدث وقد یجب علی اھل العلم أن یقفوا.
(کتاب المعرفتہ ۳/ ۵۲)

۴) امام نسائی. مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء. (عمل الیوم واللیلۃ رقم ۸۵)
امام نسائی : کثیر الخطاء. (سنن النسائی ج ۲۶/ ٦)

۵) امام المروذیؒ: المؤمل إذا انفرد بحدیث وجب أن یتوقف ویثبت فیہ لأنہ کان سیئی الحفظ کثیر الخطاء. (تھذیب التھذیب ٦٨٢، تعظیم قدر الصلاۃ ۵۷٤/ ۲)

٦) امام احمد۔ یخطئی. (علل المروذی رقم ۵۳)

ے) امام جنید. قال یحیی بن معین حدث من حفظہ زیادۃ. (سوالات الجنید ٤٤٤)

۸) امام ابن عمار ۔وکان یحدث حفظاً فیخطئ الکثیر. (علل الحدیث ص ۱۰۷)

۹) امام ذہبیؒ۔ذکرہ فی المغنی فی ضعفاء۔(المغنی ٦٨٩/ ٢١)

۱۰) ابن ترکمانی۔مائل بہ تضعیف۔(الجواہر النقی ٣٠/ ٢)

۱۱) ابن قطلو بغاؒ۔مائل بہ تضعیف۔(تخریج الاحادیث اختیار قلمی)

۱۲) ابن حجرؒ۔صدق سئی الحفظ۔(تقریب التہذیب ٧٠٢٩)

۱۳) ابوزرعہؒ۔فی کتبہ ما خطأ کثیر۔(الجرح و التعدیل ١٦٤/ ٨)

۱۴) امام ساجی۔صدوق کثیر الخطاء ولہ اوہام۔(تہذیب التہذیب ١٠/ ٣٨١)

۱۵) ابن قانع۔صالح یخطئ۔(میزان الاعتدال ٥٣٢/ ٢)

۱۶) ابو بکر نیسابوری۔مؤمل حفظہ فھو غریب۔(السنن الکبری ٢١٣٤)

۱۷) امام ابن حبانؒ۔ربماء أخطاء۔(کتاب اثقات ١٨٧/ ٩)

۱۸) امام زرکلی۔فحدث من حفظہ فوقع الخطاء۔(اعلام ٣٣٤/ ٧)

۱۹) حافظ الزرکشیؒ۔قال البخاری منکر الحدیث۔(النکت للزرکشی ٢٩٧٢)

۲۰) امام بخاری۔منکر الحدیث۔(بحوالہ الجوہر النقی ٢٠٢)

۲۱) امام جوزی۔تفرد بہ مومل عن ثوری۔(العلل المتناہیۃ رقم ٣٣٩)

۲۲) ابن ابی حاتم۔وہم مؤمل فی لفظ متن ھذا الحدیث۔(علل الحدیث رقم ١١١٦)

۲۳) ابن نجارؒ۔مائل بہ ضعف۔(المستفاد ١٠٧٢)

۲۴) امام فاسی۔الذی تفرد بہ کثیر الخطاء۔(شفاء الغرام ١٢٣/ ١)

۲۵) ابن ملقن۔مؤمل بن اسماعیل صدوق وَقد تکلم فِیہ خ۔(البدر المنیر ٦٥٢/ ٤)

۲۶) ابن الفوارسؒ۔تفرد بہ مؤمل بن اسماعیل عن سفیان۔(البدر المنیر ٥٥٣/ ٧)

۲۷) امام دمیاطیؒ۔دفن مؤمل کتبہ وکان یحدث من حفظہ فکثر خطؤہ۔
(البدر المنیر ٥٥٣/ ٧)

۲۸) علامہ ہیثمیؒ۔ضعفہ الجمھور۔(مجمع الزوائد ٨٠٦٨)
مؤمل ثقۃ کثیر الخطأ۔(مجمع الزوائد، رقم ١١٤٣٤)

۲۹) امام طبرانی۔فإن کان مؤمل بن إسماعیل حفظہ فھو غریب۔
(المعجم الصغیر، رقم ٧٧٧)

۳۰) امام دار قطنی۔صدوق کثیر الخطاء۔(سوالات الحاکم ٤٩٢)

۳۱) ابن الھادی .تکلم فیه بعض الائمة و هو صدوق و لکنه کثیر الخطاء.
(مسائل جزاء الصید ۲/ ٤٥١)

۳۲) علامہ مناوی.مؤمل بن اسماعیل قال البخاری منکر الحدیث.
(فیض القدیر رقم ٦٨٦١)

۳۳) شعیب الارناؤط .سئی الحفظ.(صحیح ابن حبان ۳/ ۳۸)

۳۴) ابو حاتم.صدوق شدید فی السنة کثیر الخطاء یکتب حدیثه.
(الجرح و التعدیل ٣٧٤/ ٨)

امام ابو حاتم، امام ابن سعد، امام نسائی، امام ابن عمار، امام دار قطنی، امام مام ابوزرعہ، اماما ساجی، امام دمیاطی، علامہ ہیثمی اور امام بوصیری نے بھی کثیر الخطاء کہا ہے۔ اس مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مومل بن اسماعیل پر محدثین کرام کی مفسر جرح موجود ہے۔

۲۔سفیان بن عینیہ کا حافظہ متغیّر

پیش کردہ روایت میں سفیان بن عینیہ کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ثقة حافظ فقيه إمام حجة إلا أنه تغير حفظه بأخرة

ثقہ حافظ فقیہ امام حجۃ ہیں مگر ان کا آخری عمر میں حافظ میں تغیر آگیا تھا۔

(تقریب التھذیب: ٢٤٥١)

محدثین کرام کی ان جروحات کے ہوتے ہوئے حدیث کو صحیح کہنا تحکم کے علاوہ کچھ نہیں۔

انساب الاشرف کی پہلی سند کا جائزہ

اس روایت کی دیگر کتب میں مروی تمام اسانید ضعیف ہیں۔

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شيبه، عن مؤمل ابن إِسْمَاعِيلَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بن سعيد عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لا أَبْقَانِي اللَّهُ لِمُعْضِلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو حَسَنٍ.

(من انساب الاشراف رقم ۲/ ۹۹ رقم ۲۹)

۱۔جمل من انساب الاشراف میں بھی رقم ۲/۹۹ رقم ۲۹ میں مومل بن اسماعیل راوی ضعیف ہے۔

۲۔اور سفیان بن عینیہ کا حافظہ خراب تھا۔(تقریب التھذیب: ۲۴۵۱)

انساب الاشرف کی دوسری سند کا جائزہ

علامہ بلاذری اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنِ ابْنِ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سعيد بنحوه.

(جمل من أنساب الأشراف ۲/ ۹۹)

۱-جمل من انساب الاشراف ۲/۹۹رقم ۳۰ میں بعض اصحابنا مجہول ہے اور ابن وکیع پر محدثین نے جرح کی ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

كان صدوقا إلا أنه ابتلي بوراقه فأدخل عليه ما ليس من حديثه فنصح فلم يقبل فسقط حديثه

سفیان بن وکیع فی نفسہ صدوق تھا مگر اس کی تحریروں میں گڑبڑ ہوئی کہ اس میں وہ داخل کردیا گیا جو کہ اس حدیث میں نہیں ہوتی تھی اور جب اس کو اس کے بارے مین تنبیہ و نصیحت کی گئی تو اس نے ماننے سے انکار کردیا اور اس وجہ سے اس کی حدیث ساقط ہوگئی۔ (تقریب التهذيب: ٢٤٥٦)

۲-قاری ظہور فیضی کی پیش کردہ روایت میں سفیان بن عیینہ کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا۔حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ثقة حافظ فقيه إمام حجة إلا أنه تغير حفظه بأخرة

ثقہ حافظ فقیہ امام حجۃ ہیں مگر ان کا آخری عمر میں حافظ میں تغیر آگیا تھا۔(تقریب التهذيب: ٢٤٥١)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ بلاذری کی کتاب انساب الاشراف میں بعض اصحابنا جو کہ مجہول، سفیان بن وکیع ساقط الاعتبار، اور سفیان بن عیینہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال روایت ہے۔

طبقات ابن سعد کی روایت کا جائزہ

محدث ابن سعد نے پنی سند سے روایت نقل کی ہے۔

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ. أَخْبَرَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ. أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ. أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْضِلَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَبُو حَسَنٍ! (الطبقات الكبرى ۲/ ۲۵۸)

ابن سعد کی روایت کی سند تقریباً فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل والی ہے،جس میں مومل بن اسماعیل ضعیف

ہے اور ابن سعد نے خود مومل بن اسماعیل پر کثیر الخطاء کی جرح کی ہے اور سفیان بن عیینہ کا حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے روایت ناقابل استدلال ہے۔

ابن ابی الدنیا کی سند کی تحقیق

ابن ابی الدنیا سے منسوب ایک کتاب میں اس کی سند یوں نقل کی ہے۔

قال حدثني عبد الرحمن بن صالح نا يونس بن بكير عن عنبسة بن الأزهر عن سماك بن حرب قال كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول لعلي بن أبي طالب عندما يسأله من الأمر فيفرجه عنه لا أبقاني الله بعدك يا أبا الحسن.

(مقتل علي ابن أبي الدنيا ۱۰۸)

ابن الدنیا کی کتاب مقتل علی رقم ۱۰۸ کی سند میں راوی سماک بن حرب کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں۔

كان اختلط۔ یعنی اس کا حافظ خراب ہو گیا تھا۔ (السنن المجتبیٰ ۸/ ۳۱۹)

سماک بن حرب کا حافظہ خراب

امام نسائی اپنی دوسرے کتاب میں لکھتے ہیں۔

ليس ممن يعتمد عليه اذا انفرد بالحديث :
جب یہ کسی روایت میں منفرد ہو تو اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

(خصائص علی ص ٦٤ رقم ۴۳)

امام مزی اپنی کتاب میں امام نسائی کا ایک قول نقل کرتے ہیں۔

فإذا انفرد بأصل لم يكن حجة لأنه كان يلقن فيتلقن
جب یہ کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت حجت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے حافظہ خراب ہونے کی وجہ سے کوئی اس کو حدیث میں تلقین کرتا تو یہ اس کی بات کو قبول کر لیتا۔

(تحفته الشراف ۲۲۳۸)

امام نسائی کے اقوال سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب جب منفرد ہو تو اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی کیونکہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ تلقین کو قبول کرتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ سماک بن حرب نے نہیں پایا

مزید یہ کہ سماک بن حرب کا سماع حضرت عمر سے نہیں ہے بلکہ اس نے تو یہ زمانہ بھی نہیں پایا تھا اس لیے یہ روایت بھی ضعیف و معلول ہے۔

تفضیلیہ کا راگ

ان روایات پر اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں محدثین کے اقوال پر تفضیلیہ بہت چیں بچیں ہونگے کیونکہ ان کے پاس ان روایات پر محدثین کی جروحات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ پھر آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے کہیں گے کہ دیکھو انہیں فضائل اہل بیت سے چڑ ہے۔ جدھر کوئی فضائل اہل بیت کی روایت آتی ہے یہ ان پر جرح شروع کر دیتے ہیں اور کچھ تفضیلیہ تو ناصبیت کا فتوی اپنے جیب میں لے کر ہر وقت گھومتے رہتے ہیں ان کے خدمت میں عرض ہے کہ اگر آپ اپنے موقف پر ضعیف و متروک و موضوع روایات کو پیش کرنے پر ہی مصر ہیں تو پھر اس حضرات شیخین کریمین کی فضیلت اور خاص افضلیت پر مروی روایات پر کیا تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے راویوں پر پھر جرح کرتے ہوئے ان کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ موصوف قاری فیضی کی پیش کردہ ضعیف بلکہ متروک راویوں سے استدلال کرنا ہے تو پھر اسی مسئلہ پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ماننے سے کیا امر مانع ہے؟

"معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا" سے استدلال کی وجہ

اگر موصوف قاری ظہور فیضی پیش کردہ ضعیف احادیث جس میں متعدّد علتیں موجود ہیں اس کو تسلیم کرنے پر مصر اور بضد ہے تو پھر دیگر ضعیف روایات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیے جس میں ایک مجہول راوی کے علاوہ کوئی علت ضعف نہیں ہے۔

محدث ابن ابی شیبہ روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثنا أَبو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَشْيَاخِهِ؛ أَنَّ امْرَأَةً غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، ثُمَّ جَاءَ وَهِيَ حَامِلٌ، فَرَفَعَهَا إِلَى عُمَرَ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا، فَقَالَ مُعَاذٌ: إِنْ يَكُنْ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ، فَلاَ سَبِيلَ لَكَ عَلَى مَا فِي بَطْنِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: احْبِسُوهَا حَتَّى تَضَعَ، فَوَضَعَتْ غُلاَمًا لَهُ ثَنِيَّتَانِ، فَلَمَّا رَأَيهُ أَبُوهُ، قَالَ: ابْنِي، ابْنِي، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ، فَقَالَ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ تَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ، لَوْلاَ مُعَاذٌ هَلَكَ عُمَرُ.

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں۔ "مائیں اب معاذ جیسے آدمی کو جنم دینے سے عاجز آگئی ہیں۔ اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

مصنف ابن أبي شيبة٥/ رقم: ٢٨٨١٢، كتاب (الحدود) باب: من قال: إذا فجرت وهى حامل انتظر بها حتى تضع ثم ترجم ،مصنف عبدالرزاق٧/ ٣٥٤رقم ١٣٤٥٤، كتاب (الطلاق) باب: التى تضع لستين ، السنن الدارقطني٣/ رقم:٢٨١، سنن الكبرى البيهقى ٧ / رقم:١٥٣٣٥، كتاب (العدد) باب: ما جاء في أكثر الحمل ،تاريخ دمشق ابن عساكر ٥٨/ ٤٢٢، الاصابة ٦/ ١٣٧،

اب تفضیلیہ کو چاہیے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی قول پیش کریں تاکہ اصل حقیقت عوام کے سامنے واضح ہوسکے۔ ہم ان روایات کو اس لیے پیش نہیں کررہے کہ نعوذ باللہ من ذلک حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی علمی شان کو گھٹایا جاسکے یا ان کے علم کو کسی سے موازانہ کیا جاسکے؟ بلکہ ان روایات کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ تفضیلیہ و مخالفین ایسی روایات کو پیش کرکے وہ خاص مطلب اخذ کرتے ہیں جو کہ ثابت نہیں ہوتا۔ جب کہ ان روایات کو بطور الزام پیش کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ ایک روایت سے اپنا خاص مطلب پیش کررہے ہیں تو پھر اسی طرح دوسری روایت دوسرے کسی صحابہ کے بارے میں منقول ہے تو کیا اس کا بھی وہی مطلب ہوگا؟ جو آپ اپنی پیش کردہ روایت سے اخذ کررہے ہیں۔ جیسے کہ تفضیلیہ حضرت عمر کا قول [علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا] پیش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تمام علوم میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو بطور الزام یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر فرمان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ [علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا] سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علم کے بغیر گذارا نہیں ہوتا ثابت ہوتا ہے، تو پھر فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ [معاذ بن ہوتا تو عمر ہلاک ہوجاتا] بھی کتب احادیث میں موجود ہے، تو کیا اس سے روایت سے بھی یہ ثابت ہوگا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے علم کے بغیر گذارا نہیں ہوتا؟

جناب سائیں غلام رسول قاسمی صاحب نے بھی اسی نکتہ کو اپنی کتاب ضرب حیدری میں پیش کیا اور جناب ظہور فیضی کی بھی رگ تفضیلیت پھڑکی اور ناصبیت کا فتوی جڑدیا۔ ارے کچھ تو خدا کا خوف کرو، تم اپنے غلط و باطل استدلال کو کب تک سادات اور حب اہل بیت کا نام دے کر عوام الناس کے عقائد خراب کرنے کی جستجو کروگے؟ تم نے تو صحابہ کرام پر جو حرف گیری کی وہ تمھاری کتب منظر عام پر ہیں تم نے تو اکابرین اہل سنت کو بھی نہ چھوڑا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین اور اکابرین علماء اہل سنت نے تفضیلیہ کے ایک ایک اعتراض کا وہ وہ علمی جواب دیا کہ اس پر تمھارے پاس لعن طعن کرنے کے علاوہ کچھ رہ نہیں جاتا۔ بہرحال اس علمی گفتگو کو مزید آگے لے کر چلتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے استفسار کرنا

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اس روایت کو نقل کرنے کے بعد دبے لفظوں میں یہ اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

پھر فقط یہ بات نہیں کہ اچانک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ایک آدھ پیچیدہ مسئلہ حل ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر واہ واہ فرما کر شاباش دے دی بلکہ وہ تو مشکل مسائل کے حل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منتظر رہتے تھے کہ ان سے ملاقات ہو تو یہ مسائل ان سے حل کرائے جائیں۔ چنانچہ امام طبرانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّقَطِيُّ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي حَمَّادٍ الْعَطَّارُ الطَّرَسُوسِيُّ قَالَ: نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَغْرَاءَ قَالَ: نَا الْأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَوْدِيُّ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: يَا أَبَا حَسَنٍ، رُبَّمَا شَهِدْتَ وَغِبْنَا، وَرُبَّمَا شَهِدْنَا وَغِبْتَ، ثَلَاثٌ أَسْأَلُكَ عَنْهُنَّ، هَلْ عِنْدَكَ مِنْهُنَّ عِلْمٌ؟ قَالَ عَلِيٌّ: وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ وَلَمْ يَرَ مِنْهُ خَيْرًا، وَالرَّجُلُ يُبْغِضُ الرَّجُلَ وَلَمْ يَرَ مِنْهُ شَرًّا. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْأَرْوَاحَ فِي الْهَوَاءِ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ تَلْتَقِي، فَتَشَامُّ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ» . قَالَ عُمَرُ: وَاحِدَةٌ، وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ الْحَدِيثَ إِذْ نَسِيَهُ، إِذْ ذَكَرَهُ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنَ الْقُلُوبِ قَلْبٌ، إِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ، بَيْنَا الْقَمَرُ مُضِيءٌ إِذْ عَلَتْ عَلَيْهِ سَحَابَةٌ، فَأَظْلَمَ إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَأَضَاءَ، وَبَيْنَا الرَّجُلُ يُحَدِّثُ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ، فَنَسِيَ إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَذَكَرَ» . فَقَالَ عُمَرُ: اثْنَتَانِ، وَقَالَ: الرَّجُلُ يَرَى الرُّؤْيَا فَمِنْهَا مَا يَصْدُقُ، وَمِنْهَا مَا يَكْذِبُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ عَبْدٍ وَلَا أَمَةٍ يَنَامُ فَيَسْتَثْقِلُ نَوْمًا، إِلَّا عُرِجَ بِرُوحِهِ إِلَى الْعَرْشِ، فَالَّتِي لَا تَسْتَيْقِظُ إِلَّا عِنْدَ الْعَرْشِ فَتِلْكَ الرُّؤْيَا الَّتِي تَصْدُقُ، وَالَّتِي تَسْتَيْقِظُ دُونَ الْعَرْشِ فَهِيَ الرُّؤْيَا الَّتِي تَكْذِبُ» ، فَقَالَ عُمَرُ: ثَلَاثٌ كُنْتُ فِي طَلَبِهِنَّ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَصَبْتُهُنَّ قَبْلَ الْمَوْتِ]

فاروق اعظم کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو الحسن، اکثر آپ موجود ہوتے ہیں تو ہم نہیں ہوتے اور ہم ہوتے ہیں تو آپ نہیں ہوتے، تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں نے آپ سے دریافت کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کیا

ہیں ؟فرمایا انسان کسی شخص سے محبت کرتا ہے حالانکہ اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہوتا، اور کسی شخص سے بغض رکھتا ہے حالانکہ اسے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہوتا؟فرمایا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روحیں فضا میں باہم لشکر کی طرح رہتی ہیں، آپس میں ملاقات کرتی ہیں تو ایک دوسرے کو آزماتی ہیں، پس جن میں وہاں الفت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے جسمانی پیکر میں یہاں ایک دوسرے کو چاہتی ہیں اور جو وہاں غیر مانوس رہتی ہیں تو وہ اپنے جسمانی پیکر میں یہاں ایک دوسرے سے بغض رکھتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک بات تو حل ہو گئی۔

پھر فرمایا: انسان بات کرتے کرتے اچانک بھول جاتا ہے حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ اسے یاد ہے؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دلوں میں سے کوئی دل ایسا نہیں مگر اس کے لیے ایک ابر ہے جیسے کہ چاند کے سامنے بادل آجاتا ہے، چاند ہمارے سامنے روشن ہوتا ہے مگر جب اس کے سامنے بادل آجاتا ہے تو وہ تاریک ہو جاتا ہے اور جب اس سے بادل ہٹ جاتا ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے، اور اسی طرح بندہ ہمارے درمیان بات کر رہا ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر بادل چھا جاتا ہے تو وہ بات کو بھول جاتا ہے اور جب وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے بات یاد آجاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو باتیں تو حل ہو گئیں۔ پھر فرمایا: انسان خواب دیکھتا ہے جن میں بعض سچے ہوتے ہیں اور بعض جھوٹے؟ فرمایا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی بندہ یا بندی نیند کرتے ہیں پھر جب اس کی نیند گہری ہوتی ہے تو اس کی روح عرش کی طرف پرواز کرتی ہے، پھر جس کی آنکھ عرش کے قریب کھلتی ہے تو اس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جو عرش سے دور ہوتا ہے تو اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَقَالَ عُمَرُ: ثَلَاثٌ كُنْتُ فِي طَلَبِهِنَّ، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَصَبْتُهُنَّ قَبْلَ الْمَوْتِ

تین باتیں تھیں جن کی میں طلب میں تھا، الحمد اللہ میں نے انہیں پالیا۔

(شرح اسنی المطالب ص ۴۳۴ بحوالہ المعجم الاوسط ۶/۱۰۵۔۱۰۶ حدیث ۵۲۱۶، کتاب الروح ابن قیم ص ۴۳، ۴۲، مجمع الزوائد ۱/۱۶۲ و طبع ۱/۳۹۸ حدیث ۷۳۸، و طبع ۱/۲۱۸ حدیث ۷۳۸، جمع الجوامع ۱۳/۱۰۷)

جواب

گذارش ہے کہ قاری فیضی کی پیش کردہ روایت کے سند پر تو بحث الگ ہے۔ اس میں چند نکات محل نظر ہیں۔

اول: حضرت عمر کے قول کا ثبوت؟

یہ روایت مستدرک حاکم ۴/۴۳۹، رقم ۸۱۹۹ پر موجود ہے مگر اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جملہ یا قول موجود نہیں

ہے۔ موصوف قاری ظہور فیضی نے معجم الاوسط[معرفۃ الصحابہ ۴/۱۹۶۸]کی سند تو نقل کی جس میں حضرت عمر رضی اللہ کا آخری جملہ موجود ہے مگر مستدرک حاکم کے متن اور سند کو قصداً چھپالیا جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آخری قول موجود ہی نہیں ہے۔

دوم: محمد بن عبداللہ الطرطوسی مجہول

اگر معجم الاوسط[اور معرفۃ الصحابہ ۴/۱۹۶۸] کی روایت کا مطالعہ کریں تو اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن ابی حماد الطرطوسی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"مقبول ":یعنی اس کے روایت بغیر متابعت قبول نہیں ہوگی۔(تقریب التہذیب ۶۰۱۲)

سوم: ازہر بن عبداللہ خراسانی عدم توثیق

پیش کردہ روایت کی سند میں ایک راوی ازہر بن عبداللہ الاودی خراسانی کی توثیق کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔اس لیے اس کی توثیق وتعدیل پیش کرنا اہم ہے۔

چہارم: محدثین کا حدیث پر منکر کا حکم

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

حدیث منکر ۔یعنی یہ حدیث منکر ہے۔ (تلخیص المستدرک ٤/ ٤٣٩ رقم ٨١٩٩)

ابن ملقن کلام نقل کرتے ہیں۔

قلت: حديث منكر، لم يصححه الحاكم، وكأن الآفة فيه من أزهر بن عبد الله الأَوْدي.

یعنی یہ حدیث منکر ہے ،اس کی امام حاکم نے تصحیح نہیں کی اور یہ آفت ازہر بن عبداللہ الاودی کی طرف سے ہے۔

(مختصر تلخیص الذهبي ٧/ ٣٢٠٣ رقم ١٠٧٢)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ ذہبی کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال الذهبي في تلخيصه هذا حديث منكر لم يتكلم عليه المصنف وكان الآفة فيه من أزهر.

علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، مصنف حاکم پر کوئی کلام نہیں کیا اور کہا کہ یہ آفت ازہر بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔ (لسان المیزان ١/ ٣٣٩ رقم ١٠٤٨)

جرح مفسر وعلت قادحہ

محدث عقیلی لکھتے ہیں۔

أزهر بن عبد الله خراساني عن محمد بن عجلان حديثه غير محفوظ من حديث بن عجلان۔

ازھر بن عبداللہ خراسانی کی محمد بن عجلان سے حدیث غیر محفوظ ہے۔

(ضعفاء للقیلی ۱/ ۱۳۵ رقم۱۶۶)

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔

"رواه الطبراني في الأوسط، وفيه أزهر بن عبد الله، قال = العقيلي: حديثه غير محفوظ عن ابن عجلان، وهذا الحديث يعرف من حديث إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن الحارث، عن علي موقوفاً، وبقية رجاله موثقون".

اس حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب معجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ازھر بن عبداللہ ہے۔ محدث عقیلی نے کہا کہ ازھر بن عبداللہ کی ابن عجلان سے روایت غیر محفوظ ہے اویہ حدیث اسرائیل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی سے موقوف پہچانی جاتی ہے اوراس کے بقیہ رجال موثوق ہیں۔

(مجمع الزوائد۱/ ۳۹۸ رقم۷۳۸)

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہوا کہ محدث عقیلی کی ازھر بن عبداللہ عن ابن عجلان پر جرح مفسر ہے ،اور یہ علت قادحہ اس حدیث کو منکر بناتی ہے جیسے کہ محدثین نے اس کا قول کیا ہے۔

پنجم: محمد بن عجلان طبقہ ثالثہ کا مدلس

پیش کردہ روایت میں ایک راوی محمد بن عجلان کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب طبقات المدلسین ص ۱۴۹-۱۵۰ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔اور موصوف قاری فیضی نے تو اپنی کتاب حقیقۃ التفضیل میں ابن جریج کی تدلیس پر بہت شور مچایا اور اس علت کی وجہ سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی افضلیت والی روایت پر طعن کیا ہے۔ فیضی کے اس روایت پر تمام اعتراضات کے جوابات پر الگ کتاب میں دے جائینگے ان شاءاللہ۔

بہرحال یہ روایت تو خود فیضی کے اصول کے تحت ضعیف ثابت ہوئی۔اس لیے اس سے استدلال کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہوئے کوئی شرمندگی تو محسوس ہونی چاہیے۔

میری امت کا بڑا قاضی؟

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۱۹، پر لکھتے ہیں۔

"امام جزری المقری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے قاضی ہونے کا ذکر فقط دو صحابہ یعنی سیدنا فاروق اعظم اور بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، حالانکہ یہ بات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أقضى أمتي علي

میری امت کا سب سے بڑا قاضی علی ہے"۔الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۵۱۹، ۵۲۸ بحوالہ مصابیح السنۃ ۴/۱۸۰ رقم ۴۷۸۷، شرح السنۃ ۱۴/۱۳۲۔۔۔)

جواب: مرسل روایت

گذارش ہے کہ جناب قاری صاحب نے مصابیح السنۃ ۴/۱۸۰، شرح السنۃ ۱۴/۱۳۲ للبغوی نے جو حوالہ دیا اس کو مکمل اور محدث بغوی کا اس پر حکم بھی پیش کردیتے تو عوام الناس کے سامنے بات واضح ہوجاتی۔ محدث بغوی کی مکمل عبارت کچھ یوں ہے۔

قُلْتُ: وَرُوِيَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، مُرْسَلا وَفِيهِ: وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ۔

یعنی: میں کہتا ہوں اور معمر عن قتادہ سے مرسل روایت میں الفاظ اقضاھم علی کے الفاظ بھی ہیں۔

(مصابيح السنة ٤/ ١٨٠ ،شرح السنة ١٤/ ١٣٢)

محدث بغوی کے قول سے واضح معلوم ہوا کہ روایت میں الفاظ واقضاھم علی ایک مرسل روایت میں ہیں۔ جبکہ محدث بغوی نے متن کے الفظ واقضاھم علی لکھے نہ کہ اقضی امتی علی لکھے۔ اس لیے محدث بغوی کی طرف اقضی امتی علی کے الفاظ کا انتساب درست نہیں ہے۔

محدث بغوی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا، اس کو محدث عبد الرزاق نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن عاصم بن سليمان عن أبي قلابة قال معمر وسمعت قتادة يقول قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ارحم أمتي بأمتي أبو بكر وأقواهم في أمر الله عمر وأصدقهم حياء عثمان وأمين أمتي أبو عبيدة بن الجراح وأعلم أمتي بالحلال والحرام معاذ وأقرؤهم أبي وأفرضهم زيد قال قتادة في حديثه وأقضاهم علي-

(مصنف عبدالرزاق ١/ ٢٢٥ رقم ٢٠٣٨٧)

مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

وإرسال هذا الحديث عن معمر عن قتادة أصح من إيصاله۔

اور یہ روایت معمر عن قتادہ مرسل اصح ہے متصل سے۔ (الفصل للوصل المدرج في النقل ۲/ ٦٨٧)

اس لیے یہ ثابت ہوا کہ اصل حدیث میں الفاظ و اقضاھم علی ہے نہ کہ و اقضاھم امتی علی. اور یہ روایت مرسل ہے نہ کہ مرفوع متصل۔اور قاری ظہور احمد فیضی کا شرح اسنی المطالب ص۵۲۸ پر یہ لکھنا کہ "بتلائیے،کیا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو امتی کے لفظ سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے؟"بھی غلط ثابت ہوا۔

کیونکہ موصوف کی پیش کردہ روایت جب ثابت نہیں اور علم حدیث و اسماء الرجال کے تحت یہ مرفوع نہیں بلکہ مرسل روایت ہے تو کس طرح اس ضعیف یا مرسل روایت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شامل کیا جا سکتا ہے؟

"اقضاکم علی" کی تحقیق: سنن ابن ماجہ کی اسنادی حیثیت

قاری ظہور احمد شرح اسنی المطالب ص۵۲۹ پر لکھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ:]

"أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ"۔

میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہے، دین الہی میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے، سب سے زیادہ باحیا عثمان ہے، سب سے بڑا قاضی علی ہے، کتاب الہی کا سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے، حلال و حرام کا سب سے بڑا عالم معاذ بن جبل ہے، علم میراث کا بڑا عالم زید بن ثابت ہے۔ اور یاد رکھو، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔ رضی اللہ عنھم

(شرح اسنی المطالب ص۵۲۹ بحوالہ سنن ابن ماجہ ۱/۱۰۲ رقم ۱۵۴، المصنف عبدالرزاق ۱۰/ ۲۲۰ رقم ۲۰۵۵۵، و۲۸۴۷___)

روایت کی سند تحقیق کے آئینہ میں

قاری ظہور کی پیش کردہ روایت تو بظاہر اصحیح ہے مگر اس روایت کی علت خفی یا علت قادحہ پر محدثین کرام نے تصریحات بھی پیش کی ہیں۔اور اگر ان تصریحات کے بعد بھی کوئی ناصبیت یا خارجیت کا فتویٰ دیتا ہے تو اس کو ان اکابرین پر بھی فتویٰ لگانا پڑے گا۔اور اگر ان تصریحات میں کسی ایک صحابی کی بھی نعوذ باللہ تنقیص یا ان کے فضائل سے چڑنا ثابت ہوتا ہے تو اس الزام سے بھی توبہ و استغفار ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں محبت اہل بیت اور عظمت صحابہ پر قائم رہنے کی ہمت و طاقت عطا کرے۔

محدث حاکم النیشاپوری کے نزدیک روایت معلول ہے

محدث حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال أبو عبد الله : وهذا من نوع آخر علته فلو صح بإسناده لأخرج في الصحيح إنما روى خالد الحذاء عن أبي قلابة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : [أرحم أمتي] مرسلا وأسند ووصل [إن لكل أمة أمينا وأبو عبيدة أمين هذه الأمة] هكذا رواه البصريون الحفاظ عن خالد الحذاء و عاصم جميعا وأسقط المرسل من الحديث وخرج المتصل بذكر أبي عبيدة في الصحيحين)۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ علت حدیث کی یہ دوسری قسم ہے اگر یہ روایت اپنی سند کے لحاظ سے صحیح ہوتی تو صحیح میں بھی لائی جاتی۔خالد الحذاء، ابو قلابہ سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ارحم امتی۔۔۔الخ مرسلا مروی ہے۔جسے مسند بنا کر پیش کر دیا گیا ہے اور ان لکل امة امينا و ابو عبيده امين هذه الامة کو بھی ساتھ ہی جوڑ دیا گیا ہے۔بصری حفاظ نے خالد الحذاء اور عاصم دونوں نے اسی طرح اسے روایت کیا ہے اور صحیحین میں ابو عبیدہ کے ذکر کے ساتھ جو متصل روایات ہے اس میں یہ ارسال نہیں ہے۔[یعنی صحیحین میں صرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے]

(معرفة علوم الحديث ۱/ ۱۷٤ معرفة علل الحديث)

محدث حاکم کے کلام سے واضح ہوا کہ ارحم امتی۔۔۔الخ والی روایت مرسل ہے۔

حافظ ابن حجر کا کلام کہ روایت مرسل ہے

وَقَدْ أُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ وَسَمَاعُ أَبِي قِلَابَةَ مِنْ أَنَسٍ صَحِيحٌ إِلَّا أَنَّهُ قِيلَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ هَذَا وَقَدْ ذَكَرَ الدَّارَقُطْنِيُّ الِاخْتِلَافَ فِيهِ عَلَى أَبِي قِلَابَةَ فِي الْعِلَلِ وَرَجَّحَ هُوَ وَغَيْرُهُ كَالْبَيْهَقِيِّ

والخطيب في المدرج أنَّ الموصول منه ذِكرُ أبي عبيدة والباقي مُرسَلٌ —
اس روایت میں علت ارسال بیان ہوئی، اور راوی ابو قلابہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع تو صحیح ہے سوائے یہ کہ ابو قلابہ نے یہ خاص روایت نہیں سنی [یعنی تدلیس کی ہے] اور دار قطنی نے کتاب العلل میں ابو قلابہ سے مروی ہونے اختلاف نقل کیا ہے اور اس کو راجح قرار دیا ہے جو محدث بیھقی اور خطیب بغدادی نے اپنی کتاب المدرج میں کہا کہ یہ روایت جس میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا [صرف] ذکر ہے وہ موصول ہے اور اس کے علاوہ باقی روایات مرسل ہیں۔(التلخیص الحبیر ۳/ ۱۸۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے واضح ہوا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جس روایت میں خاص ذکر ہے وہ موصول ہے اور اس کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کا ذکر مرسل روایات میں سے ہے۔

امام دارقطنی کی تحقیق میں منقطع

محدث دار قطنی فرماتے ہیں۔

قَالَ الدَّارَقُطْنِيّ : لِأَن ذَلِك لم يسمعهُ أَبُو قلَابَة من أنس ، وَإِنَّمَا هُوَ مُنْقَطع .
کہ یہ روایت [ارحم امتی۔۔۔الخ] ابو قلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی اور یہ منقطع روایت ہے۔(البدر المنیر ۷/ ۱۹۰)

خطیب بغدادی کی تحقیق میں مرسل

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

فَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي قِلَابَةَ فَالصَّحِيحُ مِنْهُ الْمُسْنَدُ الْمُتَّصِلُ ذِكْرُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَسْبُ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ مُرْسَلٌ غَيْرُ مُتَّصِلٍ، وَاللهُ أَعْلَمُ.
اور حدیث ابو قلابہ میں مسند متصل وہ روایت صحیح ہے جس میں صرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔اس کے علاوہ دیگر روایات [جس میں دیگر صحابہ کرام کا ذکر ہے] مرسل غیر متصل ہیں۔واللہ اعلم
(الفص للوصل المدرج فی نقل ۲/ ۶۸۷)

محدث ابو نعیم کی تحقیق کے مطابق غیر ثابت

محدث ابو نعیم لکھتے ہیں۔

أَنَّ الْحَدِيثَ الَّذِي اعْتَلَلْتَ بِهِ حَدِيثٌ غَيْرُ ثَابِتٍ،
بے شک پیش کردہ حدیث [جس سے دلیل پکڑی] غیر ثابت ہے۔(تثبیت الامامة و ترتیب الخلافة ۱/۲۷۹)

محدث ابن عبد البر کی تحقیق کے مطابق مرسل

وروي من حديث أبي قلابة عن أنس ومنهم من يوريه مرسلاً وهو الأكثر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " أرحم أمتي بأمتي أبو بكر أقواهم في دين الله عمر وأصدقهم حياء عثمان أقضاهم علي بن أبي طالب وأقرأهم أبي بن كعب وأفرضهم زيد بن ثابت وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وما أظلت الخضراء ولا أقلت الغبراء على ذي لهجة أصدق من أبي ذر ولكل أمة أمين وأمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح.

اور جو روایت ابی قلابہ عن انس کی سند سے بیان کی جاتی ہے اس میں جو مرسل روایت اکثر بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتیوں میں رحم دل امتی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔۔۔۔۔۔الخ

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۱/ ۲۲ ترجمہ ابی بن کعب)

محدث ابن عبد البر کی تحقیق سے بھی یہ واضح ہوا کہ اکثر جو روایت فضائل میں ارحم امتی بیان کی جاتی ہے وہ مرسل ہے۔ دیگر محدثین کرام کی تحقیق سے یہ نکتہ واضح ہوا کہ حدیث ارحم امتی۔۔الخ کی کوئی سند متصل صحیح نہیں ہے اور جو دیگر صحیح متصل مرویات ہیں ان میں اقضاھم علی کے الفاظ موجود نہیں ہیں اور یہ قول مرفوع متصل روایت سے ثابت نہیں ہے۔

روایت کی مزید تحقیق علامہ سخاوی نے اپنی کتاب المقاصد الحسنہ ص ۱۳۵ پر تفصیل سے کی ہے، صاحبان مطالعہ علامہ سخاوی کی کتاب پڑھ کر خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حدیث ارحم امتی۔۔۔الخ پر اصول اسماء الرجال و حدیث کے تحت کلام کرنے پر کیا خارجیت یا ناصبیت کا الزام درست ہو سکتا ہے؟ علامہ سخاوی نے اقضاھم علی کے بارے میں یہ واضح لکھا ہے کہ یہ حدیث متصل مرفوع سے ثابت نہیں مگر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اقضاھم علی کہنے پر کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ مگر قاری ظہور احمد فیضی صاحب کا دعوی تھا کہ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے۔ اس لیے موصوف کے دعوی کے مطابق یہ روایت ثابت نہیں ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے موقوف روایت کے ہم منکر نہیں ہیں۔ اور یہ ثابت ہوا کہ علماء نے بالکل درست فرمایا کہ اس قول کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو شیخین کریمین اس سے مستثنی ہونگے۔ یعنی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ اس امت کی سب سے بڑے قاضی شخصیات میں سے ہیں۔

مسندابی یعلی کی روایت کا تحقیق جائزہ۔" اقضاھم علی "کی اسنادی حیثت

قاری ظہور احمد اس کے متصل شرح اسنی المطالب ص۵۲۹ پھر لکھتے ہیں۔

یہ ہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، البتہ اس کے شروع کے الفاظ ارحم امتی کی بجائے ارءف امتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْأَفُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي الْإِسْلَامِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ»]

(شرح اسنی المطالب ص۵۲۹ بحوالہ مسند ابی یعلی ۵/۱۶۲ رقم ۵۷۳۶، المستدرک ۳/۵۳۵ رقم ۵۷۸۴، اتحاف الخیرۃ المھرۃ ۷/۱۶۰ رقم ۶۵۷۲، المطالب العالیہ ۴/۸۵ رقم ۴۰۳۱ [" تاریخ دمشق " (۱۹/ ۳۱۱) (۳۹/ ۹۵)])

سند تحقیق کے آئینہ میں

قاری ظہور کی پیش کردہ دوسری مسند ابی یعلی کی پیش کردہ روایت ضعیف ومتروک ہے۔

محمد بن الحارث الحارثی متروک راوی

اول: اس روایت میں محمد ابن الحارث الحارثی کو محدثین کرام نے ضعیف اور متروک کہا ہے۔

۱۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ ضعیف۔(تقریب التہذیب: ٥٧٩٧)

۲۔ محدث ابن معین فرماتے ہیں۔

ليس بشيء. یعنی یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

(تاريخ الدوري ٤/ ٢٢٩ رقم ٤٠٩٢)

۳۔ محدث فلاس فرماتے ہیں۔

روى عن ابن البيلماني أحاديث منكرة، متروك الحديث.

یعنی یہ ابن البیلمانی سے منکر احادیث بیان کرتا، متروک الحدیث ہے۔

(الكامل لابن عدي ٧/ ٣٧٨)

۴۔ محدث ابن عدی فرماتے ہیں۔

عامة ما يرويه غير محفوظ. یہ جو عام روایات بیان کرتا ہے وہ غیر محفوظ ہیں۔ (الکامل ۷/ ۳۸۲)

۵۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔

منكر الحديث جدًا. یعنی سخت منکر الحدیث ہے۔(المجروحین ۲/ ۲۹۳، الثقات ۹/ ۵۷)

محمد بن عبدالرحمن البیلمانی متروک راوی

دوم: مذکورہ روایت میں محمد بن الحارث الحارثی کا شیخ محمد بن عبدالرحمن البیلمانی بھی ضعیف و متروک راوی ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

اتفقوا على ضعفه۔ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔(نتائج الافکار ۱/ ۲٤۸)

❀ حافظ ابن حجر عسقلانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"ضعيف جدًا، قال ابن عدي: "كل ما يرويه ابن البيلماني فالبلاء منه"، وقال ابن حبان: "روى عن أبيه نسخة قدر مائتي حديث كلها موضوعة.

سخت ضعیف ہے اور ابن عدی نے کہا کہ وہ تمام روایات جو ابن البیلمانی سے مروی ہیں وہ آفت اس کی طرف سے ہے اور ابن حبان نے کہا کہ محمد بن عبدالرحمن البیلمانی عن ابیہ کے نسخہ سے تقریبا ۲۰۰ روایات بیان کرتا ہے وہ تمام موضوع ہیں۔ (النتائج ۲/ ۳۹۳)

۲۔ ابن معین فرماتے ہیں:

ليس بشيء: حدیث میں کچھ چیز نہیں ہے۔(تاریخ الدارمي رقم ۷٤۰)

۳۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

منكر الحديث. یہ منکر الحدیث ہے۔(الضعفاء الصغير رقم ۳۲۹)

۴۔ امام نسائی فرماتے ہیں۔

منكر الحديث. یہ منکر الحدیث ہے۔(الضعفاء والمتروكين رقم ۵۵۱)

۵۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

منكر الحديث. یہ منکر الحدیث ہے۔ (الجرح والتعديل ۷/ ۱۱۱)

۶۔ محدث ابن عدی فرماتے ہیں۔

الضعف على حديثه بيّن. اس کی حدیث کا ضعف صاف واضح ہے۔ (لکامل ۷/ ۳۸۶)

۷۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔

حدث عن أبيه بنسخة شبيهًا بمائتي حديث كلها موضوعة لا يجوز الاحتجاج به ولا ذكره في الكتب إلا على جهة التعجب۔

اس نے اپنے والد کے نسخہ سے سو روایات بیان کیں اور ان میں تمام روایات موضوع ہیں، اس سے احتجاج کرنا جائز نہیں اور نہ ہی کتاب میں اس کا ذکر کیا جائے، مگر اس کی روایات بطور تعجب [لوگوں پر عیاں کرنے کے لیے]۔ (المجروحين ٢/ ٢٦٤)

۸۔ امام ابو نعیم فرماتے ہیں۔

منکر الحدیث۔ منکر الحدیث ہے۔(الضعفاء للابو نعیم: رقم٢١٦)

پیش کردہ تحقیق سے واضح ہوا کہ مسند ابی یعلی کی حدیث موضوع و متروک ہے۔ اس کے ساتھ محدث ابن حبان کے حوالہ میں اہم بات یہ ہے کہ اس حوالہ سے ان لوگوں کا جواب بھی ہوجاتا ہے کہ جو طوطے کی طرح رٹا لگاتے ہیں کہ اگر راوی کذاب تھا یا روایت موضوع تھی تو پھر محدثین کرام نے اس کو اپنی کتاب میں کیوں نقل کیا؟ اکثر کذاب راوی کی روایات کو محدثین کرام اس لیے نقل کرتے ہیں تاکہ اس کو بطور تعجب دیگر لوگوں پر واضح کرنے کے لیے نقل کی جائیں۔

اقضاکم علی کا پر تکلف معنی یا حقائق سے چشم پوشی؟

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ موصوف قاری صاحب نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص۷۵۲ پر جو " **اقضاکم علی کا پر تکلف معنی** " کا عنوان قائم کر کے شرح اسنی المطالب ص۷۵۲ تا ص۷۵۳۰ پر جو علامہ نووی اور علامہ باقلانی کے قائم کردہ اشکالات پر طعن کیا ہے وہ بھی رفع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ موصوف نے یہ دعوی کیا تھا کہ اقضاکم علی کے الفاظ حدیث مرفوع سے ثابت ہیں جبکہ علامہ سخاوی نے المقصد الحسنہ میں اس کے بارے میں تحقیقی طور پر لکھا ہے کہ یہ موقف ہی درست نہیں ہے اور متعدد محدثین سے اس کی اسنادی حیثیت پر بھی کلام پیش کر دیا گیا ہے۔ جس کے بعد علامہ نووی کا حکم بالکل درست ہے۔

امام باقلانی کا قول

امام باقلانی لکھتے ہیں۔

فان قالوا: فانه قال: اقضاكم علی،قيل لهم يحتمل ان يكون عن جماعة منهم دون سائرهم.

پس اگر وہ کہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے علی تمھارا اقضی ہے تو نہیں روکا جائے گا: احتمال ہے کہ اس سے حضور ﷺ کی مراد سب صحابہ کی بجائے ان میں سے کچھ لوگ ہوں۔

(مناقب الائمہ اربعہ ص ۲۷۸)

امام باقلانی کے قول سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قابل بحث الفاظ اقضاکم علی تھے نہ کہ اقضاکم امتی۔ اس لیے دیگر غیر ثابت روایات کو پیش کر کے ان علماء و متکلمین کے کلام کو تکلف کہنا شاید خود ایک تکلف ہے۔

امام نووی کی تحقیق

امام نووی لکھتے ہیں۔

وأما حديث: "أَقْضَاكُمْ عليٌّ" فليس فيه أنه أقضى من أبي بكر وعُمر رضي الله عنهما؛ فإنه يقتضي أنه أقضى من المخاطَبين، ولم يثبت كونهما كانا من المخاطبين ولا يلزم من كون واحد أقضى من جماعة؛ أن يكون أقضى من كل واحد، ولا يلزم من كونه أقضى أن يقلده غيرُه-

اور باقی رہی حدیث اقضاکم علی تو اس میں یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑے قاضی تھے کیونکہ اس فرمان کا تقاضا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بڑے قاضی ہوں جو اس وقت مخاطب تھے، اور یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ دونوں حضرات بھی مخاطبین حاضرین میں موجود تھے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو شخص ایک جماعت سے اقضی ہو یعنی بڑا قاضی ہو تو وہ ہر ایک سے بڑا قاضی ہو، اور نہ یہ لازم ہے کہ اقضی کی دوسرا شخص تقلید کرے۔ (فتاوی الامام نووی ص ۲۵۱)

امام نووی کے کلام سے بھی واضح ہوا کہ اقضاکم علی حدیث میں اقضاکم امتی کے الفاظ غیر معتبر ہیں۔ ان غیر معتبر روایات کو عوام الناس کے سامنے پیش کر کے یہ تاثر دینا [کہ اس میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ شامل ہیں] غلط اور تکلفات کے قبیل سے ہی ہے۔ قاری ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۳۰ تا ص ۵۴۰ تک قاضی کی شرائط اور اس کی استعداد پر مختلف حوالہ جات پیش کیے ہیں، ان تمام حوالہ جات کا ماحصل یہ ہی ہے اقضی میں علم اور فراست سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ جبکہ یہ دونوں امور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں بتمام و کمال موجود تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۱۵/ ۲٦۹ رقم ٦٨٥٤) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صحیح بخاری: ۸۲، ۳۶۸۱ کو سب سے زیادہ علم عطا کرنے کی واضح تصریح موجود ہے۔ جبکہ صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت

بھی موجود ہے۔

حدثنا يحيى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال أخبرني أبو أمامة بن سهل بن حنيف عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينا أنا نائم رأيت الناس عرضوا علي وعليهم قمص فمنها ما يبلغ الثدي ومنها ما يبلغ دون ذلك وعرض علي عمر وعليه قميص اجتره قالوا فما أولته يا رسول الله قال الدين۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو قمیص پہنے ہوئے تھے ان میں سے بعض کی قمیص صرف سینے تک تھی اور بعض کی اس سے بھی چھوٹی اور میرے سامنے عمر پیش کیے گئے تو وہ اتنی لمبی قمیص پہنے ہوئے تھے کہ چلتے ہوئے زمین پر لگتی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی تعبیر کیا کی؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دین مراد ہے۔

(صحيح بخاري: ٣٦٩١ بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، صحيح مسلم: ٢٣٩)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محدث یعنی صاحب فہم و فراست کہنا واضح طور پر ثابت ہے۔ اب اس کے بعد بھی کوئی حضرات شیخین کریمین کی اعلمیت یا افضلیت ہونے پر شک کرے تو پھر احادیث صحیحہ کا دوبارہ صحیح اور ترتیب و منہج سے مطالعہ کرے۔

شیخین کریمین کو قاضی بنا کر نہ بھیجنے کی وجہ

قاری ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۳۱ پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کسی دوسرے صحابی کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پہلے قاضی نہیں بنایا گیا۔ اس مقام پر یہ نکتہ قابل تحقیق ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کسی دوسرے صحابی کو کسی علاقہ کا قاضی نہ بنانا اس وقت عدم شرائط یا اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے تھا یا اس کی کوئی دوسری وجہ تھی۔

أَخْبَرَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْدَانَ الصَّيْرَفِيُّ، بِمَرْوَ، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ الْفَضْلِ، ثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثنا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ إِلَى الْآفَاقِ رِجَالًا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السُّنَنَ وَالْفَرَائِضَ، كَمَا بَعَثَ عِيسَى

ابْنُ مَرْيَمَ الْحَوَارِيِّينَ» ، قِيلَ لَهُ: فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ قَالَ: «إِنَّهُ لَا غِنَى بِي عَنْهُمَا، إِنَّهُمَا مِنَ الدِّينِ كَالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ-

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ: البتہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ بھیجوں ہر طرف لوگوں کو، کہ سکھائیں لوگوں کو سنن وفرائض جیسا کہ بھیجا تھا حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیوں نہیں بھیجتے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان دونوں سے بے پرواہ [یعنی ان کے بغیر] نہیں رہ سکتا۔ اس لیے کہ یہ دونوں امور دین میں مثل سمع وبصر ہیں یعنی کان اور آنکھ۔

المستدرک حاکم ۳/ ۷۸ رقم ۴۴۴۸، مسند الشامیین (۱/ ۲۸۳، رقم ۴۹۴). السنة ابن ابی عاصم (۲/ ۵۷۵، رقم ۱۲۲۲)، تاریخ دمشق ابن عساکر (۴۴/ ۶۹)، معجم ابن الاعرابی ۱/ ۱۹۸ رقم ۳۵۰

مذکورہ روایت میں حفص بن عمر ضعیف راوی ہے، جس کی دوسری سند السنة ابن ابی عاصم میں بھی موجود ہے۔ جبکہ اس کا متن دیگر روایات سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اس مقام پر مذکورہ روایت کو بطور الزام فریق مخالف کے لیے پیش کیا گیا۔

اس روایت سے ان لوگوں کا اعتراض رفع ہوجاتا ہے جو لوگوں کے اذہان میں یہ شک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے صحابی کو یمن کا قاضی بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟ جس سے یہ تاثر دینا مقصد ہوتا ہے کہ شاید کسی دوسرے صحابی میں یہ قاضی کی شرائط ہی نہیں تھیں یا پھر ان میں شرائط کامل نہیں تھیں۔ مذکورہ روایت سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو اس لیے کسی علاقہ کا گورنر یا قاضی نہیں بنا کر بھیجا کہ ان شخصیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے پرواہ نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ حضرات شیخین کریمین کا حیثیت دین میں کان اور آنکھ کی تھی۔

مذکورہ حدیث سے یہ نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام قاضی اور گورنر کی اہلی صفات کو حضرات شیخین کریمین سے متصف کرتے تھے اور وہ تمام صحابہ میں حضرات شیخین کریمین کو اس کا اہل سمجھتے تھے اس لیے صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہی نام لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست

امام بخاری ایک حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنْ نَبِيٍّ وَلَا مُحَدَّثٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہیں۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے بنی اسرائیل کی امتوں میں کچھ لوگ ایسے ہوا کرتے تھے کہ نبی نہیں ہوتے تھے اور اس کے باوجود فرشتے ان سے کلام کیا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے تو وہ حضرت عمر ہیں۔۔۔

(صحیح بخاری رقم ۳۶۸۹ کتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب عمر، صحیح مسلم ۲۳۹۸ کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر)

محدثون کا مطلب جس پر الہام کیا گیا

محدثون کے مطلب کو علماء اور محدثین نے بہت واضح انداز سے بیان کیا ہے۔ محدث ابن وہب فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: تَفْسِيرُ مُحَدَّثُونَ: مُلْهَمُونَ

امام ابن وہب نے فرمایا کہ لفظ محدثون کا معنی ہے: ملھمون یعنی وہ نفوس جس پر الہام کیا گیا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۹۸)

محدثون کا مطلب جن کی زبان پر فرشتے کلام کریں

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

قَوْلُهُ مُحَدَّثُونَ بِفَتْحِ الدَّالِ جَمْعُ مُحَدَّثٍ وَاخْتُلِفَ فِي تَأْوِيلِهِ فَقِيلَ مُلْهَمٌ قَالَهُ الْأَكْثَرُ قَالُوا الْمُحَدَّثُ بِالْفَتْحِ هُوَ الرَّجُلُ الصَّادِقُ الظَّنِّ وَهُوَ مَنْ أُلْقِيَ فِي رُوعِهِ شَيْءٌ مِنْ قِبَلِ الْمَلَإِ الْأَعْلَى فَيَكُونُ كَالَّذِي حَدَّثَهُ غَيْرُهُ بِهِ وَبِهَذَا جَزَمَ أَبُو أَحْمَدَ الْعَسْكَرِيُّ وَقِيلَ مَنْ يَجْرِي الصَّوَابُ عَلَى لِسَانِهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ وَقِيلَ مُكَلَّمٌ أَيْ تُكَلِّمُهُ الْمَلَائِكَةُ بِغَيْرِ نُبُوَّةٍ وَهَذَا وَرَدَ

مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوعًا وَلَفْظُهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ وَكَيْفَ يُحَدَّثُ قَالَ تَتَكَلَّمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى لِسَانِهِ۔

محدث میں دال پر زبر ہے، اور محدثون محدث کی جمع ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد صاحب الہام ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ محدث وہ شخص ہے جس کا گمان صادق ہو اور وہ شخص جس کے دل میں کوئی بات ملاء اعلیٰ سے القاء کی گئی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ جس کی زبان پر بلا قصد صحیح بات آجائے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ محدث سے مراد مکلم ہے یعنی جو نبی نہ ہو مگر اس سے فرشتے کلام کریں اور یہ تفسیر حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محدث کون ہے؟ فرمایا جس کی زبان پر فرشتے کلام کرتے ہوں۔

(فتح الباری ۷/ ۵۰، و طبع ۸/ ۴۳ طبع دار الکتب العلمیہ)

اصحاب سفیان بن عیینہ کا قول محدثون سے مراد فہم وفراست

امام ترمذی فرماتے ہیں:

أخبرني بعض أصحاب ابن عيينة قال "محدثون": يعني: مفهمون۔

بعض اصحاب ابن عیینہ نے کہا کہ محدثون سے مراد فہم والے ہے۔ (سنن الترمذي ۳۶۹۳)

ابن قتیبہ کے نزدیک محدثون کا معنی

ابن قتیبہ اپنی کتاب میں محدثون کا معنی کچھ یوں لکھتے ہیں۔

يصيبون إذا ظنوا و حدسوا۔

جو خیال کرے یا محسوس کرے وہ درست و صحیح ہو۔ (غريب الحديث ۱/ ۳۱۲)

علامہ ابن التین کا قول کہ محدثون سے مراد صاحب فراست

علامہ ابن التین محدثون کا معنی کرتے ہیں کہ

يعني: متفرسون: اور ابن التین نے کہا کہ یعنی فراست والے۔

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح ۱۹/ ۶۳۸)

علامہ القابسی کا قول کہ محدثون وہ جس سے ملائکہ کلام کریں

محدث ابن ملقن اپنی کتاب التوضیح میں علامہ القابسی کا قول نقل کرتے ہیں۔

وقال القابسي: تكلمهم الملائكة

اور علامہ القابسی نے کہا کہ جس سے ملائکہ گفتگو کریں۔

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح ۱۹/ ۶۳۸)

قاضی شوکانی کا قول محدث صاحب فراست ہوتا ہے

قاضی شوکانی لکھتا ہے۔

والمحدَّث الصَّادِق الظَّن المُصِيب الفراسة. وَحَدِيث: " اتَّقوا فراسة المُؤمن فَإِنَّهُ يرى بنور الله " أخرجه التِّرْمِذِيّ وَحسنه.

اور محدث جس کا گمان صحیح و درست اور فراست ہو۔ جیسے کہ حدیث ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(قطر الولی للشوکانی ۱/ ۲۳۵)

امام مناوی کے نزدیک محدثون کا معنی جس کی زبان پر درست بات

امام مناوی، روایت میں محدث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(قد كَانَ فِيمَا مضى قبلكُمْ من الْأُمَم أناس محدثون) بِفَتْح الدَّال المُشَدّدَة جمع مُحدث بِالْفَتْح: أَي ملهم أَو صَادِق الظَّن أَو من يجْرِي الصَّوَاب على لِسَانه بِلَا قصد أَو تكَلمه الْمَلَائِكَة بِلَا نبوة-

تم سے پہلی قوموں میں ایسے لوگ تھے جن میں لوگ محدث ہوتے تھے۔۔۔ محدث سے مراد جس پر الہام ہو یا جس کا گمان بھی سچا و درست ہو یا جس کی زبان پر بغیر ارادہ کے ہی صحیح بات جاری ہو، یا جس کے ساتھ فرشتہ کلام کریں بغیر نبوت کے۔

(التیسیر بشرح جامع الصغیر ۲/ ۱۹۳)

شاہ ولی اللہ دہلوی کا کلام

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

اور محدث کے نفس کو علم کے بعض معاون پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہیں بہت جلد رسائی ہو جاتی ہے اور وہاں سے وہ شخص ان چیزوں کے علوم کو اخذ کر لیتا ہے جن کو خدا تعالی نے وہاں نبی کریم ﷺ کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم کے لیے مقرر کیا ہے اگرچہ آنحضرت ﷺ پر ہنوز ان علوم کے

متعلق وحی نہیں نازل ہوتی جیسے کوئی شخص اپنے خواب میں بہت سے حوادث کا معائنہ کرتا ہے کہ ملکوت میں جن کے پیدا کرنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے اور محدث کا خاصہ ہوتا ہے کہ بہت سے حوادث میں قران اس کی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواب میں اس قسم کا معائنہ کرتے ہیں کہ اپنی سیر ہونے کے بعد آپ نے اسے دودھ دیا ہے۔ (حجة الله البالغه ص ٤٤٥ طبع لاهور)

امام مناوی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر الہام اور فرشتوں کا کلام کرنا

امام مناوی اپنی دوسرے کتاب میں تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(قد كان فيما مضى قبلكم من الأمم) في رواية من بني إسرائيل (أناس محدثون) قال القرطبي: الرواية بفتح الدال اسم مفعول جمع محدث بالفتح أي ملهم أو صادق الظن وهو من ألقى في نفسه شيء على وجه الإلهام والمكاشفة من الملأ الأعلى أو من يجري الصواب على لسانه بلا قصد أو تكلمه الملائكة بلا نبوة أو من إذا رأى رأيا أو ظن ظنا أصاب كأنه حدث به وألقى في روعه من عالم الملكوت فيظهر على نحو ما وقع له وهذه كرامة يكرم الله بها من شاء من صالح عباده وهذه منزلة جليلة من منازل الأولياء۔

حدیث سابقہ امم میں اور روایت میں بنی اسرائیل میں سے لوگ محدث ہوتے۔امام قرطبی فرماتے ہیں: محدثون روایت میں فتحہ حرف دال کے ساتھ اسم مفعول اور محدث کی جمع فتحہ کے ساتھ۔ محدث کا مطلب، جس پر الہام ہو یا اس کا ظن صحیح ہو، جو اس کے نفس پر القاء ہوا اور جو ملاء اعلی کا مکاشفہ کرتا ہو یا جس کی زبان پر بغیر قصد یا ارادہ کے حق بات جاری ہو یا جس سے فرشتہ بات کریں بغیر نبوت کے یا پھر وہ کہ جب وہ کوئی رائے دے یا اس کا ظن اس طرح درست ہو جیسے اس کو بتایا گیا یا عالم الملکوت سے اس کے دل میں وہ ڈالا جاتا ہے اور اس پر ایسے ہی ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ اس کے ساتھ ہوا ہو۔اور ایسی کرامت اللہ کی طرف سے کرم ہے جو اپنے صالح لوگوں میں سے جسے چاہے دیتا ہے اور یہ منزلت ورتبہ ولایت میں بہت بلند و عالی مقام ہے۔ (فيض القدير ٤/ ٥٠٧)

امام قرطبی کے نزدیک محدثون کا معنی فراست اور سمجھداری

امام قرطبی لکھتے ہیں۔

ومحدَّثون- بفتح الدال- هي الرواية اسم مفعول، وقد فسَّر ابن وهب المحدَّثين بالملهمين، أي: يُحدَّثون في ضمائرهم بأحاديث صحيحة، هي من نوع الغيب، فيظهر على نحو ما وقع لهم، وهذه كرامة يكرم الله تعالى بها من يشاء من صالحي عباده، ومن هذا النوع ما يقال عليه: فراسة وتوسُّم، كما قد رواه الترمذي من حديث أبي سعيد الخدري ـ رضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ: اتَّقوا فراسة المؤمن، فإنَّه ينظر بنور الله، ثم قرأ: {إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ}

اور ابن وہب نے محدثین کی وضاحت جن پر الہام ہو، سے کی ہے۔۔۔یہ غیب کی ایک قسم ہے اور ان محدثین پر ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ ان پر وقوع ہو۔اور یہ کرامت خاص اللہ کے کرم سے ان صالح لوگوں پر ہوتا ہے جس اللہ چاہے۔اور اس کی ایک قسم جسے فراست اور سمجھداری سے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے کہ امام ترمذی نے حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ نے قران کی آیت تلاوت کی کہ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سمجھداروں کے لیے۔(المفهم للقرطبی٦/ ٢٦٠)

صدیق پر امور غیبیہ کا القاء

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

صدیق ومحدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریبۃ الاخذ ہوتا ہے جیسے گندک کو آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے، پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اس کے نفس میں اس بات کی بے انتہاء وقعت ہوتی ہے اور اس کے دلی شہادت سے قبول کرلیتا ہے یہاں تک کہ گویا اس کا علم اس کے نفس میں بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے اور اس معنی کی طرف اشارہ ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی آواز کی بھن بھناہٹ سنتے تھے اور صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں لامحالہ رسول کی محبت اس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ اس سے زیادہ درجہ نہیں ہے پس وہ شخص اپنے جان ومال کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ہر حال میں اس کے ساتھ موافقت کرنے میں رہتا ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حال سے خبر دیتے ہیں اس بات کی کہ اپنے مال اور محبت میں وہ شخص سب سے زیادہ احسان کرنیوالا ہے اور حتی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے گواہی دی تھی کہ اگر آمیوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو صدیق اس کا اہل تھا،اور اس کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کی طرف سے صدیق کے نفس کی طرف انوار وحی کا درود پے در پے ہوتا تھا پھر جبکہ تاثیر و تاثر اور فعل اور انفعال مکرر ہوتا ہے اس لیے اس کو فنا اور فدا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اور جب کہ اس کا کمال جو اس کا غایت مقصود ہے آپ کی صحبت میں رہنے اور آپ کے کلام کے سننے سے حاصل ہوتا ہے اس لیے وہ شخص بنسبت اور صحابہ کرام کے آپ کی خدمت بابرکت میں زیادہ رہتا ہے۔ اور صدیق کی علامت ہے کہ بہ نسبت اوروں کے خواب کی تعبیر میں اس کو زیادہ مناسبت ہو کہ اس کی سرشت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اول سبب سے امور غیبیہ کا اس پر القاء ہوتا ہے۔ اور اسی سبب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر واقعات میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے تعبیر دریافت فرماتے تھے اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لائے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ٤٤٤ ص ٤٤٥)

علماء کے اقوال سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان و دل پر حق الہام ہوتا تھا اور یہ خاص وہبی مقام اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ اور جس کا علم وہبی ہو اس کی درستگی اور اعلمیت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور یہ یاد رہے کہ محدثیت کے اس مقام سے بلند و بالا صدیقیت کا مقام ہے۔ اس لیے کوئی یہ شک نہ کرے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بڑے اعلم و اقضی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں آنکھوں کے درمیان فرشتہ

محدث ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيع عَنْ سُفْيَانَ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الله: مَا رَأَيت عُمَرَ إِلاَّ وَكَأَنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہوتا جو انہیں سیدھی راہ دکھاتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸/ ۲۵ رقم ٣٢٦٤٦-٣٤١٥١)

علامہ طیبی نے شرح طیبی علی مشکوۃ المصابیح ۲۲۹/۱۱ اور ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح ۱۶۹/۱۱ پر محدث کا اسی معنی کو بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے درمیان ہوتا جس ان کو حق بات دکھاتا تھا۔ اس لیے یہ نکتہ تو ثابت ہوا کہ حضرت عمر کا کلام حق اور صواب پر ہی مبنی ہوتا تھا۔ ذہول یا نسیان یا عدم توجہ علم کی نفی کو ثابت نہیں کرتا یا دوسرے کو فائق ثابت نہیں کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق

محدث کے بارے میں مزید واضح تصریح حدیث نبوی ﷺ میں موجود ہے۔ امام ترمذی روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبو عَامِرٍ العَقَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ الله، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ. وقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ أَوْ قَالَ ابْنُ الخَطَّابِ فِيهِ، شَكَّ خَارِجَةُ، إِلاَّ نَزَلَ فِيهِ القُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق ڈال دیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جس میں لوگوں نے اپنی رائیں پیش کیں ہوں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی رائے دی ہو، مگر قرآن اس واقعہ سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی رائے کے موافق نہ اترا ہو۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث ۳۶۸۲)

عرب محقق شعیب الارنووط مسند امام احمد بن حنبل کی حدیث ۵۱۴۵ کے حاشیہ میں لکھتا ہے حدیث صحیح۔

تخریج

مسنده أحمد (٥/ ١٤٥ رقم ٢١٢٩٥)، فضائل الصحابة (١/ ٢٥٢ رقم ٣١٧، التدوين الرافعي (٣/ ٢٧١)، تاريخ ابن عساكر (٤٨/ ٧١)، مسند الشاميين الطبراني (٢/ ٣٨٢ رقم ١٥٤٣) المستدرك الحاكم (٣/ ٨٦ - ٨٧)، المدخل إلى السُّنن الكبرى البيهقي (ص ١٢٤ رقم ٦٦)، الحلية الاولياء أبو نعيم (٥/ ١٩١)، أصول الاعتقاد اللالكائي (٢٤٩٠)، سنن أبو داود (٢٩٦٢) في الخراج، باب في تدوين العطاء، سنن ابن ماجه (١٠٨) باب فضل عمر، طبقات ابن سعد (٢/ ٣٣٥) مسند امام أحمد (٥/ ١٦٥، ١٧٧)، فضائل الصحابة (١/ ٢٥١، ٣٥٧ رقم ٣١٦، ٥٢١)، المعرفة والتاريخ الفَسَوي (١/ ٤٦١)، ابن أبي شيبة (٦/ ٣٥٦ رقم ٣١٩٥٩) باب ما ذُكر في فضل عمر، السُّنة ابن أبي عاصم (٢/ ٥٨١ رقم ١٢٤٩)، أنساب الأشراف البلاذري (ص ١٤٩ - ١٥٠)، مسند الشاميين الطبراني (٤/ ٣٦٣ رقم ٣٥٦٥)، شرح السُّنة البغوي (١٤/ ٨٥ رقم ٣٨٧٦)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے کہ حضرت عمر کی زبان اور دل پر حق نازل ہوتا تھا۔ جس کے دل اور زبان پر حق الہام ہوتا ہو اس کے بارے میں نتیجہ اخذ کرنا بہت آسان ہے۔

فرشتوں کا کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر

امام احمد بن حنبل اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْبَجَلِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَهْبٍ السُّوَائِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ، فَقَالَ: " مَنْ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ " فَقُلْتُ: أَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: " لَا خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، وَمَا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ سکینہ فرشتوں کی ایک قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام کرتی ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۲۰۱ رقم ۸۳٤ طبع الرسالہ)

عرب محقق شعیب الارنووط لکھتا ہے. اسنادہ قوی۔

(حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل رقم ۸۳٤)

علامہ سندھی لکھتے ہیں۔

قوله:"جعل الله الحق على لسان عمر وقلبه: "قال السندي:أي أن الله تعالى ألهمه الحق، ووفقه للتكلم به.

یعنی مذکورہ روایت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی حق بات کو الہام کرتا ہے اور اس متکلم کے کلام کے مطابق ہی کرتا ہے۔(حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل رقم 834)

علامہ تور بشتی لفظ سکینہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قَالَ التُّورِبِشْتِيُّ أَيْ: لَمْ يَكُنْ نُبْعِدُ أَنَّهُ يَنْطِقُ بِمَا يَسْتَحِقُّ أَنْ تَسْكُنَ إِلَيْهِ النُّفُوسُ، وَتَطْمَئِنَّ بِهِ الْقُلُوبُ، وَأَنَّهُ أَمْرٌ غَيْبِيٌّ أُلْقِيَ عَلَى لِسَانِهِ، وَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ أَرَادَ بِالسَّكِينَةِ الْمَلَكَ الَّذِي يُلْهِمُهُ ذَلِكَ الْقَوْلَ۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں جانتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کلام کرتے ہیں جس کے ساتھ نفوس کو تسکین اور قلوب کا طمانیت اور اطمینان ملتا اور وہ غیبی بات تھی جو آپ کی زبان پر جاری ہوئی یا سکینہ سے مراد فرشتہ بھی ہو سکتا ہے جو حق اور موزوں بات دل میں ڈالتا ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱/ ۱۹۰ و طبع ۹/ ۳۸۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح گمان کرتے ویسے ہی ہوتا

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُولُ إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا ...

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوئی جیسا وہ اس کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرتے تھے۔

(صحیح بخاری ۳۸٦٦)

ان پیش کردہ اقوال سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عالم ظاہر و باطن کا وافر حصہ ملا اور احادیث سے ان کی فہم وفراست کے ساتھ ان پر الہام خاص ثابت ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد بھی کوئی ان کو سب سے بڑے قاضی نہ مانے تو اس کو کیا کہا جاسکتا ہے؟ جب اقضی کی بیان کردہ شرائط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں بتمام وکمال موجود ہیں تو اقضاکم کے عموم میں ان کو کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ مقام صدیق تو اس سے بھی مقدم اور فائق تر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یقین

محدث ابن عساکر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو البركات عبد الوهاب بن المبارك أنا أبو الفضل بن خيرون أنا أبو القاسم عبد الملك بن محمد أنا أبو علي بن الصواف نا محمد بن عثمان نا أبي وعمي أبو بكر قالا نا وكيع عن سفيان عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال كان رأي عمر كيقين غيره -أخبرنا أبو القاسم الشحامي أنا أبو نصر بن موسى أنا يحيى بن إسماعيل أنا عبد الله بن محمد بن الحسن نا عبد الله بن هاشم نا وكيع نا سفيان عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال كان رأي عمر كيتين-

حضرت طارق بن شہاب نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ان کے غیر کے لیے یقین کی طرح ہے۔

(تاريخ دمشق ٤٤/ ٢٨١)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جھوٹ وسچ کے تفریق کی وہبی صلاحیت

أخبرنا أبو البركات الأنماطي أنا أحمد بن الحسن أنا عبد الملك أنا أبو علي نا محمد بن الحسين بن عبد الأول نا حفص بن غياث عن أشعث عن الحسن قال إن كان أحد

يعرف الكذب إذا حدث به أنه كذب فهو عمر بن الخطاب

اشعث بن عبدالملک الحمرانی از حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گفتگو میں جھوٹ کی پہچان ہوجایا کرتی تھی تو وہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ تھی۔

(تاريخ دمشق ٤٤/ ٢٨١)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے باطنی خلافت وولایت سے سرفراز کیا اور کثیر سلاسل اولیاء کی انتہاء انہی پر ہوتی ہے، ان کے اس باطنی ولایت سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ایک ایسا ملکہ تھا جس سے وہ بولنے والے کی بات کی حقیقت کا ادراک کر لیتے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے یا سچ۔ جبکہ موصوف قاری ظہور احمد عہدہ قضا کے لیے فہم وفراست کی اہمیت کے متعدّد حوالہ جات دیے۔ اب ان سے کوئی یہ پوچھے کہ جناب یہ وہی فہم وفراست بھی بڑے قاضی ہونے کو کیا ثابت نہیں کرتے؟

جبکہ اس قول کی تائید صحابی طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ [جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو کی مگر کوئی روایت منقول نہیں ہے، مگر خلفاء اربعہ سے سماع وروایت ثابت ہے] کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فہم وفراست وادراک حقیقت

حافظ ابن عساکر اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

أخبرنا أبو الحسن بختيار بن عبد الله ببوسنج أنا أبو القاسم عبد الملك بن علي بن خلف بن شعبة الحافظ بالبصرة نا أبو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي نا أبو العباس محمد بن أحمد بن أحمد بن حماد المقرى الأثرم نا علي بن حرب الطائي سفيان عن مسعر عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال إن كان الرجل ليحدث عمر بالحديث فيكذب الكذبة فيقول احبس هذه ثم يحدثه بالحديث فيقول احبس هذه فيقول له كلما حدثتك حق إلا ما أمرتني أن أحبسه۔

حضرت سید طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی بات بیان کرتا اور اس میں جھوٹ ملا ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو روک دیتے، وہ پھر بیان کرتا پھر روک دیتے، جب وہ بیان کر لیتا تو کہتا کہ میں نے جو کچھ بیان کیا وہ حق ہے مگر جتنے حصے کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو روک دوں وہ حق نہیں تھا۔ (تاريخ دمشق ٤٤/ ٢٨٢)

امام مناوی کے نزدیک محدثون کا معنی

امام مناوی، روایت میں محدث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(قد كَانَ فِيمَا مضى قبلكُمْ من الْأُمَم أنَاس محدثون) بِفَتْح الدَّال الْمُشَدّدَة جمع مُحدث بِالْفَتْح: أَي ملهم أَو صَادِق الظَّن أَو من يجْرِي الصَّوَاب على لِسَانه بِلَا قصد أَو تكَلمه الْمَلَائِكَة بِلَا نبوة۔

تم سے پہلی قوموں میں ایسے لوگ تھے جن میں لوگ محدث ہوتے تھے۔۔۔ محدث سے مراد جس پر الہام ہو یا جس کا گمان بھی سچا و درست ہو یا جس کی زبان پر بغیر ارادہ کے ہی صحیح بات جاری ہو، یا جس کے ساتھ فرشتہ کلام کریں بغیر نبوت کے۔ (التیسیر بشرح جامع الصغیر ۲/ ۱۹۳)

امام مناوی کے قول کے الفاظ [تكَلمه الْمَلَائِكَة بِلَا نبوة یعنی جس کے ساتھ فرشتہ کلام کریں بغیر نبوت کے] قابل غور ہیں۔ یہ ایسا مقام اور وصف ہے جس کا نہ کوئی موازنہ اور نہ تقابل ہو سکتا ہے۔ اس مقام سے بلند و بالا صرف مقام صدیقیت ہے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی فائز ہیں۔

نکتہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محدثیت، زبان و دل پر حق بات کا القاء ہونا، فہم و فراست اور معاملہ فہمی تو صحیح روایات سے ثابت ہو گیا، ان میں سے کون سا ایسا وصف ہے جو کمال پر نہیں اور ایک بڑے قاضی کے شرط پر وہ پورا نہیں اترتے؟

شیخین کریمین میں قاضی کی شرائط

بلکہ خود موصوف قاری فیضی نے شرح اسنی المطالب ص ۵۳۵۔۵۳۶ پر علامہ ابوالحسن سندھی کا کلام " اقضکم علی " کے تحت نقل کیا ہے۔

قِيلَ: هَذِهِ مَنْقَبَةٌ عَظِيمَةٌ لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِالْحَقِّ وَالْفَصْلَ بينَهُ وَبَيْنَ الْبَاطِلِ يَقْتَضِي عِلْمًا كَثِيرًا وَقُوَّةً عَظِيمَةً فِي النَّفْسِ

" یہ عظیم فضیلت ہے، اس لیے کہ حق کا فیصلہ اور حق و باطل کے مابین فرق کرنا کثیر علم کا اور باطن میں عظیم قوت کا تقاضہ کرتا ہے۔" (شرح سنن ابن ماجہ ۱/ ۱۰۲)

جب قضاء کے بنیادی نکات حق و باطل کے مابین فرق اور حق فیصلہ کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بطور احسن ثابت ہے تو کیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کمال اقضی پر حرف گیری یا اعتراض ہو سکتا ہے؟ کیوں ان کی علمی حیثیت اور فراست کو اپنے مقام سے الگ پیش کیا جانے لگا ہے؟

امام قرافی اور شیخ ابو غدہ کے کلام پر ایک نظر

جناب خلیل الرحمن قادری صاحب کا ایک مضمون سوئے حجاز مارچ ۲۰۱۰ میں شائع ہوا جس کے ص ۴۴۳ تا ص ۴۴۶ تک انہوں نے اقضاکم علی کے بارے میں امام قرافی کی کتاب الاحکام کی عبارت پر حاشیہ الاحکام ص ۴۴۶ تا ۶۱ تک سے شیخ ابو غدہ کا کلام نقل کیا ہے، جس میں قاضی کا اعلم ہونا ثابت کیا گیا۔

گذارش ہے کہ علامہ قرافی اور شیخ ابو غدہ کے کلام کو سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے۔

علامہ قرافی کے کلام کا سباق

علامہ قرافی اپنے کلام کے ابتداء کچھ یوں کرتے ہیں۔

"مفتی اور قاضی کے اختیارات کے درمیان تو فرق واضح ہو چکا ہے ان دونوں اور سربراہ مملکت کے اختیارات میں کیا فرق ہے؟

جواب: **مفتی، قاضی اور سربراہ مملکت کے اختیارات میں وہی نسبت ہے جو کل کی نسبت جزء یا مرکب کی نسبت اپنے بعض اجزاء کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ پہلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے۔ کیونکہ سربراہ مملکت کے پاس فیصلہ کرنے کا اختیار بھی ہوتا ہے اور فتوی دینے کا بھی۔** اور اس کے علاوہ بھی اختیارات اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کا تعلق افتاء اور قضاء سے نہیں ہوتا۔۔۔ **ہر سربراہ مملکت قاضی اور مفتی ہوتا ہے** جبکہ قاضی اور مفتی پر سربراہ مملکت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے بھی ان امتیازات و کمالات کے بارے میں روشنی ملتی ہے آپ نے فرمایا: اقضاکم علی و اعلمکم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل۔ تم میں سے سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حلال و حرام کے مسائل کو سب سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مروا ابا بکر یصلی بالناس۔ لوگوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔** علماء کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منتظر تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے بارے میں صراحۃ وحی نازل ہو کہ جو کہ نازل نہیں ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں نائب بنانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام ہوا تھا۔ اس معاملہ میں مصلحت کا تقاضہ بھی یہ ہی تھا کہ صراحۃ حکم دینے کی بجائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں اشارۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے اور ذات باری تعالی کے ادب کا بھی یہی تقاضہ تھا کہ صراحت

نہ کی جائے۔ چنانچہ **حضرت ابوبکر صدیق** رضی اللہ عنہ **کو امت کی امامت وخلافت کا یہ شرف حاصل ہو گیا اور** امت کی مصلحت بھی اس طرح کے فیصلہ میں پوشیدہ تھی۔ علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال وحرام کے مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سے بہترین قاضی ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اقضاکم علی کا کیا مطلب ہے؟

علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ قضاء کے لیے خصوصی ذہانت و ذکاوت اور فریقین کے طرز استدلال سے آگاہی اور بحث ومباحثہ کے انداز کو سمجھنا ضروری ہے۔ بعض دفعہ انسان حلال و حرام کے مسائل سے تو بخوبی واقف ہوتا ہے لیکن فریقین مقدمہ کی چالوں اور دھوکہ دہی سے بچنے کی مہارت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے فریقین کے دلائل کی حقیقت تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ الخ

(الاحکام للقرافی ص ٤٦ مترجم، و ٥٣ مترجم، ص ٥٤ مترجم ص ٥٦ مترجم)

علامہ قرافی مالکی کی عبارت میں امامت کبری، قاضی اور مفتی کے درمیان نسبت کو واضح کیا ہے۔ علامہ قرافی مالکی نے امامت کبری کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے، قاضی کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لیے، اور عہدہ مفتی کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کیا۔ اور ابتداء میں ہی علامہ قرافی نے امامت کبری کے اختیارات میں فتوی اور قضاء کو شامل کیا۔

علامہ قرافی کی عبارت کا سیاق

علامہ قرافی اس عبارت کے بعد موازنہ کے نتیجہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"**منصب قضاء اور فہم وفراست:** چونکہ قضاء ایک الگ شعبہ ہے جو بہت بڑی فراست، زبردست ذکاوت، امتیازی اوصاف والا مزاج، ملکہ راسخہ، کارآمد تجربہ اور اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی تائید ونصرت کا متقاضی ہے۔ فتاوی کے حصول کے بعد بھی ان تمام اوصاف کی ضرورت شدیدہ ہوتی ہے، کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کم فتوی والا بہت زیادہ بہتر انداز میں فیصلہ کرنے والا ہو سکتا ہے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اقضاکم علی و اعلمکم بالحلال والحرام معاذ بن جبل کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ قضاء کا دارومدار گواہوں کی شہادتوں یا مدعی علیہ کے اقرار وانکار پر ہے جب کہ افتاء کا دارومدار ادلہ شرعیہ پر ہوتا ہے۔ البتہ حاکم اس سے بڑھ کر جہاں اپنا اختیار استعمال کر سکتا ہے تو وہ مفاد عامہ کے پیش نظر جہاں جو کچھ ضروری سمجھتا ہے کر سکتا ہے۔ اس میں دلائل، گواہوں، مدعی علیہ، کے بیان کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ **اور اس سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ امت کے مفاد عامہ کے پیش**

نظر امامت کبری کے تصرفات و اختیارات، قضاء اور افتاء کے مناصب کی بہ نسبت زیادہ ہوں گے اور یہ اضافی اختیارات حجاج اور ادلہ کے علاوہ ہیں۔" الخ

(الاحکام للقرافی ص ۶۰-۶۱ مترجم)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ امامت کبری کے تصرفات اور اختیارات دونوں قاضی اور مفتی کے نسبت زیادہ بھی ہیں اور باتم موجود بھی ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فہم و فراست، ذکاوت، ملکہ راسخہ اور کارآمد تجربہ پر احادیث وآثار صحیحہ سے استدلال پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد امام قرافی مالکی قضاء اور امامت کبری [حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے] کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قضاء اور افتاء، امامت کبری کا حصہ ہیں: اس حقیقت سے یہ بھی واضح ہوگئی ہے کہ قضاء اور افتاء، امامت کبری کا ایک جزو ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ امیر ریاست کے لیے اتنی کڑی شرائط لگائی جاتی ہیں جو قضاء اور افتاء کے لیے نہیں ہیں" ۔ الخ ۔ (الاحکام للقرافی ص ۶۱ مترجم)

علامہ قرافی مالکی کے اس قول سے یہ واضح ہوا کہ امامت کبری جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، یہ مقام کل ہے اور افتاء [مفتی] و قضاء [قاضی] اس کے جزء ہیں۔ جب جزء کا اتنا بلند مقام ہے تو اس کے کل کا مقام کا کیا عالم ہوگا؟

اس بارے میں ایک نکتہ ذہن نشین رہے کہ اول تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر جب بھیجا گیا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ میں قاضی بننے کی صلاحیت یا شرائط نہ تھیں بلکہ ان کو نہ بھیجنے کا مقصد احادیث میں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں کی ہمہ وقت مختلف امور کی مشاورت حاصل کرتے تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات میں ان کو اپنے سے دور جانے نہیں دیا حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے استفسار بھی کیا آپ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو دیگر علاقوں میں کیوں نہیں بھیجتے، اس پر نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنے کان و آنکھیں کہا اور ان کی مشاورت کو اہم قرار دیا۔ حالانکہ قاضی کے شرائط اور صلاحیت ان میں باتم و اکمل طور پر موجود تھیں جس کی تفصیل متعلقہ بحث میں احادیث وآثار سے بیان کردی گئی ہے۔

دوم: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو کیونکہ قاضی کے عہدہ پر فائز کیا گیا تھا اور وہ اس عہدہ پر خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی تھے، اس لیے دیگر قاضیوں کے مقابلے میں ان کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اقضی ہونے کے الفاظ منقول ہیں۔ جو کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا بلند مقام ہونا

ظاہر کرتا ہے مگر اس سے حضرات شیخین کریمین دلائل کی روشنی میں خارج اور مستثنی ہیں۔ کیونکہ امامت کبری اور خلیفہ راشد خاص میں مفتی اور قاضی کی صلاحیت باتم موجود ہوتی ہیں اور یہ قاضی کے عہدے سے ممتاز امامت کبری پر فائز ہوتے ہیں اس لیے تقابل کی بات بھی درست نہیں۔ جبکہ مرفوع روایت میں اس طرح کے الفاظ ثابت نہیں جس کی اسنادی حیثیت پیش کردی گئی ہے تفصیل متعلقہ بحث کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

خدارا، اس فتوی بازی اور اکابرین پر طعن و تشنیع سے اجتناب کیجئے اور دیگر دلائل کو بھی بغور پڑھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ مقام محدثیت اور فہم و فراست کی وجہ جو کہ قضاء کے لیے بنیادی امور ہیں، سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام کی علمی تربیت بھی کی اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ مقام محدثیت سے بلند و ارفع مقام صدیقیت ہے۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اعلم ہونے کا اعتراض بھی لغو ہوا۔ مقام صدیقیت علم و عمل کے اعتبار سے ہر مرتبہ سے بلند و ارفع ہے، اس لیے یہ دیگر دلائل کے اطلاق سے خارج اور مستثنی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی تربیت کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی شان و مقام کے لیے متعدد احادیث منقول ہیں۔

امام بخاری ایک روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے سے لگایا اور فرمایا" اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما۔"

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۷۵۶ باب ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہ)

امام بخاری نے ایک دوسرے روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔ میں نے) بیت الخلاء کے قریب باہر نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

بتلایا گیا تو آپ نے) میرے لیے دعا کی اور (فرمایا» اللهم فقهه في الدين «اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرمانا۔

(صحیح بخاری:۱۴۳، صحیح مسلم :۲۴۷۷، النسائي الكبرى:۸۱۲۱)

امام ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ المُؤَدِّبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا القَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ المُزَنِيُّ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَعَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي اللهُ الحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بار مجھے حکمت سے نوازے جانے کی دعا فرمائی۔ (جامع ترمذی:۳۸۲۳)

امام ترمذی ایک دوسرے سند سے روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الحِكْمَةَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر فرمایا : اللهم علمه الحكمة "اے اللہ! اسے حکمت سکھادے"۔ (جامع ترمذی:3824)

محدث ابن ماجہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِلَيْهِ، وَقَالَ: "اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا، اور یہ دعا فرمائی» :اللهم علمه الحكمة وتأويل الكتاب" «اے اللہ! اس کو میری سنت اور قرآن کی تفسیر کا علم عطاء فرما"۔

(سنن ابن ماجہ:۱۶۶، سنن ترمذی ا:۴۱۵۹، النسائي الكبرى:۸۱۲۱)

اسی مفہوم کی روایت کو محدثین مسند امام أحمد ۱/ ۳۲۸ و ۱، ۳۳۵/ ۲۶۶ و ۳۱۴، فضائل الصحابہ۱۸۵۶، ۱۸۵۸ و ۱۸۸۲، المعرفة والتاريخ ۱/ ۴۹۳ - ۴۹۴، الطبراني ۱۰۵۸۷ نے سند سے بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بلا فصل علم و حکمت حاصل کرنا

امام ترمذی اپنی سند سے روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَعَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي اللهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ.

یعنی: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بار مجھے حکمت سے نوازے جانے کی دعا فرمائی۔ (جامع ترمذی: ۳۸۲۳)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکمت ان کو براہ راست بلا فصل نبی کریم ﷺ سے ملی۔ ان روایات کے شان ورود میں یہ واضح ہے کہ ایک مرتبہ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو تنہائی میں وضو کراتے ہوئے یہ دعا دی تھی۔ اور یہ دعا اسی طرح ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو علم کے خزانوں کے بارے میں دی تھی۔ اور یہ حکمت اور علم اسرار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلا فصل نبی کریم ﷺ سے ملا۔ اس لیے یہ ثابت ہوا کہ حکمت اور علم دیگر صحابہ کرام کو ان کے مرتبہ کے مطابق بھی نبی کریم ﷺ سے براہ راست حاصل کردہ ہے۔ جس طرح ان صحابہ کو حکمت، علم اسرار، علوم کے خزانے کو ملنا باب العلم یا باب الحکمۃ کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح باب الحکمۃ اور باب العلم سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ بھی مستثنیٰ ہیں۔

مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو براہ راست نبی کریم صلی اللہ سے حکمت ملی، پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علمی تربیت کی اور پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے علم و حکمت کو بھرپور طریقہ سے حاصل کیا۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بلا فصل اور براہ راست علم اور حکمت نبی کریم ﷺ سے حاصل کرنا ان کا دوسرے جلیل القدر صحابہ پر اعلم ہونا ثابت نہیں کرتا۔ احادیث اور علماء کی تحقیق سے یہ واضح ہے کہ علم و فراست کی انتہاء محدثون پر ہے اور مقام صدیقیت تو مقام محدثون سے بھی فائز و بلند تر ہے۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ عدم توجہ، ذہول یا نسیان یا مشاورت میں کسی کے مشورہ کو ماننا یا ترجیح دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مشورہ پر عمل کرنے والا یا علمی نکتہ کی طرف توجہ دلانے والا علی الاطلاق اعلم بھی ہوگا۔ خود نبی کریم ﷺ نے متعدد مقامات میں دیگر صحابہ کرام سے مشاورت کی اور ان کے بہتر مشورہ کو ترجیح دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا " سلونی " کہنا روایت میں

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ، إِذْ قَالَ: سَلُونِي۔

حضرت سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں تھے کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے سوال کیجئے۔۔۔۔(صحیح بخاری:۴۷۲۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا فرمانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علم کا یہ مقام تھا کہ وہ اپنے شاگرد کو خود کہتے کہ سلونی پوچھوں مجھ سے۔اب اس قول سے جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے قول سلونی میں حضرات شیخین کریمین کیسے شامل ہوسکتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تین صحابہ کرام سے علم لیا

محدث ابن عساکر سند سے روایت لکھتے ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا عمر بن عبيد الله أنا علي بن محمد نا عثمان بن أحمد نا حنبل بن إسحاق حدثني أبو عبد الله نا عبد الرزاق قال قال معمر عامة علم ابن عباس من ثلاثة عمر وعلي وأبي بن كعب رضي الله عنهم أجمعين۔

یعنی: معمر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اکثر علم تین افراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف راجح اور اخذ ہوتا۔

(تاریخ دمشق ۷/ ۳۴۳،سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۹۸)

واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے علم زیادہ تر ان تین صحابہ کرام سے لیا۔اور ان کی اولین تربیت خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی اور پھر اس تربیت کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مزید روشن کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تربیت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے۔

امام بخاری ایک روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَسَمِعْتُ أَخَاهُ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ،

قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيمَ تَرَوْنَ] هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ: {أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ} [البقرة: 266]؟ قَالُوا: اللّٰهُ أَعْلَمُ، فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ: «قُولُوا نَعْلَمُ أَوْ لاَ نَعْلَمُ»، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، قَالَ عُمَرُ: «يَا ابْنَ أَخِي قُلْ وَلاَ تَحْقِرْ نَفْسَكَ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ: «أَيُّ عَمَلٍ؟» قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِعَمَلٍ، قَالَ عُمَرُ: «لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ، فَعَمِلَ بِالمَعَاصِي حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ»

حضرت عبید بن عمیر سے روایت کرتے تھے کہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جانتے ہو یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی ہے » أیود أحدكم أن تكون له جنة" «کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ ہو۔ "سب نے کہا کہ اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہو گئے اور کہا، صاف جواب دیں کہ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے یا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! میرے دل میں ایک بات آتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے! تمہیں کہو اور اپنے کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیسے عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ عمل کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک مالدار شخص کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت میں نیک عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ شیطان کو اس پر غالب کر دیتا ہے، وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے اگلے نیک اعمال سب غارت ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:٤٥٣٨)

پیش کردہ روایت میں واضح ہے کہ کس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام کی محفل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تربیت کرتے اور ان کو فقہی معاملہ میں مذاکرہ کرنے کی دعوت دیتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے علم وفقہ کی تربیت حاصل کی اور حکمت کے چشمے بہا دیے۔ ان کی تربیت کے بعد انہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بھی علم وحکمت کا فیض لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسائل میں مشاورت

قاری فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۴۷ پر لکھتے ہیں۔

"سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فہم قرآن، تفسیر قرآن، اور تاویل قرآن میں اس قدر حکمت ومہارت تامہ حاصل تھی کہ صحابہ کرام میں اس علم میں جو حضرات سب سے زیادہ مشہور تھے وہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔" الخ

پھر موصوف قاری صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۴۹ پر کچھ یوں فرماتے ہیں۔

[أخبرنا أبو محمد بن أبي القاسم، أخبرنا أبي أَخبرَتْنَا أُمُّ الْبَهاءِ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ أَخبرَنَا أَبو طَاهِرٍ الثَّقَفِيُّ، أَخْبرَنَا أَبو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الزَّرَّادُ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ النُّعْمانِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الزِّنَادِ، عَنْ أَبيه، عن عبيد الله ابن عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا جَاءَتْهُ الأَقْضِيَةُ الْمُعْضِلَةُ قَالَ لابْنِ عَبَّاسٍ: «إنها]
قد طرَت علينا أَقْضِيةٌ وَعُضِلَ، فَأَنْتَ لَهَا وَلأَمْثَالِهَا» . ثُمَّ يَأْخُذُ بِقَوْلِهِ، وَمَا كَانَ يَدْعُو لِذَلِكَ أَحَدًا سِوَاهُ.

اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، چنانچہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم کے ہاں جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے: ہم پر ایک فیصلہ نے دشوار مسئلہ نے چڑھائی کی ہے، پس تم ہی اس کو اور اس کی مانند دشوار مسائل کو حل کر سکتے ہو۔ پھر وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو لیتے۔ الخ

(بحوالہ اسد الغابہ ۲۹۶/۳، معرفۃ الصحابہ ۱۸۲/۳ رقم ۴۲۷۸، الاستیعاب ۶۸/۳، سیر اعلام النبلاء ۳۴۷/۳، و ۴۴۸/۴)

جواب:

گذارش ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے جو مکمل بات کہی، اس کو موصوف قاری ظہور نے حذف کر دیا۔ اس قول کے بعد حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں:

قال عبيد اللهؒ: «وعمر عُمَر» . يعني في حذقه واجتهاده للهؒ وللمسلمين.

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ عمر تو پھر عمر ہیں۔ یعنی صداقت میں اور اللہ اور مسلمانوں کے لیے اجتہاد کرنے میں وہ اپنی شان رکھتے تھے۔

(اسد الغابہ ۳/ ۱۸۷ رقم ۳۰۳۵)

جس قول میں راوی خود ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی شان واجتہادی ملکہ کو کسی تقابل سے ہی الگ بیان کر

رہے ہیں اس کو موصوف قاری صاحب نے حذف کر کے جس قوم کی پیروی کی وہ سب پر ہی عیاں ہے۔
مزید یہ کہ قاری ظہور کے پیش کردہ قول میں مابعد کی بریکیٹ میں لکھے ہوئے الفاظ بھی نہ لکھے۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت عمر فاروق اس کے بعد پھر ان کے علاوہ کسی طرف رجوع نہ کرتے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مشکل اور پیچیدہ مسائل میں اپنے دور خلافت میں پوچھتے تھے، اور اگر اس قول کو مطلقاً بغیر استثناء مان لیا جائے تو پھر تو یہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے شان علم پر بھی کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان مسائل میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے نہیں پوچھا وہ کیوں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھتے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔
ایک طرف قاری ظہور صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشکل مسائل میں حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف رجوع کرنے کے دعوی کرتے ہیں جبکہ اپنی کتاب میں متعدّد مقامات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشکل مسائل میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے رجوع کرنے کا لکھتے ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف امور میں اپنے صحابہ کرام سے مشاورت کرتے اور علمی مسائل میں ان کی رائے کو قبول کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعدّد مشورہ اور رائے کو قبول فرما کر اس پر عمل بھی کیا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نعوذ باللہ من ذلک نکالنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے علمی مسائل اخذ کرتے تھے۔ جبکہ یہ حقیقت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علمی معاملات پر صحابہ کرام سے مشاورت کیا کرتے تھے اور ان کی علمی مذکراہ عمومی طور پر ہوتا تھا۔ عجب علمی انحطاط ہے کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی اگر علمی شان کو اہل سنت و جماعت بیان کریں تو اس پر ناصبیت کا فتوی داغ دیا جاتا ہے۔

علامہ غلام رسول قاسمی صاحب پر موازنہ کرنے کا الزام

اور اپنی کتاب میں ایک مقام پر شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
"ہمارے ایک معاصر جو خود کو شیخ الحدیث والتفسیر کہلواتے ہیں، وہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موازنہ کر بیٹھ گئے اور اپنی کتاب کی کئی صفحات اسی سلسلہ میں سیاہ کر ڈالے۔" الخ۔

(شرح اسنی المطالب ص۳۴۸)

جب موصوف فیضی خود حضرت عمر رض اللہ عنہ کا تقابل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صرف کرتے نہیں بلکہ موصوف تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشکل مسائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے رجوع کرنے

کا قول لکھ رہے ہیں۔اب یہ بتائیے کہ کہاں تقابل و موازنہ کا الزام دوسروں پر لگانا اور کہاں خود خلفاء راشدین کو دیگر صحابہ کرام سے علم حاصل کرنے کا موازنہ کرنا؟

فیضی کی متروک وضعیف احادیث سے استدلال

قاری ظہور احمد فیضی نے پیش کردہ حوالہ بھی عمومی طور پر بغیر تحقیق ہی پیش کرنے میں عافیت سمجھی۔جب کہ اس قول کی سند میں متعدّد علتیں ہیں جس کہ وجہ سے یہ قول ہی ضعیف ہے۔

روایت مرسل ہے

۱ اول: یہ روایت مرسل ہے کیونکہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں۔

لم يدرك أيام عمر - (السنن الكبرى: ٣/ ٢٩٤)

یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

محدث ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں۔

عبيد الله بن عبد الله بن عتبة أحد الفقهاء السبعة عن عمر رضي الله عنه قال أبو زرعة مرسل-

یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سات فقہاء میں ایک فقیہ تھے۔ابوزرعہ الرازی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرسل بیان کرتے تھے۔ (جامع التحصیل ١/ ٢٣٢ رقم٤٨٦)

عبدالرحمن بن ابی الزناد سخت ضعیف راوی

۲ دوم: پیش کردہ روایت میں ایک راوی عبدالرحمن بن ابی الزناد پر سخت جروحات ہیں۔

عبد الرحمن بن أبي الزناد، صدوق تَغَيَّرَ حفظُه لما قَدِمَ بغدادَ وكان فقيهًا -

(تقريب التهذيب ٣٨٦١)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول پر محققین تعلیقاً لکھتے ہیں۔

بل: ضعيفٌ يعتبر به في المتابعات والشواهد، ضعَّفه يحيى بن معين، وأحمد بن حنبل، وعبد الرحمن بن مهدي، وعلي بن المديني، والفلّاس، وابن سعد، وأبو زرعة الرازي،

والنسائيُّ، وابن عديّ، وابن حبَّان، والساجي، وروى له مسلم في مقدمة كتابه، ووثقه الترمذي والعجلي، ومالك. على أن ما حدث به في المدينة أصحّ مما حدَّث ببغداد، ذكر ذلك غير واحد ممن ضعفه.

(تحرير تقريب التهذيب ۲/ ۳۱۸رقم ۳۸٦۱)

عبدالرحمن بن ابی زناد کا حافظہ خراب

۳ سوم: اس کے راوی عبدالرحمن بن ابی زناد کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔

(الكوكب النيرات ص ٤٧٧ رقم ۲۱)

عبدالرحمن بن ابی الزناد کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے۔

طبقات ابن سعد: ٥ / ٤١٥ و٧ / ٣٢٤ و٩ / الورقة ٢٦٤، وتاريخ الدوري: ٢ / ٣٤٧، والدارمي: الترجمة ٥٢٩، وابن محرز: الترجمة ١٨٨ -١٨٩، وسؤالات ابن أبي شَيْبَةَ: الترجمة ١٦٥، وطبقات خليفة: ٢٧٥، ٣٢٧، وعلل أحمد: ١ / ٢٢، وتاريخ البخاري الكبير: ٥ / الترجمة ٩٩٧، وأبو زُرْعَة الرازي: ٤٢٤، والتِّرْمِذِيّ: ٤ / ٢٣٤، حديث ١٧٥٥، والمعرفة والتاريخ: ١ / ١٦٥، ٢٢٣، ٢٤٨، ٣٥٢، ٣٧٦، ٤٧٠، ٥٠١، ٥٣٩، ٥٥٠، ٥٧٩، ٦٣٩، ٦٥٤، و٢ / ٣٢٣، وتاريخ أبي زرعة الدمشقي: ٤٠٦، ٤١٢، ٦٤٧، وتاريخ واسط: ٢١٩، والضعفاء والمتروكين للنسائي: الترجمة ٣٦٧، وضعفاء العقيلي، الورقة ١١٨، والجرح والتعديل: ٥ / الترجمة ١٢٠١ والمجروحين لابن حبان: ٢ / ٥٦، والكامل لابن عدي: ٢ / الورقة ١٦٣، وثقات ابن شاهين: الترجمة ٨٠٥، وتاريخ بغداد: ١٠ / ٢٢٨، والسابق واللاحق: ٣٣٨، وإكمال ابن ماكولا: ٤ / ٢٠٠، وضعفاء ابن الجوزي، الورقة ٩٤، وأنساب القرشيين: ٢٣٦، وسير أعلام النبلاء: ٨ / ١٥٠، والكاشف: ٢ / الترجمة ٣٢٣١، وديوان الضعفاء: الترجمة ٢٤٦٢، والمغني: ٢ / الترجمة ٣٥٨٩، وميزان الاعتدال: ٢ / الترجمة ٤٩٠٨، والعبر: ١ / ٢٦٥، وتذهيب التهذيب: ٢ / الورقة ٢١٠، وشرح علل التِّرْمِذِيّ لابن رجب: ٤٢٥، ونهاية السول، ٢٠١، وتهذيب التهذيب: ٦ / ١٧٠ - ١٧٣، والتقريب: ١ / ٤٧٩، وخلاصة الخزرجي: ٢ / التَّرجمة ٤٠٩٠، وشذرات الذهب: ١ / ٢٨٤.

جمہور کے مقابلہ میں ایک دو محدثین کرام نے عبدالرحمن بن ابی زناد کو حسن الحدیث کہا ہے مگر اول تو جرح مفسر کے مقابلہ میں ایسی توثیق کو قبول کرنا بہت احتیاط کا مقام ہے۔ دوم اس پر جرح مفسر بھی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی الزناد سے کوفی راوی کا بیان وجہ ضعف

اگر عبدالرحمن بن ابی زناد کو بالفرض بطور تنزل حسن راوی تسلیم کر لیا بھی جائے تو محدثین کرام نے اس کی وضاحت

کی ہے کہ عبدالرحمن بن ابی زناد سے کوفی راویوں کی روایت ضعیف اور فساد سے بھری ہوئی ہیں۔
جب کہ موصوف قاری ظہور نے جو روایت پیش کی اس کی دونوں اسانید میں کوفی راوی ہیں۔اسد الغابہ ۳/ ۱۸۷| شریح بن النعمان الکوفی] اور معرفۃ الصحابہ ۳/ ۱۷۰۲ رقم ۴۲۶۲[اسماعیل بن النعمان الکوفی] میں یہ دو کوفی راوی موجود ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ۲۷۷۷ اسد الغابہ کی سند میں عبدالرحمن بن ابی الزناد سے روایت بیان کرنے والے راوی شریح بن النعمان کے بارے میں "الکوفی" لکھا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب: ۴۱۰-۴۱۱ میں اسماعیل بن ابان کے نام کے دونوں راویوں کو "الکوفی" لکھا ہے۔ جس سے عبدالرحمن بن ابی الزناد کی کوفی شاگردوں سے روایات ضعیف ثابت ہوئی۔
اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موصوف قاری ظہور کی پیش کردہ روایات ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابن عباس کے قول کو صحیح کہنا

ایک روایت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتوی کو اپنے قول پر ترجیح دی۔امام ترمذی روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ البَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ. وَلَمْ أَكُنْ لأُحَرِّقَهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسے لوگوں کو زندہ جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو انہیں قتل کرتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے": جو اپنے دین کو بدل ڈالے اسے قتل کرو"، اور میں انہیں جلاتا نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے": اللہ کے عذاب خاص جیسا تم لوگ عذاب نہ دو۔، جب اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا۔

(سنن ترمذی ۳/ ۱۱۱ رقم ۱۴۵۸ بشار عواد، صحیح بخاری ۶۹۲۲)

اب کیا قاری ظہور احمد اس مذکورہ روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی ہمت وجسارت کرے گا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ علمی مسائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کے قول کو ترجیح دیتے تھے؟

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو برقرار رکھنا

حَدَّثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى عَلِيٍّ فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كِتَابُكَ بِيَدِكَ وَشَفَاعَتُكَ بِلِسَانِكَ أَخْرَجَنَا عُمَرُ مِنْ أَرْضِنَا فَارْدُدْنَا إِلَيْهَا فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ: وَيْحَكُمْ إِنَّ عُمَرَ كَانَ رَشِيدَ الأَمْرِ وَلا أُغَيِّرُ شَيْئًا صَنَعَهُ عُمَرُ.

ترجمہ: حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل نجران کو ملک بدر کردیا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین، اب کاغذی کارروائی آپ کے ہاتھ میں ہے، شفاعت آپ کی زبان پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ہماری زمین سے نکال دیا تھا، آپ ہمیں دوبارہ لوٹنے کی اجازت دیے دیجئے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ بے شک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بالکل درست فیصلہ فرمانے والے تھے اور یاد رکھو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ دیا میں اس میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں کروں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبة: ٣٤١٧٢ - ٣٢٦٦٧)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم و فیصلہ کا مقام وہ تھا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس کو برقرار رکھتے۔ جبکہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ خلیفہ بنتے وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیرت شیخین کریمین پر عمل کرنے کی شرط پیش کی تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا۔ جب کہ ابن ابی شیبہ کی پیش کردہ روایت اس کے برعکس کو ثابت کرتی ہے۔ اور حیرانگی تو یہ ہے کہ موصوف ظہور اپنی دوسرے کتاب صلح امام حسن میں صلح کی شرائط میں سے ایک شرط سیرت شیخین کریمین کے مطابق حکمرانی کرنا کو پیش کیا گیا ہے۔ موصوف ظہور کی ہی یہ کرشمہ سازی ہے کہ ایک کتاب میں ایک موقف کو غلط اور دوسری کتاب میں اسی کو صحیح ثابت کرنا۔

علامہ ابن اثیر سند کے ساتھ ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

قَالَ: وَأَنْبَأَنَا ابْنُ مَرْدُوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْبَزَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْهَاشِمِيُّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ أَبَا

بَكْرٍ، وَعُمَرَ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمَا مِنَ الْوُلَاةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَسَبَقَا وَاللَّهِ سَبْقًا بَعِيدًا، وَأَتْعَبَا وَاللَّهِ مَنْ بَعْدَهُمَا إِتْعَابًا شَدِيدًا، فَذِكْرُهُمَا حُزْنٌ لِلْأُمَّةِ، وَطَعْنٌ عَلَى الْأَئِمَّةِ "

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں کو ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت بنادیا۔ اللہ کی قسم یہ دونوں بہت دور تک سبقت لے گئے اور انہوں نے اپنے بعد میں آنے والوں کو بہت تھکا دیا۔

(اسد الغابہ ٤/ ١٥٦ رقم ١٢٣٦ طبع دار لکتب العلمیہ)

اس روایت کے بعد بھی کسی شخص کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو طریقہ حکومت وخلافت پر عمل کرنے سے انکار کی بات کرنا ایک دھوکا ہی ہوسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس کا حضرات شیخین کریمین سے علمی استفادہ

محدث حافظ ابن عبدالبر روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ عُثْمَانَ، ثنا أَبُو عُمَرَ أَحْمَدُ بْنُ دُحَيْمٍ، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ الدَّيْبُلِيُّ، ثنا أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، «إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ فَإِنْ كَانَ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَكَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَلَا عَنْ عُمَرَ اجْتَهَدَ رَأْيَهُ-

ترجمہ: جب عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ کتاب اللہ میں مذکورہ ہو تو اسے بیان کرے، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو تو وہ بیان کرے اور اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ظاہراً مذکور نہ ہو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہو تو وہ ذکر کرے اور اگر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی اس مسئلہ تک رسائی نہ ہو تو پھر اپنی رائے پر اجتہاد کرلے۔

(جامع البیان العلم و فضلہ ٢/ ٨٤٩ رقم ١٦٠٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا شیخین کریمین کی رائے کو لینے کی نصیحت

امام دارمی روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنِ الأَمْرِ فَكَانَ فِي الْقُرْآنِ أَخْبَرَ بِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ وَكَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - أَخْبَرَ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَعَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِيهِ بِرَأْيِهِ".

یعنی: حضرت عبید اللہ بن ابی یزید فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا اگر قرآن میں ہوتا تو بتا دیتے تھے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تو وہ بتا دیتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے تھے۔ (سنن دارمی ۱/ ۱۰۹ رقم ۱۶۸)

تخریج: (المصنف ابن أبي شيبة ۷/ ۲۴۲، رقم ۴۰۳۶) (المستدرك الحاكم / ۱۲۷) و (الطبقات ابن سعد ۲/ ۳۶۶) (السنن الكبير البيهقي ۱۰/ ۱۱۵) و (الفقيه المتفقه الخطيب ۱/ ۲۰۳) و (جامع بيان العلم ابن عبد البر ۲/ ۷۱)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خود جب کسی مشکل مسئلہ میں ہوتے تو وہ قرآن وسنت کے بعد حضرات شیخین کریمین کے ہی قول کو اخذ کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی یہ تاثر دینا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے مشکل مسائل میں رائے لیتے، علمی دیانت کے خلاف ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا شیخین کریمین کے بعد مرجع علم کون؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۴۹-۳۵۰ پر لکھتے ہیں۔

"یہاں یہ خیال رہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سوال تو ہر ایک سے کرتے تھے۔ لیکن ان کے نزدیک رسول اللہ کے بعد جو ذات حرف آخر کی حیثیت رکھتی تھی وہ باب العلم سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکت تھی۔ چنانچہ علماء کرام لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[قال ونا علي بن حكيم أنا شريك عن ميسرة النهدي عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال] انا إذا ثبت لنا الشيء عن علي لم نعدل به إلى غيره

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: جب ہمیں سیدنا علی سے کوئی بات پہنچتی تو ہم اس کے برابر کسی بات کو نہ پاتے"۔ الخ

(بحوالہ تہذیب الکمال ۲۸۶/۲۰، الاصابہ ۴/۷/۴۶، الاستیعاب ۳/۷/۲۰، تاریخ دمشق ۴۲/۷/۴۰۔۔۔۔)

جواب

گذارش ہے کہ قاری ظہور فیضی نے اس عبارت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے۔ ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے کہ "جب کوئی بات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ہمیں صحت کے ساتھ ثابت ہوتی تو ہم کسی اور کی طرف عدول نہ کرتے یعنی دوسری طرف تجاوز نہ کرتے"۔

مزید عرض ہے کہ موصوف کی تمام تصانیف میں یہ ہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ مبہم اور مستثنی اقوال کو علی الاطلاق پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا پس منظر ہی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ میں فتوی یا بطور قاضی کوئی قول ہوتا تو وہ کسی دوسرے کے قول کی طرف التفات نہ کرتے۔ اگر قاری ظہور صاحب پیش کردہ دیگر حوالہ جات کے متن کو ہی پیش کر دیتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔ ان کے حوالہ جات میں تاریخ دمشق ۴۲/۷/۴۰ پر عن ابن عباس أنه قال إذا بلغنا شئ تكلم به علي من فتيا أو قضاء وثبت لم نجاوزه إلى غيره اور عن ابن عباس قال إذا حدثنا ثقة عن علي بقينا لا نعدوها کو بھی نقل کر دیتے تاکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی سمجھ آجاتی۔ اور بات بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فتاوی سے ایک طرف جہاں اتفاق کیا ،دوسری طرف تقریبا ۶۶ فقہی معاملات میں اختلاف بھی موجود ہے۔ اس لیے ہر قول کو اس کے تناظر میں پرکھنا ضروری ہے۔

یہ نکتہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے زمانہ پر محمول ہے. حضرات شیخین کریمین کا دور اس سے مستثنی ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ کم سن تھے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جوانی کے دور میں ان کی علمی تربیت کی اور ان کو ایک علمی ماحول ان کی صلاحیت کے پیش نظر مہیا کیا۔

مزید یہ کہ اس قول سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف التفات نہ کرتے؟۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی محافل میں بیٹھاتے اور ان کی تربیت بھی کرتے اور دیگر صحابہ کرام کو بھی سکھانے کا موقع میسر کرتے۔ جیسا کہ پہلے روایات صحیحہ سے تفصیل سے بیان بھی

ہو چکا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو لوگوں کو کتاب وسنت کے بعد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے اقوال سے استدلال کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام دارمی روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ قَالَ: "كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنِ الْأَمْرِ فَكَانَ فِي الْقُرْآنِ أَخْبَرَ بِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ وَكَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - أَخْبَرَ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَعَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِيهِ بِرَأْيِهِ"۔

یعنی: حضرت عبید اللہ بن ابی یزید فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا اگر قرآن میں ہوتا تو بتادیتے تھے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تو وہ بتادیتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے کہتے تھے۔

(سنن دارمی ۱/ ۱۰۹ رقم ۱٦٨)

محدث ابن عساکر سند سے روایت لکھتے ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا عمر بن عبيد الله أنا علي بن محمد نا عثمان بن أحمد نا حنبل بن إسحاق حدثني أبو عبد الله نا عبد الرزاق قال قال معمر عامة علم ابن عباس من ثلاثة عمر وعلي وأبي بن كعب رضي الله عنهم أجمعين۔

یعنی: معمر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اکثر علم تین افراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ماخوذ تھا۔

(تاریخ دمشق ۷/ ۳٤۳، سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۹۸)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے علم زیادہ تر ان تین صحابہ کرام سے لیا اور اخذ کیا۔ اور ان کی اولین تربیت خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی اور پھر اپنے دور میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے علم کی فنون میں مزید مہارت حاصل کی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں، ان کے دور کا تھا۔ اس لیے اس قول سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی مقام کی نفی ہرگز مراد نہیں ہے۔

14

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ختم قران؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۵۰ پر لکھتے ہیں۔

"صاحب ضرب حیدری نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قران فہمی کی تعریف بھی کی ہے اور وہ برحق ہے، لیکن خدا کی قدرت دیکھیے کہ وہ بھی بایں مقام ومرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ چناچہ محدثین کرام لکھتے ہیں۔

[حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ كَثِيرٍ التَّمَّارُ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجُنَيْدِ قَالَ: نَا يَحْيَى بْنُ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ بَيَانٍ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ زَاذَانَ،]

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: «قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِينَ سُورَةً، وَخَتَمْتُ الْقُرْآنَ عَلَى خَيْرِ النَّاسِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ»

سیدنا ابن مسعود فرماتے ہیں: میں نے ستر سورتیں رسول اللہ ﷺ سے پڑھیں اور میں نے قران کا ختم تمام لوگوں سے بہتر شخص علی بن ابی طالب کے پاس کیا۔"

(شرح اسنی المطالب ص ۳۵۰ بحوالہ المعجم الکبیر ۴/۴۴۵، رقم ۸۴۴۶|۸۳۶۵، مجمع الزوائد ۹/۲۸۸، و ۹/۴۷۲ حدیث ۱۵۵۶۰، مجمع البحرین ۴/۲۷۹ حدیث ۳۶۹۶، المناقب للخوارزمی ...)

جواب:

جناب قاری ظہور صاحب اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر علامہ ہیثمی کے حوالہ جات دیتے ہیں مگر جہاں روایت ضعیف ہو ادھر موصوف کمال مہارت سے جرح والی عبارت کو نقل نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

روایت میں یحیی بن سالم ضعیف راوی

موصوف کی پیش کردہ روایت کے بارے میں علامہ ہیثمی فرماتے ہیں۔

وعن عبد الله - يعني ابن مسعود - قال: قرأت على رسول الله صلى الله عليه وسلم سبعين سورة وختمت القرآن على خير الناس: علي بن أبي طالب رضي الله عنه

قلت: هو في الصحيح غير قوله: وختمت القرآن إلى آخره-

رواه الطبراني وفيه يحيى بن سالم وهو ضعيف-

یعنی: میں کہتا ہوں کہ یہ روایت | ستر سورتیں پڑھیں، تک | صحیح ہے، سوائے اس کے علاوہ قران کا ختم | تمام لوگوں سے بہتر شخص علی بن ابی طالب کے پاس | سے لے کر آخری تک۔ | یعنی یہ الفاظ ضعیف ہیں۔ |

اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس میں یحی بن سالم ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد - الھیثمي ۹/ ٤٧٢ رقم ١٥٥٦٠)

اگر قاری ظہور احمد تفضیلی عوام الناس کو دھوکا دینے کی لیے محدثین کے اقوال پیش نہ کریں اور ان احادیث کی اسنادی حیثیت واضح کیے بغیر ہی پیش کریں جو کہ ان کے علم میں بھی ضرور ہوتی ہے تو علمی خیانت تو واضح ہو جاتی ہے، گذارش ہے کہ اپنی ان حرکات پر نظر ثانی کریں اور اس طرح کی علمی شعبدہ بازی کر کے عوام کے ساتھ خواص کو بھی گمراہ کرنے سے گریز کریں۔

پھر یہ نکتہ بیان کرنا بھی اہم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے ۱۰ حصوں میں سے ۹ حصہ کا اقرار و بیان کرتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک لمحہ گذارنے کو ایک سال کے علم وعبادات سے بہتر کہتے تھے بلکہ وہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کتے سے بھی پیار کرتے تھے۔

محدث طبرانی ایک حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ : إِذَا ذُكِرَ الصَّالِحُونَ فَحَيَّ هَلاً بِعُمَرَ إِنَّ إِسْلامَهُ كَانَ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ فَتْحًا وَايْمُ اللهِ مَا أَعْلَمُ عَلَى الأَرْضِ شَيْئًا إِلاَّ وَقَدْ وَجَدَ فَقْدَ عُمَرَ حَتَّى الْعِضَاهُ وَايْمُ اللهِ إِنِّي لأَحْسَبُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ وَيُرْشِدُهُ وَايْمُ اللهِ إِنِّي لأَحْسَبُ الشَّيْطَانَ يَفْرَقُ أَنْ يُحْدِثَ فِي الإِسْلاَمِ فَيَرُدَّ عَلَيْهِ عُمَرُ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّ كَلْبًا يُحِبُّ عُمَرَ لأَحْبَبْتُه.

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: جب نیک لوگوں کا ذکر ہو تو حضرت عمرؓ کا ذکر کرو، بیشک انؓ کا اسلام، مدد تھا، انکی امارات وخلافت فتح تھی، قسم بخدا! زمین پر کسی سی شی کو نہیں جانتا مگر اس نے حضرت عمرؓ کی عدم موجودگی کو محسوس کیا حتیٰ کہ خاردار درخت نے بھی، قسم بخدا! میرا یہ خیال ہے کہ انؓ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ موجود رہتا تھا جو انؓ کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا۔ قسم بخدا! میرا گمان ہے کہ شیطان ان سے ڈرتا تھا کہ وہ اسلام میں کوئی نئی بات کرے مگر حضرت عمرؓ اس کا رد کر دیتے۔ قسم بخدا! اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی کتا بھی انؓ سے محبت کرتا ہے تو اس سے بھی میں محبت کروں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/ ۲۷ رقم ٣٢٦٥٢ تحقیق شیخ محمد عوامہ، معجم الکبیر طبرانی ۸/ ۷۷ رقم ۸۷۲۵، ۸۷۲٦، وطبع معجم الکبیر ۹/ ١٦٤ رقم ۸۸۱۳)

پیش کردہ روایت کی سند کے راویوں کی مختصر توثیق یا توصیف ملاحظہ کیجئے۔

۱) الحسین بن علی الجعفی۔ ثقہ عابد۔ تقریب التہذیب: ۱۳۳۵

۲) زائدہ بن قدامہ الثقفی۔ ثقہ ثبت. تقریب التہذیب:۱۹۸۲

۳) عاصم بن ابی بہدلہ صدوق لہ اوھام. تقریب التہذیب:۳۰۵۴

۴) زر بن حبیش بن حباشہ ثقہ جلیل مخزم. تقریب التہذیب:۲۰۰۸

اس روایت سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ادب اور ان کی علمی حیثیت کو تسلیم کرتے تھے۔

ہاشم بن البرید شیعہ راوی

اس کے برعکس قاری ظہور احمد نے جو قول نقل کیا ہے، اس کی سند ہی شیعہ اور مجہول واہی راویوں سے بھری ہوئی ہے۔ طبرانی کی روایت کو تو علامہ ہیثمی نے متن کے لحاظ سے بھی ضعیف کہا اور اس کے راوی یحیی بن سالم بن ابی حفصہ کو بھی ضعیف کہا۔ اس کے ساتھ علامہ یعقوب فسوی نے اپنی کتاب المرفتہ و التاریخ ۳/۱۹۳ اور محدث عجلی نے کتاب الثقات :۱۴۹۴ پر اس کے بنیادی راوی ہاشم بن البرید کو شیعہ لکھا۔

بیان بن بشر الطائی مجہول راوی

یحیی بن سالم بن ابی حفصہ کی متابعت میں ایک راوی اسماعیل بن اسحاق ہے جس کی روایت المتفق والمتفرق ۲/ ۱۳۲ رقم ۲۹۷ پر موجود ہے۔

أخبرنا أبو نعيم الحافظ... سليمان... العثماني حدثنا غندر حدثنا إسماعيل بن إسحاق حدثنا هاشم بن بريد عن بيان بن بشر [طائي] عن زاذان عن عكرمة مولى ابن عباس عن عبدالله قال قرأت على رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم سبعين سورة وختمت القرآن على خير الناس علي بن أبي طالب كرم الله وجهه وقال ابن قانع على خير الناس قيل له من هو قال علي بن أبي طالب. (المتفق والمفترق 2/ 123 رقم 297)

مگر اس روایت کے ضعف کی بنیادی علت دونوں روایات میں ایک جیسی ہے۔

اول: ہشام بن برید الکوفی دونوں روایات میں ہے جس کو محدثین نے شیعہ لکھا ہے۔

دوم: ہاشم بن برید یہ روایت اپنے شیخ بیان بن بشر الطائی سے روایت کرتا ہے اور بیان بن بشر مجہول راوی ہے۔ اس مقام پر یہ نکتہ اہم ہے کہ بیان بن بشر الطائی اور بیان بن بشر الاحمسی البجلی دو الگ الگ راوی ہیں۔

اسی لیے بعض لوگ دھوکا دینے کے لئے بیان بن بشر الطائی الکوفی کو بیان بن بشر الاحمسی بنا کر توثیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

بيان أبو بشر الطائي الكوفي روى عن زاذان وعكرمة روى عنه هاشم بن البريد قال الدارقطني في المؤتلف والمختلف لا أعلم روى عنه غيره وقيل أنه بيان بن بشر أبو بشر الطائي موافق للأحمسي البجلي في الاسم والكنية والأب انتهى وكذا قال الخطيب في المتفق والمفترق روى عنه هاشم بن البريد خاصة وليس لهاشم رواية عن الأحمسي-

یعنی: بیان ابو بشر الطائی الکوفی، روایت زاذان، اور عکرمہ سے کرتا ہے اور اس سے روایت ہاشم بن برید کرتا ہے، محدث دارقطنی اپنی کتاب المو تلف والمختلف میں فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ہاشم بن برید کے علاوہ کوئی اس سے روایت کرتا ہو۔ اور کہا گیا کہ بیان بن بشر ابو البشر الطائی موافق ہے بیان بن بشر الاحمسی البجلی کے نام اور کنیت میں انتہی۔ [یعنی نام اور کنیت بظاہر ایک جیسی ہے حقیقت میں دو الگ راوی ہیں] اور اسی طرح خطیب بغدادی اپنی کتاب المتفق والمتفرق میں کہتے ہیں کہ بیان بن بشر الطائی الکوفی سے روایت ہاشم بن البرید بیان کرنے میں خاص ہیں۔ اور ہاشم بن برید، بیان بن بشر الاحمسی سے روایت نہیں کرتا۔

(لسان الميزان - ابن حجر ۲/ ٦۹ رقم ۲٦۳)

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے قران پاک ختم کرنے والی تصریح ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے پڑھنے کی روایت کا جائزہ

قاری ظہور احمد مزید لکھتا ہے۔

"ایک اور مقام پر ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[أخبرنا أبو طالب بن أبي عقيل أنا علي بن الحسن الفقيه أنا أبو محمد المصري أنا أحمد بن محمد بن زياد نا الحسين بن حكم بن مسلم الحبري نا إسماعيل بن صبيح عن جناب بن نسطاس عن محمد العرزمي عن أبي إسحاق السبيعي عن عبيدة السلماني قال قال عبد الله بن مسعود] لو أعلم أحدا أعلم بكتاب الله مني تبلغه المطايا قال فقال له رجل فأين أنت عن علي قال به بدأت إني قرأت عليه-

اگر میں کسی کو اپنے سے زیادہ قران کریم کا عالم جانتا تو پہنچ جاتے اس، اس پر ایک شخص نے کہا، آپ حضرت علی سے کیوں غافل ہیں؟ فرمایا: میں نے انہی سے ابتداء کی تھی اور میں ان کے پاس پڑھ چکا ہوں۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۵۰ بحوالہ مختصر تاریخ دمشق ۱۸/ ۲۳)

قاری ظہور احمد فیضی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس اثر قول صحابی سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدینۃ العلم سے قران حاصل کرنے کے بعد میں باب مدینۃ العلم کی طرف بھی رجوع کیا۔الخ (شرح اسنی المطالب ص ۳۵۱)

جواب

گذارش ہے کہ موصوف قاری ظہور صاحب کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس روایت کی اسنادی حیثیت کیا ہے، اس لیے اصل کتاب تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۰ کا حوالہ دینے کی بجائے مختصر تاریخ دمشق ۱۸/۲۳ کا دیا، کیونکہ مختصر تاریخ دمشق میں روایت کی اسانید کو حذف کیا گیا ہے۔ جبکہ اصل کتاب تاریخ دمشق میں اسانید مذکور ہیں۔ موصوف قاری نے یہ عافیت سمجھی کہ بغیر سند کے ہی حوالہ دے دیا جائے، ویسے بھی علماء نے کون سا اس کی سند کی تحقیق کرنی ہے؟ جب علماء نے تحقیق نہیں کرنی تو عوام الناس کہاں ان اصل کتب کی رسائی رکھتے ہیں اور کون اس کی سند کی تحقیق کرتا پھرے گا۔

روایت کی اسنادی حیثیت

بہر حال موصوف کی یہ چالاکیاں اور پھرتیاں ایک طرف، مذکورہ روایت کے سند کو بریکٹ میں لکھ دیا گیا ہے جو کہ موصوف قاری صاحب نے حذف کردی تھی۔ اس سند کی تحقیق عوام کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

ا۔ جناب بن نسطاس مجہول راوی

موصوف قاری صاحب کی پیش کردہ روایت میں ایک راوی جناب بن نسطاس مجہول راوی ہے، جس کے شیخ اور شاگرد کا تو معلوم ہو جاتا ہے جیسے کہ محدث دارقطنی نے المؤتلف والمختلف ۱/۴۱۳ پر بیان کیا ہے مگر اس کی توثیق مصادر میں موجود نہیں ہے۔ اگر کسی محقق کو اس کی توثیق مل جائے تو پھر موقف سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۔ محمد بن عبداللہ العزرمی متروک راوی

محمد بن عبداللہ العزرمی متروک روای ہے۔

۱) امام بخاری فرماتے ہیں۔: تَرَكَهُ ابن المبارك ويحيى.

(التاريخ الكبير ۱/ ۵۱۳ والتاريخ الصغير ۸/ ۱۰۲. والضعفاء الصغير ۳۳۳)

۲) اس طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

متروكٌ لا نقربه.

(التاريخ الكبير ۲/ ۲۸۳۵، التاريخ الصغير ۲/ ۱۱۰، الضعفاء الصغير ۷۵)

3) امام مسلم فرماتے ہیں۔ متروكُ الحديثِ. (الكنى ص ٦٩)

۴) امام عجلی فرماتے ہیں۔ ضعيفُ الحديثِ. وهو عمّ عبد الملك بن أبي سُليمان.
(الثقات ١٢٦٧)

۵) امام ابوزرعہ رازی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (أسامي الضعفاء ٢٩٩)

۶) امام ترمذی فرماتے ہیں:
يُضَعَّفُ في الحديثِ من قِبَلِ حفظه، ضَعَّفَهُ ابن المبارك وغيره.
حافظہ کی وجہ سے اس کی تضعیف کی گئی اور حضرت عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے اس کی تضعیف کی۔
(جامع الترمذي" ١٣٤١)

۷) محدث بزار فرماتے ہیں۔ قد حَدَّث عنه شُعبة وغيره، وهو لَيِّنُ الحديثِ.
یعنی اس سے شعبہ روایت لیتے ہیں اور وہ حدیث میں نرم ہے۔ (كشف الأستار ١٦٣٤)

۸) امام نسائی نے فرمایا: متروكُ الحديثِ. (الضعفاء والمتروكون" ٥٤٦)

۹) محدث دار قطنی فرماتے ہیں۔ متروكٌ. (سؤالات البرقاني" ٤٤٣)
محدث دار قطنی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

10) تركه ابن المبارك ويحيى القطّان وابن مَهْدي.
اس سے حضرت عبد اللہ بن مبارک، یحیی بن سعید القطان اور حضرت عبد الرحمن بن مہدی نے روایت لینا ترک کر دیا۔ (سنن دار قطنی" ٤/ ١٣٠)

۱۱) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ "متروك". (تقريب التهذيب ٦١٠٨)

- حافظ ابن حجر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ "ضعيف جدًا".
فتح الباری (٩/ ٣٥٨ و ٤٢٣)، الإصابة (٤/ ٤٧١)، المطالب العاليه (٣/ ٢٣)

- پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں۔
"ضعيف جدًا حتى قال الحاكم: أجمعوا على تركه".
یہ سخت ترین ضعیف راوی ہے اور یہاں تک امام حاکم نے کہا کہ اس سے روایت نہ لینے پر اجماع ہے۔
(التنائج الافكار ٣/ ١٣٠)

- حافظ ابن حجر عسقلانی ایک دوسرے کتاب میں لکھتے ہیں۔ "متروك".
(التلخيص ٢/ ٣٠٨ و ٣٢٣ و ٣٤٩، الدراية ٢/ ٢٩١)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ یہ محمد بن عبید اللہ العزرمی متروک راوی ہے اور موصوف قاری ظہور احمد کی پیش کردہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اخذ علم

امام بخاری ایک حدیث لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْص حَدَّثَنَا أَبِی حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ أَيْنَ أُنْزِلَتْ وَلَا أُنْزِلَتْ آيَةٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ إِلَّا أَنَا أَعْلَمُ فِيمَ أُنْزِلَتْ وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنِّي بِكِتَابِ اللهِ تُبَلِّغُهُ الْإِبِلُ لَرَكِبْتُ إِلَيْهِ۔

مشہور تابعی مسروق کا قول ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں قران کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ تفسیر قران میں مجھ سے بہتر جانتا ہے اور سواری وہاں پہنچ سکتی ہے تو میں اس کے یہاں حاضری دے کر استفادہ کرتا۔

(صحیح بخاری، رقم ۵۰۰۲ کتاب فضائل قران، صحیح مسلم ۶۳۳۳)

قاری صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۵۲ پر صاحب ضرب حیدری علامہ غلام رسول قاسمی صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"جس میں انہوں نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علماً کم دکھانے کی کوشش کی ہے"۔ الخ

قاری صاحب مزید اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۵۳ پر صاحب ضرب حیدری علامہ غلام رسول قاسمی پر غصہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''میں پوچھتا ہوں کہ سیدنا ابن مسعود نے یہ اعلان کہاں فرمایا تھا، مدینہ میں یا کوفہ میں؟ دراصل انہوں نے یہ اعلان کوفہ میں کیا تھا۔۔۔ لہذا ان کے مذکورہ بالا دعوی سے خلیفہ ثالث پر بھی ان کی علمی برتری ثابت ہوتی ہے اور یہ سائیں پیر وغیرہ کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہر طرح کی فضیلت خلافت کی ترتیب کے مطابق ہونا واجب ہے اور جب غیر خلیفہ قران کا سب سے بڑا عالم ہو تو کیا سائیں پیر کے موقف کے مطابق خلیفہ وقت کی خلافت جائز ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر ہم کہیں گے کہ جس

طرح اعلم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں خلیفہ ثالث کی خلافت درست تھی، اسی طرح اعلم علی المرتضی کی موجودگی میں بھی خلیفہ اول کی خلافت درست تھی"۔الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۳۵۳)

جواب

گذارش ہے کہ جناب علامہ غلام رسول قاسمی صاحب اپنے موقف کی وضاحت تو خود بہتر انداز میں کر سکتے ہیں کہ مگران کی تحریر میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت کو کسی طرح بھی کم بیان نہیں کیا گیا۔ یہ تو موصوف قاری ظہور صاحب کی اپنی فہم ہے کہ وہ کس طرح کرشمہ سازی کرتا ہے۔ غلام رسول قاسمی صاحب تو مسئلہ افضلیت پر علم المرتضی رضی اللہ عنہ کا تقابل نہیں بلکہ الزاما یہ جواب دے رہے ہیں کہ اگر تفضیلیہ ایسی مرویات پیش کر کے افضلیت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پھر متعدد اقوال تو دیگر صحابہ کرام کی علمی حیثیت کو اجاگر اور واضح کرتے ہیں ، تو کیا دیگر صحابہ کرام کے بارے میں ایسے اعلمیت والے مطلقا اقوال کو محمول علی افضلیت کیا جائے گا؟ مگر موصوف قاری ظہور نے اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علم میں تقابل کرنے کا الزام لگا دیا۔ اور یہ الزام اس لیے لگایا کہ مسئلہ افضلیت پر تو ان کے پاس کوئی جواب موجود نہیں ہے، مگر عوام الناس میں کسی شخص پر بغض اہل بیت یا ناصبیت کا اثر لیے ہوئے کا اعتراض کر کے مسئلہ کا رخ بدلا جا سکے۔

مزید یہ کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قران اور سنت کا سب سے زیادہ علم رکھنے کے فرامین کو آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی شان سے تقابل کرنے میں پیش کریں اور اس کو انصاف کی بات قرار دیں۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تو آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مشکل مسائل میں استفادہ کرنے کا واضح بیان بھی کر چکے ہیں۔ اور یہ تقابل آپ کو درست اور جائز لگے۔

جبکہ قران اور سنت کے علم کے سب سے زیادہ اقرار کرنے کا دعوی تو خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، اس کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے تقابل بھی نہیں کیا اور اس قول کو پیش کرنے کو آپ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی علمی حیثت کو کم کرنے کا الزام لگاتے پھریں۔ کیا یہی علمی دیانت اور تحقیق ہے؟

مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ایک خاص پس منظر تھا جس کو ذہن نشین کرنا بہت اہم ہے۔ مورخ ابن شبہ روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: " لَمَّا شَقَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمَصَاحِفَ بَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ فَقَالَ: «قَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ أَنِّي

أَعْلَمُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ، وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ، وَلَوْ أَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِكِتَابِ اللهِ مِنِّي تُبَلِّغُنِيهِ الْإِبِلُ لَأَتَيْتُهُ» ، قَالَ أَبُو وَائِلٍ: فَقَعَدْتُ إِلَى الْحَلَقِ لِأَسْمَعَ مَا يَقُولُونَ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَابَ ذَلِكَ عَلَيْهِ "

یعنی: ابووائل شقیق فرماتے ہیں۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف عثمانی کے سواء باقی مصحف پھاڑ دیئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا: اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میں ان سب سے بڑھ کر قران کریم کا علم رکھتا ہوں مگر ان سے افضل نہیں ہوں، اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر قران کا عالم ہے اور اونٹ وہاں پہنچ سکتے ہیں تو میں اس کے یہاں ضرور حاضری دوں۔ ابوائل کہتے ہیں کہ میں یہ سننے کے لیے لوگوں کے حلقہ میں گھس گیا کہ وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں چنانچہ میں نے کسی کو بھی اس کی تردید کرتے ہوئے نہ پایا۔

(تاریخ مدینہ ابن شبہ ۳/ ۱۰۰۷)

اس روایت میں یہ واضح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے، اور یہ قران کے مصحف کو جمع کرنے کے تناظر میں بات ہوئی تھی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قران کریم کا علم رکھتے اور اس کا اظہار بھی کرتے، اس لیے ان کے دور میں جو صحابہ کرام تھے، ان سے یہ بطور خطاب اپنے قران فہمی کا بیان کیا۔ اس سے ان کی اعلمیت مطلقہ کا اظہار کرن ہرگز مقصود نہیں جبکہ اس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ بھی مستثنی اور خارج ہیں۔ اس لیے اس قول میں نہ حضرات شیخین کریمین سے افضلیت کا دعوی ہے اور نہ ان سے اعلم ہونے کا دعوی ثابت ہوتا ہے۔

امام بخاری ایک روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ وَاللهِ لَقَدْ أَخَذْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً وَاللهِ لَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي مِنْ أَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللهِ وَمَا أَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحِلَقِ أَسْمَعُ مَا يَقُولُونَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ

حضرت شقیق بن سلمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے ستر سے زیادہ سورتیں خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر یاد کی ہیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ

میں ان سب سے زیادہ قرآن کریم کا جاننے والا ہوں۔ حالانکہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق کہتے ہیں کہ میں لوگوں کے مجمع میں بیٹھتا تاکہ لوگوں کے تاثرات معلوم کروں لیکن میں نے کسی سے اس بات کی تردید نہیں سنی۔

(صحيح بخاری، رقم ۵۰۰۰ بَابُ القُرَّاءِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، معجم الكبير ۹ / ۷۲ رقم ۸٤۲۷)

امام مسلم روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ قَالَ: {وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ} [آل عمران: 161] ثُمَّ قَالَ: عَلَى قِرَاءَةِ مَنْ تَأْمُرُونِي أَنْ أَقْرَأَ؟ فَلَقَدْ «قَرَأْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَسَبْعِينَ سُورَةً، وَلَقَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي أَعْلَمُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ، وَلَوْ أَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا أَعْلَمُ مِنِّي لَرَحَلْتُ إِلَيْهِ» قَالَ شَقِيقٌ: فَجَلَسْتُ فِي حَلَقِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ

شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے پڑھا: ''"اور جو کوئی چیز چھپا رکھے گا، وہ اس کو قیامت کے دن لائے گا" (سورۃ: آل عمران: ۱۶۱) پھر کہا کہ تم مجھے کس شخص کی قرآت کی طرح قرآن پڑھنے کا حکم کرتے ہو؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ستر سے زیادہ سورتیں پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب یہ جانتے ہیں کہ میں ان سب میں اللہ کی کتاب کو زیادہ جانتا ہوں اور اگر میں جانتا کہ کوئی مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جانتا ہے تو میں اس شخص کی طرف سفر اختیار کرتا۔ شقیق نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے حلقوں میں بیٹھا ہوں، میں نے کسی کو سیدنا عبداللہؓ کی اس بات کو رد کرتے یا ان پر عیب لگاتے نہیں سنا۔

(صحيح مسلم حديث ۲٤٦۲ كِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ ،بَابُ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کا تقابل:

جناب قاری ظہور احمد فیضی صاحب شرح اسنی المطالب ص ۳۵۷-۳۵۸ پر لکھتے ہیں۔

"علم قضا میں حضرت شریح کے موازی اور ان کے استاذ بھائی حضرت عبیدہ بیان کرتے ہیں۔

[قال ونا محمد بن عثمان نا عون بن سلام نا محمد بن أبي حفص عن عمران بن سليمان عن أبي إسحاق السبيعي عن عبيدة قال] صحبت عبد الله سنة ثم صحبت عليا فكان فضل ما بينهما في العلم كفضل المهاجر على الأعرابي-

میں ایک سال تک سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا تو میں نے علمی لحاظ سے ان دونوں کے مابین یوں فرق پایا جیسے مہاجر صحابی کا دیہاتی پر"۔ الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۳۵۸ ب حوالہ تاریخ دمشق ۴۲/ ۴۰۸)

اس کے بعد قاری ظہور تفضیلی اپنی کرشمہ سازی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اللہ اکبر کہاں سیدنا علی اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا اپنے استاذ اور داد استاذ کے مابین موازنہ اور کہاں پندرھویں صدی کے شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی کی تک بندی؟ حق فرمایا تھا امام سبکی اور امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما نے کہ بسا اوقات تردید روافض میں تنقیص مرتضوی ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر ضرب حیدری کے مقرظین حضرات سے راقم دست بستہ عرض کرتا ہے: غور فرمائیں کہ پیر سائیں کی یہ کاروائی ناصبیت تو نہیں، لیکن کیا اس میں تنقیص مرتضوی بھی نہیں؟ اللہ، بحب الانصاف، دل پر ہاتھ رکھ کر دامن انصاف تھامتے ہوئے فیصلہ فرمائیے، کیا آپ کے نزدیک پیر سائیں کا مذکور الصدر موازنہ درست ہے؟" الخ۔ (شرح اسنی المطالب ص ۳۵۸)

جواب

گذارش ہے کہ موصوف قاری ظہور احمد فیضی ادھر خود ساختہ تقابل پیش کر کے علماء کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول دکھا کر ناصبیت اور تنقیص مرتضوی کا الزام لگا رہا ہے جبکہ یہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کے بارے میں جو موقف رکھتا ہے وہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ **قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب حقیقۃ التفضیل ص ۹۷ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کو" تضاد کا شکار" لکھتا ہے جبکہ حقیقۃ التفضیل ص ۸۳ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کو"زبردستی کرنے والے" لکھا ہوا ہے۔**

اب یہ نہیں معلوم کہ اس کتاب میں حافظ بن حجر عسقلانی کا حوالہ دینا فیضی کا تضاد ہے یا پھر موصوف فیضی کی زبردستی! قاری ظہور احمد فیضی کا یہ رویہ تقریباً سارے علماء اہل سنت کے ساتھ ہے، جدھر اپنے نام نہاد موقف کے حق میں کوئی بات لکھنا ہوتی ہے ادھر موصوف ان کی شان وفضلیت میں سطور کے سطور لکھ دیتے ہیں اور جدھر ان کے نام نہاد موقف کے رد میں کسی عالم کا قول ہو تو موصوف ان پر لعن وطعن اور تغلیط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، جس کی مثال بھی تاریخ میں بھی شاید نادر ہو۔

قاری ظہور احمد کی پیش کردہ روایت میں چند دیگر نکات بھی محل نظر ہیں۔

۱۔ محمد بن ابی حفص کا تعین نہیں، اس لیے توثیق کی بغیر روایت کو علی الاطلاق قبول نہیں کیا جا سکتا۔

۲-عمرو بن عبداللہ ابی اسحاق السبیعی کے اختلاط یا حافظہ خراب ہونے کی ابحاث الگ ہیں۔اگر اختلاط کا عارضہ لاحق ہونے کا انکار کر دیا بھی جائے تو محدثین کرام کا یہ اتفاق تھا کہ وہ آخری عمر میں بھول جاتا تھا۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھا کہ

اختلط باخرة۔یعنی آخری عمر میں اس کو اختلاط ہوگیا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۵۰۶۵)

جب راوی کو بھولنے کا مسئلہ ہو تو پھر اس کے قدیم شاگرد کے سماع پر ہی روایت کی تصحیح محمول ہوگی۔ وگرنہ اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جبکہ ابی اسحاق السبیعی کے قدیم شاگردوں میں عمران بن سلیمان کا ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔

۳-اس کے علاوہ امام بیہقی لکھتے ہیں: کان یدلس یعنی مدلس تھا۔ (السنن الکبری ۶/ ۱۳۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب طبقات المدلسین ص ۴۲ و ۱۰۱، رقم ۹۱ میں طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے الا کہ دیگر شواہد یا قرائن ہو۔

۴-بطور تنزل اس روایت کو با۔ ض محال تسلیم بھی کر لیا جائے تو کتب رجال اور حدیث میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں کہ جہاں شاگرد اپنے شیوخ کے شان وفضلیت میں ایسے محاورات کا استعمال کرتے ہیں اور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی تقابل کیا ہی نہیں جاسکتا اور نہ ہی ایسا تقابل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوسکتا ہے۔

مسروق تابعی کے نزدیک علم کی انتہاء کس پر؟

محدث ابن سعد روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: شَامَمْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهى إِلَى سِتَّةٍ: إِلَى عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ وَمُعَاذٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فَشَامَمْتُ هَؤُلَاءِ السِّتَّةِ فَوَجَدْتُ عِلْمَهُمُ انْتَهى إِلَى عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ"

یعنی: حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح ٹٹولا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ان حضرات کے علم کی انتہاء چھ افراد پر ہوئی، جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔اور پھر ان چھ حضرات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان کے علم کی انتہاء ان دو شخصیات

یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ۲/ ۳۵۱)

اب یہ قول تابعی مسروق رضی اللہ عنہ کا ہے، ان کے اپنے مشاہدہ اور تجربہ کے مطابق دین میں اجتہاد اور رائے پر مبنی فقہ کے اعتبار سے بات کر رہے تھے، جبکہ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس علم اجتہاد کے سرخیل ہیں۔ جبکہ دیگر صحابہ کرام بھی اجتہاد میں معروف ومشہور تھے۔ اس لیے کسی کا خاص تناظر میں کہے قول کو علی الاطلاق پیش کرنا غلط فہمی سے زیادہ دھوکا دینا ہے۔

سائیں غلام رسول قاسمی صاحب نے مسئلہ افضلیت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا تقابل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا بلکہ تفضیلیہ کی پیش کردہ روایت سے مسئلہ افضلیت پر استدلال کے جواب میں یہ کہا کہ ان حوالہ جات سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی اور اگر تفضیلیہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے اقوال سے افضلیت ثابت ہوتی ہے تو پھر متعدد اقوال تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہیں۔ مگر یار لوگوں نے اس کو تقابل بنا دیا اور خود قاری ظہور نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے علمی تقابل میں پیش کیا۔ قاری ظہور صحاب شعبدہ بازی اور الفاظ کے ہیر پھر سے دوسرے کا موقف غلط ثابت کرنے کی فضول ہی بڑک مارتے ہیں جبکہ خود وہ شان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنے میں پیش پیش ہیں۔

کیا قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم باطنی ثابت ہوتا ہے؟

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین یہ علمی مفاضلہ وموازنہ فقط ظاہری علم کی حد تک ہے، رہا علم باطن تو اس سلسلے میں ان کے مابین کوئی تقابل ہی نہیں جیسا کہ آگے متن میں خود سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقدس ارشاد آرہا ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس علم ظاہر بھی تھا اور علم باطن بھی"۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۵۸)

قاری ظہور احمد فیضی صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۴۰ پر مزید لکھتے ہیں۔

بندہ جب ایسی بات سنے تو یقیناً اس کے دل میں آرزو پیدا ہوتی ہے کہ اس پر بھی باطنی علوم آشکار ہوں ورنہ اسے وہ بندہ معلوم ہو جائے جو ان علوم کا امین ہو۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انہیں جمیع صحابہ کرام میں سے قرآنی علوم باطنیہ کا عالم اور ماہر کون ملا؟ اس سلسلہ میں وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنا مشاہدہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

[حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ نَذِيرُ بْنُ جُنَاحِ الْقَاضِي، ثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ، ثَنَا أَبِي، ثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، ثَنَا غَالِبُ بْنُ عُثْمَانَ الْهَمْدَانِيُّ أَبُو مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:]«إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، مَا مِنْهَا حَرْفٌ إِلَّا لَهُ ظَهْرٌ وَبَطْنٌ، وَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عِنْدَهُ عِلْمُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ».

بے شک قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا، ان میں سے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور بے شک علی بن ابی طالب کے پاس اس کا علم ظاہر اور باطن دونوں ہیں

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۳۰-۴۰ بحوالہ حلیۃ الاولیاء ۱/۱۰۵، وا/۶۵، تقریب البغیۃ للھیثمی ۲/۸۶ رقم ۳۲۵۷، تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۰، مختصر تاریخ دمشق ۱۸/۱۳۳، الجواھر الحسان ۱/۳۵، الاتقان ۲/۴۶۶، البرھان الجلی ص ۷۲، ۷۱)

نوٹ: قاری ظہور احمد فیضی اسی حدیث کو اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۴۶ پر بھی استدلال کرتے ہیں۔

جواب

گذارش ہے کہ قاری ظہور صاحب کی پیش کردہ روایت اصول حدیث کے تحت سخت متروک و ضعیف ہے۔ پیش کردہ روایت میں متعدّد راوی سخت جرح موجود ہے۔

پہلا راوی: اسحاق بن محمد مروان الکوفی ضعیف

امام دارقطنی نے فرمایا: لیسا ممن یحتج بحدیثھما. (لسان المیزان ۱/ ۳۷۵ رقم ١١٦٤)

دوسرا راوی: محمد بن مروان الکوفی السدی متروک و متہم

۱- علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الكُوْفِيُّ، أَحَدُ المَتْرُوْكِيْنَ. (سير أعلام النبلاء ٥/ ٣٦٥)

۲- امام بخاری فرماتے ہیں۔

مُحَمَّد بن مَرْوَان الْكُوفِي صَاحب الْكَلْبِيّ سكتوا عَنهُ لَا يكْتب حَدِيثه أَلْبَتَّة۔

(الضعفاء الصغير ١/ ١٠٥ رقم ٣٤٠، التاريخ الكبير ١/ ٧٢٩. التاريخ الصغير ٢/ ٢٤٦)

۳- امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

مُحَمَّد بن مَرْوَان الْكُوفِي يروي عَن الْكَلْبِيّ مَتْرُوك الحَدِيث۔

(الضعفاء والمتروكون ١/ ٩٣ رقم ٥٣٨)

۴۔امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:

نا عبد الرحمن قال قرئ على العباس بن محمد الدوري عن يحيى ابن معين قال: السدى الصغير صاحب الكلبي اسمه محمد بن مروان مولى الخطابيين وليس بثقة.

یعنی: سدی صغیر جو کہ سدی کا صاحب میں سے تھا اور اس کا نام محمد بن مروان جو کہ ثقہ نہیں ہے۔

(الجرح والتعديل ٨/ ٨٦رقم٣٦٤)

۵۔امام جریر فرماتے ہیں۔

نا عبد الرحمن نا محمد بن يحيى نا عبد السلام بن عاصم الهسنجاني قال سمعت جريرا يقول: محمد بن مروان كذاب يعني صاحب الكلبي.

محدث جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ محمد بن مروان یعنی صاحب کلبی کذاب راوی ہے۔

(الجرح والتعديل ٨/ ٨٦رقم٣٦٤)

۶۔امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں۔

هو ذاهب الحديث متروك الحديث لا يكتب حديثه البتة.

یعنی محمد بن مروان ذاہب الحدیث، متروک الحدیث، اور اس کی حدیث تک نہ لکھی جائے۔

(الجرح والتعديل ٨/ ٨٦رقم٣٦٤)

۷۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف کتب میں اس راوی پر شدید و سخت جرح کی ہے۔

- متهم بالكذب۔یعنی جھوٹ بولنے سے متہم ہے۔(تقريب التهذيب: ٦٢٧٤)
- "أحد المتروكين". متروکین میں ایک راوی ہے۔ (الإصابه ٨/ ٤١٧)
- "متروك". یعنی متروک راوی ہے۔

(الإصابة/ ٥٦٣)، و (الكشاف ١/ ٧٨) و (الكشاف ٢/ ٣٠٩) و (التلخيص/ ٢٤).

- "متروك متهم بالكذب". یہ راوی متروک متہم بالکذب ہے۔ (الكشاف ١/ ١٨٧)
- "متروك متهم بوضع الحديث". یعنی متروک اور وضع الحدیث کے ساتھ متہم ہے۔

(الكشاف ١/ ٤٩)

- "مثل الكلبي وأشد ضعفًا". یعنی یہ کلبی کی طرح اور شدید ترین ضعیف ہے۔

(العجاب ١/ ٢١٠)

- "كذبوه". یعنی جھوٹ بولتا تھا "" (الإصابة ٨/ ٣٠)

۸-امام نسائی فرماتے ہیں:

يَرْوِي عن الكلبي، متروكُ الحديثِ.

یعنی یہ کلبی سے روایت کرتا تھا اور متروک الحدیث ہے۔ (الضعفاء والمتروكون ٥٦٥)

۹-امام ابوزرعہ رازی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (أسامي الضعفاء ٣٠٦)

۱۰-محدث یعقوب فسوی فرماتے ہیں۔

السُّدِّي الصغير، وهو ضعيفٌ، غير ثقةٌ.

یعنی سدی صغیر ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ (المعرفة والتاريخ ٣/ ١٨٦)

۳-روایت کا ایک راوی عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ الله کا تعین نہیں ہے۔

۴-پیش کردہ روایت میں ایک راوی غالِب بن عُثمان الهَمداني مجہول ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ جناب ظہور احمد کی پیش کردہ روایت متروک ہے۔ اور ایسی روایت سے موصوف قاری ظہور صاحب اپنا مدعا ثابت نہیں کر سکتے۔ اور جب روایات ہی متروک ہے تو پھر خاص اس حدیث کو ظاہری و باطنی خلافت پر محمول کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

اگر متروک اور واہی روایات کو فضائل میں پیش کرنے کی بات تسلیم ہے تو ضرور بتائیے تاکہ ایسی روایات کو دیگر صحابہ کرام کے بارے میں پیش کیا جا سکے۔ مگر یہ طریقہ باطل و مردود ہے کہ اصول کے تحت اگر ایسی کسی روایت جس سے تفضیلیہ اپنا موقف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہوں اور اس روایت میں کوئی رافضی یا متروک راوی ہو تو فوراً لعن طعن شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ فضائل اہل بیت کے منکر ہیں، یہ اعتراض کرنے والے تو ناصبی ہیں، انہیں شان اہل بیت پسند نہیں ہے۔ جناب والا، ایسے مردود پروپگینڈہ کرنے والے کو اللہ جزاء عطاء فرمائے۔ کسی بھی روایت کو قبول اور رد کرنے کے اصول علماء و محدثین کرام نے وضع کیے ہوئے ہیں، اگر تو آپ کو یہ اصول قبول ہیں تو پھر تو اس اصول کے تحت ہی روایت کی تضعیف یا تصحیح مقرر کی جا سکتی ہے اور اگر یہ اصول آپ کو تسلیم نہیں ہیں تو پھر دیگر صحابہ کی شان و فضائل میں جو بھی روایات منقول ہیں وہ بھی ان کے فضائل میں قبول کیجئے۔

امام شاطبی کا قرآن کے ظاہر و باطن پر کلام

امام شاطبی فرماتے ہیں:

أما إشارة القرآن إليه، ففي قوله تعالى في الآية [78] من سورة النساء: {فَمَالِ هؤلاء الْقَوْمِ لاَ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثاً}، وقوله في الآية [82] منها أيضاً: {أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ

الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً}، وقوله فى الآية [24] من سورة محمد عليه السلام: {أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا} فهذه الآيات كلها تشير إلى أن القرآن له ظهر وبطن. وذلك لأنّ الله سبحانه وتعالى حيث ينعى على الكفار أنهم لا يكادون يفقهون حديثاً، ويحضهم على التدبر فى آيات القرآن الكريم لا يريد بذلك أنهم لا يفهمون نفس الكلام، أو حضهم على فهم ظاهره، لأن القوم عرب، والقرآن لم يخرج عن لغتهم فهم يفهمون ظاهره ولا شكّ. وإنما أراد بذلك أنهم لا يفهمون عن الله مراده من الخطاب، وحضّهم على أن يتدبروا فى آياته حتى يقفوا على مقصود الله ومراده، وذلك هو الباطن الذى جهلوه ولم يصلوا إليه بعقولهم.

ترجمہ: سورۃ النساء ۸۷، سورۃ النساء ۸۲، سورہ محمد ۲۴، مندرجہ صدر آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قران کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اس لیے کہ خداوند کریم ان آیات میں کفار کو اس بات پر ملامت کرتے ہیں کہ وہ قران کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ نفس قران کو نہیں سمجھتے اور انہیں قران کے ظاہری معانی معلوم کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ وہ عرب تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی، اس لیے وہ قران کے ظاہری مفہوم سے پوری طرح آگاہ تھے۔ منشاء الٰہی دراصل یہ ہے کہ وہ مراد ربانی کو معلوم کی کوشش نہیں کرتے۔ اس لیے ان کو قرانی آیات میں فکر و تدبر کی دعوت دی گئی ہے، یہ ہی قران کا باطنی مفہوم ہے جس سے وہ ناآشنا تھے۔

(الموافقات للشاطبی ۳/ ۳۸۲)

پھر لکھتے ہیں۔

وأما تنبيه الرسول صلى الله عليه وسلم، فذلك فى الحديث الذى أخرجه الفريابى من رواية الحسن مرسلاً عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "لكل آية ظهر وبطن، ولكل حرف حد، ولكل حد مطلع"، وفى الحديث الذى أخرجه الديلمى من رواية عبد الرحمن بن عوف مرفوعاً إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "القرآن تحت العرش، له ظهر وبطن يُحاج العباد".

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے بیان فرمایا ہے۔ چناچہ الفریابی حضرت حسن سے مرسلا روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آیت کا ب ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کی ایک حد ہے اور ایک بلندی۔ اسی طرح دیلمی نے حضرت عبد رحمن بن عوف سے مرفوع روایت کیا کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن عرش کے نیچے تھا۔ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ وہ لوگوں کے ساتھ جھگڑے گا۔

(الموافقات للشاطبی ۳/ ۳۸۲)

ظاہر سے لفظی معنی مراد ہیں اور باطنی سے تاویلی مفہوم۔

علامہ شاطبی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

ففی هذين الحديثين تصريح بأن القرآن له ظهر وبطن. ولكن ما هو الظهر وما هو البطن؟ اختلف العلماء فى بيان ذلك:فقيل: ظاهرها - أى الآية - لفظها. وباطنها: تأويلها.

وقال أبو عبيدة: إن القَصص التى قصَّها الله تعالى عن الأُمم الماضية وما عاقبهم به ظاهرها الإخبار بهلاك الأوَّلين، وحديث حَدَّث به عن قوم، وباطنها وعظ الآخرين وتحذيرهم أن يفعلوا كفعلهم، فيحل بهم مثل مَا حلَّ بهم .. ولكن هذا خاص بالقَصص، والحديث يعم كل آية من آيات القرآن.

وحكي ابن النقيب قولاً ثالثا: وهو أن ظهرها ما ظهر من معانيها لأهل العلم، وبطنها ما تضمنته من الأسرار التى أطلع الله عليها أهل الحقائق.وأما الصحابة فقد نُقِل عنهم من الأخبار ما يدل على أنهم عرفوا التفسير الإشارى وقالوا به، أما الروايات الدالة على أنهم يعرفون ذلك فمنها:

ما أخرجه ابن أبى الحاتم من طريق الضحَّاك عن ابن عباس أنه قال: "إن القرآن ذو شجون وفنون، وظهور وبطون، لا تنقضى عجائبه، ولا يُبلغ غايته، فمَن أوغل فيه برفق نجا، ومَن أخبر فيه بعنف هوى، أخبار وأمثال، وحلال وحرام، وناسخ ومنسوخ، ومُحكم ومتشابه، وظهر وبطن، فظهره التلاوة، وبطنه التأويل، فجَالِسُوا به العلماء، وجَانِبُوا به السفهاء".

وروى عن أبى الدرداء أنه قال: "لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوهاً".

وعن ابن مسعود أنه قال: "مَن أراد علم الأوَّلين والآخرين فليثوِّر القرآن". وهذا الذى قالوه لا يحصل بمجرد تفسير الظاهر.

مذکورہ دونوں احادیث میں صراحت ہے کہ قران کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ البتہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ظاہر و باطن سے مراد کیا ہے۔اس سلسلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔

ابو عبید کہتے ہیں کہ قران کریم میں سابقہ امت اور ان کی ہلاکت کے جو واقعات بیان کیے گئے ہیں ان کا ظاہری مفہوم ان کی تباہی و بربادی کی خبر دیتا ہے اور باطنی معنی دوسروں کو ایسی حرکات سے باز رکھنا تاکہ ان کا انجام بھی ویسا نہ ہو۔

ابن نقیب کا قول ہے کہ قران کے ظاہری معنی وہ ہیں جو عام طور سے اہل علم کو معلوم ہوں۔ قران کے باطنی مفہوم سے وہ اسرار مراد ہیں جو صرف اہل حقائق ہی کو معلوم ہوتے ہیں۔

صحابہ سے جو اقوال منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تفسیری اشاری سے آگاہ اور اس کے قائل تھے۔ چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

ابن ابی حاتم بطریق ضحاک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قرانی علوم چند انواع و اقسام پر مشتمل ہیں۔اس کے کئی ظاہر اور کئی باطن ہیں۔اس کے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آئیں گے۔جس نے اس میں نرمی کے ساتھ غوطہ لگایا اس نے نجات پائی۔اور جس نے سختی اختیار کی وہ ہلاک ہوا۔اس میں اخبار، وامثال، حلال و حرام، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، ظہر و باطن سب کچھ ہے۔اس کا ظاہر اس کا درس و مطالعہ ہے۔اور اس کا باطن اس کی تاویل و تفسیر ہے قرانی معلومات کے حصول کے لیے علماء کی صحبت میں بیٹھو اور جہلا سے پرہیز کرو۔

حضرت ابوالدرداء کا قول ہے کہ آدمی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک قران کو ظاہر و باطن کئی وجوہ پر مشتمل قرار نہ دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولین و آخرین سے آگاہ ہونا چاہتا ہے وہ قران کا مطالعہ کرے، ظاہر ہے کہ یہ مقصد قران کی ظاہری تفسیر سے پورا نہیں ہو سکتا۔

(الموافقات للشاطبی ۳/ ۳۸۲)

امام شاطبی مزید لکھتے ہیں۔

وأما الروايات الدالة على أنهم فسّروا القرآن تفسيراً إشارياً، فما رواه البخارى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال: "كان عمر يُدخلنى مع أشياخ بدر، فكأن بعضهم وَجَدَ فى نفسه فقال: لِمَ تُدخل هذا معنا ولنا أبناء مثله؟ فقال عمر: إنه مَن حيث علمتم، فدعاه ذات يوم فأدخله معهم، فما رأيت أنه دعانى يومئذ إلا ليريهم. قال: ما تقولون

فی قوله تعالى: {إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ} .. فقال بعضهم: أمرنا أن نحمد الله ونستغفره إذا نصرنا وفتح علينا، وسكت بعضهم فلم يقل شيئاً، فقال لى: أكذاك تقول يا ابن عباس؟ فقلت: لا. قال: فما تقول؟ قلت: هو أجل رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلمه له قال: {إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ} وذلك علامة أجلك، {فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً} .. فقال عمر: ما أعلم منها إلا مَا تقول".

فبعض الصحابة لهم يفهم من السورة أكثر من معناها الظاهر، أما ابن عباس وعمر، فقد فهما معنى آخر وراء الظاهر، هو المعنى الباطن الذى تدل عليه السورة بطريق الإشارة.

وأيضاً ما ورد من أنه لما نزل قوله تعالى فى الآية [3] من سورة المائدة: {الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِيناً} .. فرح الصحابة وبكى عمر رضى الله تعالى عنه وقال: ما بعد الكمال إلا النقص، مستشعراً نعيه عليه الصلاة والسلام، فقد أخرج ابن أبى شيبة: "أن عمر رضى الله تعالى عنه لما نزلت الآية بكى، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "ما يبكيك"؟ قال: أبكانى أنَّا كنا فى زيادة من ديننا، فأما إذا كمل فإنه لم يكمل شئ قط إلا نقص، فقال عليه الصلاة والسلام: "صدقت". فعمر رضى الله عنه أدرك المعنى الإشارى: وهو نعى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأقرَّه النبى على فهمه هذا .. وأما باقى الصحابة، فقد فرحوا بنزول الآية، لأنهم لم يفهموا أكثر من المعنى الظاهر لها.

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ اشاری تفسیر بھی کرتے تھے ان میں سے حضرت ابن عباس کی صحیح بخاری میں ذکر کردہ وہ روایت بھی ہے کہ جناب فاروق اعظم نے انہیں بدری صحابہ کی موجودگی میں شرف باریابی بخشا کرتے تھے، بعض صحابہ نے ناراض ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے بھی بیٹے ہیں اور ہم ان کو آپ کی مجلس میں نہیں لاتے۔ پھر ابن عباس کے آنے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عنقریب آپ کو پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز دیگر صحابہ کی موجودگی میں ابن عباس کو بھی ملاقات کا شرف بخشا۔ صحابہ کو مخاطب کرکے پوچھا کہ آیت کریمہ اذا جاء نصر اللہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ بعض صحابہ نے کہا کہ ہمیں اس آیت میں حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر

ابن عباس کو مخاطب کرکے اس آیت کے معنی دریافت کیے۔ انہوں نے کہ میں دیگر صحابہ کے بیان سے متفق نہیں ہوں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرمائیں گے اس لیے آپ کو اب پہلے سے بھی زیادہ حمد واستغفار کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا اس ضمن میں میرا ذاتی خیال بھی یہ ہی ہے۔ صحیح بخاری باب التفسیر۔ اس سے واضح ہوا کہ بعض صحابہ نے اس آیت کو ظاہر پر محمول کیا تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے جو مفہوم مراد لیا ہے وہ خلاف ظاہر ہے۔ یہ باطنی مفہوم ہے اور بطریق اشارہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

قران کریم میں فرمایا:

{الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِيناً}

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ بہت خوش ہوئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ فرمایا جب دین کامل ہو چکا ہے تو اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمائیں گے۔ اس لیے اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیا سے پردہ کا معاملہ ہے۔

محدث ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے دین میں اضافہ ہوتا جارہا تھا جب دین کامل ہو گیا تو اس کی تکمیل کے بعد اب تنزل کا آغاز ہوگا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔
(الموافقات للشاطبی ۳/ ۳۸۳)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ قران کا ظاہر اور باطن ہے۔ ظاہری معنی عربی دان اور قران کے فہم کو جاننے والے پر واضح ہوتا ہے اور قران کے باطنی معنی پر خواص اور صاحبان بصیرت ہی آگاہ ہوتے ہیں۔ اور باطنی نکات پر معرفت بہت ضروری ہے۔ پھر ان نکات کو ذہن نشین کرتے ہوئے ان خواص صحابہ کرام کے بارے میں کیا خیال ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں صحابہ کرام کی امامت کے لیے خاص ہدایت دی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کے حکم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر امام بنانا تو سب سے افضل شخص کی نشانی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں نصوص ہیں کہ جن کی زبان اور دل پر فرشتہ کلام کرتے ہیں، ان کی حکمت اور معرفت کا عالم کیا ہوگا؟ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام وشان اپنے مقام پر مسلمہ ہے۔

انا دار الحکمۃ اور گنگوہی کا کلام

قاری ظہور احمد تفضیلی لکھتا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی انا دار الحکمۃ و علی بابھا کے تحت لکھتے ہیں:

ار اد بذالك علم الباطن فان السلاسل سائرهم و معظمها منتهيا اليه.

اس سے مراد علم باطن ہے، بے شک تمام معتبر سلاسل کی انتہاء ان ہی پر ہوتی ہے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۵، شرح اسنی المطالب ص ۵۸۲ بحوالہ الکوکب الدری فی شرح جامع الترمذی ۴/۴۱۶-۴۱۷)

جواب:

گذارش ہے کہ قاری ظہور صاحب جس ادب کے ساتھ دیوبندی رشید احمد گنگوہی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ گستاخی کی کہ جس پر عرب علماء کے فتاوی اور اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب نے بالکل صحیح و درست رائے پیش کی۔ اس کے برعکس قاری ظہور تفضیلی نے رشید احمد گنگوہی کی عبارت کو اپنے حق میں پیش کیا۔

الحکمۃ سے مراد کیا ہے؟

شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"فقہ کا معنی حکمت ہے۔" (اشعۃ اللمعات ۷/ ۵۰۸)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے حکمت کو فقہ سے بھی معنی لیا ہے۔ جس کا مطلب جو بھی فقیہ صحابہ ہوگا اس میں حکمت پائی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَقَالَ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِثْلَهُ وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ-

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حکمت کے معنی ہیں: نبوت کے علاوہ دوسرے معاملات میں رائے کا درست ہونا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۵۶)

امام بخاری کے علاوہ الحکمۃ کا یہ معنی متعدّد تابعین سے بھی منقول ہیں کہ دوسرے معاملات پر رائے کا صحیح اور درست ہونا۔ حکمت کے اس مفہوم میں تو دیگر جلیل القدر صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لفظ محدث کی تشریح میں یہ واضح لکھا ہے کہ وہ شخص جسے غیر معمولی فہم عطا کی جائے، جیسے کہ

علامہ بدرالدین العینی نے عمدۃ القاری ۱۱/۲۲۳ رقم ۳۴۶۹ میں کہی ہے۔ تو کئی نصوص وارد ہوئی ہیں کہ ان کی رائے صحیح اور درست تھیں۔

بہرحال گنگوہی کے حوالہ میں بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علم باطن کی وضاحت کو تمام معتبر سلاسل کی انتہاء پر کیا۔ گنگوہی کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ معتبر سلاسل کی انتہاء اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ علم باطن موجود تھا۔ اور اس علم باطن کو وہ خلفاء راشدین کے ذات پر بھی فوقیت دینے کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو جناب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ علم باطن چار شخصیات کو ملیں اور سلاسل اولیاء کی انتہاء امام حسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں۔

اب فیضی صاحب یہ خود بتائے کہ کیا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا تقریبا ۳۰ سلاسل اولیاء کا منتھی ہونا، دیگر تین حضرات امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، اور حضرت کمیل بن زیاد پر باطنی طوپر افضل ہونے کی دلیل بن سکتی ہے؟

ادھر گنگوہی دیوبندی اور دیگر لوگ اگر سنن ترمذی کی حدیث انا دار الحکمہ یا انا مدینہ العلم سے مراد علم ظاہر لیں جب کہ تفضیلیہ اور خود قاری ظہور احمد اس حدیث سے علم ظاہر بھی لیتا ہے۔ تو پہلے یہ تو تعین کر لیں کہ اس حدیث سے علم ظاہر مراد ہے یا علم باطن؟ اور اگر علم باطن کے تخصیص کرتے ہیں تو پھر علم ظاہر اس سے خارج البحث ہو جاتا ہے۔

گنگوہی کی دوسری عبارت ملاحظہ کرتے تو شاید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی قول مل جاتا۔

ولو كنت متخذا خليلا لا تتخذت ابا بكر، لكونه احرى بذلك و اولى من كل مومن.

یعنی: اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا، کیونکہ وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق تمام مومن سے اس مقام کے لیے اولی ہیں۔

(الكوكب الدرى فى شرح جامع الترمذى ۹/ ۵۰ طبع اروقه)

گنگوہی ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔

ان الشيخين فضلها على سائر الصحابه كلى وه فى كل فضيلة.

(الكوكب الدرى فى شرح جامع الترمذى ۹/ ۵۳ طبع اروقه)

یعنی حضرات شیخین کریمن رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ پر افضلیت کلی اور ہر فضیلت پر ہے۔

گنگوہی دیوبندی کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم اور حکمۃ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا مقام دیگر صحابہ کرام پر فوق تر ہے مگر اس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ مستثنی ہیں۔

امام طیبی کا جواب الحکمۃ کی روایت پر

قَالَ الطِّيبِيُّ: لَعَلَّ الشِّيعَةَ أَرَادُوا بِهَذَا التَّمْثِيلِ أَنَّ أَخْذَ الْعِلْمِ الْحِكْمَةُ مِنْهُ مُخْتَصٌّ بِهِ لَا يَتَجَاوَزُهُ إِلَى غَيْرِهِ إِلَّا بِوَاسِطَتِهِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - لِأَنَّ الدَّارَ إِنَّمَا يُدْخَلُ فِيهَا مِنْ بَابِهَا، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: {وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا} وَلَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ إِذْ لَيْسَ دَارُ الْجَنَّةِ بِأَوْسَعَ مِنْ دَارِ الْحِكْمَةِ وَلَهَا ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ.

(مرقاۃ المفاتیح۹/ ۳۹۴۰)

یعنی: امام طیبی فرماتے ہیں کہ شاید اہل تشیع نے اس تمثیل سے یہ مطلب لیا کہ علم حکمت کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مختص کرتے ہیں کہ گھر میں اس کے دروازے سے ہی داخل ہوا جاتا ہے۔

{وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا} [البقرة: 189]

مگر اس روایت میں ان کے لیے کوئی دلیل وہ حجت نہیں ہے کیونکہ دار الجنۃ بالمقابل دار الحکمۃ کے وسیع نہیں اس کے باوجود اس کے آٹھ دروازے ہیں۔

علامہ طیبی کے قول سے واضح ہوا کہ اس روایت میں مخالفین کا یہ تخصیص کرنا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی کسی ذریعہ سے علم وحکمت سیکھا یا حاصل نہیں کیا جا سکتا وہ درست نہیں ہے۔

علامہ طیبی اور ملا علی قاری کی عبارت سے واضح ہوا کہ شہر علم کے بھی متعدد دروازے ہیں اور اس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ مستثنی ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا "انا مدینۃ الحکمہ" پر کلام

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں اس میں شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بنا پر ہوگی کہ ان کے ذریعے وسیع اور عظیم لوگوں تک پہنچے گا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اقضاکم علی، یعنی تم میں سب سے زیادہ فیصلے کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں"۔

(اشعہ اللمعات۷/ ۴۵۷)

الحکمۃ پر شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"انہیں [حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ] علم و حکمت، اشیاء کی حقیقتوں کی معرفت اور لائق و مناسب امور پر عمل عطا فرما۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حکمت کا مطلب ہے کردار کا درست ہونا اور گفتگو کا سچا ہونا۔"

(اشعۃ اللمعات 7/ ٤٩٩)

اس سے معلوم ہوا کہ حکمت کے جو معنی یا مفہوم بیان کیے جائیں، اس میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ ایک مقام اور افضل ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے انا دار الحکمۃ حدیث سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہ مستثنیٰ ہیں۔

باب الحکمۃ کا کسی سے موازانہ یا مفاضلہ؟؟

قاری ظہور احمد فیضی کا اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص٦٦ پر یہ لکھتے ہیں کہ

"حکمت کے لحاظ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ دوسروں سے کتنا ممتاز، برتر اور وفائق ہیں۔ کیونکہ جب وہ ہی باب الحکمۃ تو کسی کا ان سے سے موازانہ اور مفاضلہ کیسا؟۔ تاہم بعض احادیث میں ان کی برتری کو یوں سمجھایا گیا ہے۔"

[حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْغِطْرِيفِيُّ، ثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ أَبِي مُقَاتِلٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَهْبِيُّ الْكُوفِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ سَلَمَةَ، وَكَانَ ثِقَةً عَدْلًا مَرْضِيًّا، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ،]

عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُئِلَ عَنْ عَلِيٍّ فَقَالَ: «قُسِمَتِ الحكمة عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ، فَأُعْطِيَ عَلِيٌّ تِسْعَةَ أَجْزَاءٍ وَالنَّاسُ جُزْءًا وَاحِدًا۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی، پس نو حصے علی کو دیے گئے۔ اور ایک حصہ دوسرے لوگوں کو دیا گیا۔ الخ

(الخلافۃ الباطنیہ ص٦٦ بحوالہ حلیۃ الاولیاء ۱/ ۱۰۴ر قم ۱۹۸، تقریب البغیۃ للھیثمی ۳/ ۸۵ر قم ۳۲۵۴، سنن الاصفہانی ۲/ ۵٦٠ر قم ۶۹۴۳، المناقب للمغازلی ص۲۸٦ر قم ۳۲۸، تاریخ دمشق ۴۲/ ۳۸۴)

اس کے بعد قاری ظہور فیضی لکھتا ہے۔

"پڑھے لکھے اور حساب دان حضرات خود ہی اندازہ لگالیں کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دوسرے لوگوں

کے مقابلہ میں کتنا زیادہ حکمت عطافرمائی گئی۔"

جواب

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اور دیگر من مانی کرنے والے تفضیلیہ کی فن اسماء الرجال میں تحریر کسی مذاق سے کم نہیں بلکہ شگوفے ہوتے ہیں۔اور خود ہی احادیث پر حکم لگاکراور کبھی تودعوت اسلامی پر طعن کی نیت سے انہی محدثین کے اقوال سے بعض احادیث کو موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔جہاں مرضی نہ ہوئی ادھر محدثین کاقول بطور طعن پیش کردیااور جہاں اپنے مرضی ہوئی توانہیں محدثین پر ہی لعن وطعن اور ناصبیت کے بدبودار فتوی کولاگوکردیتے ہیں۔جبکہ ان کوعلم حدیث واسماءالرجال کی ابتدائی ابحاث کاہی علم نہیں ہوتا۔

اس روش پر قائم رہتے ہوئے موصوف قاری ظہور احمد نے اپنی دوسری کتاب شرح اسنی المطالب ۴۵۱تا۴۵۹ تک پیش کردہ حدیث پر محدثین کے اعتراضات پر لایعنی اور فضول قسم کی باتیں لکھی ہیں۔اس حدیث کے بارے میں محدثین کی رائے پیش خدمت ہے۔

۱ ۔علامہ ذہبی لکھتے ہیں :

"هذا الخبر بأنه كذب،یعنی یہ حدیث جھوٹی ہے۔" (میزان الاعتدال 3/ 227)

۲ ۔ابن جوزی لکھتے ہیں:

"هذا حديث لا يصح وفيه مجاهيل"

یعنی یہ حدیث صحیح نہیں اس میں مجاہیل راوی ہیں۔ (العلل المتناهية 1/ 241)

حافظ بن حجر عسقلانی کے قول کی تحقیق

محدث ابونعیم ، محدث امام جزری اور محدث ابن عساکر نے جو سند نقل کی،اس میں احمد بن عمران بن سلمۃ کے مجہول ہونے پر علامہ ذہبی نے اعتراض کیا کہ فهذا كذب یعنیہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

موصوف قاری ظہور احمد اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص۴۵۲ پر علامہ ذہبی کی اس جرح پر حافظ ابن حجر عسقلانی کاقول پیش کیاہے کہ

"اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابونعیم سے احمد بن عمران بن سلمہ کے حق میں پہلے یہ الفاظ لکھے کیے ہیں: كان عدلا ثقه مرضیا وہ عادل،ثقہ،اور پسندیدہ شخص تھے۔پھر لکھا:وفي هذا مخالفة لما ذكره المصنف:اور اس میں مصنف ذہبی نے جوکچھ ذکر کیاہے،اس کی مخالفت ہے۔لسان المیزان ۱/۳۵۴-۳۵۵ و ۱/۵۵۸۔الخ (شرح اسنی المطالب ص ۴۵۲)

جواب:

گذارش ہے کہ علامہ ذہبی نے اس روایت کی تحقیق میں یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ اس کو سفیان ثوری پر گھڑا گیا ہے۔کیونکہ سند میں احمد بن عمران بن سلمۃ راوی مجہول تھا تو اس روایت کو گھڑنے کا الزام اس مجہول کی طرف نسبت کی۔جبکہ ایک دوسری کتاب میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

رواه أبو نعيم عن الغطريف، بسند مظلم وضع على سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، مرفوعًا، لعن الله واضعه.

(تلخيص العلل المتناهية ص:۸۱)

یعنی:ابونعیم نے روایت کیا عن الخطریف ایک مظلم سند سے جو کہ گھڑی گئی سفیان ثوری عن منصور عن ابراھیم عن علقمہ عن عبداللہ کی سند سے مرفوع،اللہ کی لعنت ہو جس نے اس کو گھڑا۔

اس جرح سے تو واضح ہوا کہ علامہ ذہبی اس حدیث کو بنیادی طور پر گھڑی ہوئی تسلیم کر رہے ہیں۔ایک مقام پر اس کا قصور وار احمد بن عمران بن سلمہ مجہول کو ٹھرایا اور دوسرے مقام پر کسی کا تعین کیے بغیر ہی گھڑنے کا اعتراض کیا۔یعنی وہ اس کے کذب ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے وضع کرنے پر کسی طرح کا رد نہیں لکھا،بلکہ صرف مجہول راوی احمد بن عمران بن سلمہ کی توثیق کی طرف اشارہ کیا کہ یہ راوی مجہول نہیں بلکہ اس کو ابونعیم نے ثقہ کہا ہے۔جبکہ علامہ ذہبی کے حکم وضع پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے کوئی اعتراض نہ کر کے ان کا موقف برقرار رکھا ہے۔

قارئین کرام سب سے پہلے امام ابونعیم کی سند ملاحظہ کیجئے۔اسی حدیث کو محدث حافظ ابن عساکر نے اپنی سند سے اس کو محدث ابونعیم سے ہی حدیث کو نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْغِطْرِيفِيُّ، ثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ أَبِي مُقَاتِلٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ عُتْبَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَهْبِيُّ الْكُوفِيُّ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ سَلَمَةَ، وَكَانَ ثِقَةً عَدْلًا مَرْضِيًّا، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ— (حلية الاولياء۱/ ٦٤ -، تاريخ دمشق ٤٢/ ٦٥)

گذارش ہے کہ موصوف نے امام ابونعیم کی حلیہ الاولیاء کی روایت میں راوی احمد بن عمران بن سلمہ پر علامہ ذہبی کا نقد اور پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا دفاع تو پیش کر دیا۔

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو ابونعیم سے نقل کیا ہے،اسی سند کو حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۴۲/۸۴،۳ اور

محدث ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ۱/ ۶۴-۶۵ میں اس روایت کی مکمل سند نقل کی ہے۔ مگر موصوف کو شاید یہ معلوم نہیں کہ حافظ ابو نعیم کی سند میں ایک دوسرا راوی ابوالحسین بن ابی مقاتل ہے۔ جس پر محدثین کی وضع اور شدید ترین جرح ہے۔

اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کا لسان المیزان میں حافظ ابو نعیم کی روایت، جس کو امام جزری نے بھی نقل کیا، اس کے ایک مجہول روای کی توثیق کے باوجود بھی اسی سند میں ایک متروک و متہم بالکذب راوی ابوالحسین بن ابی مقاتل موجود ہے۔ جس پر خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے سخت جروہات نقل کی ہیں۔

سند میں راوی ابوالحسین بن ابی مقاتل پر شدید جرح

اس راوی پر محدثین کرام کی جروحات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ابن حبان لکھتے ہیں:

شيخٌ كتبنا عنه ببغداد ... يسرق الحديث، يقلبه، لعله قد قلب أكثر من عشرة آلاف حديث فيما خرج من الشيوخ والأبواب، شهرته عند من كتب الحديث من أصحابنا تغني عن الاشتغال بما قلب من الأخبار، لا يجوز الاحتجاج به بحال۔

(المجروحين ۱/ ۳۷۳)

۲۔ ابن عدي لکھتے ہیں:

يسرق الأحاديث، ويلزق أحاديث، تعرف بقوم لم يرهم على قوم آخرين لم يكن عندهم، وقد رآهم، ويرفع الموقوف ويصل المرسل، ويزيد في الأسانيد-

(الكامل ابن عدى: ٤/ ٧٣)

۳۔ محدث دارقطنی فرماتے ہیں:

كذَّابٌ، دجال، يُحدِّث بما لم يسمع -(سؤالات السلمي: رقم: ١٨٤)

۴۔ محدث حاکم اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

متروك-(سؤالات الحاكم رقم: ١١٣)

۵۔ محدث برقانی کہتے ہیں: ذاهب الحديث. (تاريخ بغداد ١٠/ ٤٤٨)

۶۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: يذكر بالحفظ غير أنَّ حديثه كثير المناكير

(تاريخ بغداد: ١٠/ ٤٤٨، لسان الميزان ٤/ ٢٧٨)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ ابو نعیم کی ہی سند میں دوسرا راوی ابوالحسین بن ابی مقاتل متروک اور ذاہب الحدیث

ہے۔اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کا احمد بن عمران بن سلمہ کی توثیق کے بعد میں اسی سند میں ابوالحسین بن ابی مقاتل جیسا متروک اور ذاہب الحدیث جیسے راوی کی وجہ سے متروک وشدید ضعیف ہے۔

دوسری سند: محدث ابن عساکر نے اس روایت کی ایک دوسری سند۔ تاریخ دمشق ۴۲/۶۵ بھی لکھی ہے۔ مغازلی نے المناقب: رقم:۳۲۸ اور دیلمی نے فردوس الأخبار: ۳/۷۷، ۲، خوارزمی نے مقتل الحسین رقم:۲۲ پر نقل کیا ہے۔ جس میں متروک روای ابوالحسین بن ابی مقاتل متروک راوی کی بجائے ابوعبداللہ بن علی الدھان ہے۔

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو عمر بن حيوية أنا أبو عبد الله الحسين بن علي الدهان نا محمد بن عبيد بن عتبة الكندي نا أبو هاشم محمد بن يعلى يعني الوهبي نا أحمد بن عمران بن سلمة بن عجلان مولى يحيى بن عبد الله .....

اس راوی کی توثیق نا معلوم ہونے کی وجہ سے مجہول ہے اور یہ یاد رہے کہ مجہول روای سے ایک متروک راوی کی متابعت بھی نہیں ہوسکتی۔اس لیے تحقیق سے ثابت ہوا کہ پیش کردہ روایت متروک اور شدید ضعیف ہے۔ جو کہ فضائل میں بھی عندالمحدثین حجت نہیں ہے۔

قاری ظہور کا امام جزری کی جرح کو چھپانے کی کوشش

قارِی ظہور احمد فیضی نے شرح اسنی المطالب ۴۵۱ تا ۴۵۹ پر محدثین کرام پر تبرا بازی کر کے پھر ص ۴۵۹ پر لکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کو سندا کوئی محدث موضوع تو کیا شدید ضعیف بھی ثابت نہیں کر سکا،امام ذہبی یا ابن کثیر کا اس کے متن پر کذب یا وضع کا حکم محض تحکم جو لائق التفات نہیں۔

مگر موصوف قاری صاحب نے خیانت کرتے ہوئے امام جزری کا اس حدیث پر اپنا حکم چھپا دیا۔امام جزری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

كذا رواه الحافظ أبو نعيم في الحلية وهو منكر مركب على سفيان والله أعلم.

(مناقب الاسد الغالب ص۱۸ رقم ۳۰)

جیسا کہ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے اور یہ منکر مرکب،سفیان ثوری پر ہے۔

قارئین کرام، کو یہ واضح رہے کہ اس حدیث کے بعد وهو منكر مركب على سفيان والله أعلم. کے الفاظ دجل وفریب سے چھپا دیے۔

کیا علامہ ذہبی اور ابن کثیر کے علاوہ علامہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو منکر کہنا تحکم ہے۔اور موصوف کو اپنی

کتاب الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ کے صفحات کو پڑھ کر شرمانا چاہیے کہ اس کتاب میں وہ حدیث منکر کو موضوع ثابت کرنے کے لیے صفحات کے صفحات بھر دیے ہیں۔ ادھر اپنے تحکم سے محدثین علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر پر اعتراض کرتے ہوئے ان کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ چلیں علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر پر آپ کا غصہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ان محدثین سے اتنا خار کیوں کھاتے ہیں مگر جس محدث کی کتاب "اسنی المطالب" کی شرح لکھی ، اسی محدث کا اس حدیث پر حکم منکر مرکب ہی دجل وفریب سے چھپا لیا۔ اور کس طرح چھپایا اس کی مثال دینے کی ضرورت نہیں، موصوف خود سمجھدار ہیں۔

"الحکم" کی بجائے "العلم"

اس روایت میں بعض راویوں نے لفظ الحکمۃ کی بجائے العلم بھی بیان کیا ہے۔ ایک عالم الحسکانی نے اپنی کتب شواہد التنزیل (1/84) میں اس کو سند نقل کیا ہے۔

حدثنا الحاكم أبو عبد الله الحافظ، حدثنا :أبو بكر ابن أبي دارم الحافظ، حدثنا: أبو عبد الله الحسين بن محمد البجلي، ومحمد بن إسماعيل الأحمسي، حدثنا :إبراهيم بن هراسة، حدثنا أبو العلاء، عن خالد ابن الخفاف، عامر، عن ابن عباس، قال: العلم عشرة أجزاء ، أعطي علي بن أبي طالب منها تسعة، والجزء العاشر بين الناس، وهو بذلك أعلم منهم- الحسكاني في: (شواهد التنزيل ١/ ٨٤)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کے ۱۰ اجزاء میں سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو دیے گئے جبکہ علم کا دسواں حصہ باقی لوگوں کو دیا گیا، اور وہ اس طرح سب میں اعلم ہیں۔

مگر اس سند میں متعدد راوی متروک، مجہول اور متروک ہیں۔

ابو بکر بن ابی دارم ضعیف راوی

پیش کردہ سند میں پہلا راوی أبو بكر ابن أبي دارم جس کا مکمل نام أحمد بن محمد بن السري الكوفي ہے۔

۱ امام حاکم جن سے حسکانی روایت بیان کررہے ہیں، خود اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

أبو عبد الله الحاكم: رافضي، غير ثقةٍ۔ (ميزان الاعتدال: ١/ ١٣٩)

۲ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

الرافضي الكذّاب- یعنی جھوٹا رافضی ہے۔ (ميزان الاعتدال: ١/ ١٣٩)

۳ علامہ ذہبی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

شیخ ضال معثر۔ (سیر اعلام النبلاء15/ 577)

اس روای کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے۔

تَارِيخ الإِسْلَام (٢٦/ ٤٩، ٦٨)، تذكرة الحفاظ (٣/ ٨٨٤)، النُبلاء (١٥/ ٥٧٦)، المغني (١/ ٩٧)، الميزان (١/ ١٣٩)، اللِّسان (١/ ٦٠٩)، إتحاف المهرة (٧/ ٦٤٣)،، تنزيه الشَريعة (١/ ٣٢).

ابرھیم بن ہراسہ متروک راوی

[۲] ۔پیش کردہ سند میں دوسراراوی ابراھیم بن ھراسۃ بھی متہم بالکذب اور متروک ہے۔

۱) امام بخاری فرماتے ہیں: متروك الحديث.

(التاريخ الكبير: ١/ ٣٣٣)،

۲) محدث ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں: شيخ كوفي، وليس بقوي.

(الجرح والتعديل: (٢/ ١٤٣)،

۳) محدث ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں: ضعيف، متروك الحديث .

(الجرح والتعديل: ٢/ ١٤٣)

۴) امام ابوداود فرماتے ہیں۔ كان يضع الحديث.

(سؤالات أبي عبيد الآجري: رقم:١٢٦)

۵) امام نسائی فرماتے ہیں۔: (متروك الحديث، كوفي)

(الضعفاء والمتروكين: رقم: ١٠)

۶) محدث دارقطنی فرماتے ہیں: يروي عن الثوري ما لا يُتابع عليه.

(الضعفاء والمتروكون١١)

۷) محدث دارقطنی ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں: متروك لا يُخرج حديثه.

(سوالات البرقاني: ٢٠)

۸) امام مسلم فرماتے ہیں: ذاهب الحديث. (الكنى ق ٣)

تحقیق سے معلوم ہوا کہ روایت کا دوسرا راوی ابراھیم بن ہراسہ بھی متہم بالکذب، متروک اور ذاہب الحدیث ہے۔

خالد بن طہمان کا حافظہ خراب اور شیعہ راوی

[۳] ۔پیش کردہ روایت میں ایک راوی ابوالعلاء ہے، جس کا تحقیق کے مطابق مکمل نام خالد بن طہمان ابوالعلاء

الخفاف ہے۔

اس روای کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق رمي بالتشيع ثم اختلط- (تقريب التهذهب:١٦٤٤)

یعنی صدوق، شیعہ اور اخری عمر میں حافظ خراب تھا۔

حافظ ابن حجر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"شيعي كوفي فيه مقال". (موافقة الخبر 1/ 245)

یعنی: کوفی شیعہ تھا اور اس میں بوجہ نرمی ضعف ہے۔

اس حوالہ سے ظاہر ہوا کہ خالد بن طہمان شیعہ اور اخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جس راوی کا آخری عمر میں حافظ خراب ہو تو اختلاط کے بعد اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ خالد بن طہمان کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق پہلے پیش کر دی گئی ہے۔

اس تحقیق سے عیاں ہوا کہ حسکانی کی شواہد التنزیل میں پیش کردہ روایت پر گھڑنے کی تہمت، متروک، ذاہب الحدیث اور شیعہ راویوں سے بھری ہوئی ہے، جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایک دوسری روایت نقل کی ہے۔

أخبرنا أبو البركات الأنماطي، أنا أبو طاهر وأبو الفضل، قالا: أنا أبو القاسم الواعظ، أنا: محمد بن أحمد بن الحسن، أنا: أبو جعفر محمد بن عثمان، نا: علي بن حكيم، أنا :أبو مالك الجَنْبِي، عن جويبر، عن الضحاك، عن ابن عباس، فذكره. وروي عن ابن عباس بلفظ: «قسم علم الناس خمسة آجزاء، فكان لعلي منها أربعة أجزاء، ولسائر الناس جزء، وشاركهم علي في الجزء، فكان أعلم بـ[illegible]هم-

یعنی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں علم کے پانچ جزء تقسیم ہوئے، جس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ۴ حصہ علمی ملا اور پانچویں حصہ میں بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ شریک ہیں، اور وہ اس میں ان سے اعلم ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر ۴۲/ ۴۰۷)

جواب:

۱۔ مگر یہ روایت بھی قابل استدلال نہیں۔ اس لیے کہ اس روایت کے ایک راوی ابومالک الجنبی عمرو بن ہاشم الکوفی ضعیف راوی ہے۔

ابومالک عمرو بن ہاشم متروک راوی

۱۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

فيه نظر. (التاريخ الكبير ٦/ ٢٧٠٢، التاريخ الصغير ٢/ ٢٤٨)

۲۔ امام مسلم لکھتے ہیں:

ضعيفُ الحديث. (الكنى والأسماء ٢/ ٧٥٥ رقم ٣٠٦٧)

۳۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں:

لين الحديث، يكتب حديثه. (الجرح والتعديل: ٦ / الترجمة ١٤٧٨)

۴۔ محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

كَانَ مِمَّن يقلب الْأَسَانِيد ويروي عَن الثِّقَات مَالا يشبه حَدِيثه الْأَثْبَات لَا يجُوز الِاحْتِجَاج بِخَبَرِهِ۔ (المجروحين ٢/ ٧٧ رقم ٦٢٦)

۵۔ محدث ابن سعد فرماتے ہیں:

كَانَ صَدُوقًا وَلَكِنَّهُ كَانَ يُخْطِيءُ كَثِيرًا: یعنی سچا ہے مگر غلطیاں بہت زیادہ کرتا ہے۔

(طبقات ابن سعد ٦/ ٣٩٢)

۶۔ ابن جوزی نے کہا: قَالَ الْأَزْدِيّ ضَعِيف: یعنی الازدی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

(الضعفاء و المتروكين ٢/ ٢٠٢ رقم ٢٤٠)

ابومالک عمرو بن ہاشم کے بارے میں مزید کتب کا مطالعہ کیجئے۔

طبقات ابن سعد: ٦ / ٣٩٢، تاريخ الدوري: ٢/ ٤٥٥، ابن محرز، الترجمة ٣٠٦، تاريخ البخاري الكبير: ٦ / رقم ٢٧٠٢، تاريخه الصغير: ٢ / ٢٤٨، الكنى لمسلم، ص ١٠٠، ضعفاء العقيلي، ص ١٥٧، الجرح والتعديل: ٦ / الترجمة ١٤٧٨، المجروحين لابن حبان: ٢ / ٧٧، الكامل لابن عدي: ٢ / الورقة ٢٤١، ضعفاء ابن الجوزي، الورقة ١٢١، الكاشف: ٢ / الترجمة ٤٣٠٥، ديوان الضعفاء، الترجمة ٣٢٢١، المغني: ٢ / رقم ٤٧١٩، تذهيب التهذيب: ٣ / الورقة ١١٢، تاريخ الاسلام، ص ٢٤٦ (أيا صوفيا ٣٠٠٦)، ميزان الاعتدال: ٣ / رقم ٦٤٦١، نهاية السول، الورقة ٢٧٩، تهذيب التهذيب: ٨ / ١١١ - ١١٢، تقريب التهذيب: ٢ / ٨٠

جویبر بن سعید متروک راوی

۲۔ سند میں دوسرا راوی جویبر بن سعید بھی متروک اور سخت ضعیف ہے۔

۱) محدث ابن معین لکھتے ہیں۔ ضعیف۔ (سوالات ابن الجنید ۱/ ۱۳۳ رقم ۲٤٤)
۲) امام علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ فضعفه جدا. (تهذيب الكمال ٥/ ١٦٩ رقم ٩٨٥)
۳) ابن المدینی مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔
۴) جويبر أكثر على الضحاك، روى عنه أشياء مناكير۔
۵) یعنی جو یبر زیادہ تر ضحاک سے روایت کرتا ہے اور یہ ضحاک سے منکر بیان کرتا ہے۔
(تاريخ بغداد 7/ 258 رقم 3742، تهذيب الكمال ٥/ ١٦٩ رقم ٩٨٥)
۶) حافظ بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ ضعیف جدا. (تقریب التهذيب: ٩٨٧)
۷) ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ متروك الحديث عندهم. (لسان الميزان ٣/ ٦٩٩ - ٦٧٠)
۸) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ متروك الحديث ساقط. (الكشاف ١/ ٢٠٥)
۹) امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ متروك. (الضعفاء و المتروكين: ١٤٧)
۱۰) علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ تركوه. (الكاشف: ٨٢٦)
۱۱) امام نسائی فرماتے ہیں: متروك. (الضعفاء والمتروكين: ١٠٤)
۱۲) امام ابوزرعہ الرازی لکھتے ہیں: لا يحتج بحديثهم. (الضعفاء لابی زرعه الرازی ٢/ ٧٢٨)
۱۳) امام ابوسعید الادریسی فرماتے ہیں:
۱۴) يضعف فی الحديث و الرواية. (اكمال تهذيب الكمال ٣/ ٢٥٧ رقم ١٠٣٤)
۱۵) جویبر کو أبو القاسم البلخي في «جملة الضعفاء» میں نقل کیا ہے۔
(اكمال تهذيب الكمال ٣/ ٢٥٧ رقم ١٠٣٤)
۱۶) محدث أبو العرب و محدث ابن شاهين و محدث البرقي نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔
(اكمال تهذيب الكمال ٣/ ٢٥٧ رقم ١٠٣٤)
۱۷) امام حاکم کبیر لکھتے ہیں: ذاهب الحديث. (اكمال تهذيب الكمال ٣/ ٢٥٧ رقم ١٠٣٤)
۱۸) محدث یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں۔
وضعفه جدًا. یعنی اس کی سخت تضعیف کی۔ (المجروحين ٥/ ٢٥٧ رقم ١٩١)
۱۹) محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

يروي عن الضحاك أشياء مقلوبة: یعنی جو یبر اپنے استاد ضحاک سے الٹ پلٹ روایات بیان کرتا ہے۔ (المجروحين ٥/ ٢٥٧ رقم ١٩١)

تاریخ دمشق کی روایت میں بھی جویبر بن سعید اپنے شیخ ضحاک سے روایت بیان کر رہا ہے۔ جو کہ سخت ضعیف راوی ہے۔ راوی کی مزید تحقیق کے لیے مطالعہ کیجئے:

تاريخ يحيى برواية الدوري: ٢/ ٨٩، رواية الدارمي، رقم ٢١٥، العلل لأحمد: ١٣٥، ١٣٦، ٣١٦، ٣٢٢، تاريخ البخاري الكبير ٢/ الترجمة ٢٣٨٣ الضعفاء الصغير له: ٥٨، تاريخه الصغير: ٢/ ١٠٧، سؤالات الآجري لابي داود، الورقة: ١٢، أحوال الرجال للجوزجاني، الترجمة: ٤٣، المعرفة ليعقوب: ٢/ ١٧٤، ٣/ ٣٥، الضعفاء لابي زرعة: ٥٥، أخبار القضاة لوكيع: ١/ ٥٣، ضعفاء العقيلي، الورقة: ٣٨، الجرح والتعديل: ٢/ الترجمة ٢٢٤٦، كتاب المجروحين لابن حبان: ١/ ٢١٨، الكامل لابن عدي: ١/ الورقة: ٢٠١، الضعفاء للدارقطني، الترجمة ١٤٧، تاريخ بغداد: ٧/ ٢٥٠ ٢٥٢ (الترجمة ٣٧٤٢)، إكمال ابن ماكولا: ٢/ ١٦٤، الضعفاء لابن الجوزي، الورقة: ٣٠، تذهيب الذهبي: ١/ الورقة: ١١٢، الكاشف: ١/ ١٩٠، ميزان الاعتدال: ١/ ٤٢٧، المغني: ١/ الترجمة ١٢٠٨، ديوان الضعفاء، الترجمة: ٧٩٩، المجرد في رجال ابن ماجة، الورقة ٧، تاريخ الاسلام: ٦/ ٤٨، إكمال مغلطاي ٢/ الورقة ٩٢، بغية الاريب، الورقة: ٧٣، نهاية السول، الورقة: ٥٣، تهذيب ابن حجر: ٢/ ١٢٤ ١٢٣، خلاصة الخزرجي: ١/ الترجمة ١٠٩٩.

ضحاک راوی کا ارسال

۳-تاریخ ابن عساکر کی سند میں ضحاک کا سماع حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں۔

(المراسيل لابن أبي حاتم: ص: ٩٤)

اس تحقیق سے یہ عیاں ہوا کہ تاریخ دمشق کی روایت بھی قابل استدلال نہیں کیونکہ اس میں ضعیف، متروک راوی کے ساتھ مرسل بھی ہے۔

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی روایت

ایک روایت ابن شاذان سے بھی نقل کر کے پیش کی جاتی ہے۔

قال: حدثنا أبو بكر محمد بن عبدالله بن حمدون، قال: حدثني محمد بن أحمد بن أبي الثلج، قال: حدثني جعفر بن محمد بن شاكر الصائغ، قال: حدثني منصور بن صفر، عن مهدي بن ميمون، عن محمد بن سيرين، عن أخيه معبد، عن أبي سعيد الخدري مرفوعًا: «العلم خمسة أجزاء اعطي علي بن أبي طالب من ذلك أربعة أجزاء، و اعطي سائر الناس جزءاً واحدا. والذي بعثني بالحق بشيرا ونذيرا العلي بجزء الناس أعلم-

یعنی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں علم کے پانچ جزء تقسیم ہوئے، جس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ۴ حصہ علمی ملا اور پانچویے حصہ میں بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ شریک ہیں، اور وہ اس میں ان سے اعلم ہیں۔ (مائة منقبة: 87)

جواب

گذارش ہے کہ ابن شاذان کی سند بھی نہ قابل احتجاج اور نہ شاہد و متابعت کے لائق ہے۔ کیونکہ محدثین نے یہ واضح بیان کیا ہے کہ ابن شاذان کے بارے میں محدثین نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث کو گڑتا اور وضع کرتا تھا۔

۱۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

ولقد ساق الخطيب أخطب خُوَارزم من طريق هذا الدَّجَّال ابن شاذان أحاديث كثيرة باطلة سمجة ركيكة في مناقب السيد علي — رضي الله عنه۔

خطیب خوارزم الموفق نے اس دجال کے حوالہ سے اور بھی بہت سی جھوٹی روایات نقل کی ہیں جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں ہیں، لیکن انتہائی رکیک ہیں۔

(ميزان الاعتدال 3 / 466 — 467)

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس جرح کو نقل کیا ہے۔ (لسان الميزان 6 / 540 رقم 6445)

۳۔ اور اسی جرح کو علامہ سبط ابن العجمی نے بھی برقرار رکھا۔ (الكشف الحثيث 1 / 218 رقم 620)

اور ابن شاذان ایک قمی شیعہ محدث تھا جس کو اہل تشیع کتب جیسے الذریعہ ۲/۴۹۴، المستدرک للنوری ۳/۵۰۰، البحار ۱/۱۱۸، میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی کتاب سے اخطب الخوارزم ابوالموید الموفق بن احمد بن محمد البکری الحنفی نے اپنی کتاب المناقب اور مقتل حسین میں، ابو عبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی نے کفایت الطالب، اور ابراهیم بن محمد بن المويد الحمويني نے فرائد السمطین میں روایات لی ہیں جو کہ جھوٹ اور کذب پر مبنی ہیں۔ ان کتابوں کو اہل سنت کی کتب میں شمار کرنا غلط اور خلاف تحقیق ہے۔

عالم اجسام سے قبل انتخاب کس کا؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب لکھتے ہیں۔

کچھ ایسی احادیث ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اجسام سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی منتخب کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دی تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابَانَ الْجُنْدِيسَابُورِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْمَرِيُّ، قَالَا: ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، {دوسری سند} حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْمَرِيُّ، ثنا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ الْهَرَوِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أنا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا زَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلِيًّا قَالَتْ فَاطِمَةُ: {تیسری سند}: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ شاده المؤدب - بأصبهان - وأخته أُمُّ سَلَمَةَ أَسْمَاءُ. قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بن جعفر بن حبّان - إملاء - حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلْمٍ الرازي حدّثنا محمّد بن غيلان حدّثنا أحمد ابن صالح المقرئ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ]

يَا رَسُولَ اللهِ، زَوَّجْتَنِي مِنْ رَجُلٍ فَقِيرٍ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا تَرْضَيْنَ يَا فَاطِمَةُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اخْتَارَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُوكِ وَالْآخَرُ زَوْجُكِ»

۔۔۔۔تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ نے اہل زمین سے دو شخصوں کو منتخب فرمایا، ایک ان میں سے آپ کا بابا اور دوسرا آپ کا شوہر۔ الخ

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۵۵، بحوالہ المعجم الکبیر ۱۱/ ۹۳ رقم: ۱۱۱۵۳، المعجم الکبیر ۱۱/ ۹۴ رقم: ۱۱۱۵۴، منصب امامت اسماعیل دہلوی قتیل ص ۵۳ [تاریخ بغداد ۴/ ۴۱۷-۴۱۸]

قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۵۶ پر چالاکی سے اس روایت کی سند پر لکھتے ہیں۔

یہ حدیث امام طبرانی نے ابراہیم بن حجاج از امام عبدالرزاق حدیث کی ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ابراہیم غیر معروف ہے اور اس کے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں اور امام طبرانی اس کو ایک اور ضعیف سند سے بھی روایت کیا ہے۔ (بحوالہ مجمع الزوائد ۹/ ۱۱۲ ـ و ۹/ ۱۴۳-۱۴۴ رقم ۱۴۶۵۹)

موصوف قاری ظہور پھر لکھتے ہیں۔

"حافظ ہیثمی کے مطابق اس راوی ابراہیم بن حجاج کے علاوہ اس سند کے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں تو جب اس سند میں ابراہیم بن الحجاج ہے ہی نہیں اور باقی تمام رجال صحیح ہیں تو پھر سنداً اس حدیث کا صحیح ہونا متحقق ہو گیا، تاہم امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو خطیب بغدادی سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی

سند حسن ہے" الخ۔
(الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۵۶ بحوالہ مسند فاطمۃ الزہرا للسیوطی ص ۳۳ رقم ۱۵۱ مترجم اردو ص ۱۰۵ رقم ۱۵۱)

جواب

گذارش ہے کہ پیش کردہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں عبدالرزاق راوی موجود ہے۔

عبدالرزاق کا اختلاط

اول: عبدالرزاق کے بارے میں یہ واضح ہے کہ اس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ اس لیے عبدالرزاق سے روایت کرنے والے تینوں راوی الحسن بن علی المعمری، عبدالسلام بن الھروی، اور ابراھیم بن الحجاج کے بارے میں یہ تصریح موجود نہیں ہے کہ یہ ان کے قدیم شاگردوں میں سے تھے۔ اگر کوئی دلیل مل جائے تو پھر اس موقف سے علی الاعلان رجوع کیا جائے گا۔ مگر ان شاگردوں کا عبدالرزاق سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

"ابن ابی نجیع" کا حضرت مجاہد سے سماع محل نظر

دوم: محدث یعقوب فسوی نے ابن ابی نجیح کا حضرت مجاہد سے کلام کو بھی محل نظر لکھا ہے۔

(المعرفۃ و التاریخ ۱/ ۷۰۳)

"ابن ابی نجیع" طبقہ ثالثہ کا مدلس

سوم: تاریخ بغداد اور تاریخ دمشق میں بیان کردہ تینوں روایات میں ایک بنیادی راوی ابن ابی نجیح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، عبداللہ بن ابی نجیح کو اپنی کتاب طبقات المدلسین ۱/۳۹ رقم ۷۷ طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھتے ہیں اور طبقہ ثالثہ کے مدلس کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر علامہ سیوطی کے اس حدیث پر حکم کہ اس کی سند حسن ہے کو بالفرض تسلیم کر بھی لیں تو پیش کردہ روایت کی سند میں علت خفی قادحہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

قطع نظر پیش کردہ روایت کی اسنادی حیثیت کے یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس حدیث میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی نسبت سے دو اشخاص کو چننے کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں کوئی ایک خاص رشتہ و تعلق کے لحاظ سے خاص بیان ہے اس لیے اس کا عموم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق میں سے دیگر اشخاص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے چنا۔

خلافت ظاہری اور باطنی کی تقسیم کیوں؟

خلافت کو ظاہر اور ولایت کو باطن کی طرف تقسیم کر کے افضلیت ابوبکر کا انکار کرنا علماء و محققین نے خارج از اہل سنت ہونا بیان کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ خلافت راشدہ خاصہ جو خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے تحت قائم ہوتی ہے، اس میں خلیفہ راشد خاص کو اپنے عہد میں عقلا و نقلا تمام امت سے افضل ہونا جملہ لوازمات میں سے ہونا ایک خاصہ ہے کیونکہ جس طرح کسی شخص کا نبی ہونا اس شخصیت کے تمام امت سے افضل ہونے کو ثابت کرتی ہے اس طرح کسی شخص کا نبی کریم ﷺ کا خلیفہ راشد خاص ہونا اس کے تمام امت سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔ یہ یاد رہے کہ خلیفہ راشد کی دو اقسام ہیں۔ اول: خلیفہ راشد خاصہ، دوم: خلیفہ راشد عامہ۔

اور خلیفہ راشد خاصہ کے افضل ہونے کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب خلافت راشدہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہونا ہے۔ اس لیے خلافت راشدہ بھی نبوت کی طرح دین و دنیا دونوں کے ظاہری اور باطنی امور کو شامل ہے۔ اس نکتہ کو علماء کرام نے واضح بیان کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اور خلافت راشدہ خاصہ

و از آنجهت که خلافت خاصه مقیس است بر نبوت؛ زیرا که در حدیث آمده: خلافه علي منهاج النبوه ونیز آمده تکون نبوه ورحمه ثم خلافه ورحمه و جامع هر دو ریاست عامه است در دین و دنیا ظاهراً و باطناً، پس چنانکه استنباء (پیامبر ساختن) شخص دلالت مي کند برافضلیت وي بر امت تا قبح از مستنبي جلّ ذِکره مرتفع گردد همچنان استخلاف شخصي بر امت دلالت مي نماید بر افضلیت وي۔

یعنی: خلافت خاصہ کو نبوت کے ساتھ متشابہت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں خلافت بر منہاج النبوۃ آیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ کچھ دنوں نبوت و رحمت ہوگی پھر خلافت و رحمت۔ **اور نبوت کی طرح وہ [خلافت راشدہ خاصہ] بھی دین و دنیا دونوں کی ریاست ظاہری و باطنی کو شامل ہے۔** پس جس طرح کسی شخص کا نبی بنانا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ نبی بنانے والے جل ذکرہ سے قباحت مرتفع ہو جائے اسی طرح کسی شخص کو امت پر خلیفہ بنانا اس کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء ۱/۶۵ مترجم، ازالۃ الخفاء عربی ۱/۱۲۹۔۱۳۰)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی اسی عبارت کو علامہ طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب عظمت صحابیت اور حقیقت خلافت ص ۲۵۷ پر نقل کیا ہے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کی نکتہ آفرینی

پیر مہر علی شاہ صاحب اپنی کتاب تصفیہ مابین سنی و شیعہ میں خلافت راشدہ کی ایک قسم خلافت راشدہ خاصہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اخرجت للناس سے مطلب یہ ہے کہ باطن مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح اور بہتری کے لیے پر تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ حریص علیکم بالمومنین روف رحیم، وہ تم پر حریص ہیں اور مومنوں کے لیے روف اور رحیم ہیں۔ اس پاک باطن سے نورانیت پھیلنے لگی جن لوگوں کو بوجہ استعداد اور اہلیت باطن تناسب تھا وہ بھی موصوف بصفت اخرجت للناس ہوئے یعنی لوگوں کی اصلاح ان کے طفیل منظور ہوئی اور ان کی ہمت عالیہ نے مومنین کی بڑی بڑی جماعتوں میں جو متفرق ہوگئی تھیں، استلاف اور اتحاد پیدا کردیا اور ہفت اقالیم کو انہوں نے فتح کرلیا۔ اور لوگوں کی کثیر تعداد ان کی بدولت مشرف باسلام ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ خلفاء کرام مع اعوان علیھم الرضوان خیر امتہ اخرجت للناس سے ہیں۔۔۔۔ جس کا انفاق و قتال مقدم ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا اور شیخین کا انفاق اور قتال احادیث صحیحہ سے مقدم ثابت ہے۔ **لہذا خلافت ان کی خلافت راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔**

(تصفیہ مابین سنی و شیعہ ص ۲۳)

پیر صاحب اور خلفاء اربعہ کا انبیاء کے نفوس کے ساتھ قرب

پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"اس نیابت کے وہ لوگ مستحق ہیں جن کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے قریب مخلوق ہوا۔ پس جامع ہونگے صورت خلافت یعنی ریاست عامہ اور **اس کا معنی یعنی انبیاء کے نفوس کے ساتھ قرب مثل خلفاء اربعہ کے۔**" (فتاوی مہریہ ص ۲۱۵)

پیر مہر علی شاہ صاحب کے اس فتویٰ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلفاء اربعہ کے نفس انبیاء کے ساتھ قرب ہے اور یہ قرب ہی باطنی اور ظاہری خلافت کی افضلیت کی دلیل ہے۔

خلافت ظاہری و باطنی کی تقسیم خلفاء اربعہ کے لیے درست نہیں

قرآن و احادیث اور علماء محققین کے نزدیک خلافت یا ولایت کی ظاہری و باطنی تقسیم خلفاء اربعہ کے لیے کرنا جائز نہیں۔ شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں۔

"الغرض ثابت ہوا کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے لیے خلافت نبوت ثابت ہے جو دین و دنیا کی ظاہری اور باطنی ریاست عامہ ہے۔ تو لا محالہ جس طرح اللہ تعالی کا خلیفہ وہی بن سکتا ہے جس کو اس کے ساتھ باقی مخلوق کی نسبت اکمل و اعلی مناسبت حاصل ہو نا بشری ہونے کے باوجود باطن نورانی اور ملکی ہونا چاہیے تاکہ نورانیت والی جہت سے اللہ تعالی سے فیوض و خیر حاصل کر سکے اور بشری والی جہت سے لوگوں کو افادہ و افاضہ فرما سکے۔ اسی طرح خلافت نبوت میں خلفاء کرام کا باطن نبوی استعدادت و صلاحیات اور تجرد نورانیت کا مظہر کامل ہونا چاہیے جو ولایت کبری کے حصول کے بغیر ممکن نہیں ہے تو لا محالہ ان سب حضرات کو روحانی و باطنی خلافت بھی حاصل ہونی ضروری ہے جیسے کہ ظاہری۔ اور جب آپ ﷺ کی نبوت کا دائرہ فرش و عرش سب کو محیط ہونا لازم ہے تو ان کے نائبین و خلفاء کا دائرہ نیابت و خلافت بھی لا محالہ فرش تا عرش ہونا لازم ہے ان کی خلافت کو فرش تک محدود کر دینا سراسر دھاندلی ہے اور تحکم و سنیہ زوری ہے۔ بلکہ ہر نبی کے چار وزیر ہوتے ہیں دو آسمانوں سے اور دو زمین سے، تو ثابت ہوا کہ ان کی نبوت ظاہر میں خاص قوم اور محدود علاقہ تک کیوں نہ ہو حقیقت میں محیط کائنات ہوتی ہے تو لا محالہ جس ہستی کی نبوت اقوام اور علاقہ جات کی قیود سے ماوراء ہے اور ظاہر میں بھی فرش تا عرش کو محیط ہے تو ان کی خلافت خاصہ علی منہاج النبوت اور خلافت و رحمت کو فرش تک محدود رکھنے کا کیا جواز ہے؟ اور اس کا تصور بھی کوئی صاحب عقل و دانش کیسے کر سکتا ہے؟۔"

(افضلیت شیخین ص ۵۳۷،۵۳۶)

القول المستحسن کے حوالہ کا ناقدانہ جائزہ

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ پر لکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں صاحب القول المستحسن نے بہت خوب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنوی اطلاق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولما امتنع حمل الولایۃ علی الولایۃ الظاهرة تعین حملها علی الولا یۃ الباطنیه اذا لا ثالث البته.

اور جب ولایت کو ولایت کے ظاہری معنی پر محمول کرنا ممنوع ہے تو وہ ولایت باطنی پر محمول ہوگی، کیونکہ تیسرا معنی نہیں ہو سکتا۔

(الخلافۃ الباطنیه ص ٤٤ بحوالہ القول المستحسن فی فخر الحسن ص ۳۲۸)

ملا برخوردار ملتانی کے کلام کا ناقدانہ جائزہ

اور اسی طرح کا مفہوم اور کلام موصوف قاری فیضی نے اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۰ تا ۶۳ ملا برخوردار ملتانی کی کتاب تذکرہ مشائخ قادریہ و سادات اچ شریف ص ۷۱، ۷۰ سے نقل کیا۔

علامہ احسن الزمان حیدر آبادی اور ملا برخودار ملتانی کی عبارات کا جواب

اس حدیث پر علماء محققین نے تفصیلی کلام کیا ہے، اور اس روایت میں لفظ "مولا" کی بہترین تشریح کی ہے، جس کا تعلق نہ خلافت ظاہری سے اور نہ خلافت باطنی سے تعلق رکھتا ہے۔

"من کنت مولا فعلی مولاہ" پر شیخ الحدیث اشرف سیالوی صاحب کا محققانہ تجزیہ

علامہ اشرف سیالوی صاحب" من کنت مولا فعلی مولاہ "سے باطنی خلافت مراد لینے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس حدیث پاک کا پس منظر یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجے جانے والے سریہ کا قائد بنایا ساتھیوں نے آپ کے متعلق نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آپ کا شکوہ کیا اور ان کا یہ رویہ و روش نبی مکرم ﷺ کو پسند نہ آیا تو آپ ﷺ نے اسی مقام پر جہاں آپ سے شکایت کی گئی تھی آپ کی محبت و الفت کی اہمیت کو اجاگر فرمایا کہ جس طرح مجھے محبوب سمجھتے ہو اسی طرح ان کو بھی اپنا محبوب سمجھا کرو تو پہلے ایسی شکایت کا پایا جانا بھی مولی بمعنی محبوب کا قرینہ ہے اور بعد والا یہ ارشاد بھی اس معنی پر واضح قرینہ ہے:

الھم وال من ولاہ و عاد من عاداہ

اے اللہ تعالی تو اس کو محبوب بنا جو علی کو محبوب بنائے اور اس سے عداوت رکھ جو سے عداوت رکھے۔

تو سیاق و سباق سے ہٹ کر اپنے طور پر نئے معانی گھڑنے کا کیا جواز ہے؟ اگر دینی قیادت اور روحانی قیادت والا معنی آپ کے پیش نظر ہوتا تو پھر آپ کی اطاعت و اتباع کرنے والوں کے محبوب بنانے کا ذکر فرماتے اور عصیان و طغیان سے کام لینے والوں کے اللہ تعالی کے ہاں مبغوض اور مغضوب ہونے کا ذکر فرماتے۔ یقینا آپ جانتے تھے کہ خلیفہ امام کی اطاعت ہوا کرتی ہے الھم وال من اطاعہ کہوں اور کوئی مخالفت و عناد سے کام لے تو میں عاد من عصاہ کہوں وغیرہ ذالک۔ تو اس عداوت رکھ جو ان کا نافرمانبردار ہو اگر ولایت سے روحانی

مرتبہ اور باطنی درجہ مراد ہوتا تو امت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں کیا موزونیت اور مناسبت ہو سکتی تھی؟ جبکہ آپ نے فرمایا من کنت مولا جس کا میں مولا ہوں اس کی نسبت تو اللہ تعالی کی طرف ہونی موزوں اور مناسبت تھی جیسے نبی اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لہذا یہاں پر محبوبیت والا معنی ہی مراد و متعین ہے اور محل کلام ہی نہیں ہے۔ بالفرض اگر خلافت والامت والا معنی ہو قطع نظر سیاق وسباق سے تو فوراخلیفہ امام ہونا مراد ہو تو بیک وقت دو خلفاء وائمہ واجب الاطاعت کا تحقق لازم آئے گا جو صریح البطلان ہے اور اگر متّصل بعد مراد ہو تو اس پر قطعا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور اگر فی الجملہ والی اور متصرف اور امام وخلیفہ ہونا مراد ہے تو ہمیں معلوم نہیں کیونکہ جن ہستیوں کے انتخاب کو خود آپ نے اللہ تعالی کا انتخاب قرار دیا ہے انہوں نے آپ کا چوتھے درجہ میں انتخاب فرمایا ہے اور وہ انتخاب آپ کے نزدیک سراسر صواب اور برحق ہے"۔ (افضلیت شیخین ص ۵۲۱-۵۲۲)

ظاہری اور روحانی خلافت/ولایت کی تقسیم کیوں؟

علامہ اشرف سیالوی صاحب افضلیت شیخین ص ۵۲۲ پر لکھتے ہیں۔

"یہ دعوی کہ خلافت کے لحاظ سے فضیلت مسلم مگر روحانی مراتب کے لحاظ سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بلند وبالا ہے یہ تب درست ہوتا جب ان حضرات میں روحانیت اور ولایت نہ ہوتی حالانکہ ہمارے اکابر کے نزدیک وہ حضرات اس باطنی اور روحانی منصب میں بھی تقدم وسبقت کے مالک ہیں۔ چناچہ علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ یہ امر اہل شرع اور حکماء کے درمیان متفق علیہ ہے جیسے کہ صاحب حکمۃ الاشراق نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ اللہ تعالی کا اس زمین میں خلیفہ پایا جانا ضروری ہے اور وہ کبھی صرف ظاہر میں متصرف ہوتا ہے جیسے سلاطین یا صرف باطن میں جیسے کے اقطاب اور کبھی دونوں خلافتوں کا جامع ہوتا ہے جیسے خلفاء راشدین ابوبکر صدیق اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما لیکن ہمارے زمانے کے بعض جاہلوں نے اس کا انکار کیا ہے"۔

(افضلیت شیخین ص ۵۲۲ بحوالہ نسیم الریاض ۲/ ۲۱۵)

کیا حسنین کریمین بھی مولا ہیں؟

علامہ اشرف سیالوی صاحب افضلیت شیخین ص ۵۳۱ پر ایک خاص نکتہ کی طرح وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے مولی ہیں، صرف علی ان کے مولیٰ ہیں، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ان کے مولا نہیں ہیں؟ بلکہ کیا امام زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسی کاظم، علی رضا، محمد

تقی، علی نقی، حسن عسکری اور حضرت مہدی رضوان اللہ علیہم ان کے مولی نہیں ہیں؟ اور کیا یہ بھی کوئی قاعدہ ہے کہ ایک شخص معین پر حکم لگایا جائے تو ماعدا سے اس کی نفی لازم آجاتی ہے؟ تو پھر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے مولی المومنین ہونے کی نفی کو بھی عقیدہ بنالو۔ جبکہ علامہ [عبدالقادر شاہ] صاحب تو جنت میں تمام لوگوں کے سردار تسلیم کرتے ہیں ان دونوں شہزادوں کو اور استدلال یوں فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ اور جنت میں سبھی جوان ہوں گے تو سب پر ان کی سیادت وقیادت ثابت ہوگئی حتی کہ خود مولاء مرتضی پر بھی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔"

پیر مہر علی شاہ صاحب کے نزدیک خلفاء اربعہ کے برابر کوئی نہیں

پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ ہی حضرات خلفاء اربعہ علیہم الرضوان قبل از فتح مکہ کے مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں جو لوگ بعد از فتح مکہ مشرف بالایمان و مجاہدین فی سبیل اللہ ہونے، ان کو ان حضرات سے کیا نسبت۔"

(تصفیہ مابین سنی و شیعہ ص ۵)

خلافت میں افضل یا باطنی / روحانی وجہ سے افضل؟

علامہ اشرف سیالوی صاحب ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اسی طرح شاہ عبدالقادر صاحب ان خلفاء ثلاثہ کو دور خلافت میں نظم ونسق کی باحسن وجوہ سرانجام دینے پر ان کو افضل مانتے ہیں نہ کہ ذاتی کمالات وخصائص اور باطنی و روحانی رفعتوں اور عظمتوں کے لحاظ سے۔ جبکہ نص قرانی نے ان تمام مہاجرین وانصار کو عظیم ترین درجات کا مالک ٹھہرایا اور بعد والوں کو ان سے سبقت تو کجا ان کی برابری کی نفی کردی اور اس وہم گمان کی بھی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل

تم میں سے جس نے فتح مکہ سے قبل راہ خداوند تعالی میں مال خرچ کیا اور جہاد وقتال کیا ان سے بعد والوں کی ہمسری اور برابر نہیں ہوسکتی۔

تو ان کی افضلیت خلافت و حکمرانی اور نظم ونسق کی خوبی کے لحاظ سے نہیں بیان کی جارہی بلکہ اسلام میں سبقت اور انفاق فی سبیل اللہ میں سبقت اور جہاد وقتال میں سبقت کی وجہ بیان کی جارہی ہے اگرچہ ان کو خواب میں خلیفہ بننے کا کبھی خیال تک آیا ہو۔ نص صریح کے مقابلہ میں اپنے عقلی ڈھکوسلوں کو اور اوہام اور وسواس شیطانیہ کو عقیدہ بنا لینے کا کیا جواز ہے؟

نیز جس وقت ان حضرات کو عظیم درجات کا مالک ٹھہرایا جارہا ہے اس وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ موجود تھے اور آپ پر ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی تو اس وقت جب حضرات صحابہ میں سے کوئی ایک بھی منصب خلافت پر فائز نہیں ہے تو اس منصب کے لحاظ سے عظمت درجات بیان کرنے کا کیا مطلب؟

نیز مشتق پر حکم لگایا جائے یا موصوف بالصفۃ پر یا موصول وصلہ پر تو مبدا اشتقاق اور اتصاف بالصفہ یا اتصاف بالصلہ حکم کی علت ہوا کرتے ہیں اور یہاں بھی موصول وصلہ والی صورت پر اولئک اعظم درجہ کا حکم لگایا جارہا ہے تو لا محالہ راہ خداوند تعالیٰ میں فتح مکہ سے قبل خرچ کرنا اور قتال کرنا ہی ان حضرات کی عظمت درجات اور رفعت مراتب کے موجب ہیں۔ یہاں خلافت کی پچر لگ ہی نہیں سکتی اور نہ ہی اس کا کوئی عقلی اور نقلی جواز ہے۔ بلکہ یہ قرآن مجید کی تحریف کے مترادف ہے جو کسی بھی مسلمان کے لائق نہیں بلکہ صرف اور صرف یہود کی سنت ضلالت ہے"۔

(افضلیت شیخین ص ۵۳۲،۵۳۳)

خلافت سے قبل خلفاء اربعہ کی افضلیت

پیش کردہ عبارت میں علامہ اشرف سیالوی صاحب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی اور اس استدلال [یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی افضلیت خلافت ظاہری کی وجہ سے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی افضلیت خلافت باطنی کی وجہ ہے] کو غلط ثابت کیا کیونکہ قرآن کی نص کے مطابق مقام و مرتبہ اور فضیلت کا فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والوں کے لیے مختص کر دیا اور اس وقت فتح مکہ سے قبل اسلام لانے والوں خصوصاً خلفاء اربعہ کے پاس کوئی منصب خلافت نہیں تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلفاء اربعہ کے درجات و مقام کا تعلق خلافت سے نہیں تھا بلکہ ان کا فتح مکہ سے قبل اسلام لانا، راہ اسلام میں خرچ کرنا اور جہاد کرنا تھا۔ اور جب ان کا مقام و شان کی علت فتح مکہ سے پہلے کے اعمال کی وجہ سے تھا اور اس وقت ان میں سے کسی ایک صحابی کے پاس منصب خلافت نہ تھا تو ان کے درمیان معیار فضیلت کو ظاہری خلافت کی علت سے بیان کرنا، غلط و باطل ہوا۔

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے قول خلافت باطنی کا جائزہ

حضرت سید گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ارشاد فرمایا کہ خلافت دو قسم کی ہے۔ خلافت کبریٰ و خلافت صغریٰ۔ خلافت کبریٰ باطنی خلافت کو کہتے ہیں اور خلافت صغریٰ ظاہری خلافت کا نام ہے۔ خلافت کبریٰ حضرت علی رضی اللہ کے لیے مخصوص تھی اور

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے خلافت صغریٰ پر اختلاف ہے۔ سنیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کے حق دار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور شیعہ و رافضی لوگ جنکے مختلف گروہ ہیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اس کا حق دار سمجھتے ہیں"۔

(شرح جوامع الکلم ص ۱۷۳)

حضرت سید گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی قدس سرہ نے اپنی کتاب مراۃ الاسرار ص ۶۶ پر بھی نقل کیا ہے۔

حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا نقد

گذارش ہے کہ حضرت گیسو دراز کے اس قول میں خلافت باطنی سے مراد تقسیم ولایت کے منصب پر فائز ہونا اور اس خاص منصب کا عمومی طور پر آپ کا مشہور ہونا مراد ہو سکتی ہے جو کہ دیگر شواہد اور قرائن سے بھی ثابت ہے۔ یہ یاد رہے کہ ایک خاص منصب پر فائز ہونے کے بعد اس کو جہت سے افضل کہ کر تقابل بھی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے۔

حضرت شیخ محمد اکبر قدوسی چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لیکن راقم الحروف کہتا ہے کہ خلافت کبریٰ و صغریٰ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد حضرت ابو بکر صدیق کو پہنچی اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی اور پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ تک پہنچی اور یہ ہی بات صحیح ہے"۔

(اقتباس الانوار ص ۱۰۶)

حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی صاحب چشتی سلسلہ کے ایک صوفی اور ماہر علوم ہیں، ان کا حضرت خواجہ گیسو دراز سے اختلاف کرنا ان کی علمی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔

حضرت نجم الدین سلیمانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نقد

حضرت نجم الدین سلیمانی چشتی تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و شاگرد بھی ہیں اپنے کتاب مناقب المحبوبین میں لکھتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار خلفاء ہیں بلکہ ہر صحابی حدیث پاک کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے جیسا کہ فرمایا: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم: میرے صحابہ ستاروں کی مانند

ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔
مگر حکم شریعت اور ترتیب خاص کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء تھے۔اول سب سے بزرگ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ، چہارم امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔ **شیخ فرید الدین عطار کے تذکرہ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک خرقہ خلافت باطنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ملا۔ یہ صحیح روایت ہے اور بہت سی کتب میں درج ہے۔**
مرات ضیائی از جامع الکلم، مصنفہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافت دو طرح کی ہے۔ایک خلافت صغری جس سے مراد خلافت ظاہری ہے اور دوسری خلافت کبری جس سے مراد خلافت باطنی ہے بس خلافت صغری مذکورہ ترتیب کے مطابق ہے، مگر خلافت کبری حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مخصوص ہے **اور اس دعوی پر وہ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ بے شمار دلائل اور احادیث لائے ہیں مگر اس راقم کے دل میں اس روایت کے متعلق ایک الجھن ہے کہ خلافت کبری میں دیگر تینوں خلفاء بھی شریک ہیں۔ اگرچہ ان کا سلسلہ باطنی اور طریقہ زیادہ رائج نہ ہوا، البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سلسلہ نقشبند جاری ہوا جو بہت مشہور ہے،** چناچہ اس راقم کا سلسلہ اس طرح ہے۔
نجم الدین من خواجہ سلیمان من خواجہ نور محمد، من خواجہ فخر الدین من خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی، من خواجہ کلیم الدین جہاں آبادی، من خواجہ امیر محترم من خواجہ محمد من خواجہ محمد ہاشم من خواجہ کلاں من خواجہ احمد المشہور بہ مخدوم اعظم من خواجہ محمد قاضی من خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار، من خواجہ یعقوب چرخی، من خواجہ محمد پارسا، من خواجہ بہاء الدین نقشبند من خواجہ امیر کلاں سوخاری، میں خواجہ بابا من خواجہ علی رامتینی من خواجہ محمود فغنوی، من خواجہ عارف ریوگری من خواجہ عبد الخالق غجدوانی من خواجہ یوسف ہمدانی من خواجہ ابوعلی فارمیدی من خواجہ ابوالقاسم گرگانی، من خواجہ ابوالحسن خرقانی من خواجہ بایزید بسطامی من امام جعفر صادق من حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق من سلمان فارسی رضی اللہ عنہ من امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ من حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خرقہ خلافت کبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھی عطا کیا۔ چناچہ وہ خلافت عمران بن موسی بن زید رائی کو ملی اور ان سے سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی کو ملی۔ اور ان سے سے آگے چلی جیسا کہ سیر الاقطاب میں درج ہے۔ **پس خلافت کبری کی تخصیص صرف**

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کس طرح کہی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"

(مناقب المحبوبین ص۵٦ -۵٦)

پیش کردہ دلائل سے واضح ہوا کہ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے باطنی خلافت کے بلا فصل ہونے پر استدلال بھی صوفیاء کے اقوال صوفیاء بالخصوص مشائخ چشت سے درست نہیں ہے۔

ولایت کا ماوی وملجاء خلفاء اربعہ

حضرت خلفاء اربعہ کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع ہے، اور ان چاروں خلفاء راشدین میں ظاہری و باطنی کمالات تمام امت میں سب سے کامل اور اعلی تھے۔ مگر اس نکتہ کو ایک خاص انداز سے مشہور تفضیلی قاری ظہور احمد فیضی نے کمال بدیانتی کے ذریعہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے ساتھ خاص رکھا اور عوام الناس میں خلفاء ثلاثہ سے باطنی کمالات کی نفی کا تاثر دینے کی شعوری کوشش کر رہا ہے۔

موصوف فیضی لکھتا ہے:

"چونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہی حق میں فرمایا کہ وہ ہر مسلمان کے مولی ہیں اس لیے ہر مسلمان کو حسب استعداد ولایت باطنی ان ہی سے پہنچتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام کے تمام سلاسل ان ہی سے فیض یافتہ ہیں۔ چناچہ اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اہل سنت کے عوام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت میں تمام لوگوں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں، اور مقرب نیکوکار اور خالص صوفیہ ان کے ساتھ نسبت اور تعلق میں سب سے بڑھ کر ہیں، پس سب کے سب سلاسل کی انتہاء ان ہی کی طرف ہوتی ہے، الا ماشاء اللہ۔ "الخ

(الخلافتہ الباطنیہ ص ۴۵ بحوالہ الدین الخالص للقنوجی ۳/ ۳۰۵)

جواب:

اس بارے میں یہ نکتہ واضح ہونا چاہیے کہ علماء اہل سنت و عرفاء حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے باطنی فیوضات اور کمالات کے منکر نہیں بلکہ وہ باطنی فیوضات کو خلفاء ثلاثہ میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور سلاسل کا اثبات بھی کرتے ہیں۔ مگر جناب ظہور احمد فیضی صاحب مذکورہ حوالہ نواب صدیق حسن خان کا نقل کرنے کے بعد بھی اس کی عبارت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" نواب صدیق حسن خان کی عبارت میں الا ماشاء اللہ کے الفاظ سے جو استثناء محسوس ہوتا ہے وہ درست

نہیں"۔(الخلافتة الباطنیه ص ٤٥)

جب قاری ظہور احمد فیضی کو غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی عبارت کا ایک حصہ درست نہیں معلوم ہورہا ہے تو اس کے ایک حصہ سے استدلال کرنے کی وجہ کیا ہے؟

بادی النظر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے صوفیاء کے اکثر سلاسل کی انتہاء حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں دیگر سلاسل جن کی انتہاء حضرات خلفاء ثلاثہ خصوصا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف ہے، کا استثناء کو الاماشاء اللہ کے الفاظ سے کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سلسلہ نقشبندیہ کا انتساب صوفیاء میں معروف و مشہور ہے، اور یہ انتساب جناب فیضی کے موقف کو ہی جڑ سے اکھاڑ کرر کھ دیتا ہے، اس لیے جناب قاری صاحب نے اس پر اعتراض کرنے کی ناکام سی کوشش ضرور کی۔ مگر علماء و عرفاء نے اس کے برعکس بھی اپنی اپنی کتاب میں لکھا جس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ

حضرت شیخ اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آرہا تھا اور بیس مشائخ کاملین نے اس کو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔"

(لطائف اشرفیه جلد ١ ص ٦٠)

سید اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سے خرقہ صدیق کا ثبوت

شیخ اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبری قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ بہ سلسلہ پہنچا تھا۔

(لطائف اشرفیه ص ٦٥)

اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سلاسل اولیاء

مولنا مصطفی رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلی حضرت کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں۔

عرض: ان چاروں سلاسل کے علاوہ بھی کوئی خاندان ہیں جو ان چاروں میں سے کسی کی شاخ نہ ہو؟

ارشاد: ہاں تھے اب تو بہت سے منقطع ہوگئے ایک سلسلہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ سے ایک حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے۔

سیدنا ابوبکر صدیق سے ایک سلسلہ علاوہ سلسلہ نقشبندیہ کے حواریوں کا تھا اس کے امام حضرت سیدی ابو بکر حوار رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کے مرید حضرت ابو محمد شنکی اور آپ کے مرید حضرت تاج العارفین ابو الفاء رضی اللہ عنہ تھے۔۔۔۔۔ پھر فرمایا اللہ تعالی ہدایت فرماتے دیر نہیں لگتی یہ حضرت ابوبکر حوار رضی اللہ عنہ پہلے راہزن تھے قافلے کے قافلے تنہا لوٹا کرتے تھے، ایک بار ایک قافلہ اترا آپ وہاں تشریف لے گئے ایک خیمہ کی طرف گئے اس خیمہ میں ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی شام قریب ہے اور اس جنگل میں ابو بکر حوار کا دخل ہے ایسا نہ ہو کہ وہ آجائیں بس یہ کہنا ان کا حاوی ہو گیا خود فرمایا ابوبکر تیری یہ حالت ہو گئی کہ خیموں میں عورتیں تک تجھ سے خوف کرتی ہیں اور تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اسی وقت تائب ہوئے اور گھر کو لوٹ آئے شب کو سوئے خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے عرض کی بیعت کر لیجئے، ارشاد فرمایا: تجھ سے تیرا ہمنام بیعت لے گا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت لی اور اپنی کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھی آنکھ کھلی تو کلاہ مبارک موجود تھی یہ سلسلہ حواریہ آپ سے شروع ہوا۔

(ملفوظات ٤/ ١٤ حصہ چہارم، ص ٤٤٥-٤٤٦ طبع دعوت اسلامی)

علامہ نبہانی اور سلاسل اولیاء میں حضرت ابوبکر صدیق

علامہ نبہانی نے یہی واقعہ اپنی کتاب جامع کرامات اولیاء، حرف الف، ابوبکر بن الھواز ۱/۲۵۴ پر نقل کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی اور سلاسل اولیاء میں حضرت ابوبکر صدیق

حضرت شعرانی نے حضرت ابوبکر الھواز کے بیعت صدیقیہ کا واقعہ طبقات الکبری ۱/۱۳۲ پر نقل کیا ہے۔

علامہ شیخ خالد نقشبندی اور سلاسل اولیاء میں حضرت ابوبکر صدیق کا مقام

علامہ آلوسی "روح المعانی" جلد پنجم، صفحہ 76، سورۃ النساء، آیت 69 پر ہے:

وَنَقَلَ بَعْضُ تَلَامِذَةِ مَوْلَانَا الشَّيْخِ خَالِدُ النَّقْشَبَنْدِيُّ قَدَّسَ سِرُّهٗ أَنَّهٗ قَرَّرَ يَوْمًا اَنَّ مَرَاتِبَ الْكُمَّلِ اَرْبَعَةٌ: نُبُوَّةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا نَبِيُّنَا صلی اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ صِدِّيْقِيَّةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ

ثُمَّ شَهَادَةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ

ثُمَّ وِلَايَةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا عَلِيٌّ

وَأَنَّ الصَّلَاحَ فِي الْآيَةِ إِشَارَةٌ إِلَى الْوِلَايَةِ، فَسَأَلَهُ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ عَنْ عُثْمَانَ فِي أَيِّ مَرْتَبَةٍ هُوَ مِنْ مَرَاتِبِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَالَ حَظًّا مِنْ رُتْبَةِ الشَّهَادَةِ وَحَظًّا مِنْ رُتْبَةِ الْوِلَايَةِ وَأَنَّ مَعْنٰى كَوْنِهِ ذَاالنُّوْرَيْنِ هُوَ ذَالِكَ عِنْدَ الْعَارِفِيْنَ.

حضرت خالد نقشبندیؒ کے ایک شاگرد نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز تقریر فرمائی کہ کاملوں کے چار مراتب ہیں، پہلا نبوت اور اس کے قطب مدار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں،

- پھر صدیقیت، اس کے قطب مدار ابوبکر صدیق ہیں۔
- پھر شہادت ہے اور اس کے قطب مدار فاروق اعظم ہیں۔
- پھر ولایت ہے اور اس کے قطب مدار علی ہیں۔

اور (آیت میں) صلاح کے لفظ سے اشارہ ولایت کی طرف ہے۔ پس ان سے حاضرین میں سے کسی نے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا کہ وہ نبوت کے بعد تین مراتب میں سے کس مرتبہ پر فائز تھے تو انہوں نے جواب میں فرمایا: بیشک حضرت عثمان نے ولایت اور شہادت دونوں سے حصہ لیا ہے اور صوفیا کرام کے نزدیک ذوالنورین کے معنی یہی ہیں یعنی نورِ ولایت اور نورِ شہادت سے انہیں حصہ ملا۔

شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی صاحب کی وضاحت:

علامہ آلوسی نقل کردہ شیخ خالد نقشبندی کے قول پر مزید وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فائدہ: مقام غور ہے کہ پندرہویں صدی کے بعض بزعم خویش مجددین اور ان خلفاء ثلاثہ کو ولی مان کر راضی نہیں ہیں اور جو اس بحر کے غواص ہیں وہ ان کو اس قدر بلند تر درجہ دیتے ہوئے صدیقیت کے قطب مدار شہادت کے قطب مدار قرار دے رہے ہیں، یا فی الجملہ دونوں طرح کے انوار کے جامع قرار دے رہے ہیں۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح نبوت کے قطب مدار ہیں تو دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ کے طفیلی ہیں، اس مرتبہ میں تو حضرت صدیق کے صدیقیت کے لیے قطب مدار ہونے اور حضرت عمر کے شہادت میں قطب مدار ہونے کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ دوسرے صدیقین اور شہدا ان کے طفیلی ہیں۔ جس طرح عام اولیاء کرام مولائے مرتضی رضی اللہ کے طفیلی ہیں تو لامحالہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد الانبیاء ہونا واضح ہو گیا اور ولایت کے بلند و بالا اور اخص ترین مقام پر فائز ہونا ثابت ہو گیا۔

(افضلیت شیخین ص ۵۲۶)

شیخین کریمین کا مدبر الامر اور کارکنان قضاء وقدر سے ہونا:

ابن قیم اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

وَكم قد رئى النَّبِي وَمَعَهُ أَبُو بكر وَعمر فِي النّوم قد هزمت أَرْوَاحهم عَسَاكِر الْكفْر وَالظُّلم فَإِذا بجيوشهم مغلوبة مَكْسُورَة مَعَ كَثْرَة عَددهمْ وعددهم وَضعف الْمُؤمنِينَ وقلتهم۔

بہت دفعہ دیکھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو جبکہ آپ کے ساتھ ابوبکر و حضرت عمر ہوتے اور اہل اسلام کفار کے ساتھ برسر پیکار ہوتے تو صرف یہ تین ہستیاں کفار کی کثرت تعداد اور وافر سامان حرب کے باوجود اہل اسلام کی قلت تعداد اور بے سر سامانی کے باجود کفار کو ہزیمت و شکست سے دوچار فرمادیتے اور اہل اسلام کو فتح و کامرانی کے ساتھ درکنار فرمادیتے۔

(کتاب الروح ص ۱۰۳)

اس حوالہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کو نیابت و خلافت کے تحت امت مصطفی کریم ﷺ کو ظاہری و باطنی، روحانی اور جسمانی ہر طرح کی فیوضات سے مستفید کرتے ہیں۔

کیا کوئی سلسلہ فیض مرتضوی سے بے نیاز ہے؟

موصوف قاری ظہور احمد فیضی صاحب کو، غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے صوفیاء کے سلاسل میں استثناء کی بات اپنے موقف کی بیخ کنی کی وجہ سے درست معلوم نہ ہوئی تو اس کے بارے میں (اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۴۶،۴۵ پر) توجیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

" نواب صدیق حسن خان کی عبارت میں الا ماشاء اللہ کے الفاظ سے جو استثناء محسوس ہوتا ہے وہ درست نہیں کیونکہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الحرالي: سلسلة أهل الطريق تنتهي من كل وجهه من جهة المشايخ والمريدين إلى أهل البيت فجهات طرق المشايخ ترجع عامتها إلى تاج العارفين أي القاسم الجنيد وبداية أبي القاسم أخذها من خاله السري والسري ائتم بمعروف وكان معروف مولى علي بن موسى الرضي وعن آبائه فرجع الكل إلى علي {أولئك حزب الله} -

امام حرالی علی بن احمد بن حسن تجیبی فرماتے ہیں: اہل طریقت کے سلسلے کی انتہاء مشائخ و مریدین کی ہر جہت سے اہل بیت پر ہوتی ہے۔ پس اکثر مشائخ کی جہتوں کے سلسلے تاج العرفاء ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی

طرف لوٹتے ہیں اور ابو القاسم کا آغاز ان کے ماموں شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا، اور سری رحمۃ اللہ علیہ نے معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی اور حضرت معروف جو کہ سیدنا علی بن موسی رضا کے غلام ہیں نے ان سے اور ان کے آباء کرام علیہم السلام سے فیض لیا، پس یہ سب سیدنا علی المرتضی کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ ہی حزب اللہ جماعت الہی ہے۔

(الخلافتة الباطنیه ص ۴۵،۴۶ بحواله فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۳/ ۴۵۹)

مشہور یمنی محدث سید احمد بن محمد بن صدیق الغماری نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(بحواله البرهان الجلی فی تحقیق انتساب الصوفیه الی سیدنا علی ص ۶۵)

جواب

گذارش ہے کہ امام مناوی نے بھی اپنی کتاب میں جو قول امام حرالی سے نقل کیا ہے، اس میں بھی امام حرالی نے " اکثر مشائخ کے سلاسل " کا اطلاق کیا ہے۔ جبکہ اس بات کے ہم منکر بھی نہیں اور جناب فیضی صاحب کو ایسے حوالہ جات فائدہ مند نہیں کیونکہ متعدد سلاسل مشائخ بھی دیگر صحابہ کرام سے چلے اور ان کی اسانید کتب صوفیاء اور مشائخ میں موجود ہیں۔ بطور الزام یہ نکتہ پیش خدمت ہے کہ اگر ہر کسی کے غیر راجح موقف کو صرف بطور حوالہ پیش کر کے ثابت کیا جا سکتا ہے تو پھر متعدد علماء نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ سلسلہ چشتیہ حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی ہے۔ اس طرح اس اعتراض سے تو امام حرالی کے موقف کا رد ہوتا ہے۔ اس لیے بزعم خویش ادھر ادھر کے غیر راجح اقوال کو پیش کر کے عوام الناس کو یک طرفہ موقف کی طرف جانا علمی خیانت اور دھوکا بازی ہے۔

قارئین کرام سے یہ بھی گذارش ہے کہ امام حرالی کے حوالہ میں اول تو سلسلہ چشتیہ میں حضرت جنید بغدادی کے فیض ہونے یا نہ ہونے کے مختلف فیہ نکتہ کو ذہن میں رکھیے اور پھر امام حرالی کی عبارت میں اکثر سلاسل کے الفاظ کو ذہن میں رکھیے تاکہ اکثر سلاسل اور تمام سلاسل کے الفاظ میں باریک فرق واضح رہے اور اس نکتہ کو ذہن نشین کیجئے تاکہ فیضی جیسے لوگ عوام الناس کو گمراہ نہ کر سکیں۔

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دیگر صحابہ کے سلاسل کا بیان

فاضل بریلوی محدث ہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ الشریف اکابر اولیاء عظام سے ہیں مگر ولی ہونے کو یہ ضرور نہیں کہ اس سے سلسلہ بیعت بھی جاری ہو۔ ہزاروں صحابہ کرم رضی اللہ عنہم میں صرف چند صاحبوں [صحابہ کرام] سے سلسلہ بیعت ہے، باقی کسی صحابی سے نہیں۔" (فتاوی رضویه ۱۲/ ۱۴۹ طبع قدیم)

قدوۃ الاولیاء حضرت جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"حضرت قدوۃ الکبری نے فرمایا کہ جب خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدت خلافت گذار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو حضرات تابعین نے خلق کو دین کی دعوت دی اور دین کا سیدھا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرات سب کے سب اس دنیا سے پردہ فرما گئے تھے۔ اس وقت تمام علماء نے متفق الالفاظ ہو کر یہ بات کہی: اصحابي کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم، میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تو صحابہ کرام کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہری طور پر ہم ان کی اقتداء کریں اور کسی دوسرے کے لیے ان کے سواء دعوت دین روا نہیں۔ پس امام اعظم حضرت ابو حنیفہ، و امام محمد، و امام ابو یوسف نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانے میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لیے دعوت دین روا، اور جائز ہے۔ کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کی طرح۔ چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو پایا۔ چنانچہ علماء و تابعین میں سے ہر ایک نے ان کی طرف رجوع کیا۔ اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے۔ **یہ پیری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت ہمنشینی۔**" الخ (لطائف اشرفی ۱/ ٥٢٤ لطیفه ١٤)

اس حوالہ سے واضح ہوا کہ پیر مریدی بیعت کرنے کا سلسلہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کے دور میں صرف صحبت اور ہم نشینی ہی فیض کے لیے کافی ہوتی تھی۔

اس موضوع اور عنوان کے ضمن میں ایک مورخ سید محمد شعیب شاہ کی طویل تحقیق پیش خدمت ہے تاکہ اس سلسلہ میں عوام الناس کے سامنے حقائق واضح ہو سکیں اور کوئی تفضیلی گمراہ اس نکتہ پر عوام الناس سادہ لوح کے عقائد خراب نہ کر سکے۔

سلاسل اولیاء پر ایک غلط فہمی کا ازالہ

مورخ سید محمد شعیب شاہ اپنی کتاب اعیان وطن ص ۱۵۳ سے سلاسل اولیاء کی انتہاء پر چند لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اعتراض: کیا سلاسل صرف حضرت علی المرتضیٰ کے واسطہ سے پھیلے؟

سلاسل خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین کے ذکر سے پہلے بعض ان حضرات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کردوں جن کی نظریں کتب سیر بزرگان وکتب تصوف واسانید صوفیاء پر نہیں پڑی ہیں اور انہیں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ فیوضات باطنیہ صرف امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے واسطہ سے دنیا میں پھیلے ان کا شیوع خلفاء ثلاثہ سے نہ ہوا، کیونکہ کوئی بھی سلسلہ بھی ایسا دیکھا نہیں جاتا جو خلفاء سے شائع ہوا ہو، یا ان کی طرف امتیازی حیثیت سے منسوب ہوا، الا یہ کہ سلسلہ نقشبندیہ جو امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے لیکن اس میں نسبت متصلہ کے ساتھ نسبت اویسیہ بھی شامل ہوگئی ہے جس سے اتصال حقیقی باقی نہیں رہتا۔ اس لیے اس سلسلہ کو بھی حقیقی طور پر حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب نہیں کرسکتے۔ حالانکہ کل خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین فیوضات نبویہ کے یکساں حامل تھے اور ہر ایک نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ وسلم کی یکساں صحبت اٹھائی تھی۔ اور ہر ایک کی صحبت سے فیض پانے والے بھی کثیر التعداد افراد تھے۔ مگر سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے بھی تعلیم باطن کا طریقہ اختیار نہ فرمایا۔

خلفاء ثلاثہ نے صرف اجراء احکام شریعت وانصرام امور خلافت وامارت ہی کا بار اپنے ذمہ کیوں لیا؟ اور امور باطنہ کی تعلیم کی طرف متوجہ کیوں نہ ہوئے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو کوئی اصل ہی نہیں، اس لیے ان کا مطمع نظر بھی صرف اجرائے امور شریعت وانصرام امور خلافت ہی رہا اور اگر اس کی اصل ہے تو وہ اسرار مخفیہ دینیہ جن کی تعلیم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دی گئی ان خلفاء کو نہ دی گئی اور اگر ان حضرات کو بھی تعلیم دی گئی تو انہوں نے دوسروں کے لیے اس کی تعلیم ضروری نہ سمجھی اور نہ دوسروں کو اس کی تعلیم دی جس سے ان کے بھی سلاسل قائم ہوتے۔ اس لیے یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باطن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محض اجتہادی فعل ہے جس کی طرف انہوں نے خلق کو طریقت کے نام سے دعوت دی تھی۔ اس لیے تمام عالم اسلام میں جتنے بھی سلاسل پائے جاتے ہیں انہی کی طرف منسوب ومنتسب ہیں، خلفاء ثلاثہ کو اس شخصی اجتہاد سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اور نہ امور باطنیہ سے ان کو کوئی سروکار تھا۔

جواب: دیگر صحابہ کرام سے سلاسل

یہ خیالات سراسر غلط، حقیقت سے کلیتاً ناآشنائی اور فرائض نبوت سے انتہائی لاعلمی وبے خبری پر مبنی ہیں۔ خلفاء راشدین کے فضائل خصوصی، ان کے پاک اخلاق، فطری جوہر، تہذیب اخلاق، تزکیہ نفوس، تبتل الی اللہ وتوکل علی اللہ، انقطاع القلب عن غیر الخلق، قناعت بقدر اخلاص، عمل، استرضائے الٰہی جو تصوف کی روح ہے جو ارشد صحابہ کی

خصوصی شان تھی۔ اس سے قائل کی غائت لاعلمی ثابت ہوتی ہے۔

خلفاء راشدین میں تعلیم نبوی سے یہ خوبیاں جس کمال درجہ پر پیدا ہوگئی تھیں اس کا اندازہ فضائل ومناقب صحابہ کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے وہ اوصاف حمیدہ جن پر تصوف کی بنیاد قائم کی گئی ہے اور جو طریقت کی جان ہیں ان کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے، صفات رزیلہ ان سے محو ہو چکے تھے وہ خلق محمدی کے مجسمہ اور تخلقو ابا خلاق اللہ کے پیکر تھے۔

علاوہ ازیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی دعوت، دعوت عام تھی، آپ تمام انسانوں کے لیے رحمت اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجے گئے تھے، آپکی کوئی دعوت بھی دعوت خصوصی نہ تھی، جس میں قرابت وبرادری اور عزیزداری کو دخل ہوتا، یا کسی ایک شخص کے لیے مخصوص ہوتی۔ ساری دنیا کو یکساں دعوت حق دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور ہر فرد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی راہ کی طرف بلایا، جس نے اطاعت قبول کرلی، اس سے روح دین کا کوئی جزء مخفی نہیں رہا۔ دین کی کوئی بات آپ نے کسی شخص یا ذوالخصوص کے لیے چھپا نہیں رکھی تھی۔ اللہ نے آپ کو دنیا سے کفر وشرک مٹانے، فسق وفجور، فتنہ وفساد، کا کامل سد باب کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس، علم وحکمت، کی تعلیم دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ تاکہ انہی خصائل حمیدہ کی خلق کو دعوت دیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے فرائض کو پوری طرح انجام دیا جو شخص بھی آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوا وہ ان تمام اوصاف حمیدہ واخلاق پسندیدہ وخصائل مرضیہ کا مجسمہ بنا دیا گیا۔ اس لیے تعلیمی حیثیت سے سب ہی برابر ہیں۔

اس طرح خلفاء راشدین نے بھی اپنے فیض یافتگان کو وہی تعلیم دی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی تھی، اور ان کے فیض یافتگان میں بھی بحسب استعداد وہی محاسن پیدا ہوگئے جو خلفاء راشدین میں تھے۔

قدرت کا ایک نظم یہ بھی ہے کہ ہر شخص کو فضل وکمال اور کاموں کی صلاحیت یکساں نہیں دی جاتی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء صحابہ میں بھی ان کے ذاتی جوہر فطرت صلاحیت واستعداد کی بنا پر فضیلت ومفضولیت یقینی تھی، ان میں خلفاء راشدین کا مرتبہ ان کے قلبی استعداد وبعض خصوصی فضائل ومحاسن کے اعتبار سے افضل وممتاز تر تھا۔ یہ بزرگان تسنن واتباع نبوی میں کمال محبت ووالہیت کی شان رکھتے تھے، ذات رسالت کے ساتھ شبانہ یوم کے لحوق ولزوق کا فضل ان کو حاصل تھا اور کم مدت ایسی گزری تھی جس وقت شرف معیت وفضل صحبت سے محروم رہتے ہوں، ہر لحظہ وہر لمحہ انوار نبوت کے اقتباس کا موقع ان بزرگوں کو ملتا رہتا تھا۔ یہ شرف معیت وفضل علی العموم ہر صحابہ کو نصیب نہ تھا۔ خصوصی فضائل میں بھی ہر ایک کی جداگانہ شان تھی، حضرت ابوبکر صدیق کی شان توکل وتبتل کو دیکھیے اللہ اور اس کے رسول پر اپنا تمام مال ومتاع نثار کردیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ اے

ابوبکر اپنے اہل عیال کے لیے کیا چھوڑا؟ تو عرض کرتے ہیں: اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان حب رسول ﷺ پر نظر ڈالیے، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ، آپ مجھے اپنی جان کے سواء تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ زبان رسالت سے جواب ملتا ہے۔ عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ ابھی جملہ کی تکمیل نہیں ہوتی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منزل عشق بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے، پستی کی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں، اور عروج کا انتہائی مقام سامنے آجاتا ہے، فوراً عرض کر دیتے ہیں نیا رسول اللہ انت احب لی من نفسی الذی ماپین جنبی، آپ ﷺ مجھ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فنائیت رسول ﷺ کا مطالعہ کرنا ہو تو حدیبیہ کے واقعات پڑھیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجے جاتے ہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام مکہ والوں کو پہنچادیں۔ دشمنوں کی ایک جماعت بر سر پیکار ہونا چاہتی ہے۔ رسول خدا ﷺ صحابہ سے بیعت لیتے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ عثمان کا ہاتھ ہے، بائیں ہاتھ کی بیعت داہنے ہاتھ سے لی جاتی ہے، اس سے بڑھ کر فنائیت رسول ﷺ کی اور کیا سند مل سکتی ہے، خود زبان مبارک سے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ فرمایا جارہا ہے۔

حضرت علی اپنی جان نثاری کا ثبوت ہجرت کی اس خطرناک شب میں دیتے ہیں جبکہ کاشانہ نبوت دشمنوں سے گھرا ہے۔ اور رسول ﷺ کے خون کے پیاسے ننگی تلواریں لیے تاک میں بیٹھے ہیں، آپ بے تکلف بستر مبارک پر لیٹ جاتے ہیں، اور ردائے مبارک اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں تاکہ دشمن حقیقت حال سے ناواقف رہے، اگر جان جائے تو علی کی جائے مگر حضرت ﷺ کو گزند نہ پہنچے۔

انہی فضائل و محاسن اخلاق کی وجہ سے امت کی سیادت و قیادت ان حضرات کو دی گئی خلافت نبویہ کا خلعت ان کو عطا کیا گیا، در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نیابت و جانشینی کی قابلیت بھی یہ ہی رکھتے تھے۔ خود حضور ﷺ نے قبول خلافت کے متعلق مختلف اوقات میں اشارہ بھی فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا۔ مروا ابابکر فیصل بالناس، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: لو کان نبی بعدی لکان عمر، الحق ینطق علی لسان عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہدایت ہوئی: لعل اللہ یقمصك قمیصا فان ارادوا علی خلعه فلا تخلعه لهم۔ اور حضرت علی کا کیا کہنا: من کنت مولا فعلی مولاء، انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی۔ اس لیے دور نبوت ختم ہو جانے کی وجہ سے نبی نہیں ہو سکتے تو نیابت و خلافت کا استحقاق ان شہادت کی وجہ سے ضرور رکھتے تھے۔ در حقیقت نبی کا نائب وہی ہو سکتا ہے جس میں نبی کی اخلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہوں، متخلق باخلاق النبی ہو۔ خلفاء راشدین کے تمام حالات پر نظر ڈالیے اور ان

کے مناقب کا مطالعہ کیجئے ہر ایک میں تعلیم نبوی ﷺ سے وہی صفات حمیدہ پیدا ہوگئی تھیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے اور دور خلافت اور تبع تابعین سے لے کر آج تک صوفیاء کرام انہی اخلاق کے پرتو اور انہی خصائل کے آئینہ دار رہے ہیں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو امور مملکت کے انصرام کے ساتھ تہذیب و اخلاق کی تعلیم بھی دیتے رہے، اگر کسی جگہ کوئی امیر و والی بنا کر بھیجا گیا تو ایسی ہی ہستی منتخب کی گئی جو نظم مملکت کے ساتھ تہذیب و اخلاق و تزکیہ نفس کی خدمت بھی انجام دے سکے، کیونکہ اس دور میں اشاعت اسلام کا کام ترقی پر تھا۔ اور غزوات کی مہم اکثر درپیش رہتی تھی، اس لیے زیادہ تر تزکیہ نفس کی خدمت انجام دینے والے ملکی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ اس کا موقع نہ تھا کہ تمام امور سے منقطع ہو کر صرف تزکیہ نفس ہی کی خدمت اپنے ذمہ لے لیں۔ پھر بھی کچھ افراد ایسے بھی تھے، جنہوں نے تزکیہ نفس کی خدمت اپنے ذمہ لے لی اور نظم مملکت کی دوسری خدمات سے دست بردار رہے جیسے سلمان فارسی، ابو محمد مطعم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، کہ یہ تمام حضرات صحابی رسول اللہ ﷺ ہونے کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی صحبت یافتگان ہیں۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی بہت زیادہ فتوحات اسلام ہوئے ہیں۔ اور آپ کا زمانہ بھی غزوات و فتوحات میں بہت زیادہ مشغول رہا۔ آپ سے استفادہ کرنے والے بھی وہی اصحاب ہیں جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی، مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو بزرگ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالعزیز عبداللہ علمبردار اور بھی ملے۔ جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیض پایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت اصحاب صدیق کے علاوہ ان دو بزرگوں سے بھی قائم ہوگئی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ کے فیض یافتگان بھی یہ ہی اصحاب حضرت صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں لیکن ان کو ایک بزرگ کمیل بن زیاد بھی ملے۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی۔ اور مذکورہ بالا اصحاب کے علاوہ کمیل بن زیاد سے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت قائم ہوگئی۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت امان سے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باطنی کا فیض حضرت زید کو اور ان سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی ہر سہ خلفاء کے ہاتھ پر یکے بعد دیگر بیعت خلافت کی تھی اور صحبت اٹھائی تھی جب آپ کا دور آیا تو تمام وہ صحاب جنہوں نے حضرت صدیق اکبر، حضر عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کی صحبت اٹھائی تھی سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صحبت سے مستفیض ہوئے، لیکن ان کو چھ بزرگان اور بھی

ملے، جنہوں نے آپ سے خاص استفاضہ کیا۔ حضرت حسین کریمین رضی اللہ عنہ، حضرت کمیل بن زیاد، حضرت حسن بصری، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، قاضی ابوالمقدام شریح بن ہانی بن زیاد الحارثی، اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیض یافتگان کی تعداد چودہ ۱۴ تک پہنچتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عب الرحمن بن عوف، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرۃ، حضرت محمد بن ابوبکر، حضرت اویس قرنی، حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت حسن بصری، حضرت کمیل بن زیاد، قاضی ابوالمقدام شریح بن ہانی بن زیاد الحارثی۔ رضی اللہ عنہم

ان تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ خلفاء ثلاثہ کی تربیت میں بھی ایسی جماعت تھی، جس نے اشاعت و تبلیغ کا کام تزکیہ نفوس کے ذریعہ کیا۔ یہ جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ جماعت نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد تو عہد رسالت ہی سے پڑ چکی تھی، اور ایک جماعت ایسی بنائی جا چکی تھی جو دنیاوی تعلقات سے دست بردار ہو کر محض عبادات الٰہی میں شبانہ یوم مصروف رہے۔ یہ جماعت اصحاب صفہ کہی جاتی تھی اس کا کام صرف یہ تھا کہ نماز پنجگانہ کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہو اور بقیہ اوقات صفہ میں اذکار خفیہ قلبیہ میں بسر کرے۔ دین کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے، اس پر خود عامل رہے اور دوسروں کو عامل بنائے۔ یہ لوگ شبانہ یوم اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ فکر معیشت سے بے پرواہ تھے، کھانے کو جو ملجاتا کھا لیتے، پہننے کو ملجاتا پہن لیتے، کسی سے سوال نہیں کرتے تھے، رزق کا ذریعہ تلاش نہیں کرتے تھے، ان کی کفالت امت محمدیہ کے ذمہ تھی اور انہی کی شان میں خدائے کریم نے کلام پاک میں فرمایا:

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیون ضربا فی الارض تحاسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحانا

تمہارے صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو فقط یاد الٰہی کے لیے روک رکھا ہے، یاد الٰہی کے سوا کوئی دوسرا کام اپنے ذمہ نہیں لیا ہے اور اگر کوئی دوسرا کام اپنے ذمہ لیا ہے تو وہ یہ کہ دوسروں کو یاد الٰہی کی دعوت دیں۔ یہ لوگ ملک میں چل پھر کر گداگری نہیں کرتے، ایک جگہ اللہ کی یاد میں تمام ظاہری ذرائع سے منقطع ہو کر بیٹھ گئے، اس بے پروائی اور غنائے قلبی کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے غنی و مالدار ہیں۔ مگر ان کا فقر اور ان کی تنگ حالی ان کی صورتوں سے پہچانی جاتی ہے، کسی سے سوال نہیں کرتے ہیں۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک ہی میں ایک ایسی جماعت بنا دی گئی تھی جو دنیا کے دوسرے مشاغل سے کنارہ کش ہو کر صرف تزکیہ نفس کی تعلیم دے، اور اس پر خود بھی عامل ہو۔ یہ سلسلہ خلافت راشدہ میں بھی قائم رہا۔

اور اسی اتباع میں آج تک دنیا اس میں جاری ہے، یہ ہی لوگ صوفیہ کہے جاتے ہیں۔
صوفیاء کرام نے بھی باصول محدثین سند اتصال کو ضروری سمجھا اور اپنی سندوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ وسلم تک منتہی کرنے کے خیال سے مختلف شعبے بنالیے۔ یہ شعبے سلاسل طریقت کے نام سے موسوم ہیں۔ چونکہ عموماً جتنے سلسلے ہی اس وقت عالم اسلام میں موجود ہیں۔ خلفاء راشدین ہی کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتے ہیں۔ اس لیے انہی ناموں سے ہیں۔ مثلاً جو جماعت حضرت صدیق اکبر کی صحبت وتربیت میں قائم ہوئی صدیقیہ کہلائی جو جماعت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تربیت میں بار آور ہوئی فاروقیہ کہلائی، جس نے حضرت عثمان کی سرپرستی میں نشوونما پایا وہ عثمانیہ کہی گئی، اور جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دامن پکڑا علویہ سے موسوم ہوئی۔ بحمد اللہ تمام خلفاء راشدین کے سلاسل اب تک دنیا میں قائم ہیں اور ان کے فیوضات الی یوم القیامۃ جاری رہیں گے۔ ان سلاسل کی تصریح آگے آئے گی۔۔۔ ان خلفاء کے فیض یافتگان میں جو اہم شخصیت ہوئی اور اس سے سلسلہ کو شیوع بھی زیادہ ہوا تو سلسلہ کی وہ شاخ اسی شخصیت کی طرف منسوب ہوگئی۔ اس طرح سلاسل کے شعبے بھی بڑھتے گئے، یہاں تک کہ اب تمام شعبوں کی گنتی بھی مشکل ہے۔

سلاسل خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین سے بھی جاری ہوئے

مگر اب سوال یہ ہے کہ جملہ خلفاء راشدین سے سلاسل جاری ہوئے تو ان کی اشاعت کیوں نہ ہوئی؟ ہر سلسلہ حضرت علی رضی اللہ کی طرف کیوں منسوب ہے؟ اور جملہ سلاسل میں انہی کی نسبت کیوں قائم کی گئی ہے۔؟

جواب

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الخلافت تھے۔ تمام صحابہ کی طرح آپ نے بھی خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کی تھی ان کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دی تھیں، لقاء وصحبت واستفاضہ جو اصل نسبت ہے علی الترتیب خلفاء ثلاثہ سے آپ کو حاصل ہوگئی تھی، اس طرح خلفاء راشدین کی نسبتیں از خود حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سمٹ آئی تھیں، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کے بعد خلفائے ثلاثہ کے اظہار نسبت کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو تمام وہ حضرات جنہوں نے خلفاء ثلاثہ سے علیحدہ علیحدہ بھی فیض پایا تھا، وہ سب حضرت علی سے وابستہ ہوگئے، **اب جو سلسلہ کی اشاعت ان سے ہوئی تو خلفاء ثلاثہ کی نسبت کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی، بس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت کا اظہار خلفاء ثلاثہ کے نسبت کے اظہار کے لیے کافی ہے۔ تاہم خلفاء ثلاثہ کی نسبتیں ان کے فیض یافتگان سے باقی ہیں۔** جن کو میں علیحدہ علیحدہ بیان کروں

گا۔ ان تصریحات سے یہ غلط فہمی کہ تعلیم باطن صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہادی فعل ہے ختم ہو جاتی ہے اور جو شبہات پیدا ہو رہے تھے بحمد اللہ سب مٹ گئے۔

دور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے بعد تیسری صدی کے اہم بزرگ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام نسبتوں کے جامع تھے۔ انہوں نے مختلف شیوخ کی صحبت سے اپنی ذات میں بہت سی نسبتیں جمع کرلی تھیں۔ آپ کی ذات جامع الصفات کی نسبت سلاسل عالم میں سے کوئی سلسلہ ایسا نہیں ہے جس میں نہ پائی جاتی ہو، کسی نہ کسی واسطہ سے حضرت جنید بغدادی کی نسبت تمام سلاسل میں ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے جتنے بھی سلسلے ہیں حضرت جنید بغدادی کے واسطہ سے سے چاروں نسبتیں صدیقیہ، فاروقیہ، عثمانیہ، علویہ کے فیوضات سے فیضیاب ہیں، بعض سلاسل تو ایسے بھی ہیں جن میں بلا واسطہ حضرت جنید بغدادی کی چاروں نسبتیں پہنچی ہیں۔ خزینۃ الاصفیاء، اسنی المطالب، طبقات الکبری، نفحات الانس، رشحات و دیگر کتب سیر و ملفوظات بزرگان میں یہ نسبتیں بوضاحت موجود ہیں۔

حضرت جنید کی نسبت صدیقیہ

حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خزاز سے، ان کو بشر حافی سے، ان کو ابو رجاء عطاردی سے، ان کو فضیل بن عیاض سے، ان کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو شیخ محمد مسلم زاہدی سے، ان کو شیخ محمد بن جبیر نوفلی سے، ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابو سعید الخزاز اور جنید بغدادی ایک ہی شیخ حضرت سری سقطی کے مرید تھے، مگر ان کی عظمت شان کو دیکھتے ہوئے حضرت جنید کو اپنے شیخ کا ہم پلہ تصور کرتے تھے، اور وہ بھی حضرت جنید کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چونکہ ابو سعید خزاز کو اپنے شیخ سری سقطی کے علاوہ حضرت بشر حافی سے بھی پہنچا تھا، اس لیے حضرت جنید نے اس سلسلہ کا خرقہ حضرت ابو سعید سے پہنا۔

حضرت جنید کی دوسری نسبت صدیقیہ

حضرت جنید بغدادی کو حضرت سری سقطی سے ان کو معروف کرخی سے ان کو داود الطائی سے ان کو ابو حلیم حبیب بن سلیم الراعی سے ان کو سلمان فارسی سے ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ سے۔

حضرت جنید کی نسبت فاروقیہ

حضرت جنید بغدادی کو حضرت ابو سعید خزاز سے ان کو ابو عبداللہ حسن مسوحی سے ان کو ابو تراب نخبشی سے ان کو

بایزید بسطامی سے ان کو محمد بن فارس البلخی سے ان کو حاتم بن علوان الاصم بلخی سے ان کو شقیق بلخی سے ان کو ابراھیم بن ادھم تمیمی العجلی ۱۶۱ھ سے ان کو مالک بن دینا سے ان کو ابو مسلم خولانی سے ان کو سیدنا فاروق عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی دوسری نسبت فاروقیہ

حضرت جنید کو ابو جعفر محمد بن عبداللہ الحداد نبازی سے ان کو شیخ ابو عمر اصطخری سے ان کو ابو تراب النخشبی سے ان کو عبدالرحمن حاتم بن علوان الاصم سے ان کو عبداللہ الخواص سے ان کو شیخ شقیق البلخی سے ان کو ابراھیم سے ان کو شیخ موسیٰ بن یزید الراعی سے ان کو سیدنا اویس قرنی سے ان کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی نسبت عثمانیہ

حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید الخراز سے ان کو شیخ عبداللہ المسوحی سے ان کو ابو تراب النخشبی سے ان کو عبدالرحمن بن حاتم بن علوان الاصم سے ان کو عبداللہ الخواص سے ان کو شقیق البلخی سے ان کو ابراھیم بن ادھم تمیمی العجلی سے ان کو فضیل بن عیاض سے ان کو شیخ عبدالواحد بن زید سے ان کو کمیل بن زیاد النخعی سے ان کو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت جنید کی نسبت علویہ کی تکرار کی ضرورت نہیں جملہ سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی نسبت سے رائج ہیں۔

سلاسل ائمہ مجتہدین

خلفاء راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی نسبت بھی یہ عام تخیل پید اہے کہ یہ بزرگان ائمہ دین محض مسائل شریعت کے استنباط کرنے والے تھے۔ ان کو سلسلہ طریقت سے کوئی لگاو نہیں تھا۔ حالانکہ یہ بزرگان طریقت کی مجسم تصویر تھے۔ ان کی ہر ادا تصوف کا سبق دیتی اور طریقہ باطن کی تلقین کرتی تھی یہ لوگ مرید بھی تھے اور انہوں نے طریقت کی تعلیم اپنے شیوخ سے پائی تھی۔ اگرچہ ان کے کمال علم کے پیش نظر اس کی ضرورت نہ ہونی چاہیے تھی لیکن روحانی تربیت کے لیے صبیب روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سب حضرات ائمہ اہل بیت کے دست گرفتہ تھے اور انہی کے فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ ان کے علم میں جلا پیدا ہوا، تشرع و تسنن، زہد و طاعت میں مرتبہ احسان کو پہنچے۔ حدیث کی اصطلاح میں تصوف کا نام احسان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے۔ فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم یکن تراہ فانہ یراک۔ جبرائیل امین نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے احسان کی تعلیم دیجیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تصوف میں اسی کی تعلیم دی جاتی ہے یہ کیسے ممکن تھا کہ ائمہ مجتہدین اس حدیث کو جاننے کے باوجود اپنے آپ میں اس صفت کے پیدا کرنے کی کوشش نہ کرتے اور ایسے ہادی کی تلاش نہ کرتے جو ان کی اس منزل تک رہبری کر سکے۔ صاحب اسنی المطالب نے ان تمام حضرات کو صاحب سلسلہ لکھا ہے اور ان کی نسبتوں کی وضاحت کی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو خلفاء راشدین کی طرح ائمہ مجتہدین کی نسبتیں بھی پہنچی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت نعمانیہ:

حضرت جنید بغدادی کو سری سقطی سے، ان کو معروف کرخی سے ان کو داود طائی سے ان کو امام اعظم ابو حنیفہ کوفی سے ان کو حضرت ابراہیم الشہید سے ان کو اپنے والد عبداللہ محض سے ان کو امام حسن مثنی سے ان کو امام حسن مجتبی سے ان کو امیر المومنین سید علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے۔

حضرت امام اعظم کی دوسری نسبت

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ امام زید شہید سے ان کو امام زین العابدین سے ان کو امام حسین سے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت امام اعظم کی تیسری نسبت

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو امام جعفر صادق سے ان کو امام باقر سے ان کو امام زین العابدین سے ان کو امام حسین سے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علی نبیھا و علیہم السلام۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت مالکیہ

حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید الخراز سے ان کو بشر حافی سے ان کو ابو رجا عطاردی سے ان کو شیخ فضیل بن عیاض کوفی سے ان کو عبداللہ بن مبارک سے ان کو امام مالک بن انس سے ان کو امام محمد ذو النفس الزکیہ سے اور امام ابرہیم شہید سے اور ان دونوں کو حضرت عبداللہ المحض سے ان کو امام حسن المثنی سے ان کو امام حسن مجتبی سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم الشریف سے۔

حضرت جنید بغدادی کی نسبت حنبلیہ وشافعیہ

حضرت جنید بغدادی کو ابو سعید الخراز سے ان کو بشر حافی سے ان کو امام احمد بن حنبل سے ان کو محمد بن ادریس شافعی سے ان کو محمد بن حسن الشیبانی سے ان کو امام اعظم ابو حنیفہ سے ان کو ابراہیم شہید سے۔

نسبت ثانیہ

امام محمد بن ادریس شافعی کو امام مالک بن انس سے ان کو امام محمد ذو النفس الزکیہ اور امام ابراھیم شہید سے اور ان دونوں کو حضرت عبد اللہ المحض سے ان کو امام حسن مثنی نے ان کو امام حسن مجتبی سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم الشریف سے۔

علامہ جزری [صاحب اسنی المطالب] کا سلسلہ تصوف

بعض ایسے سلسلے بھی ہیں جن میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت کے بغیر خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کی نسبتیں پہنچی ہیں۔ چنانچہ علامہ شمس الدین [الجزری] مصنف اسنی المطالب نے اپنا ایک حنبلی شجرہ نقل کیا ہے جس میں یہ تمام نسبتیں دکھلائی ہیں۔ مصنف مذکورہ کو اپنے اس شجرہ پر انتہائی ناز بھی تھا۔ جس کا انہوں نے بہت دقیع الفاظ میں اظہار بھی کیا ہے۔ اس جگہ پر ان کی پوری عبارت کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں جو میرے دعوی کا موئید ہے۔

علامہ جزری فرماتے ہیں:

وأما الصحبة واللقي فإني صحبت الشيخ الصالح العالم الورع الناسك صلاح الدين أبا عبد الله محمد بن الشيخ الصالح العالم تقي الدين أحمد بن الشيخ الصالح العالم عز الدين إبراهيم بن الشيخ الصالح عبد الله بن شيخ الإسلام وبركة وقته وشيخ عصره الزاهد الكبير الورع الداعي إلى الله تعالى أبي عمر محمد بن أحمد بن قدامة بن نصر المقدسي الحنبلي رحمه الله تعالى ولا زمنا نحو عشر سنين وسمعت منه أكثر من ثلاثين ألف حديث وكان مسند عصره وشيخ وقته أقرب أهل زمانه إلى النبي صلى الله عليه وسلم إسنادا كثير الخشوع سريع الدمعة لا يكاد يمسك عبرة إذا قرئ عليه الحديث أو ذكر النبي صلى الله عليه وسلم توفي سنة ثمانين وسبعمائة عن نحو سبع وتسعين سنة وهو صحب الشيخ الإمام العالم الصالح الخير فخر الدين أبا الحسن علي بن أحمد بن عبد الواحد بن أحمد بن عبد الرحمن المقدسي الحنبلي المشهور بابن البخاري وكان شيخ زمانه ومسند وقته انتهى إليه علو الإسناد في عصره مع الزهد والورع والانقطاع عن الناس والتقليل من الدنيا وتوفي سنة تسعين وستمائة عن خمس وتسعين سنة ونزل الحديث في الدنيا بموته درجة وهو صحب الشيخ الصالح الخير أبا علي حنبل بن عبد الله بن الفرج الرصافي المكبر البغدادي وكان ثقة خيرا توفي سنة أربع وستمائة عن نحو تسعين سنة وهو صحب الشيخ المسند الصالح أبا القسم هبة الله بن محمد بن عبد الواحد بن أحمد بن العباس بن الحصين الشيباني وكان عدلا خيرا صالحاً مشهورا وتوفي في

سنة خمس وعشرين وخمسمائة عن أربع وتسعين سنة وهو صحب الشيخ الإمام العالم الصالح أبا علي الحسن بن علي بن محمد التميمي المعروف بابن المذهب وكان عالما زاهد واعظا فذاكرا صالحا مشهورا توفي سنة أربع وأربعين وأربعمائة عن تسع وثمانين سنة وهو صحب الشيخ الصالح العالم الثقة أبا بكر أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك بن شبيب بن عبد الله القطيعي وكان عالما صالحا محدثا مقرئا ثقة توفي سنة ثمانين وستين وثلاثمائة عن ست وتسعين سنة وهو صحب الشيخ الإمام العالم الزاهد الصالح الحافظ أبا عبد الرحمن عبد الله بن الإمام أحمد بن حنبل الشيباني وكان عالما كبيرا حافظا للحديث عارفا به مع الزهد والورع والانقطاع توفي سنة تسعين ومائتين عن سبع وثمانين سنة وهو صحب أباه إمام زمانه والممتحن في الله فما رده عن إيمانه أزهد الأئمة وصاحب المنة على الأمة أبا عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني الذي قال فيه مثل الشافعي خرجت من بغداد وما خلفت بها أفقه ولا أزهد ولا أورع من أحمد بن حنبل وقال هلال بن العلاء مَنَّ الله على الناس بأحمد بن حنبل ثبت في المحنة ولولا ذلك لكفر الناس توفي سنة إحدى وأربعين ومائتين عن سبع وسبعين سنة وهو صحب الإمام أحد أعلام الأمة وأمير المؤمنين في الحديث أبا محمد سفيان بن عيينة بن ميمون الهلالي الكوفي نزيل مكة والمجمع على علمه وفقهه وزهده وورعه وهو القائل وقد وقف بعرفات حججت سبعين حجة وفي كل عام أقف بهذا المكان وأسأل الله أن لا يجعله آخر العهد منه وقد استحييت من الله تعالى فيما أسأله فمات من السنة القابلة مستهل رجب سنة ثمان وتسعين ومائة عن إحدى وتسعين سنة وهو صحب الإمام الجليل التابعي الكبير أبا محمد عمرو بن دينار الجمحي مولاهم المكي الذي قال فيه مثل شعبة لم أر مثله توفي أول سنة اثنتين وعشرين ومائة عن ثمانين سنة وهو صحب الإمام الحبر البحر ترجمان القرآن أبا العباس عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم الهاشمي الذي دعا له النبي صلى الله عليه وسلم: «اللهم علمه الحكمة وفقهه في الدين» هو صحب ابن عمه سيد الأولين والآخرين أبا القاسم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب حتى توفي وهو ابن خمس عشرة سنة ثم صحب أبا بكر الصديق حتى توفي ثم صحب عمر بن الخطاب حتى توفي ثم صحب عثمان بن عفان حتى توفي ثم اختص بصحبة ابن عمه أمير المؤمنين وحبيب حبيب رب العالمين أبي الحسن علي بن أبي طالب بن عبد المطلب حتى توفي في رمضان سنة أربعين وبقي بمكة ونزل بالطائف حتى توفي بها سنة ثمان وستين عن نحو

ثلاث وثمانين سنة وصلى عليه ابن ابن عمه أبو القاسم محمد بن علي بن أبي طالب ابن الحنفية فهذه طريقة في الصحبة لم يكن أعلى منها ولا أصح وقع بيننا وبين أمير المؤمنين علي كرم الله وجهه أحد عشر رجلا ويقع لنا من هذه الطريقة في الصحبة ما هو ألطف من هذا وأحسن عند العارضين بقدر ذلك وهو: (۱)

---

(۱) اس سلسلہ بیعت وطرق تصوف کو محدث الرودانی المکی المالکی نے کو اپنی سند سے بیان کیا ہے۔

ولكل منهما طريقة مشهورة بالمغرب ومنهم الداعي الي الله ابو عبد الله سيدي محمد بن عبد الله الفاسي صاحب المخفية حومة بفاس رأيت له من الكشوفات في نفسي وسيرتي عجائب ووقع لي معه اول مالاقاته قريب مما وقع لي مع الاول ونهاني عن اشياء لا يعرها مني كنت اذ ذاك مشتغلا بها من التعلق بالاسم والعزائم وطلب العلوم الغريبة والفلكيات ووفقني الله لقبول نصيحته لله الحمد صحب نفعنا الله به العارف بالله تعالي سيدي يوسف الفاسي نفعنا الله به وسلسلته كسلسلة الاولين غائبة عني الان وهي مشهورة بالمغرب ومنهم اما اهل الطريقة الجامع بين علوم الشريعة والحقيقة ابو عبد الله محمد بن ناصر الدرعي صاحب الاشارات الباهرة والكرامات الظاهرة قرأت عليه اصول الدين والنحو ولازمته اربعة اعوام في التفسير والحديث والفقه والتصوف وغيرها وصاحبته واهتديت به لله الحمد وبشرني بأشياء بإشارته الخفيه اذ عادته التستر وحب الخمول لله الحمد رأيت بعض ذلك وارتجي ببركته الباقي وهو نفعنا الله به صحب الولي الكبير سيد عبد الله بن الحسين القباب وهو صحب سيدي احمد بن علي وهو صحب مجلد الطريقة سيدي الغازي صحب سيدي علي بن عبد الله السلجماسي صحب سيدي احمد بن يوسف الملياني صحب سيدي احمد زورق ح واعلي منه صحبة شيخنا الجزائري صحب شيخه المقري صحب الولي الصالح سيدي محمد بن علي الخروبي الطرابلسي وهو صحب زورق وهو صحب ابا زيد عبد الرحمن الثعالبي والشيخ ابا العباس احمد بن عقبة الحضرمي المصري وهو صحب الشيخ ابا زكريا صحب السيد علي الوفا صحب والده السيد محمد وفاء صحب الشيخ داود الباخرزي صحب ابا الفضل احمد بن عبد الكريم بن عطاء الله صحب ابا العباس المرسي صحب القطب ابا الحسن الشاذلي صحب القطب عبد السلام بن مشيش صحب ابا زيد عبد الرحمن الزيات المدني صحب ابا احمد جعفر بن عبد الله بن سيد بونة بسنده الاتي في لبس الخرقة واما الثعالبي فهو صحب ولي الدين العراقي صحب كثيرا من اصحاب الفخر ابن البخاري كالصلاح بن ابي عمر وصحب الفخر حنبل بن عبد الله الرصافي صحب ابا القاسم هبة الله بن محمد الشيباني صحب الحسن بن محمد التميمي المعروف بابن المذهب صحب ابا بكر احمد بن جعفر القطيعي صحب عبد الله بن الامام احمد بن حنبل صحبه والده الامام صحب سفيان بن عيينة صحب عمرو بن دينار صحب الحبر عبد الله بن عباس صحب رسول الله صلي الله عليه وسلم حتي قبضه الله تعالي اليه ثم صحب خليفته ابا بكر الصديق ثم بعده صحب عمر ثم صحب عثمان ثم صحب علي رضي الله عنهم ولا يخفي ان الامام احمد صحب الشافعي وهو صحب مالكا ومحمد بن الحسن الشيباني وهو صحب الامام الاعظم ابا حنيفة وهو ومالك ايضا صحبا الامام جعفر الصادق وهو صحب والده السبط الشهيد الحسين بن علي، وهو صحب والده والنبي صلي الله عليه وسلم فهذه السلسلة مع علوها فيها من اللطائف الاتصال بالخلفاء الاربعة وارباب المذاهب الاربعة واهل البيت

95 - أن الإمام أحمد بن حنبل صحب الإمام محمد بن إدريس الشافعي وهو صحب الإمام أبا عبد الله مالك بن أنس إمام دار الهجرة وصحب الإمام الشافعي أيضا الإمام الكبير فقيه زمانه محمد بن الحسن الشيباني وهو بصحب الإمام الأعظم أبا حنيفة نعمان بن ثابت الكوفي وثبت عندنا أن كلا من الإمام مالك وأبي حنيفة رحمهما الله صحب الإمام أبا عبد الله جعفر بن محمد الصادق حتى قال أبو حنيفة ما رأيت أفقه منه وقد دخلني منه من الهيبة ما لم يدخلني المنصور؛ وصحب جعفر الصادق والده محمد الباقر وصحب الباقر والده زين العابدين وصحب زين العابدين والده الحسين وصحب الحسين والده أمير المؤمنين عليا فانظر إلى ما اجتمع في هذا الإسناد الشريف من الأئمة المقتدى بهم في العلم رحمهم الله ورضي الله عنهم وعنا بهم.

ووقع إلينا أيضا من غير هذا الطريق للقاء والرؤية وسماع الحديث أن بيني بين أمير المؤمنين بالسند الصحيح عشرة رجال ثقات وهو أني لقيت القاضي الرئيس عز الدين بن محمد بن موسى بن سليمان الأنصاري ورأيته وسمعت منه الحديث وهو لقي الإمام أبا الحسن علي بن أحمد بن البخاري ورآه وسمع منه الحديث وهو لقي أبا حفص عمر بن محمد بن طبرزد كذلك وهو لقي القاضي أبا بكر محمد بن عبد الباقي الأنصاري كذلك وهو لقي إبراهيم بن عمر البرمكي، وهو لقي عبد الله بن إبراهيم (بن ماسي) وهو لقي أبا مسلم الكجي كذلك وهو لقي محمد بن عبد الله الأنصاري كذلك وهو لقي أبا عون كذلك وهو لقي الشعبي كذلك وهو لقي أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه وصحبه وسمع منه وكان من أكبر شيعته وهذا مع صحته لا يوجد اليوم أعلى منه ولا أقرب إلى أمير المؤمنين منه.

ترجمہ: میں نے صحبت اٹھائی شیخ صلاح الدین ابو عبداللہ محمد بن الشیخ بن شیخ ابی عمر بن محمد بن احمد قدامہ بن

سلسلة لبس الخرقة الصوفية طرقها كثيرة متشعبة افردها بالتصنيف ابن ابي الفتوح الصوفي وسماه جمع الفرق لرفع الخرق اقتصر منها على الخرقة المدينة نسبة الى ابي مدين الغوث۔

(صلة الخلف بموصول السلف ص ٤٦٧ -٤٦٩)

نصر مقدسی حنبلی کی اور دس برس تک شبانہ یوم ان کے ساتھ رہا اور ان سے پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں سنیں۔ اپنے وقت کے بڑے مستند بزرگ تھے، علو اسناد کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے، یعنی ان کی حدیث کے وسائط بہت کم تھے۔ بہت خاشع وخاضع تھے۔ جب حدیث پڑھی جاتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ان کی آنکھیں جاری ہوجاتیں تھیں۔ ۹۷ برس کی عمر میں پردہ فرمایا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی فخر الدین ابوالحسن علی بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمن المقدسی حنبلی کی جو ابن البخاری سے ائمہ حدیث میں مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے مستند محدث تھے۔ ان کے جیسا عالی الاسناد محدث ان کے دور میں کوئی نہ تھا۔ ان کا دنیا سے پردہ ۹۵ برس کی عمر ۶۹۰ھ میں ہوا، ان کے پردہ کرنے کی وجہ سے حدیث کی عالی نسبت ختم ہوگئی۔ انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ ابوعلی حنبل بن عبداللہ بن الفرج الرصافی المکبر بغدادی کی یہ اپنے زمانہ کے ثقہ تھے۔ ان کا دنیا سے پردہ ۹۰ سال کی عمر میں ۶۰۴ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی ابوالقاسم ہبۃ اللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عباس بن حصین شیبانی کی جو عادل خیر مشہور صالح تھے۔ ان کا دنیا سے پردہ ۹۴ برس کی عمر میں ۵۲۵ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام ابوعلی حسن بن علی بن محمد تمیمی المعروف ابن المذہب کی، یہ بڑے عالم، عابد، واعظ و مذکر مشہور صالح تھے۔ ان کا دنیا سے پردہ ۸۹ برس کی عمر میں ۴۴۴ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ عالم ثقہ ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک بن شبیب بن عبداللہ قطیعی کی، یہ بھی بڑے عالم محدث ثقہ تھے۔ ان کا دنیا سے پردہ ۳۶۸ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی شیخ امام حافظ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن امام احمد بن محمد حنبل الشیبانی کی، یہ بڑے حافظ عالم نقاد حدیث عارف و زاہد و متورع تھے۔ ان کا دنیا سے پردہ ۸۷ برس کی عمر میں ۲۹۰ھ میں ہوا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی امام زمانہ جن کو اللہ نے اپنی راہ میں آزما کر دیکھ لیا تھا اور تمام ائمہ میں زاہد تر تھے، حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد حنبل بن ہلال شیبانی بن اسد شیبانی کی، جن کی شان میں امام شافعی نے فرمایا جب میں بغداد چھوڑ کر آیا تو امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر وہاں کسی کو فقیہ تر زاہد و متورع نہیں چھوڑا۔ اور ہلال نے اپ کے متعلق کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل جیسا انسان پیدا کر کے مخلوق پر بڑا احسان کیا ہے۔ ان پر جو مصیبتیں آئیں وہ لوگوں کی ناشکری کی وجہ سے آئیں ان کا دنیا سے پردہ ۷۷ برس کی عمر میں ۲۴۱ھ میں ہوا، انہوں نے صحبت اٹھائی امت کے مشہور تر بزرگ امیر المومنین فی الحدیث ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی جو کہ مکہ میں مقیم تھے، جن کے علم و تفقہ، زہد و ورع پر اتفاق تھا، وہ فرماتے تھے میں عرفات میں ٹھہرا رہا، اور ستر حج کیے اور ہر سال عرفات میں وقوف کرتا ہوں۔ میری اللہ سے دعا ہے میرا آخر زمانہ یہیں ختم ہو مجھے اللہ سے مانگتے شرم آتی ہے۔ اس کے آئندہ

سال رجب کی چاند رات ۱۹۸ھ میں دنیا سے پردہ فرمایا، اس وقت آپ کی عمر ۹۱ برس کی تھی۔ انہوں نے صحبت اٹھائی امام جلیل القدر ابو محمد عمرو بن دینار حجمی کی، ان کی شان میں سعد نے کہا ان سے بہتر انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ۱۲۲ھ میں ۸۰ برس کی عمر میں دنیا سے پردہ کیا۔ انہوں نے صحبت اٹھائی حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و حکمت اور تفقہ فی الدین کی دعا کی تھی، انہوں نے حضرت سید الاولین و الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پندرہ سال کی عمر میں اٹھائی تھی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر کی صحبت اٹھائی ان کے بعد حضرت عمر کی صحبت سے مستفیض ہوئے جب انہوں نے دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت عثمان غنی کی صحبت اٹھائی اور جب انہوں نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت مخصوص طور پر اختیار فرمائی اور ان کی صحبت فیض درجت سے مستفیض ہوئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو یہ طائف چلے گئے وہیں ۸۳ برس کی عمر میں دنیا سے پردہ کیا۔ آپ پر نماز آپ کے بھتیجے ابو القاسم محمد بن علی بن ابی طالب [جو محمد بن الحنفیہ کہلاتے تھے] نے پڑھائی۔

بس میری یہ ہی نسبت صحبت ہے جس کے سوا اعلیٰ واضح نسبت نہیں ہو سکتی، اس نسبت میں میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کل گیارہ آدمی ہیں۔ اور میری اس سے بھی زیادہ الطف نسبت صحبت جو عارفین کے نزدیک اسی مرتبہ کی ہے، یہ ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل سے صحبت اٹھائی امام محمد بن ادریس شافعی کی، انہوں نے صحبت اٹھائی امام عبداللہ مالک بن انس امام دار الہجرۃ کی اور امام کبیر فقیہ زمانہ محمد بن حسن شیبانی کی، انہوں نے صحبت اٹھائی امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی اور میرے نزدیک ثابت ہے کہ دونوں یعنی امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے صحبت اٹھائی امام ابو عبداللہ جعفر الصادق کی، جن کے حق میں امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ ان سے بڑھ کر فقیہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی ہیبت و جلالت شان کا اثر میرے دل پر ایسا پڑا کہ ویسی ہیبت تو میرے دل پر کبھی منصور خلیفہ بغداد کی بھی نہ ہوئی۔ انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام محمد باقر کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام زین العابدین کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امام حسین کی، انہوں نے صحبت اٹھائی اپنے والد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اب دیکھیے اور غور کیجئے کہ ان اسناد شریفہ میں کتنے ائمہ مقتدی بہم کا اجتماع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور ان سب سے راضی و خوشی رہے۔ الخ۔ [انتہی اسنی المطالب]

(اسنی المطالب فی فضائل ابی ..الب للجزری ص ۸۱ تا ص ۸۳)

امام جزری کے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ خلفاء ثلاثہ اور ائمہ مجتہدین کی باطنی نسبت بھی ہے اور ان حضرات کے فیوضات باطنیہ اہل طریق کے اندر پائے جاتے ہیں۔

میں [علامہ سید محمد شعیب] نے اس مقالہ کے ابتدائی جزو میں یہ واضح کر دیا کہ حضرت جنید بغدادی کو یہ تمام فیوضات پہنچے ہیں اور کوئی سلسلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں حضرت جنید بغدادی کا واسطہ نہ ہو، یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب سید الطائفہ ہے، پس جس سلاسل میں حضرت جنید بغدادی کی نسبت پہنچ گئی ہے وہ سب خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین کے فیوضات سے مستفیض ہیں۔

اعتراض: سلسلہ چشت میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا واسطہ

اگر یہ کہا جائے کہ سلسلہ چشتیہ حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی ہے۔

جواب:

تو یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ ممشاد علو دینوری جو سلسلہ چشتیہ میں ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں وہ کوئی دوسرے ممشاد نہیں ہیں بلکہ وہی ممشاد دینوری ہیں جو سلسلہ سہروردیہ میں حضرت جنید کے اجل خلفاء میں ہیں۔ دونوں ہی سلسلہ یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں حضرت ممشاد کا نام آتا ہے چشتیہ میں ممشاد علو دینوری ہے جو ہبیرہ بصری سے مستفیض ہیں اور سہروردیہ میں ممشاد دینوری ہے جو جنید بغدادی سے مستفیض ہیں، نام و نسب کے اختلاف نے بعض مورخین کو شبہہ میں ڈال دیا۔

چناچہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں دو شخصیت قرار دی ہیں، لیکن اس دنیا سے پردہ کرنا اور مقام ایک ہی لکھا ہے۔ دوسرے مورخین نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا ہے۔ جیسے خزینۃ الاصفیاء وغیرہ۔ اور بھلا کبھی یہ قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ دو شخص ایک ہی نام کا ایک ہی تاریخ اور ایک ہی سن میں دنیا سے پردہ کرے اور اسی دن ایک جگہ مقام کا ذکر ہو؟! اس لیے یہ ممکن ہے کہ انہوں نے ہبیرۃ بصرہ اور حضرت جنید بغدادی دونوں بزرگوں کی صحبت اٹھائی۔ چشتیہ سلسلہ میں ان کی نسبت ہبیرۃ بصری سے مشہور ہوئی اور سہروردیہ میں جنید بغدادی سے، کیونکہ ہبیرہ بصری اور جنید بغدادی معاصر تھے، ۲۸۷ھ میں حضرت ہبیرہ بصری اس دنیا سے پردہ فرمایا اور اس کے دس برس کے بعد ۲۹۸ھ میں حضرت جنید بغدادی نے نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ اس لیے قرین عقل ہے کہ ابتداء حضرت ممشاد نے ہبیرہ بصری سے خرقہ پہنا پھر ان کے بعد حضرت جنید کی صحبت میں بیٹھے۔

صاحب سمط المجید علامہ صفی الدین القشاشی (۱) نے دونوں ہی سلسلوں یعنی چشتیہ اور سہروردیہ میں ممشاد علو دینوری لکھا ہے۔ یہ بہت بڑی سند ہے کہ دونوں ایک شخصیت ہے، اس لیے چشتیہ سلسلہ بھی حضرت جنید بغدادی کے فیض سے خالی نہیں رہا اور جب حضرت جنید بغدادی کی نسبت اس سلسلہ میں بھی پہنچ گئی تو خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوضات باطنیہ سے یہ سلسلہ بھی مستفیض ہے۔

اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ حضرت جنید کی نسبت سلسلہ چشتیہ میں نہیں پہنچی ہے جب بھی دوسرے شیوخ کے واسطہ سے خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین کے فیوض پہنچے ہیں۔

صدیقیہ

فضیل بن عیاض کو شیخ منصور سلمی سے، ان کو مسلم زاہدی سے ان کو شیخ محمد بن جبیر نوفلی سے ان کو ابو محمد مطعم سے، ان کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

عثمانیہ

فضیل بن عیاض کو شیخ عبدالواحد بن زید سے ان کو کمیل بن زیاد سے ان کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔

مالکیہ

فضیل بن عیاض کو عبداللہ بن مبارک سے ان کو امام مالک بن انس سے۔

نعمانیہ

فضیل بن عیاض کو امام اعظم ابوحنیفہ سے، دوسری نسبت: فضیل بن عیاض کو عبدالواحد بن زید سے ان کو امام ابوحنیفہ سے۔ الخ [انتھی]

(اعیان وطن ص ۱۶۵ از علامہ سید شاہ محمد شعیب صاحب)

پیش کردہ تحقیق میں سلاسل کے دیگر طرق اور حضرات شیخین کریمین سے سلاسل اولیاء پر مفصل بحث و تحقیق موجود ہے، اور اس سلسلہ میں متعدّد اشکال کے کافی تحقیقی جوابات دیے گئے ہیں، اس لیے مزید کس بھی حوالہ میں سلاسل اولیاء کی انتہاء کی تصریح پر پیش کردہ تحقیق کو ضرور ذہن نشین رکھیے گا تاکہ بحث کو سمجھا جاسکے۔

---

(۱) السمط الجید، علامہ صفی الدین القشاشی ص ۶۹-۱۰۹

ریحان القلوب، علامہ شیخ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن عبداللہ الکورانی العجمی، قلمی صفحہ ۱۴۴

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو باطنی فیض شیخین کریمین سے ملا

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت کو باطنی فیض حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ سے بھی ملا اور ان کی سلسلہ میں خرقہ بھی ملے۔

مولانا سخاوت مرزا اپنی ایک کتاب تذکرہ حضرت سیدنا جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت میں لکھتے ہیں۔

"حضرت مخدوم جہانیاں کو بعض خرقے دیگر اکابر صحابہ کے بھی پہنچے جن کا ذکر خالی از دلچسپی نہیں۔

۱-شریحیہ [سلسلہ قاضی شریح از حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ]

۲-چار خرقے بواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳-تین خرقے بواسطہ حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۴-ایک خرقہ بواسطہ حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵-دو خرقے بواسطہ حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ من اصحاب صفہ، جن کے منجملہ بعض کی مختصر تفصیل یہ ہے:

شریحیہ: حضرت شیخ بہاء الدین ابی بکر بن الحسام الگاذرونی، بتوسط شیخ عبد الرحمن الطسفونجی، وہ شیخ حمید الدین اندلسی الی قاضی ابی العلام شریح بن ہانی یزید الحارثی و حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

خرقہ دردائیہ: آپ کو شیخ المعمر حبیب الدہلوی سے ان کو شیخ عبد اللہ مصری سے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت فضیل بن عیاض سے ان کو حضرت سید اہل الصفہ ابی الدرداء رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔" الخ

(تذکرہ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ ص ۳۱)

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ باطنی فیض کا سلسلہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی لوگوں کو ملا۔ اس لیے ان حقائق کے خلاف کرنا علمی خیانت ہے۔

قاری فیضی صاحب کی شرح اسنی المطالب میں دجل کی کوشش؟

عصر حاضر کے مشہور تفضیلی قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے علامہ شمس الدین جزری کی کتاب اسنی المطالب فی مناقب ابی طالب کا ترجمہ، تخریج اور تحقیق سر انجام دی ہے جس کا طبعہ خامسہ ۷۸۴ صفحات ہیں اور جس میں صرف ۴۵ مرویات کی تحقیق تقریبا ۷۰۰ صفحات تک مشتمل ہے۔ اور ص ۶۹۹ پر ان ۴۵ مرویات کی تحقیق اور باقی کو پیش نہ کرنے کی وجہ موصوف قاری صاحب کچھ یوں پیش کرتے ہیں کہ

"یہاں تک مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں احادیث درج فرمائیں اور آگے

انہیں سے چند ایسی احادیث نقل فرمائیں جن کی سند مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تک مسلسل ہے لیکن وہ احادیث مختلف موضوعات سے متعلق ہیں۔ اکثر محدثین کرام حصول سعادت اور تحدیث نعمت کے طور پر ایسی احادیث جمع فرماتے ہیں۔ مصنف نے بھی اسی سعادت کے حصول کے لیے احادیث مسلسلہ درج فرمائیں لہذا اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو یہ احقر آئندہ ایڈیشن میں ان احادیث کی بھی تشریح کرے گا۔"الخ۔

(شرح اسنی المطالب ص ۶۹۹)

جواب

گذاش ہے شیخ طنطاوی کی کتاب میں تقریبا ۹۵ مرویات شمار کی گئیں ہیں، محمد باقر الحمودی کے نسخہ میں ۶۲ مرویات اور اس کے ساتھ بغیر نمبر کے احادیث مسلسل نقل کی گئی ہیں۔ موصوف قاری فیضی نے فضائل کی مرویات کے بعد والی احادیث کو تین امور کی وجہ سے بادی النظر میں نقل نہیں کیا۔

① اول

حضرات شیخین کریمین کی شان وفضیلت کی مرویات، شیخ طنطاوی کے نسخہ میں حدیث ۶۹، اور اثر حضرت فضیل بن عیاض ص ۸۹

② دوم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور اس کے منکر پر حق سے ہٹا ہوا کا حکم۔ شیخ طنطاوی کے نسخہ کا ص ۸۹ ،محمد ہادی الامینی کے نسخہ کا صفحہ ۱۴۵، محمد باقر الحمودی نے افضلیت کے اشعار ہی ہٹا دیے۔

③ سوم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ صحبت اور سلاسل مشائخ کا ذکر۔ شیخ طنطاوی کے نسخہ کا صفحہ ۸۱ رقم ۹۴

معلوم ہوتا ہے کہ قاری فیضی کو عبارات قطع برید کرنے کی اتنی بری عادت ہے کہ موصوف کو ایسا کام کرتے ہوئے ہچکچاہٹ تک محسوس نہیں ہوتی۔

شیخ عبد الحی الکتانی کے حوالہ کی تحقیق

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۷۱ تا ۷۴ پر لکھتے ہیں۔

"علامہ محمد عبد الحی الکتانی نے انا مدینۃ العلم کے تحت ظاہری علم مرتضوی کے بعد باطنی علم وولایت کی

طرف متوجہ ہوئے تو خوب لکھا، ہم ان کے مفصل کلام کا ترجمہ پیش کررہے ہیں وہ لکھتے ہیں: اور تمہیں اتنی دلیل کافی ہے کہ قوم کے تمام علوم کے طریقے اور ان کے سلسلہ ان ہی تک پہنچتے ہیں، اسلام میں کوئی طریقہ نہیں پاؤ گے جس کی انتہاء ان تک نہ ہوتی ہو، اور جس کی آخری کڑی ان سے نہ ملتی ہو، یہ اس لیے کہ وہی باب مدینۃ العلم ہیں۔

شیخ مصطفی البکری نے اپنی کتاب تشیید المکانة لمن حفظ الامانة میں لکھتے ہیں: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ مستحکم ہوا تو انہوں نے اپنے علمی حقائق پھیلائے اور اسرار کے دقائق کھولے، اور ا[illegible] سے ان کے فرزند امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور کمیل بن زیاد اور امام حسن بصری نے طریقہ ذکر اور طریقہ تلقین اخذ کیا، اور ان ہی سے تمام سلاسل کی شاخیں پھیلیں، حتی کہ نقشبندیہ کے دو سلسلہ ہیں: ایک حضرت سلمان سے ہے اور دوسرا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔۔۔۔ اور اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب الازهار الطیبة النشر میں کلام فرمایا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے کہ ان سے حضرت حسن بصری نے اخذ فیض کیا۔

قاضی ابن الحاج نے فرمایا: اگر تم کہو کہ اس وقت صوفیہ کرام کے چالیس سلاسل کا مرجع حضرت حسن بصری ہیں جیسا کہ شیخ حسن عجمی کی الرحلہ العیاشیہ میں مذکورہ ہے اور ان کی انتہاء تو سیدنا حسن بصری پر ہوتی ہے؟ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ سیدنا حسن بصری نے سیدنا علی المرتضی کا دیدار کیا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی اور دوسرے علماء کرام نے اس کی صحت بیان فرمائی ہے لہذا ایسی صورت میں انہیں صوفیہ کے طرز پر ان سے فیض حاصل کرنے میں کوئی مانع نہیں، کیونکہ شیخ سے علم اور تلقین کے حصول میں صوفیہ کے طریقہ میں زبان شرط نہیں بلکہ یہ فیض قلبی توجہ اور کیفیت سے بھی مرید کی ہدایت کا سبب ہوجاتا ہے اور اس کے قلب میں انوار کا سورج روشن ہوجاتا ہے۔ الخ"

(الخلافة الباطنیه ص ۷۱-۴۷، بحوالہ نظام الحکومة النبویه ۲/۷ ۲۴-۲۴۸)

جواب

علامہ عبدالحی الکتانی کا اس نکتہ پر تحقیق کے پس منظر میں ایک عبارت کچھ نظر ثانی کی بھی دعوت دیتی ہے۔ علامہ عبدالحی الکتانی اس اقتباس کو لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

قلت: ومن اراد ان یعرف مقدار سعة علم سیدنا علی و مصداق کون باب مدینة العلم النبویه فلیطالع بتتبع شرح ابن ابی الحدید على نهج البلاغه یر العجب العجاب الذی

يفوق اعداد الحساب.

یعنی نوٹ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وسعت علمی اور آپ کے مدینۃ العلم کے دروازہ ہونے کے مصداق ہونے پر مزید تحقیق کے لیے نہج البلاغہ پر ابن ابی الحدید کی شرح ملاحظہ کریں، آپ کو بے شمار حیرت انگیز معلومات حاصل ہوں گی۔ (نظام الحکومۃ النبویہ ۲/ ۲۴۸)

علامہ عبدالحی الکتانی کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے وسیع علم ہونے پر ایک غیر ثابت روافض کی کتاب نہج البلاغہ اور اس کی شرح ابن ابی الحدید جو کہ معتزلی اور بدمذہب تھا، کو پڑھنے کے ترغیب دینا ان کے مختلف ادوار کے حاصل مطالعہ کو واضح کرتی ہے۔

مزید گذارش ہے کہ شیخ عبدالحی الکتانی کے حوالہ میں دو تین امور بہت اہم ہیں۔

اول: تمام علوم کے طریقوں کی انتہاء حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات۔

اس نکتہ پر شیخ محمد شعیب صاحب کا تفصیلی مقالہ پیش کردیا گیا ہے جس میں یہ بحوالہ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ بھی اس علوم کی انتہاء ہیں اور دیگر سلاسل کی صحیح نسبت دیگر صحابہ کرام کی طرف بھی ہے۔ خود علامہ عبدالحی الکتانی اپنی دوسری کتاب میں محدث مورخ صوفی ابن ابی الفتوح کے ترجمہ تصریح کرتے ہیں۔

ابن أبي الفتوح : هو الحافظ أبو الفتوح أحمد بن عبد الله بن أبي الفتوح الطاوسي الابرقوهي الحنفي الصوفي له كتاب " جمع الفرق لرفع الخرق " وهي ثمانية خرق لها ثمانية وسائط متصلة عنده بالنبي صلى الله عليه وسلم، الواسطة الأولى الخضر، والثانية اليأس، الثالثة أبو بكر الصديق، الرابعة عمر، الخامسة علي، السادسة عبد الله بن عباس، السابعة سيد أهل الصفة أبو الدرداء، الثامنة القطب أبو البيان ابن محفوظ القرشي-

(فهرس الفهارس والأثبات ٢/ ٩١٤)

یعنی: ابن ابی الفتوح: یہ حافظ ابو الفتوح احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح الطاوسی الابرقوھی الحنفی صوفی ہیں اور ان کی کتاب جمع الفرق لرفع الخرق ہے۔ جس میں ۸ خرقہ صوفیاء بیان کیے گئے ہیں جو کہ ۸ سندوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل بیان کیے گئے ہیں۔

۱) پہلا واسطہ: حضرت خضر علیہ السلام

۲) دوسرا واسطہ: حضرت الیاس علیہ السلام

۳) تیسرا واسطہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۴) چوتھا واسطہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۵) پانچواں واسطہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ
۶) چھٹا واسطہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۷) ساتواں واسطہ: سید اہل صفہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
۸) آٹھواں واسطہ: قطب زمان حضرت ابوالبیان ابن محفوظ القرشی علیہ الرحمہ

○ علامہ عبدالحی الکتانی مزید لکھتے ہیں۔

وعلى كل حال فأروي ما تضمنته الرسالة المذكورة من طريق أبي مهدي الثعالبي والكوراني والعجيمي والعياشي وغيرهم عن الصفي القشاشي عن الشنواني عن السيد غضنفر بن جعفر النهروالي المدني عن الخطيب تاج الدين عبد الرحمن ابن مسعود بن محمد الكازروني عن جده الحافظ أحمد بن عبد الله بن أبي الفتوح الطاوسي فيما له۔

یعنی: ہر حالت میں حافظ احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح الطاوسی کا رسالہ تصنیف کا ذکر جیسے امام ابی مہدی الثعالبی، امام کورانی، امام العجیمی اور مورخ عیاشی نے الصفی القشاشی سے انہوں نے الشنوانی نے انہوں نے سید غضنفر بن جعفر النہروالی المدنی سے انہوں نے خطیب تاج الدین عبدالرحمن ابن مسعود بن محمد الکازرونی سے انہوں نے اپنے جد حافظ احمد بن عبداللہ بن ابی الفتوح الطاوسی کی سند سے بیان کیا ہے۔
(فهرس الفهارس والأثبات ۲/ ۹۱٤)

○ پیش کردہ ۸ سندوں کی شیخ عبداللہ بن محمد العیاشی نے اپنی کتاب الرحلہ العیاشیہ ص ۳۳۶-۳۳۵ پر اپنے شیخ عیسیٰ بن محمد الثعلبی سے متصل سند کے ساتھ شیخ ابن ابی الفتوح الطاوسی الابرقوہی الحنفی سے نقل کرتے ہیں۔

لبست الخرق الثمانيه التى اشتمل عليها كتاب احمد بن ابى الفتوح من يد شيخنا مسند العصر و علامة الدهر، سيدى ابى مهدى عيسى بن محمد الجعفرى الثعالبى رضى الله عنه بمنزلة بياب حزورة احمد ابواب المسجد الحرام واجازنى بها عن الشيخ ابى العباس احمد بن على الشناوى، عن السيد غضنفر بن جعفر الحسينى عن الخطيب الكازرونى جد هبة الله بن عطاء الحسينى الحسنى عن جد احمد بن الفتوح فيما له..
(الرحله العياشيه ص ٣٣٦-٣٣٥)

قارئین کرام خود ملاحظہ کیجئے کہ علامہ عبدالحی الکتانی نے دیگر ۸ سلاسل کا ذکر نبی کریم ﷺ تک متصل نقل کیا ہے۔اس حوالہ کے بعد کیسے دیگر سلاسل کا انکار کیا جاسکتا ہے؟اس لیے مروجہ کثیر سلاسل کی انتہاء حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے منکر اہل سنت نہیں ادھر ہی اہل سنت و جماعت کے علماء، اکابرین اور صوفیاء دیگر سلاسل جن کی انتہاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بھی قائل ہیں۔اس لیے موصوف قاری فیضی تفضیلی کا مسئلہ کا ایک رخ پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟؟

شیخ محمد مصطفی البکری کے حوالہ کی وضاحت قلمی نسخہ سے

دوم: شیخ محمد مصطفی البکری کی کتاب تشیید المکانۃ عن حفظ الامانۃ قلمی صفحہ ۸ کا حوالہ کچھ یوں پیش کیا کہ "حتی کہ نقشبندیہ کے دو سلسلہ ہیں: ایک حضرت سلمان سے ہے اور دوسرا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔"

جبکہ شیخ محمد مصطفی البکری کی تحریر میں یوں ہے کہ

سلسلہ نقشبندیہ کے دو سلسلہ ہیں ایک متصل ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے اسے حضرت سیدنا الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ سے سے اخذ کیا۔۔۔۔

حوالہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اخذ کرنے کا ذکر ہے اس لیے اس نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروانا اہم ہے۔

صوفیاء کرام کے سلاسل کا مرجع امام حسن بصری؟

سوم: شیخ حسن العجمی کی کتاب الرحلۃ العیاشیہ میں اس وقت صوفیہ کرام کے چالیس سلاسل کا مرجع حضرت حسن بصری کی واضح تصریح ہے۔جس کا جواب اگرچہ علامہ ابن الحاج نے یہ لکھا ہے کہ سیدنا حسن بصری نے سیدنا علی المرتضی کا دیدار کیا تھا۔

جواب

گذارش ہے کہ ابن الحاج کا کلام پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر شیخ حسن العجمی کا یہ موقف کہ صوفیاء کرام کے سلاسل کے مرجع حضرت حسن بصری ہیں اور انہوں نے سیدنا علی المرتضی کا دیدار کیا اور اگر سماع ثابت نہیں تو بھی صوفیاء کے طرز پر ان [حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ] سے فیض حاصل کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

شیخ حسن العجمی نے صوفیاء کرام کے سلاسل کا مرجع حضرت امام حسن بصری کو لکھا، جو کہ موصوف قاری ظہور صاحب کے موقف کو ثابت نہیں کرتا۔کیونکہ قاری ظہور صاحب تو تمام سلاسل کا مرجع و منتہی حضرت علی المرتضی

رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قاری ظہور تفضیلی نے جو اقتباس نقل کیا ہے اس میں شیخ مصطفی البکری نے اپنی کتاب " تشييد المكانة لمن حفظ الامانة " لکھتے ہیں۔

" اور ان [حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ] سے ان کے فرزند امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور کمیل بن زیاد اور امام حسن بصری نے طریقہ ذکر اور طریقہ تلقین اخذ کیا"۔

عبدالحی الکتانی کی عبارت سے استدلال یا الگ موقف؟

قارئین کرام اس نکتہ کو بغور ملاحظہ کیجئے کہ قاری ظہور احمد تفضیلی نے جو طویل اقتباس علامہ عبدالحی الکتانی کا پیش کیا ہے، اسی ایک اقتباس میں دو مختلف موقف واضح ہیں۔

❶ شیخ مصطفی البکری کے قول میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فیض لینے والوں میں امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ، امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت کمیل بن زیاد اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے نام شامل ہیں۔

❷ جبکہ شیخ حسن العجمی کی کتاب الرحلة العیاشیه بحوالہ نظام الحکومة النبویه للکتانی ۲/۲۴۷-۲۴۸ میں تمام سلاسل کی انتہاء امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو بیان کیا ہوا ہے۔

شیخ مصطفی البکری نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ۴ شخصیات کا تذکرہ کیا جبکہ شیخ حسن العجمی نے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تمام سلاسل کی انتہاء قرار دیا۔ اب ان دونوں موقف میں تطبیق یا وضاحت کے لیے ابن الحاج کا قول پیش کیا گیا کہ امام حسن بصری نے حضرت علی المرتضی کا دیدار کیا یا ان سے اخذ فیض کیا۔ اس لیے تمام سلاسل کی انتہاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

مگر اس بارے میں التماس ہے کہ ابن الحاج کی دونوں اقوال میں تطبیق کو اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں متعدد علمی نکات کو ضرور ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اول: شیخ حسن العجمی کی کتاب الرحلہ العیاشیہ میں تمام سلاسل کی انتہاء امام حسن بصری کو قرار دیا گیا۔ تو اس تحریر سے دیگر فیض لینے والے میں امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ، امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ کا انکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا اخذ کرنے کا انکار بھی نہیں ہو سکتا۔

دوم: ابن الحاج کے قول میں جس طرح امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دیدار کرنا اور فیض اخذ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا دیدار کرنا اور فیض اخذ کرنا بھی دیگر محققین کے اقوال کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے۔

اس لیے علامہ عبدالحی الکتانی کا پیش کردہ قول ہمارے موقف کے خلاف نہیں جبکہ موصوف قاری ظہور صاحب کو نفع مند نہیں جبکہ علامہ عبدالحی الکتانی کی کتاب (فهرس الفهارس والأثبات ۲/ ۹۱٤) سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ سمیت ۸ دیگر سلاسل اولیاء کو متصل ثابت تسلیم کیا گیا ہے۔

سلاسل کی نسبت کی وجہ؟

اس نکتہ پر بہت تفصیل سے علامہ محقق سید محمد شاہ شعیب کی کتاب اعیان الوطن ص ۱۵۳ سے پیش کردی گئی ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الخلافت تھے۔ تمام صحابہ کی طرح آپ نے بھی خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر یکے بعد دیگرے بیعت کی تھی ان کی سرپرستی میں دینی خدمات انجام دی تھیں، لقاء وصحبت واستفاضہ جو اصل نسبت ہے علی الترتیب خلفاء ثلاثہ سے آپ کو حاصل ہوگئی تھی، اس طرح خلفاء راشدین کی نسبتیں از خود حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سمٹ آئی تھیں، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کے بعد خلفائے ثلاثہ کے اظہار نسبت کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر جب آپ کی خلافت کا دور آیا تو تمام وہ حضرات جنہوں نے خلفاء ثلاثہ سے علیحدہ علیحدہ بھی فیض پایا تھا، وہ سب حضرت علی سے وابستہ ہوگئے، اب جو سلسلہ کی اشاعت ان سے ہوئی تو خلفاء ثلاثہ کی نسبت کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی، بس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت کا اظہار خلفاء ثلاثہ کے نسبت کے اظہار کے لیے کافی ہے۔ تاہم خلفاء ثلاثہ کی نسبتیں ان کے فیض یافتگان سے باقی ہیں۔" الخ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صوفیاء کی دیگر نسبتوں اور سلاسل اولیاء کو الگ سے بھی محققین نے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ان سلاسل اولیاء میں تقریبا ۸ سلاسل کو متصل خود شیخ حسن العجمی نے اپنی کتاب الرحلہ العیاشیہ ص ۳۳۵ پر تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان سلاسل کو امام الثعالبی، امام الکورانی، امام العجیمی اور مورخ عیاشی اور الصفی القشاشی نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں مفصل بیان کیا ہوا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے سلاسل کی نسبت کی وجہ خلفاء راشدین کی نسبتوں کا اس میں شامل ہونا اور دیگر صحابہ کرام خصوصا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی متصل سند سے سلاسل ثابت ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ پر تحقیق

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۷ تا ۸۲ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف اقتباس، سورۃ آل عمران آیت ۱۰۱، التفسیر المظهری ج ۲ ص ۱۰۶-۱۰۵ "کیف تکفرون و انتم تتلی..الایة"،

"کنتم خیر امة اخرجت للناس..الایة"،التفسیر المظھری ج ٤ ص ۳۸۳ ، التفسیر المظھری ج ٤ ص ۳۸۳، سورہ ہود کی آیت ۱۷ کے الفاظ "و شاھد منه" نقل کرتے ہیں۔

تفسیر مظہری کی پہلی عبارت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری میں سورۃ آل عمرٰن آیت ۱۰۱ "کیف تکفرون و انتم تتلی۔۔الایة" کے تحت فرماتے ہیں:

قلت: اشار النبی ﷺ الیٰ اھل البیت لانھم اقطاب الارشاد فی الولایات اولھم علی علیه السلام ثم ابناءہ الی الحسن العسکری و اخرھم غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنھم اجمعین، لا یصل احد من الاولین و الاخرین الیٰ درجة الولایة الا بتوسطھم کذا قال المجدد رضی اللہ عنه.

یعنی میں کہتا ہوں: نبی کریم ﷺ نے اہل بیت کرام کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس لئے کہ ولایت میں وہی اقطاب الارشاد (ہدایت کے قطب) ہیں، ان میں اول سیدنا علی علیہ السلام ہیں، پھر سیدنا حسن عسکری تک ان کی اولاد ہے اور ان کے آخر مین غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اولین اور آخرین میں سے کوئی شخص ان حضرات کے توسط کے بغیر درجۂ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جیساکہ مجدد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے"۔[۱]

تفسیر مظہری کی دوسری عبارت

قاضی صاحب "کنتم خیر امة اخر۔۔۔ للناس..الایة" کے تحت فرماتے ہیں:

رجال ھذہ الامة اکثر ارشادا و اقویٰ تاثیرا فی الناس بالجذب الیٰ اللہ تعالیٰ من رجال الامم السابقة، و کان قطب ارشاد کمالات الولایة علی علیه السلام ما بلغ احد من الامم السابقة درجة الاولیاء الا بتوسط روحه رضی اللہ عنه، ثم کان بتلک المنصب الائمة الکرام ابناءہ الی الحسن العسکری و عبد القادر الجیلی، و من ثم قال: ووقتی قبل قلبی قد صفالی، و ھو علی ذلک المنصب الی یوم القیامة.

یعنی اس امت کے لوگ رشد وہدایت میں زیادہ ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لانے میں امم سابقہ

---

(۱) التفسیر المظھری ج ۲ ص ۱۰٦-۱۰۵

19

کے مقابلے میں قوی التاثیر ہیں اور کمالات ولایت کے قطب ارشاد سیدنا علی علیہ السلام ہیں، سابقہ امتوں میں کوئی شخص اولیاء کے مرتبہ پر ان کی مقدس روح کی وساطت کے بغیر نہیں پہنچا، پھر یہ منصب ان کی اولاد میں آئمہ کرام کو ملا، امام حسن عسکری اور سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم تک، اسی لئے انہوں نے فرمایا: میرا حال اس سے قبل مصفیٰ تھا اور وہ قیامت تک اس منصب پر فائز رہیں گے۔ (۱)

تفسیر مظہری کی تیسری عبارت

سورہ ہود کی آیت ۱۷ کے الفاظ "و شاھد منه" کی تفسیر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں:

و الاوجه عندی ان یقال ان علیا کان قطب کمالات الولایة و سائر الاولیاء حتی الصحابة رضوان الله علیهم اتباع له فی مقام الولایة و افضلیة الخلفاء الثلاثة بوجه آخر کذا حقق المجدد.

یعنی اور میرے نزدیک ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کمالات ولایت کے قطب ہیں اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مقام ولایت میں ان کے تابع ہیں اور خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی ہے۔" (۲)

تفسیر مظہری کی ۲ عبارات پر فقیہ اعظم ابوالخیر کا حوالہ

ان دونوں عبارتوں پر فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافة الباطنیہ ص ۸۲ اور شرح اسنی المطالب ص ۵۸۹ پر "فقیہ اعظم ابوالخیر کی علمی تحقیق" کے عنوان کے تحت بحوالہ فتاویٰ نوریہ ص ۱۷۸، ۱۷۷، مرتضیٰ مشکل کشا المحب اللہ نوری ص ۱۸۸ کچھ یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں عبارتوں [تفسیر مظہری میں سورۃ آل عمران آیت ، ۱۰۱، التفسیر المظہری ج ۲ ص ۱۰۶-۱۰۵ "کیف تکفرون و انتم تتلیٰ..الایة"، "کنتم خیر امة اخرجت للناس..الایة"، التفسیر المظہری ج ۴ ص ۳۸۳] میں ولایت کا پہلا قطب ارشاد سیدنا علی علیہ السلام کو فرمایا گیا پھر حدیث کی روشنی میں بتایا گیا کہ قیامت تک یہ سلسلہ اُن کی اولاد میں چلے گا، اور چوں کہ اہل بیت کرام علیہم السلام اور قرآن قیامت

---

(۱) التفسیر المظھری، ج ۲ ص ۱۲۲
(۲) التفسیر المظھری ج ٤ ص ۳۸۳

تک اکٹھے رہیں گے لہٰذا جس طرح قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والے تمام لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہے **اسی طرح اہل بیت کرام علیہم السلام بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد والے تمام لوگوں کے حق میں قطبِ ارشاد ہیں، اور اولین قطب سیدنا علی علیہ السلام ہیں۔** حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردی احادیث کا یہی مفاد ہے۔ انتہی

تفسیر مظہری کی تیسری عبارت

موصوف ظہور احمد صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۲ اور اور اپنی دوسرے کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۹۱ پر سورہ ہود کی آیت ۱۷ کے الفاظ "و شاھد منه" کی تفسیر میں قاضی صاحب فرماتے ہیں:

و الاوجه عندی ان یقال ان علیا کان قطب کمالات الولایة و سائر الاولیاء حتی الصحابة رضوان الله علیهم اتباع له فی مقام الولایة و افضلیة الخلفاء الثلاثة بوجه آخر کذا حقق المجدد.

یعنی اور میرے نزدیک ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ **سیدنا علی رضی اللہ عنہ کمالاتِ ولایت کے قطب ہیں اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مقام ولایت میں ان کے تابع ہیں** اور خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے **جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی ہے۔**" (۱)

السیف المسلول کی عبارت:

موصوف ظہور احمد صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۰-۸۱ اور شرح اسنی المطالب ص ۵۹۱ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی دوسری کتاب السیف المسلول سے نقل کرتے ہیں۔

قاضی صاحب ہی اپنی کتاب **"السیف المسلول"** میں تحریر فرماتے ہیں:

بارگاہِ الٰہی سے کارخانۂ ولایت کے فیوض و برکات جو نازل ہوتے ہیں وہ اولا ایک شخص پر نازل ہوتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہو ہو کر اولیاءِ زمانہ کو حسبِ مرتبہ و استعداد پہنچتے ہیں اور اولیاء کرام میں سے کسی کو اس کے واسطہ کے بغیر فیض نہیں پہنچتا اور مردانِ خدا میں سے کوئی شخص اس کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت کو نہیں پاتا، اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء، نقباء اور اولیاء اللہ کی تمام قسمیں اس کی محتاج ہوتی ہیں۔ **اس بلند منصب والے کو امام اور بالاصالۃ قطبِ ارشاد بھی کہتے ہیں اور اس عالی رتبہ پر سیدنا آدم علیہ السلام کے ظہور سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم**

---

(۱) التفسیر المظہری ج ٤ ص ۳۸۳

اللہ وجہہ کی پاک روح مقرر ہے۔" (۱)

جواب:

قارئین کرام! قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی "تفسیر مظہری" اور کتاب "السیف المسلول" کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قطبِ ارشاد ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور سے قطبِ ارشاد ہیں۔ اور اس پر جمیع صحابہ کرام کے قطب ولایت کا عنوان بھی موصوف فیضی نے اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۱ پر باندھا ہے۔

۲۔ قاضی صاحب کا خلفاء اربعہ کے بارے میں وہی نظریہ ہے جو مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ہے۔

مذکورہ دونوں نکات پر علمی تصریحات کو واضح کیا جاتا ہے تاکہ موصوف قاری ظہور احمد فیضی صاحب کے اس علمی دجل والے فیض سے عوام الناس بھی واقف کار ہوں سکیں۔

جمیع صحابہ کرام کے قطب ولایت کون؟ استثناء شیخین کریمین

فیضی صاحب نے الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۱ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ولایت میں قطبِ ارشاد ہونے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ولایت باطنی میں خلفاء ثلاثہ سے بھی افضل ہیں حالاں کہ یہ فیضی صاحب کا اپنا منگھڑت عقیدہ ہے جس سے قاضی صاحب بری الذمہ ہیں کیونکہ قاضی صاحب خلفاء ثلاثہ کے استثناء کے قائل ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جمیع صحابہ کرام کے قطب ولایت نہیں بلکہ خلفاء ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ماسواء صحابہ کرام کے قطب ولایت ہیں۔ جس مقام پر کوئی موہم یا مبہم عبارت ہو، اس میں خلفاء ثلاثہ کی استثناء ضرور ہے مگر موصوف ظہور احمد فیضی صاحب ان موہم اور مبہم عبارت کو ہی پیش کرنے کے ماہر ہیں جس سے ان کا باطل نظریہ ثابت ہو اور عوام الناس دھوکا میں رہ سکیں۔

تفسیر مظہری میں خلفاء ثلاثہ کی استثناء:

قاری ظہور فیضی صاحب نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری عبارت تفسیر مظہری ۴/۸۳ سے نقل کی۔

یعنی اور میرے نزدیک ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کمالاتِ ولایت کے قطب ہیں اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مقامِ ولایت میں ان کے تابع ہیں **اور خلفاء ثلاثہ**

(۱) السیف المسلول للقاضی فانی فتی نقشبندی ص ۲۳۰-۲۲۹

کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی ہے۔"

(الخلافة الباطنیه ص ۸۲ بحواله تفسیر مظهری ٤/ ۸۳)

اس عبارت کو غور سے ملاحظہ کیجئے، اس عبارت میں قاضی ثناء اللہ پانی رحمۃ اللہ علیہ خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کی استثناء کو واضح طور پر لکھ رہے ہیں۔ جس کا مطلب واضح یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضی کمالات ولایت کے قطب ہیں، تمام اولیاء اور صحابہ کرام بھی مقام ولایت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے تابع ہیں مگر سوائے خلفاء ثلاثہ کے۔ کیونکہ وہ تینوں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور ان کی افضلیت کا تقابل کمالات ولایت میں ہو نہیں سکتا، اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کی تحقیق کی ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی کا سوقیانہ طرز

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں واضح طور پر خلفاء ثلاثہ کی افضلیت اور مقام تقابل نہ ہونے کی تصریح اور استثناء واضح طور پر موجود ہے جو جناب قاری ظہور فیضی صاحب کو کچھ خاص پسند نہ آئی یا یوں سمجھیے کہ موصوف کے مزاج شریف پر گراں گذری، اس لیے سوقیانہ انداز میں لکھا۔

"باقی رہے قاضی صاحب کے یہ الفاظ و افضلية الخلفاء الثلاثه بوجه آخر كذا حقق المجدد تو ایسے الفاظ لکھنا کسی ضرورت کے تحت ہوتا ہے ورنہ تمام بالغ النظر اہل علم پر واضح ہے کہ علی باطن کا بھی سلطان تھا اور ظاہر کا بھی، اور اس حقیقت سے بھی اہل علم بے خبر نہیں ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، خواہ زبان و قلم سے کوئی اعتراف کر سکے یا نہ کر سکے۔"الخ

(الخلافة الباطنیه ص ۸۲)

جواب

گذارش ہے کہ موصوف قاری فیضی نے نے خود ہی ایک عبارت نقل کی اور خود اسی عبارت میں خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کی استثناء پر کچھ عجب سے سوقیانہ تحریر کو لکھ دیا، شاید موصوف نے سوچا کہ عبارت سے جان چھڑا لی جائے، مگر تمام بالغ النظر اہل علم اور ساتھ ساتھ سادہ لوح مسلمان بھی اس عبارت کو سمجھتا ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت علی المرتضی کو مقام ولایت میں دیگر صحابہ کرام سوائے خلفاء ثلاثہ کے قطب کی وضاحت کر رہے ہیں اور ساتھ ہی مخالفین کے باطل نظریہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے خلفاء ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو اس مقام ولایت سے استثناء کر رہے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان تینوں خلفاء ثلاثہ کے علاوہ باقی سب صحابہ کرام کے مقام ولایت میں قطب کی حیثیت

رکھتے ہیں۔کیونکہ قاضی ثناءاللہ پانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے موصوف فیضی کا موقف ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ان کے نظریہ کا رد ہوتا ہے، اس لیے پوری تصنیف میں اس عبارت پر وہ سب سے زیادہ سٹپٹائے ہیں۔ جبکہ خلفاء ثلاثہ کے علاوہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دیگر صحابہ کے کمالات ولایت میں قطب ہونا، ہمارے موقف کے خلاف نہیں۔

اہل بیت اطہار کے نام لے کر گمراہ کرنے کی کوشش

موصوف فیضی صاحب سے جب قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا جواب نہ بن پڑا تو ایک جملہ لکھا:

"اور اس حقیقت سے بھی اہل علم بے خبر نہیں ہیں کہ اہل بیت کرام علیہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، خواہ زبان وقلم سے کوئی اعتراف کرسکے یا نہ کرسکے۔" (الخلافة الباطنیه ص ۸۲)

یہ بات تو واضح ہے کہ اہل بیت کرام پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل بیت میں سے ہونا ایک شرف عظیم ہے۔ موصوف کو قیاس اور تقابل کا فرق ضرور معلوم ہوگا۔ قیاس اور تقابل کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھیے، پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے کہ اس کو فضل جزوی کہتے ہیں جس کا تقابل مقام افضلیت میں نہیں ہوتا اور نہ شرعی مسائل کا استخراج واستنباط اس اصول کے تحت ہوتا ہے۔ مگر قاری فیضی نے اہل بیت کرام پر قیاس کی بات کیوں کی؟ اور لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کیوں کی؟

سید علی ہمدانی کا سادات کا نام لے کر عقائد کو خراب کرنے پر تنقید

فخر السادات اولاد علی ولی کامل عارف باللہ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۸۶ھ اپنے رسالہ خواطریہ میں لکھتے ہیں:

"شیطان ان میں سے اکثر شیعہ فرقہ بالخصوص امامیہ فرقہ میں ظاہر ہوا ہے سب سے پہلے شیطان جنی ان میں حب اہل بیت کے ذریعے داخل ہوتا ہے وہ انہیں دکھاتا ہے کہ یہ حب اہل بیت انمول قرب الہی ہے اگر وہ یہاں تک رہیں تو حقیقت امر میں بھی ایسا ہی ہے لیکن وہ اس پر نہیں بیٹھتا بلکہ وہ اس محبت اہل بیت کی راہ میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ بعض بغض صحابہ کی طرف بڑھتے ہیں اسی طرح وہ ان پر قائم نہیں رہتے اور یہ سوچتے ہیں کہ اہل بیت ان دنیاوی مناصب کے زیادہ حقدار ہیں دوسرا گروہ صحابہ کو گالیاں دینے کا اضافہ کرتا ہے وہ رسول اللہ جبریل اور اللہ تعالی پر جرح وقدح کا مرتکب ہوتا ہے یوں وہ انکے مراتب اور خلافت میں تقدیم وتاخیر کو نظر انداز کرتے ہیں اسکی اصل صحیح واقع ہوا ہے اور وہ ہے حب اہل بیت۔"

(مجموعہ رسائل شاہ ہمدان رسالہ خواطریہ ص ۱۷۱)

علامہ سید امیر کبیر ہمدانی کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ کیجئے اور اپنے اس طریقہ کار پر ضرور نظر ثانی کیجئے اور سادہ لوح عوام الناس کو حب اہل بیت کے نام پر غلط عقائد کے ترویج کا سبب نہ بنیں۔

مکتوبات امام ربانی کی عبارت سے من مانی تشریح۔ باطنی ولایت

جناب قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۷۰-۱۷ اور اپنی دوسری کتاب شرح اسنی المطالب ص ۵۸۳ پر مجدد الف ثانی کی ایک عبارت کو سیاق وسباق اور دیگر تحریرات سے جدا کر کے لکھتے ہیں۔

"اور ایک راہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے: اقطاب و اوتاد اور ابدل اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اِسی راہ سے واصل ہیں، اور راہِ سلوک اِسی راہ سے عبارت ہے، بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے، اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اُن کے سردار اور اُن کے بزرگوں کے منبعِ فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں، اور یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اِس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے، جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی، کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے، اور جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثناعشرہ میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے تفویض ہوا، اور ان بزرگوں کے زمانہ میں اور اِسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کسی کو بھی فیض اور ہدایت پہنچی ہے انہی بزرگوں کے ذریعہ پہنچی ہے، اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔"

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۷۰-۱۷ بحوالہ امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوبات، ۳: ۲۵۱، ۲۵۲، مکتوب نمبر: ۱۲۳، مہر منیر ص ۲۱)

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اپنی کتاب السیف الجلی ص ۱۵ بحوالہ مکتوبات ۳/۲۵۱ مکتوب نمبر ۱۲۳ مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد مزید لکھتے ہیں۔

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام بھی کارِ ولایت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوں گے۔" الخ

جواب

ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے مطالعہ میں مکمل مکتوب نہ ہو یا ان کے کسی ریسرچ اسکالر نے وہ سیاق وسباق بیان کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ مگر قاری ظہور احمد فیضی نے اس مکتوب کو سیاق وسباق سے ہٹا کر کیوں پیش کیا۔ اس کو قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔

گذارش ہے کہ اکثر لوگ اس مکتوب کو پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ فیض وہدایت جس کو بھی پہنچی وہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام کے توسط یا واسطہ سے پہنچی اور عبارت میں عمومی طور پر حضرات شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شامل کرنے کی شعوری کوشش بغیر کہے یا لکھے کی جاتی ہے، مگر حقیقت اس سے کوسوں دور ہے کیونکہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرات شیخین کریمین کو کمالات نبوت سے متّصف مانتے ہیں اور کمالت نبوت کے مقام کو کمالات ولایت سے افضل اور اعلی سمجھتے ہیں اور کمالات نبوت کے لیے کوئی توسط یا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اصل الاصل سے لیا جاتا ہے۔ اس لیے موصوف ظہور احمد فیضی کی پیش کردہ تحریر سے کشیدہ کردہ مفہوم میں حضرات شیخین کریمین مستثنی اور خارج ہیں۔

اس مکتوب کا ایک حصہ نقل کیا گیا، مگر اس کے سیاق وسباق سے الگ کر کے باقی حصہ کو نقل نہ کیا گیا جس میں حضرات شیخین کریمین کا استثناء اور ان حضرات خلفاء کا مقام و افضلیت بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واضح موقف ہے کہ حضرات خلفاء کریمین کا مقام بلند و افضل بوجہ کمالات نبوت ہے اور اس مقام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یا ہدایت لینے کے لیے کسی واسطہ یا توسط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین وانبیاء کرام اس عمومی قاعدہ سے مستثنی ہیں کہ [جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی ان کے ذریعے سے پہنچی]۔

باطنی خلافت میں کوئی شریک ہے؟

○ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۱۲۳ کی پیش کردہ عبارت میں ایک اقتباس قابل غور ہے۔

"اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں"۔

جناب ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب القول الجلی ص ۹ پر لکھتے ہیں۔

۴۔ خلیفہ ظاہری منتخب ہوتا ہے اور خلیفہ باطنی منتجب ہوتا ہے۔

۵۔ یہ ہی وجہ ہے کہ پہلے خلیفہ راشد کا انتخاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز پر ہوا اور رائے عامہ کی اکثریتی تائید سے عمل میں آیا۔ مگر پہلے امام ولایت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں کسی کی تجویز مطلوب ہوئی نہ کسی کی

تائید۔

۶۔ خلافت میں جمہوریت مطلوب تھی، اس لیے حضور ﷺ نے اس کا اعلان نہیں فرمایا۔ ولایت میں ماموریت مقصود تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے وادی غدیر خم کے مقام پر اس کا اعلان فرمادیا۔۔۔۔

ولایت بلافصل کا تعین کیسے؟

❖ جناب ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب القول الجلی ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

"اور حضرت مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ولایت بلافصل خود فرمان مصطفی سے منعقد ہوئی اور احادیث متواترہ کی شہادت قطعی سے ثابت ہے۔"

جواب:

اس تحریر پر بطور طالبعلم یہ ضرور استفسار کریں گے کہ جب وادی غدیر خم میں ولایت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا اعلان ہوا اور خلافت باطنی بغیر کسی تجویز کے، اعلان کر کے ہوتی ہے تو مجدد الف ثانی کی عبارت [**"اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں"**] سے کیا مراد ہے؟

کیا خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اس مقام خلافت باطنی میں ان کے شریک ہیں؟ اور کیا ان مقدس ہستیوں کی خلافت کی باطنی کا اعلان ہوا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟

کیا اہل بیت اطہار کی ان عظیم ہستیوں کی خلافت باطنی کا اعلان کے آیت تطہیر یا آیت ولایت سے استدلال ہوگا؟ اور اگر آیت تطہیر سے ان مقدس ہستیوں کو باطنی خلافت سے متصف ثابت کرنا ہے، تو یہ بھی واضح کرنا ہوگا کہ آیت تطہیر نزول کے اعتبار سے پہلے کی ہے؟ یا غدیر خم وقوع کے اعتبار سے بعد کی ہے؟

اگر تو آیت تطہیر کو نزول کے اعتبار سے پہلے کی تسلیم کیا جائے تو یہ اعتراض لازم ہوگا کہ بلافصل باطنی خلیفہ ان مقدس ہستیوں میں سے کون ہے؟

اگر آپ کی کتاب القول الجلی ص ۸ کے مطابق بلافصل سے مراد براہ راست نائب ہونا ہے، تو اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہ بھی بلافصل باطنی خلیفہ ہوئے یا نہیں؟

اس تحریر کا مقصد کسی کے دل آزاری یا تنقید مقصود نہیں بلکہ ایک علمی نکتہ پر تحقیق کے دروازہ کو کھولنا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تفہیمات الالھیہ کی عبارت سے استدلال

تقسیم وراثت محمدی ﷺ کے مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

پس وراث آنحضرت هم بسه قسم منقسم اند فورائه الذين أخذوا الحكمة والعصمة والقطبية الباطنة، هم أهل بيته و خاصته و ورائه الذين أخذوا الحفظ و التلقين و القطبية الظاهرة الإرشادية، هم أصحابه الكبار كالخلفاء الأربعة و سائر العشرة، و ورائه الذين أخذوا العنايات الجزئية و التقوي و العلم، هم أصحابه الذين لحقوا بإحسان كأنس و أبي هريرة و غيرهم من المتأخرين، فهذه ثلاثة مراتب متفرعة من كمال خاتم الرسل صلى الله عليه وآله وسلم.

”حضور نبی اکرم ﷺ کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں: **ایک وہ جنہوں نے آپ ﷺ سے حکمت و عصمت اور قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا، وہ آپ ﷺ کے اہل بیت اور خواص ہیں۔** دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ ﷺ سے حفظ و تلقین اور رشد و ہدایت سے متصف قطبیت ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ ﷺ کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے انفرادی عنایات اور علم و تقویٰ کا فیض حاصل کیا، یہ وہ اصحاب ہیں جو احسان کے وصف سے متصف ہوئے، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر متاخرین۔ یہ تینوں مدارج حضور نبی اکرم ﷺ کے کمال ختم رسالت سے جاری ہوئے۔“

(السيف الجلي ص ۷ بحواله شاه ولي الله محدث دهلوي، التفهيمات الالهيه، ۲ : ۸)

پیش کردہ عبارت سے نبی کریم ﷺ سے تین طرح کی وراثت محمدی کی تقسیم پیش کی جاتی ہے۔

اول: ولایت [اہل بیت اور خواص]

دوم: سلطنت [صحابہ کرام اور خلفاء اربعہ]

سوم: ہدایت [حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما]

جواب

گذارش ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی پیش کردہ عبارت میں قسم اول حکمت، عصمت، اور قطبیت باطنی کا فیض لینے والوں کو بعض لوگ صرف اہل بیت اطہار کے ساتھ ہی مختص کرتے ہیں، مگر شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت بغور مطالعہ کریں تو اس مقام اول [حکمت، عصمت اور قطبیت باطنی] **میں اہل بیت کرام کے ساتھ خواص کا ذکر بھی ہے۔**

اب ہم بطور طالبعلم یہ استفسار کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت میں اہل بیت کرام کے ساتھ خواص سے کون سی شخصیات ہیں؟ اور یہ کون سی خاص شخصیات ہیں جو کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہ سے بھی خاص ہیں؟ اس لیے اس عبارت کو بعض دیگر لوگ عمومی طور پر پیش کر کے عوام الناس کو یہ تاثر دینا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی علوم وراثت یا

کمالات کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ولایت باطنی کی تقسیم یا فیض ولایت کو اہل بیت کرام کے ساتھ مختص کیا، جبکہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت میں مقام ولایت میں اہل بیت کرام کے ساتھ خواص کو بھی شامل کیا ہے۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خواص سے مراد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہی ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت میں صرفی نحوی کلام بھی غلط ہوگا کیونکہ اسی عبارت کی دیگر الفاظ اس صرفی نحوی قاعدہ سے غلط ثابت ہوجاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عصمت کا اطلاق

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی دوسرے کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکمت اور قطبیت باطنی پر تو کلام کیا ہی ہے مگر ایک مقام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف عصمت کا اثبات کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"تیئسوں فضیلت شیطان کا بھاگنا عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے اور یہ عصمت کے مماثل ہے"۔

(ازالۃ الخفاء ۲/ ۴۹۲ مترجم)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارت سے یہ واضح ہوگیا کہ حکمت کی جمیع مفہوم و اقسام حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے لیے باتم ثابت ہیں۔

یہ یاد رہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلطی نہ کرنا رب کریم کو بھی پسند ہے۔ یہ مضمون احادیث میں موجود ہے۔ اس لیے عصمت کا مفہوم ان کے لیے بھی ثابت ہوتا ہے۔

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ماقبل عبارت وسیاق

مجدد صاحب پیش کردہ مکتوب کی عبارت سے قبل یعنی سباق میں لکھتے ہیں۔

> وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہچانے والے ہیں دو ہیں۔ ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے علی اربابھا الصلوۃ والسلام اور اصل الاصل تک پہچانی والی ہے اور اس راہ سے واصل ہونے والے اصل ہیں تو انبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات ہیں اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں اور اس راہ میں توسط و حیلولیت جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی کے وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔ [اس کے بعد موصوف فیضی نے وہ عبارت پیش کی: "اور ایک راہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔ الخ]

سابقہ انبیاء کرام اور خاص اصحاب کی استثناء

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ماقبل عبارت میں چند نکات بہت اہم اور واضح ہیں۔

① اول: کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہچانے والے دو راہ ہیں۔ ایک راہ قرب نبوت [کمالات نبوت] اور دوسری راہ قرب ولایت [کمالات ولایت] ہے۔ اولین راہ قرب نبوت یا کمالات نبوت سے یا انبیاء کرام متصف ہوتے ہیں یا پھر ان کے خاص صحابہ جو کہ تعداد میں بہت ہی نادر اور کم ہوتے ہیں۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پیش کردہ مکتوب ۱۲۳ ہی کے سیاق میں انبیاء کرام اور ان کے خاص الخاص اصحاب کی استثناء کر رہے ہیں۔ بلکہ شیخ مجدد الف ثانی کے متعدد مکتوبات اس پر شاہد ہیں جس میں وہ کمالات نبوت یا قرب نبوت کو افضل و اعلیٰ اور فوق تر بلکہ کسی طرح کا تقابل بھی ہونا ممکن نہیں بیان کرتے ہیں۔

② دوم: اس راہ یعنی قرب نبوت یا کمالات نبوت سے جو بھی متصف ہوتا ہے اس کو کسی دوسرے کے واسطہ یا فیض کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتے ہیں۔ یعنی انبیاء کرام اور ان کے خاص الخواص جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی واسطہ یا فیض سے نہیں بالکل اصل سے حاصل کرتے ہیں۔ جب درجات اور افضلیت میں تقابل تک ممکن نہیں تو اس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی ذات کا دیگر صحابہ کرام سے فیض ولایت لینا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے؟

③ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ مکتوب ۱۲۳ کے سیاق یعنی مابعد کی عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب جو کمالات نبوت یا قرب نبوت [جس کو اللہ کی راہ کی طرف پہچاننے میں پہلی راہ قرار دیا ہے] سے متصف ہوئے اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تصریح کرتے ہیں۔ جس سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو فیض ولایت لینے یا اخذ کرنے کی استثناء اور نفی ہوتی ہے۔

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مابعد عبارت وسباق:

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ مکتوب ۱۲۳ کے متصل مابعد عبارت کچھ یوں ہے۔

[ظہور احمد فیضی کی نقل کردہ عبارت کے مابعد] حتیٰ کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی نوبت آپہنچی اور منصب مذکور اس بزرگ قدس سرہ کے سپرد ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت قدس سرہ کے سوا کوئی شخص اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا۔ اس راستہ میں تمام قطب و نجباء کو فیوض و برکات کا پہنچنا شیخ قدس سرہ ہی کے وسیلہ شریف سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز شیخ قدس سرہ کے سوا کسی اور میسر نہیں ہوا اسی واسطے شیخ قدس سرہ نے فرمایا۔ شعر

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

شمس یعنی آفتاب سے مراد ہدایت وارشاد کے فیضان کا آفتاب ہے اور اس کے غروب ہونے سے مراد فیضان مذکور کا نہ ہونا ہے چونکہ حضرت شیخ قدس سرہ کے وجود سے معاملہ جو اولین سے تعلق رکھتا تھا۔ شیخ قدس سرہ کے سپرد ہوا اور رشد ہدایت کے پہنچنے کا واسطہ وسیلہ ہو گئے جیسے کہ ان سے پہلے بزرگوار ہوئے۔ نیز جب تک فیضان کے وسیلہ کا معاملہ برپا ہے۔ شیخ قدس سرہ کے توسل و توسط ہی سے ہے اس لیے درست ہوا کہ افلت شموس الاولین و شمسنا الخ

اب مجدد صاحب اس عبارت کے بعد سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال: یہ حکم مجدد الف ثانی میں نقص پیدا کرتا ہے کیونکہ مکتوبات جلد دوم کے ایک مکتوب میں مجدد الف ثانی کے معنی اس طرح لکھے ہیں کہ اس مدت میں جس قسم کا فیض امتوں کو پہنچتا ہے اس کے وسیلہ سے پہنچتا ہے اگرچہ وقت کے اقطاب واوتاد اور ابدال و نجباء ہوں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ مجدد الف ثانی سے مراد اس مقام میں حضرت شیخ قدس سرہ [غوث اعظم علیہ الرحمہ] کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کے نیابت و قائم مقامی کے باعث یہ معاملہ اس پر وابستہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں نور القمر مستفاد من نور الشمس یعنی چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل ہوا ہے۔

سوال: مجدد الف ثانی کے معنی جو اوپر مذکور ہیں مشکل ہیں کیونکہ مدت مذکورہ میں حضرت عیسی علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام نزول فرمائیں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان بھی ظہور کرینگے اور ان بزرگواروں کا معاملہ اس سے برتر ہے کہ کسی وسیلہ سے فیوض اخذ کریں۔

جواب: میں کہتا ہوں: کہ توسط و وسیلہ کا معاملہ مذکورہ بالا راہوں میں سے دوسرے راستہ پر موقوف ہے جو کہ قرب ولایت سے مراد ہے لیکن راہ اول میں جو قرب نبوت سے مراد ہے توسط و وسیلہ کا معاملہ مفقود ہے۔ اس راستہ سے جو کوئی واصل ہوا ہے کوئی حائل و متوسط درمیان نہیں آیا۔ دوسرے کے وسیلہ کے بغیر اس کو فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں۔ توسط و حیلولہ فقط دوسرے راستہ میں ہے اور اس کا مقام کا معاملہ علیحدہ ہے جیسے گذر چکا ہے۔ حضرت عیسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان راہ اول سے واصل ہیں۔ جیسے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی تبعیت کی ضمن میں راہ اول سے واصل ہوئے ہیں اور اپنے اپنے درجوں کے موافق وہاں شان خاص رکھتے ہیں۔

تنبیہ: واضح ہو کہ ممکن ہے کہ آدمی قرب ولایت کے راستہ سے قرب نبوت تک پہنچ جائے اور ہر دو معاملہ میں شریک ہو اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے طفیل اس کو بھی جگہ دیدیں اور دونوں جگہوں کا معاملہ اس پر وابستہ کر دیں۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر: ۱۲۳، ج ۳/ ص ۲۵۲، جلد ۳/ ص ۵۷۸ طبع ضیاء القران، جلد ۳/ ص ۱۶۲۷ دفتر

سوم حصہ دوم، طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

مجدد صاحب کے مابعد عبارت میں بھی استثناء شیخین کریمین

پیش کردہ مکتوب نمبر ۱۲۳ کا مابعد عبارت غور سے ملاحظہ کیجئے کہ مجدد الف ثانی اسی مکتوب میں اشکال، [کہ اگر مجدد الف ثانی فیض دینے میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت و قائم مقام ہے اور امت جس میں اقطاب، ابدال، الاوتاد اور نجباء شامل ہیں، کو انہی سے ملے گا تو حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اس میں کیسے شامل ہونگے؟]

کا جواب دیتے ہوئے واضح طور پر حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تخصیص و استثناء کیا۔ کیونکہ یہ دونوں شخصیات اس مقام پر فائز ہیں جدھر واسطہ یا توسط کے بغیر فیض اخذ کیا جاتا ہے۔ ان دونوں شخصیات کے ساتھ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال دی اور ذکر کیا کہ یہ صحابہ کرام بھی قرب الٰہی کے اس درجہ اول میں ہیں جہاں کسی کے واسطہ یا توسط کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کی تابعداری میں پہنچے اور اس مقام کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرب نبوت یا کمالات نبوت کو مکتوبات کے پہلے حصہ میں واضح کیا۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں انبیاء کرام اور حضرات شیخین کریمین کی تخصیص و استثناء واضح کی ہے۔ مزید ایک نکتہ یہ بھی واضح کیا ہے کہ بعض شخصیات تو قرب ولایت کے ذریعے قرب نبوت تک پہنچ جاتی ہیں، اس عبارت سے ان کی مراد غالبا حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ قرب ولایت میں واسطہ کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ قرب نبوت میں واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہ بات متعدّد بار بیان کی ہے کہ مقامات نبوت میں حضرات شیخین کریمین کو حاصل ہے جو کہ افضل درجہ و مقام ہے اس کے وضاحت مجدد الف ثانی کے دیگر مکتوبات کے ضمن میں تفصیل سے موجود ہے۔ مجدد الف ثانی کمالات نبوت اور مقام صدیقیت کے بارے میں جو متعدّد نکات پیش کرتے ہیں وہ ان کے مختلف مکتوبات سے پیش خدمت ہیں۔

صحابہ کرام پہلی صحبت میں فیض پاگئے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے اور اس نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمہ ہے۔ اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملین کے طریقہ میں ابتداء انتہاء میں درج ہے اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور

علیہ الصلاۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں جاکر میسر ہوتا ہے اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔
جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلات والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلی ہے اسی طرح ان کے اکابر کی ولایت تمام اولیاء قدس اللہ تعالی اسراہم کی ولایتوں سے فائق و اعلی ہے، ایسا کیوں نہ ہو، **حالانکہ ان اکابر نقشبند قدس اسراہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔**
ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کاملین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوئی ہے لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خراز نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات انس مولانا جامی نے نقل کیا ہے۔"
(مکتوب نمبر ۲۱ دفتر اول حصہ اول ص ۸۷، مکتوب نمبر ۲ ص ۸۹ پر بھی اسی طرح کا مضمون نقل کیا گیا ہے۔ مکتوب نمبر ۳۲ حصہ اول ص ۱۰۳، مکتوب نمبر ۵۸ جلد اول حصہ دوم ص ۱۷۱، مکتوب نمبر ۶۶ جلد اول حصہ دوم ص ۱۸۷، مکتوب نمبر ۹۰ جلد اول حصہ دوم ۲۲۹)

کمالات نبوت کو ہی فضیلت ہے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔
"اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ وہ ارباب سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو، پہلا مقام ولایت کے مناسب حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔" (مکتوب نمبر ۲۲ دفتر اول حصہ اول ص ۸۱)
شیخ مجدد الف ثانی اس مکتوب میں یہ واضح کر رہے ہیں کہ کمالات نبوت جو کہ شیخین کریمین کو حاصل ہے، وہ فضیلت والا مقام ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسرا مقام نہیں کر سکتا۔

حضرت صدیق پر علوم بطور الہام منکشف ہوئے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔
"اور معارف باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے، مقام صدیقیت میں جاکر ہوتی ہے، جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام

ہے۔اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی کے ذریعے حاصل ہوئے صدیق پر بطریق الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سواء کچھ فرق نہیں۔ تو پھر علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے اور مقام صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔ ہوش اور صحو تام مقام صدیقیت میں ہے اور بس۔
ان دونوں علموں کے درمیان فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں ان میں احتمال خطا نہیں ہوسکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے اور وہ دل ہے۔ اور دل عالم امر سے ہے، لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہوچکا ہوتا ہے لیکن یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہوجاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔ لہذا خطا اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔"

(مکتوب نمبر ٤١ جلد اول حصہ دوم ص ١٤٤)

مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مقام ولایت میں سب سے بلند اور ارفع و افضل مقام صدیقیت کا ہے اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہی ہے۔

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی غیر معتبر کتابیں

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ والصلاۃ والسلام کی کس طرح صفت و ثناء کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تاکہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔"

(مکتوب نمبر ٥٤ جلد اول حصہ دوم ص ١٦٩)

اس عبارت کو اس مقام پر نقل کیا کہ آج کل بھی متعدد تفضیلی حضرت مخدوم جہانیاں کی غیر معتبر حوالہ جات کو عوام الناس میں پیش کر کے ان کے عقائد کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہم ولایت مصطفوی کے عروج پر

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر ۲۵۱ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وعلی آلہ الصلوت والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گذشتہ انبیاء کے درمیان جانب

ولایت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مناسب رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسی روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اس لیے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے۔ اور حضرت امیر [حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ] میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی جانب غالب ہے اور خلفاء اربعہ کے تعینات کے مبادی جہالت کے اختلاف کے موجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفت العلم ہے۔ اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد ﷺ کا رب ہے۔ اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال وتفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے۔ جیسے کہ موسی علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کا رب صفت القدرت ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمد ﷺ کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عیسی علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ **اور چونکہ شیخین کریمین بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں۔** اس لیے حضرت موسی علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باقی تمام انبیاء کے درمیان ان میں اتم واکمل ہے اور ان کی کتاب قران مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے، اس واسطہ ان کی امت گزشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جائے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل واکمل ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔ اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے حضرت امیر کی طرح حضرت عیسی علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ گویا ایک قدم حضرت عیسی علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر۔

(مکتوب نمبر ۲۵۱ حصہ چہارم دفتر اول جلد دوم ص ۵۱۰-۵۱۳)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب سے یہ بات واضح ہے کہ حضرات شیخین کریمین کا مقام ہی کمالات نبوت کی طرف ہے۔اس لیے ان کا زیادہ رجحان اسی طرف رہا۔جبکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا مقام کمالات ولایت کی طرف ہے اس لیے سلاسل میں اکثر سلاسل ان ہی سے نسبت رکھتے ہیں مگر یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سلاسل اولیاء ثابت ہیں جس پر علماء و محققین نے بہت شرح وبسط سے تحقیق پیش کی ہے اور کتاب ہذا میں چند اقتباس طبع علمی کے لیے پیش کیے ہیں۔مجدد صاحب اپنے مکتوب میں اس نکتہ کو واضح لکھ چکے ہیں کمالات نبوت میں تبعیت واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کے واسطہ یا توسط کے بغیر قرب الہی ملتا ہے اور یہ مقام بھی افضل ہے۔اس لیے ولایت کا فیض جس کو بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ملا، اس سے خلفاء ثلاثہ کا استثناء موجود ہے۔

مقام حضرات شیخین کریمین سے اہل کشف واقف ہی نہیں

مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے ولایت عیسوی اس ولایت کے بائیں طرف ہے اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں۔اس لیے مشائخ و اولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں **اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین کریمین کے کمالات کی نسبت اکثر اولیاء عظام پر جو کمال ولایت سے مختص ہیں، زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں، اگر شیخین کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیاء عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں۔ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق [راہ میں پھینکے ہوئے] کی طرح ہیں۔کمالات ولایت، کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے۔اور مطلوب کو مبادی سے کیا شعور۔**آج یہ بات عہد نبوت کے بُعد [دوری] کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔۔۔

لیکن اللہ تعالی کی حمد اور اس کا احسان کہ اس گفتگو میں علماء اہلسنت شکر اللہ تعالی سعیہم کے ساتھ موافق ہوں۔اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلال علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے۔اس

راقم کو جب تک مقام نبوت کے کمالات تک اپنی نبی کی متابعت میں نہ پہنچایا اور کمالات سے پورا حصہ عطا نہ فرمایا تھا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔۔۔۔ ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے دل میں گذرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا کہ گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس راقم کی نظر میں حضرت شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے گویا دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء امت کا وہاں کیا دخل ہے۔

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

یہ ہی کافی ہے کے دور سے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی رہے۔

(مکتوب نمبر ۲۵۱ حصہ چہارم دفتر اول جلددوم ص ۵۱۰-۵۱۳)

علوم حضرات شیخین کا ادراک ممکن نہیں؟

مجدد الف ثانی مزید فرماتے ہیں۔

یہ لوگ کمالات شیخین رضی اللہ عنہ سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی و کلانی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر۔

یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا۔

امام غزالی [احیاء العلوم ۱/۴۸ و ۱/۶۵] نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک مجلس میں کہا کہ:

مات تسعة أعشار العلم: آج نو حصے علما کا چلا گیا۔

جب بعض میں اس معنی کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض ونفاس۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام سے ہے پھر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسروں کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضرات شیخین کریمین کے بعد بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیت کے باعث ہوگی۔

(مکتوب نمبر ۲۵۱ حصہ چھارم دفتر اول جلددوم ص ۵۱۰-۵۱۳)

خلاف اجماع اولیاء کے کشف کا اعتبار نہیں

مجدد پاک دیگر اولیاء کے بارے میں لکھتے ہیں۔

یہ قلیل البضاعت ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے، ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

ان اولیاء نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علماء مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متابعہ سے شیخین رضی اللہ عنہم کے کمالات کو دریافت کیا ہے اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے اور اس پر اجماع کیا ہے اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو، غلطی خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جب کہ صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے۔۔۔

(مکتوب نمبر ۲۵۱ حصہ چھارم دفتر اول جلددوم ص ۵۱۰-۵۱۳)

کمالات نبوت اور کمالات ولایت میں بارش اور قطرہ کی نسبت بھی نہیں

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر ۲۶۱ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریاء کی سی نسبت ہوتی اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے خاص طور پر لکھی گئی ہیں۔"

(مکتوب نمبر ۲۶۱ حصہ چہارم دفتر اول جلددوم ص ۵۶۱)

حضرات شیخین کریمین اور کمالات نبوت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر ۲۶۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

کمالات ولایت، کمالات نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریاء محیط کے ساتھ، مگر نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو راہ نبوت سے حاصل ہو وہ اس فضیلت سے کئی گناہ زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔۔۔۔

جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیاء و علماء کا باہم اختلاف ہے، جب اچھی طرح غور کیا جاتا ہے، تو حق بجانب علماء معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علم میں نفوذ کیا ہے۔ اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔ پس وہ علم جو نبوت کی پیش گاہ سے حاصل کیا جاوے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے، کئی درجہ بہتر اور حق ہوگا۔

(مکتوب نمبر ۲۶۶ حصہ چہارم دفتر اول جلددوم ص ۵۹۱)

کمالات نبوت کی افضلیت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مطلق ولایت محمدیہ کا سر حلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسرا بطریق تبعیت و وراثت کمالات نبوت میں پیش قدم ہو اور ان کی کمالات کی وجہ سے افضلیت اسے حاصل ہو۔

(مکتوب نمبر ۲۹۳ ص ۷۵۶ جلد دوم دفتر اول حصہ پنجم)

کمالات نبوت [صفت شیخین کریمین] تک پہنچانے والے راستے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر ۳۰۱ میں کمالات نبوت تک پہنچے کے راستوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصل طور پر طے

کرنے سے وابستہ ہے۔ اور تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ، جو مرتبہ ولایت کے مناسب ہیں، کے حصول پر موقوف ہے۔ ان کمالات کے طے کرنے اور تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاسکتا ہے اور اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے۔ اور ظلیت کی طرف التفات وتوجہ گناہ ہے۔

اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آجاتا ہے اور یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے۔ اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرام علیہم وعلی اصحابھم الصلوۃ والتحیۃ میں سے انبیاء کی وراثت اور تبعیت کے طور پر جو کمالات نبوت تک پہنچا ہے اسی راستہ سے پہنچا، الا ماشاء اللہ پہلا راستہ دور دراز اور معسر الحصول اور مشکل الوصول ہے۔ اولیاء کی ایک جماعت اس مقام نبوت میں شرف نزول سے مشرف ہوئی ہے۔ انہوں نے کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں کمالات نبوت خیال کر لیا اور مخلوق کی طرف رخ کرنے کو جو مقام دعوت کے خصائص سے ہے، مقام نبوت گمان کر لیا۔ بلکہ یہ نزول اس کے عروج کی دونوں ولایتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مقام ولایت سے اور ایک عروج ونزول ہے جو نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مخلوق کی یہ توجہ اس توجہ بخلق کا غیر ہے جو نبوت کے مناسب ہے۔ اور یہ دعوت اس دعوت کا غیر ہے، جس کو کمالات نبوت سے شمار کیا گیا ہے۔ یہ گمان کرنے والے کیا کریں، کیونکہ انہوں نے دائرہ ولایت سے قدم باہر ہی نہیں رکھا۔ اور کمالات نبوت کی حقیقت کو نہیں پاسکے۔ نصف ولایت کو جو اس کی جانب عروج ہے پوری ولایت گمان کر لیا ہے اور اس کے دوسرے نصف کو جو جانب نزول ہے، مقام نبوت تصور کر لیا۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است ۔۔۔ زمین و آسمان او ہماں است

جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے اس کا زمین وآسمان وہی پتھر ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص پہلے راستے سے بھی وصول حاصل کرے۔ اور کمالات مفصلہ ولایت ونبوت دونوں کو جمع کرلے اور ان دونوں مقام کے کمالات کے درمیان جیسا کہ چاہیے فرق وتمیز حاصل کرے۔ اور ہر ایک کے عروج ونزول کو جدا کرلے اور حکم لگائے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔

جاننا چاہیے کہ دوسرے راستے سے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ حاصل نہیں ہوتے تاہم خلاصہ اور نچوڑ ولایت بطریق احسن میسر آجاتا ہے۔ یوں کہنا درست ہے کہ اہل ولایت کمالات ولایت سے پوست اور چھلکا حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ واصل اس کا مغز حاصل کرتا ہے۔ ہاں بعض علوم سکریہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہوتے ہیں وہ واصل ان سے کم حصہ حاصل کرتا

ہے یہ معنی فضیلت کا سبب نہیں بلکہ اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے شرم وعار آتی ہے۔ بلکہ وہ تو ان کے گناہ اور سوء ادب جانتا ہے۔ ہاں اصل تک پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اصل تک وصول کے بعد ظل بے قاعدہ ہوتا ہے اور ظل کی طرف توجہ بے ادبی ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۰۱ دفتر اول حصہ پنجم ص ۷۷۵-۷۷۶)

کمالات نبوت [مقام شیخین کریمین]، عطائی و وہبی ہے

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کمالات نبوت کے وہبی ہونے کے بارے ارشاد فرماتے ہیں:

اے بیٹے، کمالات نبوت [وصف شیخین کریمین] کے حصول محض بخشش اور اس کی نوازش ومہربانی پر موقوف ہے۔ کسب و کوشش کو اس دولت عظمی کے حصول میں کچھ دخل نہیں۔۔۔۔۔

جاننا چاہیے کہ اس عطا کا حصول انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے لیے بلاواسطہ ہے اور انبیاء کرام کے صحابہ علیہم الصوات والتسلیمات۔ [جیسے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ] کے حق میں جو تبعیت ووراثت سے اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں بواسطہ انبیاء سے علیہم الصلوات والتسلیمات ہے، انبیاء کرام اور ان کے صحابہ علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد کم ہی کوئی ایسا ہے جو اس دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اگرچہ روا ہے کہ کسی اور کو بھی تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولت تک پہنچادیں۔

میرا گمان ہے کہ اس دولت نے کبار تابعین پر بھی پرتو ڈالا تھا۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی یہ دولت سایہ فگن ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ دولت روپوش ہوگئی۔ یہاں تک کہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد دوسرا ہزار آپہنچا۔ اس وقت بھی وہ دولت تبعیت ووراثت کے طور پر منصہ شہود پر جلوگر ہوئی ہے۔ اور آخر زمانہ کو اول زمانے کے مشابہ کردیا ہے۔

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اسے خواجہ سبلت مکن

(مکتوب نمبر ۳۰۱ دفتر اول حصہ پنجم ص ۷۷۵--۷۷۶)

سلسلہ صدیقیہ اور امام جعفر صادق

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر ۳۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اس بلند طریقہ کے اکابر کی کتابوں میں ہے۔ کہ ہماری نسبت حضرت صدیق اکبر سے منسوب ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر کوئی مدعی یہ کہے کہ اکثر طریقے امام جعفر صادق تک پہنچتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق حضرت صادق اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے ہیں تو دوسرے سلسلے کیوں حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام جعفر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی نسبت

رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اور حضرت امام ہیں ان دونوں نسبتوں کے اجتماع کے باوجود ان میں ہر نسبت جدا ہے اور ایک دوسرے سے ممتیز ہے۔ ایک جماعت نے مناسب صدیقی کے واسطے سے حضرت امام سے نسبت صدیقی اخذ کی ہے اور حضرت صدیق کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت نسبت امیری [حضرت علی رضی اللہ عنہ] کے واسطہ سے نسبت امیر اخذ کر کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہوئی ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۱۳ دفتر اول حصہ پنجم ص ۸۱۰)

اس مقام پر بہتر ہے کہ قاری ظہور احمد فیضی کے پسندیدہ شخصیت شاہ اسماعیل دہلوی کی عبارت پیش کی جائے ہو سکتا ہے کہ موصوف قاری صاحب کو کچھ سمجھ آجائے۔

❖ شاہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

"کسی امام سے ظہور ہدایت کی قلت ان کے درجہ اعلیٰ وارفع کے تنزل یا کمی کا باعث نہیں ہو سکتی۔ ائمہ اہل بیت میں سے ایک امام علامہ جعفر صادق ہیں جو پیشوائے عالم اور رہنماء بنی آدم ہیں۔ ایک دوران ہی میں سے ان کے جد امجد حضرت سجاد [امام زین العابدین رضی اللہ عنہ] ہیں جن سے سوائے چند اکابر اہلبیت کے بعد کم لوگ مستفید ہوئے، پس اس تفاوت کے لحاظ سے ایک کے لیے منصب امامت ثابت کرنا اور دوسرے کو ساقط کرنا ایسا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے نبوت ثابت کرنا اور حضرت لوط علیہ السلام کو اس مرتبہ سے گرانا ہے۔ العیاذ باللہ۔" (منصب امامت ص ۱۰۵)

اسماعیل دہلوی کی اس عبارت سے تو یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ کسی امام سے ہدایت کا کم منقول ہونا اس کے مفضول ہونے اور کسی امام سے زیادہ ہدایت کا ظہور ہونا اس کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

سلاسل اولیاء کا مرجع ہونا کیا دلیل افضلیت ہے؟

اسماعیل دہلوی کی عبارت کے مذکورہ نکتہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر سلاسل اولیاء کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول یا ظہور ہونا افضلیت کی دلیل نہیں۔ اس مقام پر یہ نکتہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض ولایت امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہ، امام حسن بصری، اور کمیل بن زیاد کو ملی۔ ان چاروں شخصیات میں سلاسل اولیاء کا ظہور اور فیض ولایت کی تقسیم امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ ہوا، بلکہ قاری ظہور احمد صاحب نے تو الخلافۃ الباطنیہ ص ۳۷ پر علامہ عبدالحی الکتانی کی تحریر [نظام الحکومۃ النبویہ ۲/۷ ۲۴۷-۲۴۸] سے بحوالہ الرحلہ العیاشیہ سے تقریباً ۴۰ سلاسل کے مرجع امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض ولایت چار شخصیات کو ملی مگر ان چاروں شخصیات

میں سے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ۴۰ سلاسل کا ظہور ہوا۔

تو کیا ان سلاسل اولیاء کے ظہور اور فیض ولایت کا امام حسن بصری سے منقول ہونا ان کو امام حسنین کریمین سے افضل ہونے کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے؟

کیا ۴۰ سلاسل اولیاء کے مرجع امام حسن بصری ہونے کے باوجود دیگر شخصیات سے فیض ولایت کی تقسیم کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ دیگر شخصیات امام حسنین کریمین و کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہم سے بہت کم سلاسل اولیاء منقول ہیں۔ جبکہ قاری ظہور احمد نے الخلافۃ الباطنیہ کے اکثر صفحات اسی کے لیے مختص کیے ہیں کہ فیض ولایت اور سلاسل اولیاء کا ظہور سب سے زیادہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ یا امام حسن بصری سے ہوئے۔

جب سلاسل اولیاء کی تعداد کے کم یا زیادہ ہونے سے دیگر ۳ جلیل القدر شخصیات سے فیض ولایت کی تقسیم کا انکار نہیں ہوسکتا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے چند سلاسل اولیاء منقول یا ظہور ہونے سے ان کے فیض ولایت کا انکار کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

اس مقام پر یہ نکتہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ نے باطنی خلافت اور فیض ولایت تو ان ۴ جلیل القدر شخصیات امام حسین کریمین، امام حسن بصری اور کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہم کو عطا کی۔ ان میں ۲ شخصیات اہل بیت اطہار سے تعلق رکھتی ہیں اور ۲ شخصیات امام حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد اہل بیت میں شمار نہیں ہوتے۔ قاری ظہور احمد فیضی صاحب اس بات کو تو واضح کریں کہ ان چاروں شخصیات کو براہ راست [جسے بلا فصل سے تشبیہ دی گئی] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیض ولایت ملا؟ یا فیض ولایت اور تقسیم ولایت کا سلسلہ بالترتیب ملی۔؟ مزید واضح کردیں کہ تقسیم ولایت اور فیض ولایت کا یہ مقام حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے براہ راست [بلا فصل عند المخالفین] ان چاروں شخصیات کو الگ الگ دی؟ یا پھر فیض ولایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا، ان سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملا، پھر ان سے امام حسن بصری کو ملا اور پھر ان سے کمیل بن زیاد کو ملا؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب یہ بھی واضح کرنا پسند کریں گے کہ ان چاروں میں سے قطب الاقطاب کا درجہ کن شخصیات کو ملا؟ اور کب ملا؟ کیونکہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۷ پر قطب الاقطاب کا درجہ صرف اور صرف اہل بیت کرام میں ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فیض ولایت کا مقام ۴ شخصیات کو ملا اور ان چاروں میں سے امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہ اہل بیت میں سے ہیں۔ امام حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہما کا شمار اہل بیت کرام میں نہیں ہوتا۔

ایک نکتہ مزید وضاحت طلب ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب القول الجلی کے ص ۱۰ پر خلافت باطنی کے لیے کسی مشورہ کے بغیر اعلان کرنا اور منتجب کی شرط عائد کرتے ہیں۔ جبکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے خلافت باطنی کا یہ

مقام ان چاروں میں سے کس شخصیت کے ساتھ مختص ہے؟ اور چاروں شخصیات میں سے کس شخصیت کے لیے خلافت باطنی یا روحانی کی وہ شرائط ثابت ہیں جو کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب القول الجلی کے مقدمہ میں لکھیں؟

اگر وہ شرائط ان چاروں شخصیات میں سے کسی ایک میں پائی جاتی ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دیگر تین شخصیات کو باطنی ولایت یا روحانی فیض کی اجازت نہیں ملی؟ اور اگر بالترتیب ان چاروں شخصیات نے ایک دوسرے کو یہ باطنی ولایت عطا کی تو پھر ان چاروں کا براہ راست حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے باطنی خلافت یا فیض ولایت لینے کا دعوی غلط ہوتا ہے۔

اس لیے علماء و محققین نے سلاسل اولیاء کی نسبت لکھا، اس سے وہ معنی کشیدہ کرنا جو کہ ثابت نہیں، اس کو بیان کرنا محل نظر ہیں۔ اہل بیت اطہار میں باطنی ولایت اور فیضی ہدایت کا اہل سنت انکاری نہیں مگر اس قول کو علی الاطلاق بیان کرنا دیگر شرائط و استثناء کے بغیر مناسب نہیں۔ عمومی طور پر عوام الناس میں ایسا تاثر دیا جاتا ہے کہ ولایت باطنی اور فیض ولایت کا تعلق صرف اور صرف اہل بیت اطہار کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرام عموما اور شیخین کریمین خصوصا سے یہ مقام فیض ولایت و باطنی خلافت کا انکار کیا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا فیض ولایت اور باطنی و روحانی کمالات کے تقسیم کا کوئی اہل سنت انکاری نہیں مگر اس عمومی قول سے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو استثناء و خارج سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا مقام کمالات نبوت کا ہے اور یہ بات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مختلف حوالہ جات سے ثابت کی گئی ہے کہ کمالات نبوت ایک ایسا مقام ہے کہ جس کا تو کمالات ولایت سے کوئی مقابلہ اور تقابل ہی نہیں۔ جب تقابل ہی نہیں تو حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو اس میں کیسے شامل کیا جاسکتا ہے؟

شیخین کریمین سے فیض ولایت حضرت علی المرتضی کو پہنچا

جناب قاری ظہور احمد فیضی نے شاہ ولی اللہ دہلوی سے مختلف اقتباس نقل کیے مگر متعدد اقتباس موصوف فیضی نے عوام الناس کے سامنے پیش کرنے سے اجتناب کیا۔ قارئین کرام کے سامنے شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک عبارت پیش خدمت ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"پہلے وقت یا دور میں صحبت اور رفاقت سے ہی فیض جاری ہوتا تھا۔ اگر بیعت اور صحبت کا اعتبار کیا جائے تو شیخین کریمین کے سلاسل مولائے مرتضی سے زیادہ ہوتے ہیں بلکہ خود سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی شیخین کریمین سے فیض پہنچتا ہے۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۳۰۰)

شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب کی عبارت سے تو شیخین کریمین کے سلاسل مولائے مرتضی سے زیادہ ہیں اور حضرات شیخین کریمین سے باطنی ولایت کا فیض حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو پہنچا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اور سلاسل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"یعنی ساتویں فصل صوفیاء کی صحبت کے اس سلسلہ طریقت کے بارے میں ہے جو نبی کریم ﷺ سے شروع ہو کر آج کے دن تک امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے جاری ہے۔ یہاں ہم اہل عراق کے سلسلہ کا ذکر کریں گے جو مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہم صوفیاء کی صحبت کا لحاظ رکھیں گے۔ پہلے ہم یہ نکتہ بیان کرتے ہیں جس کا یاد رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں مریدوں کا اپنے مشائخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا رائج نہیں تھا بلکہ صحبت میں بیٹھنے کو ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ایک ہی شیخ پر اکتفاء نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایک سلسلے پر اکتفا کرتے تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کثیر مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا اور متعدّد سلاسل سے رابطہ رکھتا تھا۔ ان کے سلسلے بعینہٖ ایک صحابی تک نہیں پہنچتے تھے، ہاں مگر جس بزرگ کی صحبت کا اعتراف زیادہ کیا جاتا یا ان کی صحبت کا اثر زیادہ ہوتا یا ان ان کو شہرت زیادہ دے دی جاتی تو کہہ دیا جاتا تھا کہ یہ فلاں کے اصحاب ہیں۔ مجھے ہمارے شیخ ابو طاہر نے شیخ حسن عجمی مکی کا فرمان سنایا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت عیسی مغربی سے پوچھا کہ اگر ایک طالب کا کوئی شیخ ہو جس سے وہ فیض حاصل کرتا ہو تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ کسی دوسرے شیخ کے پاس جایا کرے؟ انہوں نے فرمایا: الاب واحد والاعمام شتی یعنی باپ ایک ہوتا ہے اور چچا کئی ہوتے ہیں"۔ (ازالۃ الخفاء ۲/ ۱۸۵)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے کلام سے یہ نکتہ واضح ہوا کہ دیگر سلاسل کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ فیض بھی شاہ ولی اللہ دہلوی کے زمانہ تک موجود تھا۔ مزید یہ بھی صراحت کی صحابہ کرام میں سلاسل اولیاء کے طریقہ صحبت تھا۔ موجودہ دور کی طرح ان میں رسم ورواج صوفیاء موجود نہیں تھے یعنی موجودہ دور کے سلاسل کی صورت موجود نہیں تھی۔ اس لیے اکثر یہ نکتہ لوگوں کے ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ اور موجودہ دور کے سلاسل صوفیاء کے طریقہ کو صحابہ کرام کے زمانہ میں حصول فیض کے نہ ہونے سے اس کا جزوی یا کلیتاً انکار کر دیتے ہیں۔

موصوف ظہور احمد فیضی صاحب نے کمال ہوشیاری کے ساتھ باطنی وروحانی خلافت کو حضرت علی المرتضی کو نموی طور پہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر فیض باطنی کو اہل بیت کے ساتھ مختص کرنے کے متعدّد حوالہ جات

پیش کیے۔ جس سے یہ تاثر دیا گیا کہ فیض باطنی میں دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ بھی ان سے فیض باطنی لیتے ہیں۔ مگر جیسا کہ پہلے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ حضرات شیخین کریمین کا مقام اس سے فوق تر اور افضل ہے، اس لیے وہ اس تقابل سے ہی خارج ہیں۔ اور اس کے برعکس کوئی نظریہ قائم کرنا غلط و باطل ہے۔

اولیاء کا وجود عنصری سے پہلے تصرف

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر ۲۸ دفتر دوم حصہ اول میں ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ نے دریافت کیا تھا کہ رشحات میں بابا آب زیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا حق سبحان و تعالیٰ جس روز آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا میں اس میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس مقولہ کی کیا توجیہہ و تاویل ہے۔ جان لیں کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی مٹی کی خدمات میں جس طرح ملائکہ کرام علی نبینا علیھم الصلوۃ والسلام کو حصہ لینے کی اجازت دی گئی اسی بزرگ کی روح کو بھی خدمت گاری کی اجازت دی اور پانی ڈالنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کی جسمانی پیدائش کے بعد بلکہ ان کے کامل ہونے کے بعد انہیں اس معنی سے اطلاع دی گئی۔

"جائز ہے کہ حضرت حق سبحان و تعالیٰ ارواح مجردہ کو ایسی قدرت عطا کرے کہ ان سے افعال اجسام صادر ہوں اسی قبیلہ سے ہے وہ جو بعض اکابر نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی جو ان سے ان کے وجود عنصری میں آنے سے زمانہائے دراز پہلے صادر ہوئے۔ ان افعال کا صدور ان کی ارواح مجردہ سے ہوا تھا اور انہیں اس معنی پر اطلاع وجود عنصری میں آنے کے بعد حاصل ہوئی۔"

(مکتوب نمبر ۲۸ دفتر دوم حصہ اول ص ۸۹۷ جلد ۲ مطبوعہ پروگریسو بکس)

دوران مطالعہ یہ مکتوب پڑھا تو اس کو بطور فائدہ نقل کر دیا۔ اگر اس مکتوب سے کوئی یہ ثابت کرے کہ ولی کامل حضرت بابا آب زیر رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت آدمی کی مٹی گوندھتے وقت پانی ڈال رہے تھے۔ اور اس سلسلہ کا تعلق خلق آدم اور خلق آدم میں حضرات انبیاء کرام اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر کے افضلیت اور ساری مخلوق کو ان کا احسان مند ثابت کرنے کی کوشش کرے تو یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب نہیں ہوگا کہ حضرت بابا آب زر رحمۃ اللہ علیہ تمام امت کے تمام افراد کے منبع تخلیق میں شامل رہے۔

بعینہ اس طرح حضرت علی المرتضی کا سابقہ امت کو باطنی فیض پہنچانے سے تمام امت مسلمہ کو فیض پہنچانا| الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۷ | اس معنی میں درست نہیں کہ دیگر متعدد اصحاب الخواص نے براہ راست آقا کائنات سے فیض باطن وولایت حاصل کیا۔

۱۔ جمیع صحابہ کرام کے قطب یا شیخین کریمین کا استثناء؟

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۱، شرح اسنی المطالب ص ۵۹۰ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت لکھتے ہیں۔

"جب سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک اولیاء کرام کی روحوں کو فیض ولایت روح مرتضوی سے ملتا ہے تو کیا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی ان ہی سے فیض ملا؟ اس کی توضیح قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ الصدر کلام سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں کی۔۔۔۔۔ **سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کمالات ولایت کے قطب ہیں اور تمام اولیاء کرام حتی کہ صحابہ کرام بھی مقام ولایت میں ان کے تابع ہیں**۔ اور خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے جیسا کہ مجدد رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی ہے۔" بحوالہ تفسیر مظہری ۴/۳۸۳

جواب

گذارش ہے کہ پیش کردہ عبارت "**سیدنا آدم علیہ السلام سے لے قیامت تک اولیاء کی روحوں**" میں انبیاء کرام اور خلفاء ثلاثہ خارج ہیں۔

① کیونکہ عمومی طور پر اولیاء کا اطلاق انبیاء کرام پر نہیں ہوتا اور وہ اس بحث سے خارج ہیں۔

② قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی **عبارت "خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کسی اور پہلو سے ہے"** پیش کردہ عمومی عبارت میں خلفاء راشدین کی تخصیص کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ ہی وہ الفاظ ہیں جس پر قاری ظہور احمد فیضی اپنی ساری تصنیف میں سب سے زیادہ سوقیانہ طرز تحریر اختیار کیا۔ کیونکہ اس تخصیص نے موصوف کے دعوی کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متعدد مکتوبات [جس کو تفصیل سے کتاب ہذا میں بیان کردیا ہے] اور خود قاضی ثناء اللہ پانی پاتی نے سیف المسلول میں حضرات خلفاء ثلاثہ کو کمالات نبوت سے متصف کیا ہے۔ اور کمالات نبوت کا کوئی تقابل کمالات ولایت سے نہیں اور مقام کمالات نبوت فوق تر اور افضل ہے کمالات ولایت سے۔ کمالات نبوت کے مقام تک تو کسی دوسرے کی پہنچ ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے تمام صحابہ کرام کے عمومی الفاظ میں خود مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تخصیص کی۔ یہ تخصیص اسی طرح ہے کہ جیسے کہ اولیاء میں کوئی غوث قطب اپنے مقام اور مرتبہ میں تمام اولیاء پر فوقیت رکھتا ہے مگر صحابی کے مقام فضیلت تک اس کی پہنچ نہیں ہوتی۔ غوث اعظم کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تمام پہلے اور بعد کے ولیوں کے سردار ہیں۔ مگر اس عمومی عبارت سے صحابہ کرام خارج ہیں۔ اب کوئی ایسی عمومی عبارت پیش کر کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو صحابہ کرام سے بھی افضل قرار دے تو اس کی غلط فہمی ہوگی۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا باطنی فیض یا

فیض ولایت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے اولیاء کی روحوں کو پہنچنے کی عبارت میں انبیاء کرام، انکے اخص اصحاب اور کمالات نبوت سے متصف بہت نادر شخصیات جیسے حضرات خلفاء ثلاثہ اس سے خارج ہونگے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں:

شیخین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ **ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں۔** اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قطبیت کمالات نبوت اور ولایت دونوں میں حصہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب ذوالنورین ہوا۔ کمالاتِ نبوت میں صفات کے پردہ کے بغیر تجلی ذات ہے۔ **لہذا یہ کمالات ولایت** (جس میں تجلی صفات یا بہ پردہ صفات، تجلی ذات ہے) **سے بہتر اور افضل ہیں۔**

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا دروازہ فرمایا جو کہ علم صفات سے تعبیر ہے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مقام ستر میں فائز ہوئے، جماعت صحابہ کی نظر کمالات نبوت پر تھی اور ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت کا انہوں نے اعتبار نہ کیا۔ **اس لیے جمیع صحابہ حتی کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت شیخین کے قائل تھے۔ اور اسی پر اجماع کیا، بعد کے لوگوں نے بھی ان کی متابعت میں اس پر اتفاق کیا۔ لہذا افضلیت خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہوئی۔**

(السیف المسلول مترجم للقاضی ثناء اللہ فانی فتی، ص ۵۳۳، فاروقی کتب خانہ ملتان)

پیش کردہ عبارت سے خلفاء ثلاثہ کی استثناء ثابت ہوتی ہے اور عبارت کو اپنے عموم سے ممتاز و الگ کرتی ہے۔ اس عبارت سے کسی کا بھی اپنا مطلب نکالنا عبارت کے اصل مفہوم میں تحریف کے مترادف ہے۔

قاضی صاحب کے نزدیک شیخین کی بیعت، کمالات باطنی کے لیے

بلکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین مترجم ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ **کی جو بیعت کی تو اس بیعت سے مقصود صرف امور دین نہ تھے بلکہ کسب کمالات باطنی بھی مقصود تھا۔"**

(ارشاد الطالبین مترجم ص ۱۶ - ۱۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ کمالات باطنی کے بعد اگر کوئی گنجائش رہ گئی ہے تو ضرور بتائیے گا۔ قاضی صاحب تو صحابہ کرام کی خلفاء راشدین کی بیعت امور دین کے ساتھ کمالات باطنی [روحانی ولایت] کے

لیے بھی تھی۔ حضرت علی المرتضی نے بالترتیب خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو قاضی صاحب کسب کمالات باطنی کہہ رہے ہیں۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ باطنی ولایت یا فیض ولایت خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو بھی ملا۔ اس پر علامہ جزری مصنف اسنی المطالب کی سند سلسلہ تصوف بھی شاہد ہے، جس کو کتاب میں نقل بھی کیا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت علی المرتضی کا باطنی ولایت کا اخذ کرنا

ہوسکتا ہے کہ موصوف فیضی یہ شور مچائے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرات خلفاء ثلاثہ سے فیض ولایت اور روحانی وباطنی خلافت لینے والی بات کس نے کہی ہے؟ اس لیے ان کے لیے چند حوالہ جات صوفیاء اور مشائخ کے پیش خدمت ہیں۔

۞ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی فیض باطنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امام الیسر [دائیں طرف کے امام] تھے۔ یہ امام قطب کے بعد اپنے زمانہ کے سردار بادشاہ کا غلام ہوتا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قطب ہوئے۔ قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے وقت میں واحد اور یگانہ ہوتا ہے جس کو غوث کہتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا سردار اور وقت کا امام ہوتا ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو شہر علم کے دروازہ ہیں یکے بعد دیگرے قطب ہوئے۔ اور انہی پر خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ اسکے بعد حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما دونوں قطب کے مقام میں کامل اور اکمل ہوئے۔ اسی طرح اہل کشف اور اہل مشاہدہ کے نزدیک مقرر ہے۔ اکثر دوست اپنے مشائخ کی اس ترتیب سے بے خبر تھے۔"

(مکتوبات خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی ص۸۹-۹۰ طبع ملک فضل دین تاجران کتب، ص ۷۵ نذیر سنز، لاہور)

۞ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام رضی اللہ تعالی اجمعین چاروں ہی ترتیب وار اقطاب مطلق تھے۔"

(مکتوبات خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی ص ۷۵ نذیر سنز در ص ۵۹ طبع ملک فضل دین)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ کے بعد تو موصوف معترض فیضی کو باطنی خلافت یا فیض ولایت کا

حضرات شیخین کریمین سے حضرت علی کرم المرتضی رضی اللہ عنہ کا اخذ کرنا تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ اس حوالہ میں اہل کشف اور اہل مشاہدہ کے نزدیک یہ بات مقرر و ثابت ہے۔جس سے فیض ولایت یا باطنی ولایت کا بلا فصل یا براہ راست حاصل کرنے میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی فضیلت و مقام واضح ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضی کا حضرات شیخین کریمین سے باطنی تربیت حاصل کرنا

خواجہ شیخ محمد پار سا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ،سرکار دوعالم کے بعد ان خلفاء رسول سے جو آپ سے پہلے تھے ،نسبت باطنی میں تربیت حاصل کی تھی۔

(رسالہ قدسیہ، رسائل نقشبند ص ۲۹ طبع مکتبہ نبویہ ،لاہور)

یہ نکتہ یاد رہے کہ خواجہ شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر اپنے شیخ طریقت شیخ بہاء الدین نقشبند سے سن کر لکھی ہیں۔اور خود خواجہ شیخ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کا مقام شیخ طریقت کے نزدیک بہت بلند و بالا تھا۔

قیامت تک کے قطب زمان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نائب

خواجہ شیخ محمد پار سا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

[اپنے شیخ طریقت خواجہ نقش بند رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر لکھتے ہیں]شیخ الطریقۃ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی کتاب قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ **قیامت تک ہر زمانہ میں ایک قطب زمان موجود رہے گا،اور یہ قطب زمان اپنے مرتبہ اور مقام میں نائب مناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوگا**،وہ تینوں اوتاد جو قطب کے ماتحت ہوتے ہیں ہر زمانہ میں ان تینوں خلفاء کے نائب مناب ہوں گے۔امیر المومنین حضرات عمر رضی اللہ عنہ ،عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اجمعین۔یہ تینوں حضرات یقین،اوصاف اور احوال میں اپنے ان تینوں خلفاء کی پیروی کریں گے۔

(رسالہ قدسیہ، رسائل نقشبند ص ۲۹ طبع ،لاہور،قوت القلوب ۲/ ۱۲۸ طبع دار الکتب العلمیہ)

پیش کردہ قول میں خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ واضح لکھ رہے ہیں کہ قیامت تک کے تمام قطب زمان، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نائب ہیں۔خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تسلیم کیجئے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی دیگر خلفاء راشدین خاصہ کے ساتھ اس مقام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نائب ہیں۔اور قیامت تک کے ولیوں کے سرداروں اقطاب زمان کو فیض باطن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی ملے گا۔

اب اس حوالہ کو بھی موصوف فیضی صاحب قبول کریں اور صرف مشائخ نقشبند کا حوالہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ قول شیخ ابوطالب مکی کا ہے۔ جس کی تائید حضرت خواجہ نقش بند رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ بھی کرتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق اکمل، افضل، اعلم اور اعظم ولی

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ان دونوں احادیث کا مضمون یوں ہے کہ اہل تحقیق اور ارباب بصیرت نے کہا کہ خلت سے دو مقامات مراد ہیں۔ ایک تو محبت کا انتہائی مرتبہ ہے اور یہ مراد دوسری حدیث سے لی جاتی ہے۔ دوسرے محبوبیت کے انتہائی درجات اور مراتب ہیں، یہ معنی پہلی حدیث سے مراد لیے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ میں کوئی شخص بھی حضور اکرم ﷺ سے شرکت کا دعوی دار نہیں ہو سکتا۔ مقام محمود کا لفظ اسی نہایت بلند رتبہ کا دوسرا نام ہے اور اسی سے کمال کے درجات متعیّن ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے جو فرمایا کہ اگر اس مقام خاص میں میرے ساتھ کسی کو شرکت حاصل ہوتی تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ولایت اور علم باطن جسے علم باللہ کہا جاتا ہے۔ میں اکمل، افضل، اعلم، اور اعظم اولیاء امت ہیں۔ بلکہ تمام صدیقوں سے اکمل ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کا ہی مقام ہے۔ سیدنا صدیق اکبر ہیں۔ اور اہل بصیرت کے اکابر میں سے افضل ہیں۔ قدس سرہم۔ اس بات پر اجماع ہے اور یہ بات ان لوگوں کے خیالات اور خدشات کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ جو اس نظریہ کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور آپ کی افضلیت کو دوسری وجوہات کی بنا پر تاویل کرتے ہیں۔"

(رسالہ قدسیہ، رسائل نقشبند ص 30 طبع مکتبہ نبویہ، لاہور)

امام ابوطالب مکی کا کلام

علامہ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إذ من العلوم علم لا ينبغي أن يسأل عنه حتى يبدي العالم ذكره، فهذا منها فلا يبدي إلا بقدر معلوم بمقدار ما أبدى المبدئ، ويعيد منه بقدر ما أعاد المعيد، وكان لديه خليلاً كما كان عنده قريباً، فصارت الخلة مقاماً في محبوب وهو نهاية المزيد، كما كان مقام محبوب وزيادة على مقام محب كما رفعه إلى المحبة بعد الصفوة من كلر الهوى، وكذلك أنت

أيها السامع الشاهد، يجعل لك بعد الصفاء نصيباً من نصيب وشهادة على شهادة، ووجداً من وجد وفقداً للنفس من فقد، فلا يذهب كثير النبوّة منه صغير العطية لك لأنه تعالى رفع الطائعين له ولرسوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مقاماً إلى مقام النبيين والصدّيقين، والصدّيقون باقون إلى نزول الروح عيسى بن مريم عليه الصلاة والسلام، وهم الأبدال عددهم في كل الدنيا ثلاثمائة، وما شاء الله منهم الشهداء والصالحون، فهم ثلاث طبقات وكلهم مقرّبون سابقون، إيمان صدّيق منهم كإيمان جميع الشهداء، وإيمان شهيد كإيمان كل الصالحين، وإيمان كل صالح بمقدار إيمان ألف مؤمن من عموم المسلمين، وليس في الخلّة شريك لغير الخليل على خليله، ولأنها حال مفردة لفرده موحدة لواحد، ولو كان يصلح لها نظير ويوزر بها وزير كان أحق الأمة بذلك الصدّيق، فقد أعطاه تعالى ثلاثاً لم يعطها غيره منها:

إنا روينا أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال له: إنّ الله عزّ وجلّ أعطاك مثل إيمان، كل من آمن بي من أمتي، وأعطاني مثل إيمان كل من آمن بي من ولد آدم،

والحديث الثاني أنّ لله تعالى ثلاثمائة خلق، من لقيه بخلق منها مع التوحيد دخل الجنة، فقال أبو بكر رضي الله تعالى عنه: يا رسول الله، هل فيّ منها خلق واحد؟ فقال: كلها فيك يا أبا بكر، وأحبها إلى الله عزّ وجلّ السخاء،

والحديث الثالث هو المستفيض، رأيت ميزاناً دلّي من السماء فوضعت في كفة فرجحت بهم، ووضع أبو بكر في كفة، وجيء بأمتي فوضعت في كفة، فرجح بهم

وليس بين الصدّيق وبين الرسول إلا درجة النبوّة والقطب اليوم الذي هو إمام لأثافي الثلاثة، والأوتاد السبعة، والأبدال الأربعين والسبعين إلى ثلاثمائة، كلهم في ميزانه، وإيمان جميعهم كإيمانه، إنما هو بدل من أبي بكر رضي الله تعالى عنه والأثافي الثلاثة بعده، إنما هم أبدال الثلاثة الخلفاء بعده والسبعة هم أبدال السبعة إلى العشرة، ثم الأبدال الثلاثمائة وثلاثة عشر، إنما هم أبدال البدريين من الأنصار والمهاجرين أهل الرحمة والرضوان، فمع هذا الفضل العظيم لأبي بكر الصدّيق رضي الله تعالى عنه لم يصلح أن يشرك الحبيب الرسول المقرّب الخليل في مقام الخلّة، كما صلح أن يشرك في مقام الأخوة، وهو المقام الذي شرك فيه عليّاً كرّم الله وجهه، فقال عليّ مني بمنزلة هارون من موسى، فهذا مقام أخوة، كذلك في التفرّد بمقام الخلّة: لو كنت متّخذاً من الناس

خليلاً لاتخذت أبا بكر خليلاً، ولكن صاحبكم خليل الله تبارك وتعالى يعني نفسه صلوات الله عليه، لأنه واحد لواحد، مفرد لفرد، فاعتبروا يا أولي الألباب بتدبر فهم الخطاب»۔

اس لیے کہ ایک علم ایسا بھی ہے جس کے بارے میں سوال نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی نے اپنی بخوشی عبادت گذاروں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ انبیاء وصدیقین تک بلند فرمایا، اور صدیقین تو نزول عیسی بن مریم علیہ السلام تک رہیں گے اور یہ ابدال ہیں۔ ساری دنیا میں ان کی تعداد تین سو ہے اور جو اللہ چاہے ان میں شہداء اور صالحین ہیں۔ ان کے تین طبقات ہیں اور یہ تمام ہی مقربین وسابقین ہیں۔ ان میں سے ایک صدیق کا ایمان، تمام شہدا کی ایمان کی طرح ہے۔ اور ایک شہید کا ایمان، تمام صالحین کی طرح ہے اور صالح کا ایمان ایک ہزار عوام اہل اسلام مومنوں کے برابر ہے۔ اور خلت میں خلیل کے سوا کوئی شریک نہیں۔ وہ ان خلیل کے ساتھ شریک ہیں۔ نیز یہ مفرد کا فرد کی خاطر اور موحد کا واحد کی خاطر حال ہے اور اگر اس کی نظیر مناسب ہوتی اور کوئی اس کا وزیر ہوتا تو اس بات کے سب سے بڑے مستحق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں تین انعام دیے اور یہ انعامات ان کے سوا کسی کو نہیں دیے۔

ایک یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

میری امت میں جو جو مجھ پر ایمان لایا۔ اللہ تعالی نے [ان سب کے مجموعہ] پر تجھے عطا فرمایا اور اولاد آدم [ازل اول تا آخر] میں سے جو جو مجھ پر ایمان لایا اللہ تعالی نے مجھے ان [ان کے مجموعہ] پر عطا فرمایا۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ

اللہ تعالی کے تین سو خلق ہیں۔ جس کو توحید کے ساتھ ساتھ ان میں سے ایک بھی حاصل ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کیا میرے اندر ان میں سے ایک خلق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر تیرے اندر سب ہیں اور اللہ تعالی کو سخاوت سب سے محبوب ہے۔

تیسری حدیث یہ ہے کہ

میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو لٹکایا گیا، اس کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور میں سب سے بھاری ہوگیا، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک پلڑے میں رکھے گئے اور میری امت لائی گئی وہ دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب پر بھاری نکلے۔

صدیق اور رسول کے درمیان صرف درجہ نبوت کا فرق ہے۔ آج کا قطب وہ ہے جو اثانی ثلاثہ کا امام

ہے۔ سات اوتاد، چالیس ابدال، اور ستر سے تین سو تک سب ایک پلڑے میں ہوں اور ان سب کا ایمان اس کے ایمان کی طرح ہو۔ یہ دراصل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بدل [نائب] ہے۔ اور اس کے بعد کے اثنافی ثلثہ ہیں اور یہ آپ کے بعد کے تین ابدال خلفاء [حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم] ہیں۔ اور سات دراصل سات سے دس تک ابدال ہیں۔ پھر تین سو تیرہ انصار و مہاجرین میں سے اہل رحمت و رضوان بدری ابدال ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسی فضیلت و رفعت حاصل ہے مگر پھر بھی وہ مقام خلت میں حبیب رسول، مقرب، خلیل علیہ الصلاۃ کے شریک ہونے کے قابل ہیں اور اس مقام [محبت] میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی شرکت حاصل ہے، فرمایا: جیسے موسیٰ کو ہارون تھے ایسے یہ علی مجھے بمنزلۃ ہارون کے ہیں۔ یہ مقام اخوت ہے اس طرح مقام خلت میں تفرد فرمایا: اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر صدیق کو خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالی کا خلیل ہے یعنی اپنے آپ کے بارے میں فرمایا: اس لیے کہ آپ واحد تعالی کے لیے واحد اور فرد تعالی کے لیے مفرد ہیں۔ اے دانش والوں عبرت حاصل کرو۔ اور خطاب الہی پر غور و فکر سے کام لو۔

(قوت القلوب مترجم ج ۲ ص ۲۷۹ - ۲۸۰ طبع لاہور شیخ غلام علی، قوت القلوب عربی ۱۲۸/۲ - ۱۲۹ طبع دار الکتب العلمیہ)

علامہ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر اہل عقل اور صاحب دانش کے لیے فیض باطنی کے موضوع پر متعدد نکات واضح کرتی ہے۔ اب یہ ہر شخص کی فہم و فراست ہے کہ وہ مذکورہ عبارت کا اطلاق کو تسلیم کرے۔

حضرت سیدی شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہ کا کلام

حضرت سیدی شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالی پر ایمان ایسی خاص کیفیت سے تھا کہ اگر وہ تمام اہل زمین کے طرف پھینکا جائے تو پگھل کر رہ جائیں خواہ صحابہ ہوں کوئی اور اور۔ اس کیفیت میں سے حضرت ابو بکر کو ان کی برداشت کے مطابق تھوڑا سا حصہ ملا تھا۔ اس کے باوجود یہ فیض اتنا زیادہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایک شخص بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیض برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ ہی آپ کے قریب آنے کی طاقت رکھتا تھا۔ خواہ صحابہ میں سے ہو یا انکے علاوہ فتح کبیر کے افراد میں سے ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسرار الوہیت، حقائق کی ربوبیت، اور دقائق عرفان میں ایسی بلندی پر پہنچے ہیں جسے نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ وہاں پہنچ سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرفت

کے ان سمندروں سے متعلق گفتگو فرماتے تھے جس میں آپ غوطہ زن رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مذکورہ مرتبے تک ترقی کر گئے تھے مگر اسکے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری تین سالوں میں ان سے بھی ان حقائق پر گفتگو نہیں فرماتے تھے کہ کہیں وہ پگھل نہ جائیں۔

(جواہر البحار ۲/ ۲۷۳ بحوالہ الابریز)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا خلفاء ثلاثہ سے باطنی تربیت

حضرت علامہ بدر الدین سرہندی فرماتے ہیں۔

"حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے پیر تعلیم حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے اور پیر خرقہ خواجہ یوسف ہمدانی اور ان کے پیر ابوالحسن خرقانی اور ان کے پیر چند واسطوں سے شیخ بایزید بسطامی ہیں اور ان کے پیر امام جعفر صادق ہیں۔ اور ان کے پیران کے والد ماجد امام باقر ہیں اور ان کے پیران کے والد ماجد امام زین العابدین ہیں اور ان کے پیران کے والد ماجد حضرت امام حسین ہیں اور ان کے پیران کے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنھم ہیں اور ان کے پیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

(حضرات القدس دفتر اول ص 23 طبع مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ)

علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ بدر الدین سہرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جس طرح رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت حاصل ہے اسی طرح تینوں خلفاء سے جو آپ سے پہلے ہیں انتساب ہے۔ جو باتفاق اہل تحقیق ثابت ہے۔ اور آپ نے تربیت باطنی تینوں خلفاء سے حاصل کی ہے۔ نیز حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے صحبت خاص تھی اور ان کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت صدیق اکبر سے۔

(حضرات القدس دفتر اول ص 23 طبع مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ)

تمام سلاسل کا حضرت ابوبکر صدیق کے نسبت

حضرت علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پیش کردہ قول کے بعد لکھتے ہیں۔

"پس تمام سلسلوں کو در حقیقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے انتساب ہے اور یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تک اور بھی طریقوں سے پہنچتا ہے"۔

(حضرات القدس دفتر اول ص ۲۳ طبع مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ)

۲- غوث اعظم کی روح نے معراج کے وقت اپنا کندھا پیش کیا

اول: بعض بدمذہب اور گمراہ لوگ، سادہ لوح عوام الناس کو بہکانے کے لیے اہل سنت پر یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ علامہ اربلی نے اپنی کتاب تفریح الخاطر میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بیان کی ہے کہ ان کی روح نے معراج میں براق پر سواری کرتے ہوئے اپنے کندھے پیش کیے اور ان پر چڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کی سواری کی۔

علامہ اربلی کی اس کتاب کے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف کی اور اس واقعہ کی تائید کی۔ اس پر ایک طوفان بدتمیزی مچایا گیا، کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ غوث اعظم کی پیدائش سے پہلے وہ کیسے معراج پر اپنا کندھا پیش کر سکتے ہیں۔ اس پر چند اہل سنت عوام بھی تشویش میں مبتلاء ہوئے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب میں بحوالہ ولی کامل بابا آپ زیر رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی۔ اس پر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واضح لکھا کہ

" جائز ہے کہ حضرت حق سبحان وتعالی ارواح مجردہ کو ایسی قدرت عطا کرے کہ ان سے افعال اجسام صادر ہوں اسی قبیلہ سے ہے وہ جو بعض اکابر نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی جوان سے ان کے وجود عنصری میں آنے سے زمانہائے دراز پہلے صادر ہوئے"

مجدد صاحب نے واضح لکھا ہے کہ اللہ رب العزت اپنی بعض اولیاء کو یہ قدرت عطا کرتے ہیں کہ ان سے عالم ارواح میں افعال صادر ہوں۔ اب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر کوئی بدمذہب کچھ زبان درازی کر کے تو دکھائے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور اتباع سنت میں کامل ہونے کی گواہی علماء دیوبند نے تو کثیر کتب میں دی ہے مگر غیر مقلدین حضرات کے اکابرین نے تو مجدد الف ثانی کی شان اور ان کے مکتوبات پر تو مستقل تصانیف لکھی ہیں۔ غیر مقلدین کو زیادہ نہیں صرف قاضی منصور سلیمان پوری کی تصانیف کو پڑھ لینا چاہیے۔ اس لیے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کچھ بولنے اور لکھنے سے پہلے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب ضرور پڑھیے اور اپنے اکابرین کی تحریر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے بارے میں ضرور پڑھیے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا عقیدہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ اس حوالے سے ان کی اپنی کتاب "السیف المسلول" ہی سے ذرا ملاحظہ کیجیے۔

علی رضی اللہ عنہ قطب ارشاد کمالاتِ ولایت ہیں:

قاضی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ کشف سے ثابت ہوا کہ **علی رضی اللہ عنہ قطبِ ارشاد کمالاتِ ولایت ہیں**، ان کمالات میں دوسرے صحابہ کرام علی رضی اللہ عنہ کے محتاج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کمالاتِ ولایت کے مالک ہرچند کہ (اگرچہ) اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق افضلیت شیخین کے قائل ہیں مگر بحکم "الانسان عبید الاحسان" شکریہ علی رضی اللہ عنہ کا زیادہ ادا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بہت گرویدگی رکھتے ہیں۔ (کیوں کہ اکثر اولیاء کو ولایت کا فیضان مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے توسط سے ملا۔) انتہی.

(السیف المسلول مترجم للقاضی ثناء اللہ فانی فتی، ص ۵۳۳، فاروقی کتب خانہ ملتان)

اس سے آگے قاضی صاحب شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کو استثناء کے ساتھ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما قطبِ ارشاد کمالاتِ نبوت ہیں:

شیخین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ **ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما قطب ارشاد کمالات نبوت ہیں**۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قطبیت کمالات نبوت اور ولایت دونوں میں حصہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب ذوالنورین ہوا۔ کمالاتِ نبوت میں صفات کے پردہ کے بغیر تجلی ذات ہے۔ **لہذا یہ کمالات ولایت** (جس میں تجلی صفات یا بہ پردۂ صفات، تجلی ذات ہے) **سے بہتر اور افضل ہیں**۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا دروازہ فرمایا جو کہ علم صفات سے تعبیر ہے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مقام ستر میں فائز ہوئے، جماعت صحابہ کی نظر کمالات نبوت پر تھی اور ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت کا انہوں نے اعتبار نہ کیا۔ اس لیے جمیع صحابہ حتیٰ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت شیخین کے قائل تھے۔ اور اسی پر اجماع کیا، بعد کے لوگوں نے بھی ان کی متابعت میں اس پر اتفاق کیا۔ لہذا افضلیت خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہوئی۔

(السیف المسلول مترجم للقاضی ثناء اللہ فانی فتی، ص ۵۳۳، فاروقی کتب خانہ ملتان)

قاضی صاحب کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ کمالات ولایت میں حضرت علی المرتضی کا مقام بیان کر کے حضرات شیخین کریمین کے کمالات نبوت بیان کیے جو کہ استثناء کو مستلزم ہیں یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے دیگر شخصیات کو باطنی فیض اس کو ملا تو سے حضرات انبیاء کرام اور خلفاء ثلاثہ کا استثناء ہے اور وہ خارج ہیں۔ کیونکہ حضرات شیخین کریمین کا مقام کمالات نبوت کا ہے اور یہ مقام افضل اور اعلیٰ ہے جو کہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض پاتا ہے۔ اور کمالاتِ نبوت کے مقام کے سامنے کمالات ولایت کا کوئی مقابلہ نہیں۔ کمالات

ولایت کا درجہ کمالات نبوت کے مقام والی شخصیات کو فیض باطنی اصالۃ نہیں پہنچا سکتی ہیں اس لیے حضرات شیخین کریمین کا مقام بھی افضل ہے اور ان کا فیض باطنی براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب

قاضی صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

آپ (حضرت ابو بکر) رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ ضمنیت سے مراد یہ ہے کہ ایک ولی دوسرے کے ضمن میں ہو۔ پس جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے۔ جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے جس جگہ وہ سیر کرتی ہے چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے۔ اگر ایک ولی کی ضمنیت دوسرے ولی کو حاصل ہو تو اسے ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں۔ جس ولی کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضمنیت حاصل ہو اسے ضمنیت کبریٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی۔ اسی لئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ما صب اللہ فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر"

یعنی حقائق و معارف میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہی میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

(تاریخ مشائخ نقشبند (جماعتیہ)، صادق قصوری، مکتوبِ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ص ۳۶)

قاضی صاحب کا السیف المسلول میں واضح موقف تسلیم ؟

قاضی صاحب کا موقف واضح طور پر افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، ولایت باطنی میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی تخصیص ہے اور یہ نکتہ بھی وہ شیخین کریمین رضی اللہ کی تخصیص کے بعد ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی باطنی فیض اور قاسم ولایت کے داعی ہیں۔ اس نکتہ پر السیف المسلول ص ۵۳۳ کی عبارت پیش کر دی گئی ہے کہ قاضی صاحب حضرات شیخین کریمین کا مرتبہ و مقام قطب الارشاد کمالات نبوت کا تسلیم کرتے ہیں اور مقام قطب الارشاد کمالات نبوت ایک باطنی مقام ہے، جس کا تقابل کسی طرح کمالات ولایت سے ہو نہیں سکتا چہ جائیکہ افضل سمجھا جائے۔

○ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایک دوسرے مقام پر بہت اہم نکتہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ذکر کردہ فضائل و مناقب سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ افضلیت کی جمیع حیثیتوں کے اعتبار سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے ہیں، اس بارہ میں کوئی آپ کی

برابری نہیں کر سکتا۔

پاکیزگی طینیت، کمال باصفا باطن، قوۃ عقل و فراست، کثرت صحبت بلکہ ازل اول تا آخر دوام صحبت، اپنی تمام قوت نصرت دین میں صرف کرنا، تائید الٰہی سے اسباب و شرائط کا مجتمع ہوتے رہنا، دین کے تمام اہم کام آپ کے ذریعے ہونا آپ کے ہاتھ پر ابتداء اسلام سے تا بعد رسول اللہ ﷺ بدنی اور مالی عبادات کی توفیق پانا، علم قراۃ و فقاہت میں کمال، یہ ایسی صفات ہیں جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوئیں، اسی وجہ سے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس وقت کے لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور تھے کیونکہ آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی انسان نہ پاتے تھے۔

(السیف المسلول مترجم ص ٤٥٧ طبع ملتان)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے بعد کسی کو کوئی لفظ لکھنے کی ہمت ہو شوق ضرور پورا کرلے۔ مگر قاضی صاحب کی عبارت کے ایک ایک لفظ نے تفضیلیہ کے ہر موقف کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضلیت کی جمیع حیثیتوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشابہت نہیں بلکہ مشابہت تامہ رکھنے والا بیان کیا جس میں کوئی صحابی بھی ان کے برابر نہیں۔

چند دیگر احباب باطنی خلافت کا بہت شور و زور سے ذکر کرتے ہیں، ان لوگوں سے یہ عاجزانہ جسارت ہے کہ بتائیے کہ قاضی صاحب کے اقتباس میں **پاکیزگی طینیت، کمال باصفا باطن، قوۃ عقل و فرست، صحبت دوام، بدنی اور مالی عبادات، علم قراۃ و فقہاہت میں ایسا کمال کہ کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہو سکیں**، کے بعد بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باطنی و روحانی خلافت کا انکار ہو سکتا ہے؟

جناب والا! بصد احترام گذارش ہے کہ خلیفہ راشد خاصہ کی شرائط میں یہ نکتہ تو شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبد العزیز دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، پیر مہر علی شاہ صاحب اور جناب طاہر القادری صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ خلیفہ راشد خاصہ عین انہی خاص وصف سے مشابہت پر ہی خلیفہ راشد خاصہ ہوتا ہے جس سے خلافت راشدہ کو نبوت کے ساتھ تشابہت ہوتی ہے کہ وہ نبی کی شریعت کو لوگوں میں نافذ کرے۔

قاضی صاحب کے اقتباس سے یہ واضح ہے کہ تمام کمالات اپنے کمال اور جوبن کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کو حاصل تمام افضلیت کی حیثیتوں میں مشابہت تامہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو پھر باطنی و روحانی خلیفہ کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ہمارے چند فاضل احباب نبی کریم ﷺ کے ذات اقدس میں روحانی اور باطنی فیض اور فضیلت کے قائل ہیں تو وہ اس فضیلت کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ وہ روحانی اور باطنی فیض و فضیلت کا انکار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے کیسے کر سکتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری اور باطنی کمالات حاصل ہیں تو ان کے توسط سے یہ فضیلت ان کے خلفاء اربعہ خلیفہ راشد خاصہ میں بھی بتصریح علماء میں ہونا ضروری ہے۔ ہم اہل سنت وجماعت ظاہری خلافت کے ساتھ خلافت باطنی اور روحانی فیض کو بالترتیب ان چاروں خلفاء راشدین خاص کے لیے تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ان خلفاء راشدین خاصہ کے لیے ظاہری اور باطنی خلافت کی تسلیم ہی نصوص کے خلاف ہیں، علماء کرام نے دونوں حیثیتوں کا ذکر بعض لوگوں کے اشکال یا تصریح کی وجہ سے بطور تنبیہ کیا۔

قاضی صاحب کا مسلک اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی دوسری کتاب ارشاد الطالبین میں اپنا اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو بیعت کی تو اس بیعت سے مقصود صرف امور دین نہ تھے بلکہ کسب کمالات باطنی بھی مقصود تھا۔

(ارشاد الطالبین مترجم ص 16 – 17)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو عقیدہ وموقف پیش کیا اس میں کوئی ابہام یا استثناء نہیں رہتا۔ جبکہ اس کے برعکس کچھ لوگ مبہم اقوال، سیاق وسباق سے ہٹے ہوئے اور مستثنی اقوال پیش کر کے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وعقیدہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں فیضی صاحب کا دجل وفریب کہ سادہ عوام کو کس طرح گمراہ کر رہے ہیں۔ اللہ کریم اس شر سے امت کو بچائے۔ آمین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت ابو بکر صدیق سے علم لینا

چند دوستوں کے لیے بطور نصیحت ایک حدیث پیش خدمت ہے جس کا نتیجہ اخذ کرنا قاری کی علمی استعداد اور سمجھ پر ہے۔ محدث ابن حبان نے حدیث نقل کی ہے۔

أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِي عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي حَتَّى

حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ إِذَا حَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَإِنْ حَلَفَ صَدَّقْتُهُ وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ "مَا مِنْ عَبْدٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ لِذَلِكَ الذَّنْبِ إِلَّا غفر الله له-

اسماء بن حکم فزاری کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا: میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ اس سے مجھے نفع پہنچاتا، جتنا وہ پہنچانا چاہتا۔ اور جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی آدمی مجھ سے بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا۔ (کیا واقعی تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنی ہے؟) جب وہ میرے سامنے قسم کھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا، حضرت علی المرتضی رضی اللہ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر نے یہ حدیث تعلیم فرمائی اور ابوبکر نے سچ فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس نے گناہ کیا پھر اٹھ کر وضو کیا پھر نماز پڑھی اور اللہ سے بخشش چاہی تو اللہ اس کی بخشش فرمادے گا۔۔۔

(صحیح ابن حبان ۲/ ۳۹۰ رقم الحدیث ۶۲۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم

علامہ عینی لکھتے ہیں۔

قوله:" وصدق أبو بكر "جملة حالية، وفيه تعظيم علي لأبي بكر-

یعنی: صدق ابوبکر جملہ حالیہ ہے اور اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی حضرت علی المرتضی کے نزدیک تعظیم ہے۔ (شرح سنن أبي داود ۵/ ۴۳۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالت وشان

ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: جُمْلَةٌ مُعْتَرِضَةٌ بَيَّنَ بِهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَلَالَةَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَمُبَالَغَتَهُ فِي الصِّدْقِ، حَتَّى سَمَّاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِدِّيقًا-

یعنی: اور ابوبکر نے سچ کہا۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ جملہ معترضہ واضح کرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق کی جلالت وشان پر۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۳/ ۹۸۸ رقم الحديث ۱۳۲۴)

ان اکابرین کا اس حدیث سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالت شان اور تعظیم بیان کرتا ہے اور اس کے علاوہ اس روایت سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے علم اخذ کرنا بھی واضح ہے۔اب بقول ڈاکٹر الطاف سعیدی صاحب: فرمائیے شہر علم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے شہر علم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ملا یا نہیں ؟اور جس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ایک حرف کا علم ملے،اسے اپنا آقا مانتے تھے یا نہیں ؟

اس لیے مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بنا فخرِ سلاسل، سلسلہ صدیق اکبر کا ہوئے فاروق وعثمان وعلی جب داخل بیعت

قاری فیضی کی شعوری بددیانتی یا دجل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش؟

ایک غیر مقلد نے کتاب البریلویہ ص ۲۲ پر اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا کہ

"وہ [اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ] کہتے تھے کہ اغواث یعنی مخلوق کے مددگاروں وہ جن سے مدد طلب کی جاتی ہے،کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر حضرت حسن عسکری تک ہے۔ حضرت حسن عسکری شیعہ کے نزدیک گیارھویں امام ہیں۔"

موصوف قاری فیضی نے شعوری طور پر ایسی ہی کوشش کرتے ہوئے اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۹۲ تا ص ۹۴ تک اسی کتاب سے وہی مقام نقل کیا جس پر علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبردست گرفت کی مگر موصوف قاری صاحب بھی اپنی عادت سے کچھ زیادہ مجبور دکھائی دیتے ہیں کہ قطع وبرید کے بغیر نہ ان کا گذارا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کا موقف۔

علامہ شرف قادری صاحب کا شعوری بددیانتی پر نقد:

مخالف کے اعتراض پر علامہ شرف قادری صاحب اپنی کتاب البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۴۹ پر وضاحت دیتے ہوئے جواب لکھتے ہیں۔

یہ نقل اصل کے خلاف ہے۔امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

"غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے،(اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر دست راست سے اعلی ہوتا ہے،اور فاروق اعظم وزیر دست راست)پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ عنہم کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے مولیٰ علی کو اور امامین محرمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔امام حسن عسکری کے بعد غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے۔ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔ الخ"۔

(بحوالہ ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۰۶ مطبوعہ احمد رضا کتب خانہ کراچی حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۱۱۲ مطبوعہ کشمیر انٹر نیشنل پبلشرز لاہور)

○ علامہ حکیم شرف قادری صاحب مزید البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۵۰ پر لکھتے ہیں۔

"اس عبارت کے دو پیرے ہیں، الزام دینے کے لیے صرف دوسرے پیرے کا ایک حصہ نقل کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک پہلے غوث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آخری غوث حضرت حسن عسکری ہیں یعنی ان کے نزدیک حضرف وہی شیعوں کے بارہ امام ہی غوث ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حاشیہ میں بہ طور حوالہ صرف ملفوظات لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر نہیں لکھا گیا تاکہ اصل رجوع کرنے سے حقیقت نہ کھل جائے۔انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا نے امت میں سب سے پہلا غوث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا، اور آخر میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کیا شیعہ ان حضرات کو غوث مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔"(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۱۵۰)

علامہ حکیم شرف قادری کی عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت اطہار کی شخصیات کے علاوہ خلفاء اربعہ کی غوثیت و قطبیت کو تسلیم کرتے ہیں۔مزید یہ کہ جس طرح غیر مقلدین عوام الناس میں اہل سنت کے خلاف ادھورے یا قطع برید کردہ حوالہ جات پیش کرکے اپنا خود ساختہ مطلب نکالتے ہیں، اسی طرح قاری فیضی صاحب بھی اپنا خود ساختہ مطلب نکالنے کے لیے ہر وقت تاڑ میں رہتے ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قاری صاحب کی مجبوری ہے کہ وہ قطع و برید سے ہر مقام کو بیان کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان کے دعوی کا اثبات ہی ممکنات کے قبیل سے نہیں۔

کیا ولایت بطور وصی درست ہے؟

قاری ظہور احمد اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ میں شاہ عبدالعزیز کے عبارت نقل کرتا ہے۔

"حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں جو امامت باقی رہی اور ان میں سے ایک، دوسرے کو وصی بناتا رہا۔ وہ یہی قطبیت ارشاد اور فیض ولایت کا منبع ہونا تھا، اسی لیے ائمہ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کہ انہوں نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ دوستوں ار منتخب مصاحبوں کو اس فیض خاص سے مشرف فرماتے تھے اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اس دولت سے نوازتے تھے"۔

(الخلافة الباطنيه ص 93 بحواله تحفه اثناء عشريه ص 214)

جواب

گذارش یہ ہے کہ قاری ظہور احمد کی کتاب میں اکثر حوالہ جات سیاق وسباق اور محل سے بغیر ہی پیش کیے جاتے ہیں اور اس خاص مقام کی عبارت کو پھر اپنا فہم دے کر پیش کیا جاتا ہے اور اسی طریقہ سے اکثر علماء اور عوام الناس دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اس لیے پہلے قاری ظہور صاحب کے اس طریقہ کار کو ذہن نشین کر کے چند نکات پر غور فرمائیے۔

اول: شاہ عبدالعزیز اس عبارت کو باب امامت میں اہل تشیع کے موقف اور دلائل کا رد کرتے ہیں اور اہل تشیع کا موقف امامت کے بارے میں خلافت ظاہری اور وصی ہونے کا ہے یعنی ہر خلیفہ اپنے بعد کے خلیفہ کی نامزدگی کا اعلان کرے گا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مسئلہ امامت اور خلافت پر اہل تشیع کے اس موقف کے جواب میں یہ لکھ رہے ہیں کہ اہل تشیع کے نزدیک کیونکہ امامت بطور وصی بارہ ائمہ اہل بیت سے مختص ہے تو حضرت علی المرتضی کے اولاد میں جس معنی کی امامت رہی اور جس کے لیے وہ ایک دوسرے کو وصی بناتے رہے وہ ولایت اور باطنی فیض کے معنی میں تھی۔

دوم: وصی کا معنی اگر اس معنی میں لیا جائے کہ ایک امام اپنے حیات میں دوسرے امام کا اعلان کرے جیسے کہ مخالفین کا موقف بھی ہے تو اس معنی کا رد تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی پوری کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں کیا ہے اور بالفرض اس معنی کو لے لیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ ولایت باطنی کے وصی کے فائز ہونے کے بعد کوئی دوسرا اس مقام میں شامل نہیں ہو سکتا جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی دیگر عبارات اور فیضی کی پیش کردہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب نمبر ۱۲۳ میں کمالات ولایت میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اس مقام میں شامل ہیں۔

سوم: ولایت اور باطنی فیض میں بھی وہ امام کہلائے اسی طرح جیسے فقہاء، محدثین، اور مجتہدین۔ جیسے فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام امت میں امام کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں۔ اس

سے یہ مطلب اخذ کرنا ہے کہ ان علوم میں صحابہ کرام یا تابعین سے بھی افضل ہیں یا ان کا علم ذاتی ہے، کچھ حقیقت پر مبنی نہیں۔ جبکہ انہوں نے یہ علم صحابہ کے شاگردوں سے سیکھا اور ان کے شاگردوں سے لوگوں میں اور ان مجتہدین تک پہنچا مگر اصل منبع و فیض ان حضرات صحابہ کرام جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ جیسے اکابرین صحابہ ہیں۔ تو قیامت تک فقہ کے علوم ان چاروں سے خاص منسوب ہونے سے اس علم میں صحابہ کرام پر فوقیت یا ترجیح دینا ہی اصولاً غلط ہے۔

اسی طرح ان ۱۲ ائمہ اہل بیت سے جو ولایت کے نور لوگوں تک پہنچے ،اس میں وہ لوگوں میں مشہور و معروف ہوئے ۔ جب کہ اس ولایت سے متّصف اور اس مرتبہ پر فائز اولین باکمال شخصیات تھیں جیسے حضرات شیخین کریمین۔

الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

امام اہل سنت فرماتے ہیں :

"وفیھا رد علی مفضلة الزمان المدعین السنة بالزور والبھتان حیث اولوا مسئلة ترتیب الفضیلة بان المعنی الاولویة للخلافة الدنیویه وھی عن کان اعرف بساسة المدن وتجھیز العساکر وغیر ذالك من الامور المحتاج الیھا فی السلطنة وھذا قول باطل خبیث مخالف لاجماع الصحابة والتابعین رضی اللہ عنه بل الافضلیة فی کثرۃ الثواب وقرب رب الاربا ب والکرامة عند اللہ تعالیٰ".

اس میں زمانے کے تفضیلیوں کا رد ہے جو جھوٹ اور بہتان کے بل پر سنی ہونے کے مدعی ہیں اس لئے کہ انہوں نے فضیلت میں ترتیب کے مسئلے کو (ظاہر سے) اس طرف پھیرا کہ خلافت میں اولیت (خلافت میں زیادہ حقدار ہونے) کا معنی دنیوی خلافت کا زیادہ جاننے والا ہو اور یہ باطل خبیث قول ہے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ افضلیت ثواب کی کثرت میں اور رب الارباب اللہ تعالیٰ کی نزدیکی میں اور (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک بزرگی میں ہے۔

(المستند المعتمد ص ۲۴۰ دار العرفان لاہور، المستند ص ۲۸۶، مطبوعہ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

مرزا مظہر جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ لفظ خلافت عمومیت لئے ہوئے ہے۔ خلافت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلفاء کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی خلافت ضروری ہے۔۔۔۔۔ اس لئے صوفیاء اہل سنت بارہ اماموں کی قطبیت تسلیم کرنے میں متفق ہیں۔ چاروں خلفاء اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں باتیں (ظاہری اور باطنی خلافت) جمع تھیں۔

(مکتوبات مرزا مظہر جاناں ص ۱۴۸، مقامات مظہری ص 468 مکتوب نمبر 19)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

شیخین کریمین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا وزیر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قطب الارشاد کمالات نبوت ہیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قطبیت کمالات نبوت اور ولایت دونوں میں حصہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا لقب ذوالنورین ہوا، کمالات نبوت میں صفات کے پردے کے بغیر تجلی ذات ہے لہذا یہ کمالات ولایت جس میں تجلی صفات یا بہ پردہ صفات، تجلی ذات ہے، سے بہتر اور افضل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کا دروازہ فرمایا جو کہ علم صفات سے تعبیر ہے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مقام ستر میں فائز ہوئے، جماعت صحابہ کی نظر کمالات نبوت پر تھی اور ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت کا انہوں نے اعتبار نہ کیا۔ اس لیے جمیع صحابہ حتی کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت شیخین کے قائل تھے۔ اور اسی پر اجماع کیا، بعد کے لوگوں نے بھی ان کی متابعت میں اس پر اتفاق کیا۔ لہذا افضلیت خلفاء ثلاثہ کے لئے ثابت ہوئی۔ (السیف المسلول ص ۵۳۳)

۞ قاضی صاحب مزید فرماتے ہیں۔

چوں کہ بعض سلف سے ایسے اقوال منقول ہیں جو کہ صدیق اکبر پر مولا علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے موہم ہیں ہم ان اقوال کے ظاہر سے صرف نظر کریں گے کیوں کہ قوی ادلہ کا تقاضا ہے کہ شیخین افضل ہیں ہاں ان مبہم اقوال سے یہ ضرور ثابت ہو جائے گا کہ غیر خلفائے ثلاثہ پر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو افضلیت حاصل ہے۔ (السیف المسلول، ص ۴۳۵)

حضرت شیخ محمد بن سلیمان نقشبندی کا افضلیت صدیق کا اقرار

شیخ حضرت محمد بن سلیمان نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ طریقہ [نقش بند] ایک نفیس جوہر ہے جس کی قیمت صرف انصاف کرنے والا اور ماہر شخص ہی جان سکتا ہے یہ ایک نفیس جوہر کیوں نہ ہو جبکہ اس کی بنیاد رکھنے والے انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امت میں افضل و اعلیٰ شخصیت، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(تحفۃ نقشبندیہ مترجم ص 38 طبع دار اخلاص، لاہور)

ان حوالہ جات کے علاوہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باطنی خلافت پر صاحب کتاب علامہ ابو الحسین نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام صدیقیت

فاضل محقق علامہ داود رضوی کی ایک تحریر سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

بحر حال تحریر ہذا میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الاولیا ہونے اور خلیفہ بلا فصل فی الروحانیۃ کو بیان کیا جائے گا ویسے تو ولایت کے بہت سارے مراتب ہیں مثلاً قطب، ابدال، نجباء، اوتاد، غوث، صدیق وغیرہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان میں سے بہت سارے مراتب حاصل تھے ولایت کا سب سے اعلیٰ درجہ وہ صدیقیت کا بھی آپ کو حاصل تھا نبوت سے نیچے سب سے اعلیٰ یہی درجہ ہے۔

امام راغب الاصفہانی کا قول

امام راغب اصفہانی سورۃ النساء:۶۹ کے تحت جس میں نبیین کے بعد صدیقین کا ذکر اور اس کے بعد شہدا و صالحین کا ذکر اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"الصدیقون ھم قوم دون الانبیاء فی الفضیلۃ"

یعنی صدیقون: وہ لوگ ہیں جو فضیلت و شرف میں انبیاء کرام سے کم اور ان کے بعد ہیں۔

(المفردات ص ۲۷۷)

امام رازی کا قول

امام رازی سورۃ النساء:۶۹ کے تحت لکھتے ہیں۔

"مقام صدیقیت، مقام نبوت سے متصل ہے۔" (التفسیر الکبیر ۳/ ۳۸۰)

امام غزالی کا قول

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

وَكَانَ يَقُول لنا أَيْضا لَا يقدر أحد النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حق قدره إِلَّا الله تَعَالَى وَإِنَّمَا يعرف كل وَاحِد من مِقْدَاره بِقدر مَا عِنْده هُوَ قَالَ فأعرف الْأمة بِقدرِهِ أَبُو بكر الصّديق رَضِي الله عَنهُ لِأَنَّهُ أفضل الْأمة قَالَ وَإِنَّمَا يعرف أَبُو بكر من مِقْدَار الْمُصْطَفى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مَا تصل إِلَيْهِ قوى أبي بكر وَثمّ أُمُور تقصر عَنْهَا قواه لم يحط بهَا علمه و محط بهَا علم الله

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے، ہر ایک اپنی قوت و طاقت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے۔ پوری امت میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچاننے والے حضرت ابکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری امت میں سب سے افضل ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ک مقام و مرتبہ کو صرف اتنا ہی پہچانا جس تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فہم و عقل پہنچ سکی اور وہاں کتنے امور ایسے ہیں جن تک پہنچنے سے آپ رضی اللہ عنہ کی عقل بھی قاصر رہی اور ان کا احاطہ علم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نہ کر سکے کیونکہ اس مقام کا احاطہ علمی الٰہی نے کیا ہوا ہے۔

(طبقات الشافعیه الکبری 6/ 203)

علامہ صاوی کا قول

مفسر قرآن شیخ احمد بن محمد صاوی قدس سرہ السامی متوفی ۱۲۴۱ھ اس آیت کریمہ "اولئک ھم الصدیقون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "لا ن الصدیقیه مر تبة تحت مر تبة النبوة"

اس لئے کہ صدیقیت نبوت کے نیچے مرتبہ ہے۔

(صاوی علی الجلالین ج٦ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، حاشیہ تفسیر جلالین ارشاد حسین رامپوری ص ۵۱۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت مخدوم جہانیں جہاں گشت بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اہل حجاز کے پاس صدیق کے دو معنی ہیں۔ جو ہندوستان کے علماء کی توجیہ سے بالکل مختلف ہیں۔ ایک یہ

کہ لفظ صدیق بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے جو صداقت سے مشتق ہے۔ صداقت کے معنی کثرت محبت کے ہیں۔ یعنی خدا کو بے حد دوست رکھتا ہے یعنی وہ محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ اولیاء اللہ نے ایسے محب سے جو محبوب نہ ہو پناہ مانگی ہے۔ اس لیے کہ محب، محبوب نہ ہو تو وہ ایک فتہ ہے۔ مثلاً اگر کوئی عاشق کسی معشوقہ کا محب تو ہو گیا مگر معشوقہ اس کو دوست نہ رکھے تو اس کو سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہیں۔ صدیق کے دوسرے معنی ہی لیتے ہیں کہ لفظ صدیق، صدق سے نکلا ہے۔ صدق سے مراد کثرت تصدیق ہے یعنی صدیق وہ ہے جو اس قدر کثرت کے ساتھ تصدیق کرے کہ پھر اس کے دل میں رمق برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ یعنی جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، اس کو سن کر صحیح اور درست جانے۔ یہ دونوں صفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بوجہ اتم موجود تھیں۔ آپ محب حق بھی تھے اور محبوب حق بھی اور مصدق بھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ باتیں نادر ہیں ان کو لکھ لو"۔ الخ (الدر المنظم ۶۵۵۔۶۵۶ و طبع ص ۷۳۳)

ابن حجر مکی کا قول

امام المحدثین علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ القوی متوفی ۹۷۴ھ اس آیت کریمہ میں "فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصديقين الا ية" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" ولا شك ان راس الصديقين و رئيسهم ابو بكر رضى الله عنه " .

کوئی شک نہیں صدیقین کے سردار اور رئیس حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(الصوعق المحرقہ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

منقولہ اقوال سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نبوۃ کے بعد ولایت کا سب سے اعلیٰ درجہ صدیقیت کا ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف صدیق نہیں بلکہ صدیقوں کے بھی سردار صدیق اکبر ہیں تو پھر آپ تمام اولیاء کے سردار ہوئے۔

صدیقیت کبریٰ اور صدیق "اکبر" کی وضاحت

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک شرف یہ بھی حاصل تھا کہ آپ صدیق اکبر تھے اور صدیقیت کبریٰ کے مقام پر فائز تھے جلیل القدر ائمہ دین نے اس حقیقت کو بیان فرمایا: اقوال پیش خدمت ہیں۔

۱۔امام رازی کا قول

۱۔امام فخر الدین رازی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں۔

الْأَوَّلُ: أَنَّ كُلَّ مَنْ صَدَّقَ بِكُلِّ الدِّينِ لَا يَتَخَالَجُهُ فِيهِ شَكٌّ فَهُوَ صِدِّيقٌ، وَالدَّلِيلُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ [الحديد: 19]الثَّانِي: قَالَ قَوْمٌ: الصِّدِّيقُونَ أَفَاضِلُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. الثَّالِثُ: أَنَّ الصِّدِّيقَ اسْمٌ لِمَنْ سَبَقَ إِلَى تَصْدِيقِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَصَارَ فِي ذَلِكَ قُدْوَةً لِسَائِرِ النَّاسِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَوْلَى الْخَلْقِ بِهَذَا الْوَصْفِ

اول: ہر وہ شخص جو مکمل دین کے تصدیق کرے اور اسے اس میں بالکل ذرہ بھر کبھی شک نہ رہے تو وہ صدیق ہے۔اور اس پر اللہ تعالی کا یہ فرمان دلیل ہے۔وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ [الحديد: ۱۹]اور وہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔

ثانی: اور علماء کرام کی ایک جماعت نے کہا کہ صدیقین سے مراد نبی کریم ﷺ کے اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

ثالث: بے شک صدیق اس شخص کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں سبقت لے گیا۔پس یہ شخص تمام لوگوں کے لئے قائد اور رہبر بن گیا ہو۔جب صدیق کا یہ معنی و مفہوم ہے تو حضرت ابو بکر صدیق سب لوگوں میں سے اس لقب وصف کے زیادہ حق دار ہیں۔ (التفسیر الکبیر ص ١٣٤ ج ١٠)

۲۔ابن رجب حنبلی کا قول

۲۔علامہ زین الدین حافظ ابن رجب حنبلی قدس سرہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

لم يبق على وجه الأرض أكمل من درجة الصديقية وأبو بكر رأس الصديقين فلهذا استحق خلافة الرسول و القيام مقامه-

رسول اللہ ﷺ کے بعد روئے زمین پر درجہ صدیقیت سے افضل و اکمل کوئی باقی نہ رہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ صدیقین کے سردار تھے اس۔لئے وہ نبی کریم ﷺ کی خلافت و نیابت کے مستحق اور قائم مقام ہوئے

ذکر کردہ عبارات سے واضح ہوا گرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیقین تھے اور سب صدیقین کے سردار و تاجدار اور " صدیق اکبر " حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

(لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، المجلس الثالث ص ١٠٤، دار ابن حزم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نزدیک صدیق کی تعریف:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ، مقام صدیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وهم المبالغون في الصدق، المتصفون بكمال متابعة الأنبياء ظاهرًا وباطنًا، المستغرقون في كمالات النبوة و تجليات الذاتية الصرفة الدائمية بلا حجاب بالوراثة و التبعية-

صدیق: جس کے اندر انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوات والتسلیم کی ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے مکمل پیروی کی صفت ہوتی ہے وہ نبوی کمالات اور خدائی تجلیات سے سرشار ہوتا ہے اور پورے طور پر نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے۔ (تفسير المظهري: ٢/ ٣٧٦، نساء)

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا قول

۳۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ القوی لکھتے ہیں۔

واكبر الصديقين بعد الأنبياء اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لا سيما الخواص منهم قال رضى الله عنه انا الصديق الأكبر لا يقولها بعدي الا كاذب يعني بعدي من حيث الرتبة دون الزمان وأكبرهم جميعا أبو بكر سماه رسول الله صلى الله عليه وسلم صديقا وعليه انعقد الإجماع-

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بڑے صدیقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ ہستی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جس نے فرمایا: میں صدیق اکبر ، میرے بعد یہ دعوی نہیں کرے گا مگر جھوٹا یعنی میرے مرتبہ کے بعد زمانے کے بعد اور ان صدیقین میں سب سے بڑے صدیق ابو بکر [صدیق اکبر] ہیں۔ اور ان کا نام "صدیق" رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا اور اس پر اجماع منعقد ہوا۔

(التفسير المظهری ج ٤ ص ٣٨ مكتبه رشيديه كوئٹه)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشاد "انا الصديق الاكبر "کی تشریح بہترین پیرائے میں کر دی ہے جس سے چند معترضین زمانہ کے شکوک و شبہات کا بھی ازالہ ہو جائے گا۔

۴۔شاہ عبدالغنی مجددی کاقول

۴۔علامہ شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ "انا الصدیق الاکبر" کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

لا يقولها أي جملة انا الصديق الأكبر بعد الا كذاب الظاهر والله اعلم أنه استثنى بقوله بعد أبا بكر الصديق رضي لا الى صديقيه الكبرى حصلت لهما لأنهما رضي آمنا برسول اله صلى الله عليه و سلم بمجرد نزول الوحي لكن الصديق كان عاقلاً بالغاء وعلي كان صبيان۔

یعنی میرے بعد یہ جملہ "انا الصدیق الاکبر" نہیں کہے مگر نرا جھوٹا شخص واللہ اعلم حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ارشاد سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد کا استثناء کیا نہ کہ "صدیقیت کبری" کیونکہ صدیقیت کبری کو دونوں حضرات کو حاصل تھی۔اس لئے کہ وہ اپنی مرضی سے محض نزول کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔لیکن اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عاقل بالغ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابھی بچے تھے۔

(انجاح الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ،باب اتباع السنہ ص ۱۲ قدیمی کتب خانہ،کراچی)

۵۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کاقول

۵۔علامہ سید محمود آلوسی قدس سرہ حضرت علامہ مولانا شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تعالی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

«أنه قرر يوما أن مراتب الكمل أربعة: نبوة وقطب مدارها نبينا صلّى الله عليه وسلّم، ثم صديقية وقطب مدارها أبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، ثم شهادة وقطب مدارها عمر الفاروق رضي الله تعالى عنه، ثم ولاية وقطب مدارها علي كرم الله تعالى وجهه، وأن الصلاح في الآية إشارة إلى الولاية فسأله بعض الحاضرين عن عثمان رضي الله تعالى عنه في أي مرتبة هو من مراتب الثلاثة بعد النبوة فقال: إنه رضي الله تعالى عنه قد نال حظا من رتبة الشهادة، وحظا من رتبة الولاية، وأن معنى كونه ذا النورين هو ذلك عند العارفين انتهى.

حضرت شیخ کے بعض تلامذہ سے منقول ہے کہ حضرت نے یوں تقریر فرمائی کہ کاملین کے چار مراتب ہیں۔پہلا مرتبہ نبوت ہے اور اس کے قطب مدار ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔دوسرا مرتبہ صدیقیت ہے اور اس کے قطب مدار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔تیسرا مرتبہ شہادت ہے اور اسے کے قطب

مدار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، چوتھا مرتبہ ولایت ہے اور اس کے قطب مدار حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔اور آیت کریمہ میں مذکورہ صلاح سے اسی مقام ولایت کی طرف اشارہ ہے۔حاضرین مجلس میں سے بعض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا کہ نبوت کے بعد والے تینوں مراتب مین سے ان کا مرتبہ کون سا ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: کہ انہوں نے مرتبہ شہادۃ سے بھی ایک حصہ حاصل کیا اور مرتبہ ولایت سے بھی ایک حصہ حاصل کیا ہے۔اور عارفین کے نزدیک ان کے ذالنورین ہونے کا یہی معنی ہے۔

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج ۲ ص ۱۶۱، بیروت)

۶۔ابن عربی کا قول

۶۔سید امکاشفین شیخ اکبر حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی متوفی ۶۳۸ھ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں :

"بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر فحصل به الصدیقین اذ حصل له ما لبس فی شرط الصدیقة ولا من لوازمها فلیس بین ابی بکر و بین رسول الله ﷺ رجل لانه صاحب الصدیقیة و صاحب سر"

(اس کی طرف اس راز سے اشارہ ہے) جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے ان کے قلوب میں راز بھی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم کی تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کوئی شخص نہیں وہ صدیقیت والے اور صاحب راز ہیں۔

(الفتوحات المکیہ ج ۱ ص ۲۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۸۱)

۷۔امام زرقانی کا قول

۷۔برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۶ھ شارح مواہب علامہ الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ قدس سرہ النورانی کا قول نقل کرتے ہوئے اپنے نظریہ کی بھی وضاحت فرماتے ہیں :

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

"حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں اور علی صدیق اصغر ہیں"

(الرائحۃ العنبریہ المعروف بہ تزک مرتضوی ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب لاہور)

۸۔ امام خفاجی کا قول

۸۔ شہاب الملۃ والدین شارح شفا علامہ شہاب الدین خفاجی قدس سرہ السامی متوفی ۱۰۶۹ھ حضرت سید نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقیت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اما تخصیص ابی بکر رضی اللہ عنہ الاکبر الذی سبق الناس کلھم لتصدیقہ ﷺ ولم یصدر منہ غیرہ قط و کذا علی کرم اللہ وجہ فانہ یسمی الصدیق الا صغر الذی لم یلتبس بکفر قط ولم یسجد لغیر اللہ مع صغرۃ"

لیکن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تخصیص اس لئے کہ وہ صدیق اکبر ہیں جو تمام لوگوں میں آگے ہیں کیونکہ انہوں نے جو حضور ﷺ کی تصدیق کی وہ کسی کو حاصل نہیں یونہی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا نام صدیق اصغر ہے جو ہرگز کفر سے متلبس نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا وہ باوجودیکہ نابالغ تھے

(نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۸۰)

۹۔ الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کا قول

۹۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت سیدی الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ بنور الجلی والخفی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

"قال العلماء ان ابا بکر صدیق الا کبر و اما علی فھو صدیق الا صغر فمنزلۃ الصدیق وارفع من الصدیقیۃ".

علماء فرماتے ہیں ابو بکر صدیق اکبر ہیں اور علی مرتضٰی صدیق اصغر صدیق کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند وبالا ہے۔

(محمد خاتم النبیین ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ قادریہ برطانیہ، فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۸۰)

مقام صدیقیت اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

مفکر اسلام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

"صدیقیت ایک مرتبہ تلو نبوت ہے کہ اس کے اور نبوت کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں، مگر اس مقام ادق و اخفی کہ نصیبہ حضرت صدیق اکبر اکرم واتقی رضی اللہ عنہ ہے تو اجناس وانواع واصناف فضائل وکمالات وبلندی درجات میں، خصائص وملزومات نبوت کے سوا صدیقین ہر عطیہ بہیہ کے لائق واہل ہیں اگرچہ باہم ان میں تفاوت وتفاضل کثیر ووافر۔۔۔ علماء فرماتے ہیں: ابو بکر صدیق، صدیق اکبر ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ

صدیق اصغر، صدیق اکبر کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند و بالا ہے۔۔۔ اگر حضور ﷺ اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر حاضر ہوں تو حضور ﷺ کے قیام صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے، وہ اس وقت کے صادق و حکیم ہیں، اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیر حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں ہے، یہ مقام قربت فردوں کے لیے ہے، اللہ کی نزدیک نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا، جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ ان کے وقلب میں وہ راز الٰہی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے۔ تو صدیق اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وہ تو صدیقیت والے بھی ہیں اور صاحب راز بھی رضی اللہ عنہ۔"

(جزاء اللہ عدوہ مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۳۸ مطبوعہ بریلی)

۱۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک مقام صدیقیت کبریٰ

۱۰۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تصریح کرتے ہیں۔

" مذہب وہ دینی اور قرآن کریم کے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں انبیاء کے بعد صدیقین کا درجہ ہے اور یہ تمام امت سے افضل شمار ہوتے ہیں۔ خود امامیہ کی کتابوں میں مروی اور ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے لیے یہ لقب استعمال فرمایا: انا الصدیق الاکبر میں صدیق اکبر ہوں بلکہ مستقبل میں آنے والوں کے مقابلہ میں اسے اپنے اندر ہی منحصر قرار دیا لا یقولھا بعدی الا کذاب یہ لقب میرے بعد وہی استعمال کرے گا جو کذاب ہوگا۔ یہ ہی سبب ہے کہ ائمہ نے اپنے لیے یہ لقب استعمال نہیں کیا اور کہیں استعمال ہوا بھی ہو تو وہ حقیقی معنی میں نہیں بلکہ بطور مجاز ہوگا۔ اور حضرت علی من بعدی فرمایا اس سے صاف طور پر معلوم ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ اس امت میں آپ سے پہلے بھی کوئی صدیق گذر چکا ہے جس کا یہ لقب مشہور تھا اور اس کی صفت صدیقیت برحق اور قابل تسلیم تھی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ انحصار صدیقیت پر نہیں، اکبریت پر ہے کہ کوئی صدیق تو ہو سکتا ہے مگر مجھ سے اکبر نہیں ہوگا، تو اس کے باوجود بھی لفظ بعدی، سے صدیقیت کبریٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے قرار پاتی ہے"۔

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۳۸۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ضمنیت کبریٰ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ضمنیت کبریٰ کا مقام حاصل تھا۔

ضمنیت کبریٰ کی وضاحت

۱۔ یحییٰ انجم بستوی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

نقشبندی بزرگان، نقشبندی بہ نسبت صدیقی کا ظہور ہے لہذا یہ طریقہ اقرب الطریق اور سہل الوصول ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت ابراہیمی تھی اور ضمنیت کبریٰ حاصل تھی کہ

" ما صب اللہ فی صدری شینا الا صببتہ فی صدر ابی بکر "

لہذا القائی سینہ بہ سینہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے شائع ہوا اور نسبت معیت کی روشن ہوئی۔

(فرزند حضرت غوث اعظم قطب الھند عبد الوہاب جیلانی ص ۲۵ شبیر برادرز)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

۲۔ عارف باللہ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ القوی متوفی ۱۲۲۵ھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت باطنی اور ضمنیت کبریٰ کی بحث کرتے ہوئے اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

آپ (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی ضمنیت سے مراد یہ ہے کہ ایک ولی دوسرے کے ضمن میں ہو پس جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے جس طرح ایک بڑی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے جس جگہ سیر کرتی ہے چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے اگر ایک ولی کی ضمنیت دوسرے ولی کو حاصل ہو تو اسے ضمنیت صغریٰ کہتے ہیں۔

جس ولی کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضمنیت حاصل ہو اسے ضمنیت کبریٰ کہتے ہیں چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی اس لئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "ماصب اللہ فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر" یعنی حقائق معارف سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میری پسند میں ڈالا ہے وہی میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں ڈال دیا ہے۔

(مکتوبات قاضی ثناء اللہ، تاریخ مشائخ نقشبند ص ۳۶ مطبوعہ لاہور)

﴿ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منصب قطبیت و غوثیت ﴾

ولایت کے مراتب میں سے سب سے افضل و اعلی اور اکمل مرتبہ غوثیت و قطبیت کا ہے۔ اور یہ مقام و مرتبہ امت میں سب سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا، اور اسی پر جمہور علماء و صلحاء امت کا اتفاق ہے۔ اور اس کے ماسواء اگر کسی شخصیت کے متعلق کسی عالم و صوفی کا کوئی قول نظر آئے تو وہ اجماع علماء اہل سنت و صلحاء امت کی آراء کے خلاف ہونے کی وجہ سے موول و متروک ہوگا۔

غوث و قطب کا اصطلاحی معنیٰ

پہلے غوث و قطب کا اصطلاحی معنی ذہن نشین کرلیں تاکہ مضمون کلام سمجھنے میں آسانی ہو۔

ا۔ علامہ سید شریف جرجانی کا قول

ا۔علامہ سید شریف جرجانی لکھتے ہیں۔

القطب:وقد يسمى غوثا باعتبار التجاء الملهوف إليه، وهو عبارة عن الواحد الذي هو موضوع نظر الله في كل زمان أعطاه الطلسم الأعظم من لدنه، وهو يسري في الكون وأعيانه الباطنة والظاهرة سريان الروح في الجسد، بيده قسطاس الفيض الأعم، وزنه يتبع علمه، وعلمه يتبع علم الحق، وعلم الحق يتبع الماهيات الغير المجعولة، فهو يفيض روح الحياة على الكون الأعلى والأسفل-

قطب کو اس اعتبار سے کہ پریشان اس کی پناہ لیتا اور اس سے فریاد کرتا ہے۔ غوث کہا جاتا ہے۔ اور وہ قطب غوث فرد واحد سے عبارت ہے جو ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ عنایت کا مرکز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف سے طلسم اعظم [روحانی طاقت] عطا فرمایا ہوتا ہے کہ وہ کائنات اور موجودات باطنہ مظاہرہ میں اس طرح سرائیت کرتا ہے کہ جسطرح روح بدن میں سرائیت ہوتی ہے۔ اور اسکے قبضے میں عام فیض کا ترازو ہوتا ہے۔ اس ترازو کا وزن قطب کے علم کے تابع ہوتا ہے۔ اور قطب کا علم، علم حق کے تابع ہوتا ہے۔ اور علم حق ماہیات غیر مجعولہ کے اور قطب روح حیات کو کونی اعلی و اسفل میں فیضان پہنچاتا ہے۔

(کتاب التعریفات ص ۱۲۵ مطبوعہ کتبہ اعزازیہ، پشاور)

۲۔ علامہ مناوی کا قول

۲۔ اور یہ ہی بات علامہ مناوی نے اپنی کتاب التوقیف علی مھمات التعاریف ج ا ص ۵۸۶ دار الفکر بیروت میں بھی

اس طرح نقل کی ہے۔

فصل الطاء:القطب: وقد يسمى غوثا باعتبار التجاء الملهوف إليه، عبارة عن الواحد الذي هو موضع نظر الله تعالى في كل زمان، أعطاه الطلسم الأعظم من لدنه، وهو يسري في الكون وأعيانه الباطنة والظاهرة سريان الروح في الجسد، بيده قسطاس الفيض الأعم، وزنه يتبع علمه، وعلمه يتبع علم الحق، وعلم الحق يتبع الماهيات غير المجعولة، فهو يفيض روح الحياة على الكون الأعلى والأسفل-

قطب کو اس اعتبار سے کہ پریشان اس کی پناہ لیتا اور اس سے فریاد کرتا ہے۔ غوث کہا جاتا ہے۔ اور وہ قطب غوث فرد واحد سے عبارت ہے جو ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ عنایت کا مرکز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی طرف سے طلسم اعظم [روحانی طاقت] عطا فرمایا ہوتا ہے کہ وہ کائنات اور موجودات باطنہ مظاہرہ میں اس طرح سرائیت کرتا ہے کہ جسطرح روح بدن میں سرائیت ہوتی ہے۔ اور اسکے قبضے میں عام فیض کا ترازو ہوتا ہے۔ اس ترازو کا وزن قطب کے علم کے تابع ہوتا ہے۔ اور قطب کا علم، علم حق کے تابع ہوتا ہے۔ اور علم حق ماہیات غیر مجعولہ کے اور قطب روح حیات کو کونی اعلیٰ واسفل میں فیضان پہنچاتا ہے۔

(التوقيف على مهمات التعاريف ج ۱ ص ۵۸۶ دار الفكر بيروت)

۳۔ علامہ جرجانی کا دوسرے مقام پر قول

۳۔ علامہ جرجانی قدس سرہ نے دوسری جگہ قطبیت کبریٰ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

القطبية الكبرى:هي مرتبة قطب الأقطاب، وهو باطن نبوة محمد عليه السلام، فلا يكون إلا لورثته؛ لاختصاصه عليه بالأكملية، فلا يكون خاتم الولاية، وقطب الأقطاب الأعلى باطن خاتم النبوة.

قطبیت کبریٰ: وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے۔ اور وہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا باطن ہے۔ اس لئے یہ مرتبہ صرف رسول اللہ ﷺ کے وارثوں کو حاصل ہے۔ کیونکہ اکملیت کی بناء پر یہ مرتبہ آپ ﷺ سے مختص ہے۔ لہٰذا خاتم ولایت اور قطب الاقطاب صرف خاتم النبوۃ ہی کے باطن پر ہوگا۔

(کتاب التعریفات ص ۱۲۵ مطبوعہ کتبہ اعزازیہ، پشاور)

۴۔ ملا علی قاری کا قول

۴۔ ملا علی قاری رحمہ الباری قطب و غوث کی وضاحت شیخ زکریا انصاری کے حوالہ سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الْقُطْبُ، وَيُقَالُ لَهُ الْغَوْثُ هُوَ الْوَاحِدُ الَّذِي هُوَ مَحَلُّ نَظَرِ اللهِ تَعَالَى مِنَ الْعَالَمِ فِي كُلِّ زَمَانٍ، أَيْ: نَظَرًا خَاصًّا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ إِفَاضَةُ الْفَيْضِ وَاسْتِفَاضَتُهُ، فَهُوَ الْوَاسِطَةُ فِي ذَلِكَ بَيْنَ اللهِ تَعَالَى وَبَيْنَ عِبَادِهِ، فَيُقَسِّمُ الْفَيْضَ الْمَعْنَوِيَّ عَلَى أَهْلِ بِلَادِهِ بِحَسَبِ تَقْدِيرِهِ وَمُرَادِهِ، ثُمَّ قَالَ: الْأَوْتَادُ أَرْبَعَةٌ: مَنَازِلُهُمْ عَلَى مَنَازِلِ الْأَرْكَانِ مِنَ الْعَالَمِ، شَرْقٌ وَغَرْبٌ وَشَمَالٌ وَجَنُوبٌ، مَقَامُ كُلٍّ مِنْهُمْ مَقَامُ تِلْكَ الْجِهَةِ.

قُلْتُ: فَهُمُ الْأَقْطَابُ فِي الْأَقْطَارِ، يَأْخُذُونَ الْفَيْضَ مِنْ قُطْبِ الْأَقْطَابِ الْمُسَمَّى بِالْغَوْثِ الْأَعْظَمِ، فَهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوُزَرَاءِ تَحْتَ حُكْمِ الْوَزِيرِ الْأَعْظَمِ، فَإِذَا مَاتَ الْقُطْبُ الْأَفْخَمُ، أُبْدِلَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ أَحَدٌ بَدَلَهُ غَالِبًا، ثُمَّ قَالَ: الْأَبْدَالُ قَوْمٌ صَالِحُونَ لَا تَخْلُو الدُّنْيَا مِنْهُمْ، إِذَا مَاتَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ آخَرَ، وَهُمْ سَبْعَةٌ۔

قطب کو غوث کہا جاتا ہے اور غوث لوگوں میں سے وہ فرد واحد ہے جو جہان والوں میں سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خاص نگاہ کا مرکز ہوتا ہے۔فیض کے افاضہ واستفاضہ کا اس پر دارومدار ہوتا ہے۔اوہ اس[افاضہ اور استفاضہ] اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔پس وہ دنیا والوں پر فیض معنوی، منشاء وتقدیر الٰہی کے مطابق تقسیم کرتا ہے۔[پھر شیخ زکریا انصاری نے فرمایا] کہ اوتاد چار ہیں۔اور ان کا مسکن جہان کے چاروں کونے ومشرق، مغرب، شمال، جنوب ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک اپنی طرف سپرد ہے۔ملا علی قاری قدس سرہ فرماتے ہیں۔یہ ہی چار قطب ہیں جو قطب الاقطاب یعنی غوث اعظم سے فیض لیتے ہیں۔اور ان چاروں اقطاب کا مرتبہ ایسا ہے، جیسے وزیر اعظم کے ماتحت وزراء کا مرتبہ ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن ج ۱۰ ص ۹۵ مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ)

۵۔علامہ ابن عابدین شامی کا قول

۵۔محقق علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ النورانی قطب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فالاقطاب جمع قطب وزان قفل وھو اصطلاحھم الخلیفۃ الباطن وھو سید اھل زمانہ سمی قطبا لجمعہ لجمیع المقامات والاحوال و دورانھا علی ماخوذ من قطب الرحی الحدیدہ التی تدور علیھا.

اقطاب، قطب کی جمع ہے اور قفل کا ہم وزن ہے۔اور وہ صوفیاء کرام کے اصطلاح میں خلیفہ باطن کو کہا جاتا ہے اور وہ اپنے زمانے والوں کا سردار ہوتا ہے۔اور اس قطب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ولایت کے تمام

مقامات واحوال کا جامع ہوتا ہے۔ اور تمام مقامات احوال اس پر دائر ہوتے ہیں۔ اور یہ لفظ قطب الرحی سے ماخوذ ہے۔ یعنی قطب الرحی چکی کی لوہے والی اس کیل کو کہتے ہیں جس پر چکی گھومتی ہے۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ٢٦٤، مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

امام ابن عابدین شامی ایک مقام پر ولی کی تعریف لکھتے ہیں کہ

وفي أصول الدين: هو العارف بالله تعالى بأسمائه وصفاته حسبما يمكن، المواظب على الطاعات، المجتنب عن المعاصي، الغير المنهمك في الشهوات واللذات . . . إلخ

وہ شخص جو اللہ کی ذات وصفات سے واقف ہو، جس کو نیکیوں پر پابندی ومداومت کرنے، گناہوں سے اجتناب کرنے اور نفسانی خواہشات سے دور رہنے کا ملکہ حاصل ہو، اسی کو ولی کہا جاتا ہے اور یہی کامل درجہ کا مومن اور اعلیٰ درجہ کا متقی ہے۔

(شامي، باب الولي: ۳/ ۵۴)

اور یہ بات تو معلوم ہے کہ قطب وابدال بھی ولی کی اقسام میں سے ہیں۔

۶۔ علامہ زرقانی کا قول

۶۔ اس طرح کا قول علامہ زرقانی نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

الأقطاب جمع قطب وهو الخليفة الباطن وسيد أهل زمانه سمي قطبًا لجمعه جميع المقامات والأحوال ودورانها عليه مأخوذ من القطب، وهو الحديدة التي تدور عليها الرحى-

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج ۷ ص ۴۷۹)

قطب کی دو اقسام

علامہ ابن عابدین نے اس کی ذرا اور تفصیل دی ہے کہ قطب دو قسم کے ہوتے ہیں:

اِمَّا قُطْبُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ فِی عَالَمِی الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ وَلَا یَسْتَخْلِفُ بَدَلًا مِنَ الْاَبْدَالِ وَلَا یَقُوْمُ مَقَامَهُ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ وَهُوَ قُطْبُ الْاَقْطَابِ الْمُتَعَاقِبَةِ فِی عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَلَا یَسْبِقُهُ قُطْبٌ وَّلَا یَخْلُفُهُ آخَرُهٗ وَهُوَ الرُّوْحُ الْمُصْطَفَوِیُّ ﷺ اَلْمُخَاطَبُ بِقَوْلِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَخْلَاقَ اِنْتَهَا یعنی لَا یَخْلُفُهٗ غَیْرُهٗ فِی هٰذَا الْمَقَامِ الْکَامِلِ وَاِنْ خَلَفَهٗ فِیْمَا دُوْنَهٗ کَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ وَلَا یُنَافِی مَاسَیَعْتِی.

پہلی قسم وہ قطب ہے جس کی نسبت اس تمام مخلوق سے ہے جو عالم غیب اور عالم ظاہر میں ہے۔ نہ اس کا کوئی بدل ہوگا نہ مخلوق میں سے اس کا کوئی قائم مقام ہوگا۔ یہ قطب الاقطاب ہے جو عالم ظاہر میں سب سے آخر آنے والا ہے، نہ اس سے پہلے کوئی ایسا قطب ہوا نہ اس کے بعد کوئی ایسا ہوگا، وہ بزرگ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مخاطب ہیں کہ اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا یعنی کسی اور کو اللہ تعالیٰ اس کامل مقام کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے خلیفہ ہوئے ہیں اس سے کم مرتبہ پر جیسا کہ خلفائے راشدین۔ آگے آنے والی تفصیلات اس کے منافی نہیں ہیں۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ٢٦٤ ،مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

علامہ آلوسی کا قول

صاحب روح المعانی نے ایک اور نکتہ بیان فرمایا جیسا کہ "روح المعانی" جلد پنجم، صفحہ 76 ، سورۃ النساء، آیت 69 پر ہے:

وَنَقَلَ بَعْضُ تَلَامِذَةِ مَوْلَانَا الشَّيْخِ خَالِدُ النَّقْشَبَنْدِيُّ قَدَّسَ سِرَّهُ أَنَّهُ قَرَّرَ يَوْمًا أَنَّ مَرَاتِبَ الْكُمَّلِ أَرْبَعَةٌ: نُبُوَّةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا نَبِيُّنَا صلى الله عليه وسلم

ثُمَّ صِدِّيْقِيَّةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ

ثُمَّ شَهَادَةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ

ثُمَّ وِلَايَةٌ وَقُطْبُ مَدَارِهَا عَلِيٌّ

وَأَنَّ الصَّلَاحَ فِي الْآيَةِ إِشَارَةٌ إِلَى الْوِلَايَةِ، فَسَأَلَهُ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ عَنْ عُثْمَانَ فِي أَيِّ مَرْتَبَةٍ هُوَ مِنْ مَّرَاتِبِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نَالَ حَظًّا مِّنْ رُتْبَةِ الشَّهَادَةِ وَحَظًّا مِّنْ رُتْبَةِ الْوِلَايَةِ وَأَنَّ مَعْنٰى كَوْنِهِ ذَا النُّوْرَيْنِ هُوَ ذَالِكَ عِنْدَ الْعَارِفِيْنَ.

حضرت خالد نقشبندیؒ کے ایک شاگرد نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز تقریر فرمائی کہ کاملوں کے چار مراتب ہیں،

۱) پہلا نبوت اور اس کے قطب مدار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں،

۲) پھر صدیقیت، اس کے قطب مدار ابوبکر صدیق ہیں۔

۳) پھر شہادت ہے اور اس کے قطب مدار فاروق اعظم ہیں۔

۴) پھر ولایت ہے اور اس کے قطب مدار علی ہیں۔

اور (آیت میں) صلاح کے لفظ سے اشارہ ولایت کی طرف ہے۔ پس ان سے حاضرین میں سے کسی نے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا کہ وہ نبوت کے بعد تین مراتب میں سے کس مرتبہ پر فائز تھے تو انہوں نے جواب میں فرمایا: بیشک حضرت عثمان نے ولایت اور شہادت دونوں سے حصہ لیا ہے اور صوفیاکرام کے نزدیک ذوالنورین کے معنی یہی ہیں یعنی نورِ ولایت اور نورِ شہادت سے انہیں حصہ ملا۔

○ علامہ آلوسی "روح المعانی" جلد پنجم، صفحہ 76 پر مزید نقل کرتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُالْقَادِرُ بَغْدَادِی قَدَّسَ سِرَّهٗ يَامَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ اُوْتِيْتُمُ اللَّقَبُ وَاُوْتِيْنَا مَالَمْ تُؤتُوْا عَلٰی حَدِّ قَوْلِ الْخِضَرِ لِمُوْسٰی وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْهُ يَامُوْسٰی اَنَا عَلٰی عِلْمٍ عَلَّمَنِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ.

شیخ عبدالقادر بغدادیؒ نے فرمایا، اے انبیائے کرام کی جماعت! آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے مقدس لقب سے ملقب فرمایا مگر ہمیں وہ چیز عطا فرمائی جو آپ کو نہیں عطا فرمائی۔ اس قول سے مراد حضرت خضر کا قول ہے حالانکہ حضرت موسیٰ حضرت خضر سے افضل اور بڑی شان وشوکت والے تھے مگر خضر نے فرمایا، میں اپنے علم پر ہوں جو اللہ نے مجھے تعلیم کیا اور آپ اس علم کو نہیں جانتے۔

اس عبارت میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے قول کا اشارہ حضرت خضر کے اس قول کی طرف ہے۔

○ علامہ ابن عابدینؒ نے دوسرے قطب کی تفصیل یوں دی ہے۔

وَهُوَ اِمَّا قُطْبُ بِالْنِسْبَةِ اِلٰی مَا فِی عَالَمِ الشَّهَادَةِ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ يَسْتَخْلِفُ بَدَلًا عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِهٖ مِنْ اَقْرَبِ الْاَبْدَالِ مِنْهُ فَحِيْنَئِذٍ يَقُوْمُ مَقَامَهٗ بَدْلٌ هُوَ اَكْمَلُ الْاَبْدَالِ.

قطب کی دوسری قسم وہ ہے جو عالم شہادت کی مخلوق سے متعلق ہے۔ جب اس کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو ابدال میں سے اکمل کو اس کا خلیفہ بنایا جاتا ہے۔

ان دو قسموں کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی دوسرا مقام و منصب نہیں ہے۔ صدیق کے اوپر نبی کا مرتبہ ہے مگر شیخ اکبرؒ نے بیان کیا ہے، کشف صحیح سے واضح ہوا ہے کہ ان دونوں مراتب کے درمیان بھی ایک اور مرتبہ ہے جسے قربِ عبودیت کہتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ماسبقکم ابو بکر بالصوم ولا بالصلوٰۃ ولکن شیٔ وقر فی قلب ابی بکر

ابوبکر صدیق روزہ اور نماز کی وجہ سے تم سے سبقت نہیں لے گئے بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے قلب

میں گاڑدی گئی ہے۔
اس سے مراد قرب عبودیت ہے۔ صدیق اکبر کو قرب عبودیت اور صدیقیت دونوں مناصب حاصل تھے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئے اور کوئی مسلمان اس فضیلت کا انکار نہیں کر سکتا۔

○ علامہ آلوسیؒ نے فر...

وَلَا يُنْكِرُ ذَلِكَ اِلَّا زِنْدِيْقٌ اَوْ رَافِضِيٌّ يُنْكِرُ صُحْبَةَ الصِّدِّيْقِ

(روح المعانی، جلد22، صفحہ 20، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 33)

اس قرب کا انکار صرف زندیق ہی کرے گا یا وہ رافضی جو صحبت صدیق کا منکر ہے۔

نتیجہ

ذکر کردہ عبارات کا ماحصل یہ ہوا کہ قطبیت و غوثیت میں کچھ فرق نہیں ہے۔[اگرچہ بعض نے فرق بھی بیان کیا ہے۔]اور غوث و قطب ہر ایک، اللہ تعالیٰ کی نگاہ عنایت کا خاص مرکزہ ہوتے ہیں اور بقیہ سبھی مراتب ولایت سے فائق، افضل، اعلیٰ و اکمل اور اپنے زمانے کے تمام اولیاء کرام سے اعلیٰ، اونچے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ علماء ذوی الاحترام، صوفیاء کرام اور حضرات ائمہ متکلّمین و سادات کرام علیہم نے اس مسئلہ پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے سب سے پہلے قطب و غوث، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں اور سلف و خلف کا اسی پر اجماع ہوا۔ اور اس کے خلاف ہر قول اجماع و سواد اعظم کے اتفاق کے معارض ہونے کی وجہ سے متروک اور واجب التاویل قرار پایا۔

﴿سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقامِ غوثیت و قطبیت﴾

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قطبیت اور غوثیت کے حوالے سے بزرگان دین کے چند ارشادات عالیہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

۱۔ شیخ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ عارف باللہ امام عبد الوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے شیخ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

و قد اقام ﷺ فی قطبیة الکبری مدة رسالة وھی ثلث وعشرون سنة علی الاصح و اتفقوا علی انه لیس بعده احد افضل من ابی بکر الصدیق صو قد اقام فی خلافة عن رسول الله

ﷺ سنتين ونحو اربعة اشهرو هو اول اقطاب هذه الامة و كذلك مدة خلافة عمر و عثمان و علی.

اور رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت کے بعد قطبیت کبری کے منصب پر متمکّن رہے جو کہ صحیح ترین روایت کے مطابق ۲۳ سال کی مدت ہے۔ اور امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سے افضل کوئی نہیں۔ اور آپ ﷺ کے طرف سے ملنے والی خلافت میں دو سال اور تقریبا چار ماہ نائب رہے اور آپ اس امت کے اقطاب میں سے سب سے پہلے قطب [غوث] ہوئے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی اپنی اپنی مدت خلافت میں مرتبہ قطبیت سے مشرف رہے۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۷۵، مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

۲۔ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی کا ارشاد

۲۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی کے حوالے سے دوسرے مقام پر مرتبہ قطبیت پر متمکّن ہونے کی مدت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ومنهم كما يئويد ذلك مدة خلافة ابی بكر و عمر و عثمان وعلی فانهم كانوا قطابا بلا شك.

اور ان میں بعض وہ ہیں جیسا کہ اس بات کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم بھی اپنی مدت خلافت میں بغیر کسی شک کے یقینا اقطاب [غوث] تھے۔

(الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۳۴۰ دار لکتب العلمیہ، بیروت)

ذکر کردہ عبارت سے واضح ہوا کہ امت میں یہ مسلمہ واجماعی نظریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے پہلے مرتبہ قطبیت وغوثیت سے مشرف ہونے والی شخصیت خلیفہ بلا فصل فی الخلافۃ الظاھرہ والباطنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے مابعد بالترتیب بقیہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالی اجمعین غوثیت وقطبیت کبری کا تعلق ہے چونکہ ولایت وروحانیت کے ساتھ ہے لہذا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا روحانیت وولایت کے اندر امت میں سب سے افضل واونچا مقام ہوا۔ اور صلحاء واولیاء امت کا بھی اس پر اتفاق واجماع ہے۔

۳۔ شیخ امام محمد عبدالرؤف مناوی قدس سرہ کا ارشاد

۳۔ شیخ امام محمد عبدالرؤف مناوی قدس سرہ مقام قطبیت کی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وهو الغوث، وهو سيد أهل زمنه وإمامهم، وقد يجوز الخلافة الظاهرة كما حاز الباطنة،
كالشيخين والمرتضى والحسن وابن عبد العزيز رضي الله عنهم۔
قطب وہ غوث ہی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانے کے اولیاء کا سردار اور امام ہوتا ہے، اور کبھی وہ خلافت ظاہری بھی حاصل کرلیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے خلافت باطنی حاصل کی ہوتی ہے۔ جیسے حضرت شیخین کریمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو خلافت باطنی کے ساتھ خلافت ظاہری بھی حاصل ہوئی۔
(التوقیف علی مهمات التعاریف ج ۱ ص ۵۸۶ دار الفکر بیروت)

۴۔ شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۴۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔
من الاقطاب میں يكون ظاهر الحكم ويحوز الخلافة الباطنة من جهة المقام كابى بكر و عمر و عثمان و على او ابن عبد العزيز.
اور اقطاب میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں ظاہری حکومت بھی حاصل ہوئی ہے اور مقام ولایت کے لحاظ سے انہیں خلافت باطنی بھی حاصل ہوئی جیسے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ہیں۔
(الکواکب الدریة فی تراجم السادة الصوفية ج ۱ ص ۵۱۱، الطبقه الثالثه، دار لکتب العلمیه)
ان عبارات سے معلوم ہوا قطبیت و غوثیت کا تعلق ولایت باطنی و خلافتی و نیابت باطنی کے ساتھ ہے۔ اور جس طرح قاسم ولایت شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت ظاہری حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ولایت باطنی، قطبیت و غوثیت کبری جیسا منصب عالی حاصل، ایسے ہی حضرت سید المتقین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ ولایت باطنی، قطبیت و غوثیت کبری جیسا منصب جلیل حاصل تھا۔

۵۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی قدس سرہ القوی کا ارشاد

۵۔ نقشبندیوں کے امام حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی قدس سرہ القوی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ
"صحابہ کرام رضی اللہ تعالی اجمعین چاروں ہی ترتیب وار اقطاب مطلق تھے۔"
(مکتوبات خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی ص ۷۵ نذیر سنز، لاہور)

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اور حضرت رسول ﷺ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قطب ہوئے، قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے وقت میں واحد اور یگانہ ہوتا ہے، جس کو غوث کہتے ہیں۔ وہ اپنے زمانے کا سردار اور وقت کا امام ہوتا ہے۔ ان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جو شہر علم کے دروازہ ہیں یکے بعد دیگرے قطب ہوئے اور انہی پر خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ ان کے بعد حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما بھی دونوں قطبیت کے مقام میں کامل واکمل ہوئے ہیں۔

(مکتوبات خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی ص ۱۱۲ نذیر سنز، لاہور)

۶۔ علامہ شہاب الدین خفاجی قدس سرہ کا ارشاد

۶۔ علامہ شہاب الدین خفاجی قدس سرہ تفضیلیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان هذا متفق عليه بين اهل الشرع و الحكماء كام قال صاحب حكمة الاشراق فى كتابة لا بد الله من خليفة فى ارضه وانه قد يكون متصرفاً ظاهراً كا السلاطين و باطناً كالاقطاب و قديجمع بين الخلافتين كالخلفاء الرشدين كابى بكر و عمر بن عبدالعزيز قدانكره بعض الجهلة فى زماننا.

یہ بات اہل شرع وحکماء کے نزدیک متفق علیہ ہے جیسے کہ صاحب حکمۃ الاشراق نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کی زمین میں خلیفہ پایا جانا ضروری ہے۔ اور وہ کبھی صرف ظاہر میں متصرف ہوتا ہے۔ جیسے سلاطین بادشاہ یا صرف باطن میں جیسے کہ اقطاب [غوث] اور کبھی دونوں خلافتوں کا جامع ہوتا ہے۔ جیسے خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ لیکن ہمارے زمانے کے بعض جاہلوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

(نسيم الرياض في شرح شفا القاضي عياض ج ۲ ص ۲۱۵)

۷۔ امام محمد عبدالباقی زرقانی قدس سرہ کا ارشاد

۷۔ امام محمد عبدالباقی زرقانی قدس سرہ قطب کی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وأول من تقطب بعد النبي صلى الله عليه وسلم الخلفاء الأربعة على ترتيبهم في الخلافة، ثم الحسن هذا ما عليه الجمهور۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم خلافت کی ترتیب پر مرتبہ قطبیت سے مشرف ہوئے پھر ان کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور اسی پر جمہور اولیاء کا اتفاق ہے۔
(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج ۷ ص ۴۷۹)

۸۔ حضرت امام ابوطالب مکی قدس سرہ کا ارشاد

امام الصوفیاء حضرت امام ابوطالب مکی قدس سرہ القوی صدیق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۸۔ "صدیق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف درجہ نبوت کا فرق ہے اور آج کا قطب وہ ہے جو جماعت ثلاثہ اوتاد سبعہ اور چالیس اور ستر سے لے کر تین سو تک ابدال کا امام ہے یہ سب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے میزان میں ہیں۔"
(قوت القلوب ج ۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

۹۔ حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ کا ارشاد

۹۔ خواجہ نقشبند حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ القوی متوفی ۸۲۲ کا ایک ارشاد پیش کیا جارہا ہے جو فائدہ سے خالی نہ ہوگا آپ فرماتے ہیں۔

اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان خلفاء رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو آپ سے پہلے تھے نسبت باطنی میں تربیت حاصل کی تھی شیخ الطریقہ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی کتاب قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ قیامت تک ہر زمانہ میں ایک قطب زماں موجود رہے گا اور یہ قطب زماں اپنے مرتبہ اور مقام میں نائب مناب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوگا وہ تینوں اوتاد جو قطب کے ماتحت ہوتے ہیں ہر زمانے ان تین خلفاء کے نائب مناب ہوں گے۔
(رسائل نقشبندیہ رسالہ قدسیہ ص ۲۹ مکتبہ نبویہ لاہور)

۱۰۔ شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی قدس سرہ کا ارشاد

۱۰۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد عارف کامل شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی قدس سرہ القوی متوفی ۱۱۳۱ھ کے قلم سے امام ابوطالب مکی کے کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں :

حضرت شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ القوی نے قوت القلوب میں فرمایا کہ قیامت تک ہر زمانہ میں قطب زمانہ کے مقام و مرتبہ پر فائز المرام امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نائب مناب ہوں گے اور تین دوسرے اوتاد جو قطب زماں سے نیچے ہیں وہ دوسرے تین خلفاء راشدین امیر المؤمنین حضرت سیدنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وہ نائب مناب ہیں اور علاوہ ازیں چھ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے نائب مناب ہیں۔

(رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی ص ۲۶ مطبوعہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

۱۱۔ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کا ارشاد

۱۱۔ بحر الحقائق امام المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی متوفی ۶۳۸ھ فرماتے ہیں:

غوث ہر دور میں ایک ہوتا ہے وہ اپنے وقت کے تمام اولیاء کا سردار ہے اور چاروں خلیفہ اپنے اپنے وقت کے غوث تھے۔

(الرائحۃ العنبریہ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتاب لاہور)

۱۲۔ امام المحدثین علامہ عبدالباقی زرقانی قدس سرہ کا ارشاد

۱۲۔ امام المحدثین علامہ عبدالباقی زرقانی قدس سرہ النورانی متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں:

"قطب تمام مقامات ولایت کا جامع و مدار اور اپنے زمانہ میں سب اولیاء کا سردار ہوتا ہے اور جمہور اولیاء کے نزدیک پہلے قطب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صدیق ہیں پھر فاروق پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم"۔

(الرائحۃ العنبریہ ص ۲۴ مطبوعہ لاہور)

۱۳۔ علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ کا ارشاد

۱۳۔ سید الفقہاء حضرت علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ النورانی متوفی ۱۲۵۲ھ قطب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فا لا قطاب جمع قطب وزن قفل و ھو فی اصطلا حھم الخلیفۃ البا طن و ھو سید اھل ھذہ"

اقطاب قطب کی جمع ہے قطب قفل کے وزن پر ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں وہ خلیفہ باطن ہے اور وہ زمانے والوں کا سردار ہے۔

(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ محمودیہ کوئٹہ)

❁ آگے لکھتے ہیں:

"و اتفقو ا علی انہ لیس بعد ہ احد افضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و قد اقام فی خلا فتہ عن رسو ل اللہ ﷺ سنتین و نحو ار بعۃ اشھر و ھو اول اقطاب لھذہ الامۃ الخ"

مسلمان نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ سرکار ﷺ کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی افضل نہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے دو سال چار ماہ خلیفہ رہے اور وہ اس امت کے پہلے قطب ہیں۔
(رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲٦٤ مطبوعہ مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

۱۴۔فاتح قادیانیت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کا ارشاد

۱۴۔فاتح قادیانیت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حضرت عثمان نے باوجود کمال اتباع صوری و معنوی۔۔۔۔
(سیف چشتیائی ص ۱۸۰)

۱۵۔امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کا ارشاد

۱۵۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کا فرمودہ مبارک شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان اور علامہ ظفر الدین بہاری رحمہما اللہ کے قلم ملاحظہ ہو:

○ اعلیٰ حضرت سرکار غوث کے متعلق بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے مولیٰ علی کو اور امامین محرمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے الخ"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۰٦ مطبوعہ احمد رضا کتب خانہ کراچی حیات اعلیٰ حضرت ج ۳ ص ۱۱۲ مطبوعہ کشمیر انٹر نیشنل پبلشرز لاہور)

ذکر کردہ عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ امت میں سب سے پہلے منصب قطبیت و غوثیت پر فائز ہونے والی شخصیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے اس پر تمام بزرگوں کا اتفاق ہے لہذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت کے انکار کرنے والا سنی نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بلا فصل خلیفہ ہیں لہذا موجودہ دور میں بعض لوگوں نے خلافت کو باطن اور سیاست کی طرف تقسیم کر کے اہل سنت کے قطعی و اجماعی عقیدہ میں رخنہ اندازی کی ہے۔

آخر میں امام اہل سنت مجدد دین ملت الشاہ احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی صرف ایک عبارت پر اکتفاء کیا جا رہا ہے جس میں

اعلیٰ حضرت سرکار نے خلافت کی ایسی تقسیم کرنے والوں کو رافضی اور ان کے قول مردود کو خبیث قرار دیا ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں :

"وفیھا رد علی مفضلة الزمان المد عین السنة با الزور والبھتان حیث اولو ا مسئلة ترتیب الفضیلة بان المعنی الا ولو یة للخلا فة الدنیو یه و ھی عن کان اعرف بسا سة المدن و تجھیر العساکر وغیر ذالك من الامور المحتاج الیھا فی السلطنة وھذا قول با طل خبیث مخالف لاجماع الصحابة و التا بعین رضی الله عنه بل الافضلیة فی کثرة الثواب و قرب رب الار با ب و الکرا مة عند الله تعالیٰ".

اس میں زمانے کے تفضیلیوں کا رد ہے جو جھوٹ اور بہتان کے بل پر سنی ہونے کے مدعی ہیں اس لئے کہ انہوں نے فضیلت میں ترتیب کے مسئلے کو (ظاہر سے) اس طرف پھیرا کہ خلافت میں اولیت (خلافت میں زیادہ حقدار ہونے) کا معنی دنیوی خلافت کا زیادہ جاننے والا ہو اور یہ باطل خبیث قول ہے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ افضلیت ثواب کی کثرت میں اور رب الارباب اللہ تعالیٰ کی نزدیکی میں اور (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک بزرگی میں ہے۔

(المستند المعتمد ص ۲۴۰ دار العرفان لاهور، المستند ص ۲۸۶، مطبوعه مکتبه بر کات المدینه)

اہل بیت میں ولایت و قطبیت پر کلام علماء و عرفاء پر ایک نفیس بحث

موصوف قاری ظہور فیضی صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۰ پر جناب غلام رسول قاسمی صاحب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خلافت باطنی اور ولایت باطنی کو قطبیت باطنیہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور علماء و صوفیاء کرام نے لکھا ہے کہ اس نعمت کے امین سیدنا علی المرتضی اور ان کی اولاد مقدسہ ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ اس لیے سیدنا امام حسن مجتبی نے فقط چھ ماہ خلافت سنبھالی کیونکہ اس کے بعد کاٹنے والی ملوکیت کا دور شروع ہونے والا تھا، فقط لیکن افسوس کہ بعض نام نہاد سنیوں نے اس بات کو رافضیت اور یہودیت سے تعبیر کیا ہے، چناچہ وہ لکھتے ہیں۔

سادات ولایت میں افضلیت اور یکتائی کو اولاد امجاد میں قطبیت کے اجراء کا سبب قرار دینا بھی عجیب رافضیانہ بلکہ یہودیانہ حرکت ہے، ہم نے اسے رافضیانہ حرکت کیوں کہا اور یہودیانہ حرکت کیوں کہا؟ خرد و مطالعہ باید۔ بحوالہ ضرب حیدری مصنف سائیں قاسمی ص ۱۸۷، دوسرا نسخہ ص ۱۸۲

جواب

گذارش ہے کہ جناب سائیں قاسمی صاحب نے جو لکھا وہ اس کا جواب خود بہتر طور پر دے سکتے ہیں۔ جہاں تک ان کی اپنی تحریر کا تعلق ہے بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہودیانہ حرکت کہنے کا مقصد بات کو ادھورا نقل کرنا یا دیگر حقائق کو چھپنا ہو سکتا ہے۔ اور بظاہرا معلوم یہ ہوتا ہے کہ ضرب حیدری ص ۱۸۵ پر بحوالہ سبع سنابل ص ۷۷ سے ہی رافضیوں کا استدلال پیری مریدی کے تمام سلسلہ کو حضرت علی سے ملنے کی وجہ سے رافضیانہ حرکت کہا ہو، کیونکہ میر عبدالواحد بلگرامی نے ایسا لکھا۔ جس سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر میر عبدالواحد بلگرامی کے قول کے پیش نظر ایسے موقف کو ناصبیت کہنا بھی علمی روش ہرگز نہیں۔

علامہ غلام رسول قاسمی صاحب کا موقف

اس کے علاوہ سائیں قاسمی نے غوثیت یا قطبیت کا اولاد علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں ہونے کا انکار نہیں کیا کیونکہ اپنی کتاب ص ۱۸۵ دوسرا نسخہ ۱۷۹-۱۸۰ پر لکھتے ہیں۔

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان افراد [ولایت کبری اور غوثیت عظمی کے حامل] کا مولا علی کی اولاد میں سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم خود اپنے دور میں قطب الاقطاب تھے۔۔۔۔۔خامسا: اگر آپ کی مراد ان بارہ خلفاء علیہم الرضوان کے علاوہ اولیاء امت ہیں تو انکے مولا علی کی اولاد میں محصور ہونے پر آپ کے پاس کون سی نص موجود ہے۔"

سائیں قاسمی صاحب کی اس مذکورہ اقتباس سے یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ولایت کبری یا غوثیت عظمی کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد مطاہرہ میں ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس وصف غوثیت و ولایت کو اولاد علی میں محصور ہونے یعنی کہ مقام ولایت یا غوثیت کسی غیر اولاد علی میں نہ ہونے کی نکتہ پر اعتراض کیا ہے۔ ان کا اعتراض اس نکتہ پر ہے کہ غوثیت اور ولایت کبری دیگر لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے اس کو صرف اہل بیت یا اولاد علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ مخصوص پر بحث ہے۔

کیا غوث قطب کے لیے اہل بیت ہونا شرط ہے؟

اب اس نکتہ پر قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۴۹ تا ص ۶۵ پر اہل بیت میں قطبیت کا نظریہ پر بحث کرتے ہوئے متعدد علماء سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

سمہودی اور ابو بکر الحضرمی کے کلام پر ناقدانہ جائزہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۱،۵۰ پر لکھتے ہیں۔
---بلکہ بعض علماء حق اس طرف گئے ہیں کہ سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ اس لیے آگے نہ چلا کہ آگے ملوکیت کا دور شروع ہو گیا تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم اہل بیت کے لیے اللہ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا ہے، پس اہل بیت کو اس کے بدلے میں تصرف باطنی عطا فرمایا گیا، سو ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہل بیت نبوت سے ہی ہوتا ہے۔
(بحوالہ سمہودی اور ابو بکر الحضرمی کا قول بحوالہ جواہر العقدین ص ۲۰۵-۲۰۶، رشفۃ الصاوی ص ۱۲۸)

جواب

اس حوالہ کو موصوف قاری فیضی نے نقل تو کیا مگر اس کی مکمل عبارت کو رشفۃ الصاوی سے نقل کرنے کی ہمت نہ کی۔

شیخ ابو العباس المرسی کا موقف، قطب غیر اہل بیت سے بھی ہوتا ہے

علامہ سمہودی نے مزید لکھا۔

ثم حکی بعد ذالك قول التاج بن عطاء الله ان شیخه ابا العباس المرسی: کان من مذهبه انه لا یلزم کون القطب شریفا حسینیا بل قد یکون من غیر هذا القبیل. انتهی کلام التاج.
یعنی اس کے بعد علامہ تاج بن عطاء اللہ کا قول کہ شیخ ابو العباس المرسی کا یہ مذہب ہے کیہ کہ قطب کا اہل بیت اطہار سے ہونا شرف نہیں بلکہ یہ غیر سادات میں سے بھی ہو سکتا ہے۔

[جواهر العقدین ص ۲۰۶]

شیخ علی خواص کا موقف، قطب کا اہل بیت سے ہونا شرط نہیں

امام شعرانی کے نقل کرتے ہیں۔

فهل یختص القطب بکونه لا یکون الا من اهل بیت کما سمعته من بعضهم فقال لا یشترط ذلك ولعل من اشتراط ذلك کان شریفا فتعصب لنسبة والله اعلم.
"میں نے اپنے شیخ حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کیا قطب غوث کا اہل بیت میں سے ہونا شرط ہے؟ جیسا کہ بعض صوفیاء کرام نے فرمایا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا قطب کا اہل بیت سے ہونا

شرط نہیں کیونکہ یہ ایک وہبی اور عطائی مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا فرما دیتے ہے اس لیے قطب سادات اور غیر سادات سب میں سے ہو سکتا ہے" اور جس نے یہ شرط لگائی ہے وہ سید تھا تو اس نے تعصب کیا۔

(درر الخواص علی فتوی سیدی علی الخواص علی حاشیہ الابریز ص ۹۰، درر الخواص علی فتوی سید الخواص ص ۶۰ طبع دار الکتب العلمیہ)

شیخ علی الخواص نے وضاحت کی ہے کہ قطبیت عظمیٰ اہل بیت کے ساتھ مختص نہیں بلکہ غیر اہل بیت میں بھی قطبیت عظمیٰ ہو سکتی ہے اور یاد رہے کہ حضرت شیخ شعرانی اس عبارت سے قبل غوثیت عظمیٰ پر ہی اپنے شیخ علی الخواص سے استفسار کر رہے تھے، اس لیے قطب بالاصالۃ اور قطب بالانیابۃ کی تقسیم کو اس پر محمول نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ کچھ علماء نے لکھا ہے۔ اس نکتہ پر ان اکابرین کی رائے پیش کرنا مقصد ہے تاکہ دونوں موقف عوام کے سامنے واضح ہوں۔

امام شامی کا موقف

علامہ شامی، امام شعرانی کے حوالہ سے یہ ہی موقف بالا پیش کرتے ہیں۔ (رسائل ابن عابدین ۲/ ۲۷۵)

ابن حجر مکی کے کلام کا جائزہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۳، ۵۲ پر لکھتے ہیں۔

"چنانچہ وہ آیت تطہیر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ آیت اہل بیت نبوت کے فضائل کا منبع ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ہی تطہیرہ کا فائدہ اور اس کی غرض ہے۔ جبکہ اللہ کے کرم سے اس کی بارگاہ میں رجوع اور اعمال حسنہ پر استقامت انہیں الہام کر دی گئی ہے۔ اس لیے جب ان سے خلافت ظاہری چلی گئی جو کہ بادشاہت ہو چکی تھی۔ اور امام حسن مجتبیٰ کے پاس نہ رہی تو اہل بیت کرام علیہم السلام کو اس کے عوض خلافت باطنیہ عطا فرمائی گئی۔ حتیٰ کہ علماء کرام کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر زمانہ میں قطب الاولیاء فقط اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے ہوتا ہے۔"

(بحوالہ الصواعق المحرقہ مکتبہ فیاض مصر ص ۴۲۱، ۴۲۰، المنح المکیۃ فی شرح الھمزیۃ ص ۵۳۹)

جواب

گذارش ہے کہ ابن حجر مکی کے حوالہ سے یہ صرف یہ ثابت ہوتی ہے کہ خلافت کے عوض خلافت باطنیہ عطا کی گئی، اور امام حسن کو خلافت باطنیہ کو ایک عظیم الشان کام کی وجہ سے ملی۔ مگر یہ بحث قارئین کرام کے ذہن میں رہے

کہ نقطہ بحث یہ نہیں کہ اہل بیت کرام کو خلافت ظاہری کے عوض خلافت باطنیہ ملی یا نہیں۔ بلکہ نقطہ تحقیق یہ ہے کہ خلفاء اربعہ سے خلافت باطنیہ، غوثیت یا قطبیت کی نفی کیسے ہوتی ہے؟ اہل بیت کرام کو مرتبہ غوثیت یا قطبیت سے متصف ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اپنے وقت کے غوث و قطب نہیں تھے؟

اس مقام پر یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ خلافت ظاہری و باطنی خلفاء ثلاثہ کے ساتھ متصف تھیں یا کہ نہیں؟ علماء و عرفاء نے جو بھی خلافت ظاہری کی خصوصیات و لوازمات پیش کیں ہیں وہ خلفاء ثلاثہ میں کامل اور مکمل طور پر موجود تھیں۔ ابن عربی کا کلام موجود ہیں کہ ایسی شخصیات بھی ہیں جن کو اللہ تعالی نے خلافت باطنی اور خلافت ظاہری دونوں سے متصف کیا جن ہیں خلفاء اربعہ اولین طور پر موجود ہیں۔

اس لیے قاری فیضی صاحب کا ایسا حوالہ جس میں خلافت باطنی کو امام حسن یا اہل بیت میں ہونے کا ذکر ہے وہ ہمارے موقف کے خلاف تو ہے ہی نہیں کیونکہ ہم تو امام حسن رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام میں خلافت باطنی و مقام غوثیت و قطبیت کے ہونے کے قائل ہیں مگر جمہور علماء اہل سنت ان کے ساتھ ساتھ خلفاء ثلاثہ میں خلافت باطنی اور مقام غوثیت و قطبیت کے موقف کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے آپ اہل بیت کرام میں غوثیت یا قطبیت کے اثبات کے حوالہ جات نہیں بلکہ خلفاء ثلاثہ میں ان وصف کی نفی پر حوالہ جات پیش کیجیے جو کہ جمہور کا راجح مسلک بھی ہو۔ اس لیے ایسے حوالہ جات کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کے عادت کو ترک کیجیے۔

الزامی طور پر یہ نکتہ بھی پیش خدمت ہے کہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے مرتبہ غوثیت و قطبیت کا بیان ہے۔ کیا اس حوالہ سے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرتبہ غوثیت یا قطبیت کی نفی کر سکتے ہیں؟ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرتبہ غوثیت و قطبیت سے انکار نہیں ہو سکتا، اسی طرح ابن حجر مکی کے قول حضرات خلفاء ثلاثہ کے مرتبہ غوثیت و قطبیت کا انکار بھی ممکن نہیں۔

مومن حسن شبلنجی اور محمد بن علی الصبان کے کلام کا ناقدانہ جائزہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

شیخ مومن حسن شبلنجی اور شیخ محمد بن علی الصبان نے بھی شیخ ابن حجر مکی کی طرح لکھا۔

(بحوالہ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۲۴۳، اسعاف الراغبین بھامش نور الابصار ص ۱۹۲)

جواب:

کیونکہ ان علماء نے ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی قول نقل کیا ہے، اس لیے اس پر مفصل تحقیق ابن حجر مکی کے قول پر ناقدانہ جائزہ پر پیش کی گئی ہے۔ متعلقہ مقامات پر تفصیلی جواب ملاحظہ کیجیے۔

شیخ محقق محدث دہلوی کے کلام کا ناقدانہ جائزہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص۵۵ تا ۵۷ پر لکھتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور غوث الاعظم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا یہاں تک کہ تمام عالم کے فقہاء علماء طلباء اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ مبارک کی طرف ہوگئی حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم الملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت وامارت اور دلائل وبراہین کرامت آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح فرمائے اور جود وعطا کے خزانوں کی کنجیاں اور قدرت وتصرفات کی لگامیں آپ کے قبضہ اقتدار اور دست اختیار کے سپرد فرمائیں تمام مخلوق کے قلوب کو آپ کی عظمت کے سامنے سرنگوں کر دیا، اور تمام اولیاء کو آپ کے قدم مبارک کے سائے میں دے دیا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب پر فائز کئے گئے تھے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔،، میرا یہ قدم اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ امام المحدثین فرماتے ہیں اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلف صادق قطب الاقطاب ہیں اگر دوسرے لوگ سلطان ہیں تو یہ خلف صادق شہنشاہ سلاطین ہیں اور آپ کا اسم گرامی شیخ سید سلطان محی الدین عبد القادر جیلانی ہے جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا اور طریقہ کفار کو ختم کر دیا اور نبی کریم کا بھی یہی ارشاد مبارک ہے کہ،، الشیخ یحی قطبیت،، شیخ کامل زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے امام المحدثین مزید ارشاد فرماتے ہیں۔
غوث الثقلین کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ جنات اور انسان اس کی پناہ لیں چنانچہ میں بیکس و محتاج بھی انہیں کی پناہ کا طلبگار اور انہی کے دربار کا غلام ہوں مجھ پر ان کا کرم اور عنایت ہے اور ان کی مہربانیوں کے بغیر کوئی فریاد سننے والا نہیں ہے۔ مزید فرماتے ہیں امید ہے کہ اگر کبھی راہ سے بھٹک جاؤں تو وہ راہبری کریں اور اگر ٹھوکر کھاؤں تو وہ مجھے سنبھال لیں کیونکہ انہوں نے اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ایک رجسٹر بنا دیا ہے جس میں میرے قیامت تک ہونے والے مریدوں کا نام لکھا ہوا ہے حکم الٰہی ہو چکا کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی ہے، کاش میرا نام بھی آپ کے مریدوں کے رجسٹر میں لکھا ہوا ہو پھر مجھے کوئی غم نہ ہوگا کیونکہ میری خواہش کے مطابق کے میرا کام پورا ہو گیا ہے میں نامراد بھی حضرت غوث الثقلین کا مرید بن گیا ہوں قبول کرنا یا انکار کر دینا یہ ان کے ہاتھ میں ہے میں ان کے طلب گاروں میں ہوں، ان کا چاہنا ان کے اختیار میں ہے۔

(اخبار الاخیار شیخ محقق محدث دہلوی بحوالہ اخبار الاخیار بحذف اشعار ص ۵ و مہر منیر ص ۲۱)

تبصرہ: حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ مقام وشان بلا شک وشبہ ثابت ہے اور نہ اس کا کوئی منکر ہے۔

ملا علی قاری کے کلام کا ناقدانہ جائزہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۸،۵۷ پر لکھتے ہیں۔

ابن حجر مکی کے شاگرد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہما نے اسی حقیقت کو اختصار کے ساتھ کچھ یوں بیان کیا ہے۔۔۔۔۔ مجھے بعض اکابر سے معلوم ہوا ہے کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جب فتنہ وفساد کے خیال سے خلافت چھوڑ دی تو اللہ تعالی نے انہیں اس کے بدلے میں قطبیت عظمی عطا فرمائی، سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قطب وسطی تھے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ آخری قطب ہوں گے۔

(ملا علی قاری شاگرد ابن حجر مکی بحوالہ نزہۃ الخاطر مترجم ۱۴۱، مرقاۃ شرح المشکاۃ ۹/۳۴۹۹ رقم ۵۴۵۲)

جواب

گذارش ہے کہ موصوف فیضی کی اس عادت وعلت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کسی بھی موضوع یا عنوان پر ایک طرف کے اقوال نقل کر کے عوام الناس کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر صرف یہ ہی ایک موقف ہے اس کے علاوہ دوسرا موقف پایا ہی نہیں جاتا۔ اور موصوف یہ حرکت اس لیے کرتے ہیں کہ عام قاری کے پاس نہ کتب کا ذخیرہ اور نہ ان مسئلہ کی نوعیت اور حساسیت کا ادراک ہوتا ہے۔ عام قاری نے حسن ظن رکھتے ہوئے موصوف کی کتاب کو پڑھنا اور اس پر اعتماد کر کے اپنے عقیدہ کو خراب بلکہ تباہ وبرباد کر دینا ہوتا ہے۔ اب کون ان حوالہ جات کی تحقیق کرے؟ اور زیر بحث موضوع پر دیگر حوالہ جات کو پرکھے؟ بلکہ موصوف صاحب تو اس حد علمی خیانت کرنے کے عادی ہو چکے ہیں کہ وہ بلا جھجک قطع و برید حوالہ جات اور ایک طرف کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ عوام الناس نے کون سا اس مسئلہ کو تحقیق کی نگاہ سے پڑھنا ہے؟ وہ سادہ لوح محب اہل بیت کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور ان کو حب اہل بیت کی آڑ میں غلط موقف کے طرف لے جانے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتے۔ موصوف فیضی صاحب نے یہی طریقہ ملا علی قاری کی ایک عبارت کو پیش کر کے کیا۔ جب کہ دیگر تصریحات کو بالکل ہی ہضم کر گئے۔

ملا علی قاری ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْعَارِفُ الصَّمَدَانِيُّ الشَّيْخُ عَلَاءُ الدَّوْلَةِ السِّمْنَانِيُّ فِي الْعُرْوَةِ الْوُثْقَى: إِنَّ الْأَبْدَالَ مِنْ بُدَلَاءِ السَّبْعَةِ، كَمَا أَخْبَرَ عَنْهُ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ: "«هُوَ مِنَ السَّبْعَةِ وَسَيِّدُهُمْ»". أَقُولُ: لَا بُدَّ مِنْ ثُبُوتِ هَذَا مِنْ ثِقَاتِ وَسَنَدِهِمْ، قَالَ: وَكَانَ

الْقُطْبُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَمَّ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ عِصَامًا، فَحَرِيٌّ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي لَأَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمَنِ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ، وَهُوَ مَظْهَرٌ خَاصٌّ لِلتَّجَلِّي الرَّحْمَانِيِّ، كَمَا كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَظْهَرًا خَاصًّا لِلتَّجَلِّي الْإِلَهِيِّ الْمَخْصُوصِ بِاسْمِ الذَّاتِ وَهُوَ اللهُ.

قُلْتُ: هَذَا يُفِيدُ مُؤَيِّدًا لِمَا سَبَقَ مِنْ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُشَارِكْهُ - صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي مَقَامِهِ الْأَعْظَمِ، لَكِنَّ فِي كَوْنِ الْقُطْبِيَّةِ لِعِصَامٍ، وَهُوَ غَيْرُ مَعْرُوفٍ فِي أَنَّهُ مِنَ الصَّحَابَةِ أَوِ التَّابِعِينَ، بِخِلَافِ أُوَيْسٍ فَإِنَّهُ مَشْهُورٌ، وَقَدْ وَرَدَ فِي حَقِّهِ أَنَّهُ سَيِّدُ التَّابِعِينَ إِشْكَالًا عَظِيمًا، فَإِنَّهُ كَيْفَ يَكُونُ لَهُ الْقُطْبِيَّةُ الْكُبْرَى مَعَ وُجُودِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَسَائِرِ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ هُمْ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ بِالْإِجْمَاعِ، وَأَيْضًا فَقَدْ قَالَ الْيَافِعِيُّ - رَحِمَهُ اللهُ: وَقَدْ سَتَرَ أَحْوَالَ الْقُطْبِ وَهُوَ الْغَوْثُ عَنِ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ غَيْرَهُ مِنَ الْحَقِّ عَلَيْهِ، لَكِنِّي أَقُولُ: الظَّاهِرُ أَنَّ هَذَا غَالِبِيٌّ ; لِثُبُوتِ الْقُطْبِيَّةِ لِلسَّيِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ - رَحِمَهُ اللهُ - بِلَا نِزَاعٍ،

کہ عارف صمدانی شیخ علاء الدولہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں قطب اویس قرنی کے چچا عصام تھے۔ان کے مناسب تھا کہ کہتے انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن مجھے یمن کی جانب سے نفس رحمانی محسوس ہوتی ہے۔عصام اللہ کی تجلی کے مظہر تھے، جیسا کہ حضور ﷺ اس الہی تجلی کا ایک خاص مظہر تھے جو اس ذات یعنی اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

ملا علی فرماتے ہیں کہ عارف صمدانی شیخ علاء الدولہ کے اس کلام سے اس گذشتہ بات کی تائید ہوجاتی ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے مقام اعظم میں کوئی بھی شریک نہیں۔ لیکن عصام کے قطب ہونے میں بہت بڑا اشکال ہے۔ جبکہ ان کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں کہ صحابہ میں سے تھے یا تابعین میں سے بخلاف اویس قرنی، کہ ان کے بارے میں تو حدیث بھی وارد ہوتا ہے کہ تابعین کے سردار ہیں۔

وہ اشکال یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے زمانے میں خلفاء اربعہ موجود تھے، اور تمام صحابہ موجود تھے جو با جماع امت انبیاء کے بعد افضل ترین انسان ہیں، پھر قطبیت یا یہ بڑا مقام عصام کو کیسے ملا۔ [اور صحابہ کی مقدس ہستیوں کو کیوں نہیں ملا؟] نیز علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ قطب جس کو غوث کہتے ہیں، کے احوال عوام اور خواص سے اللہ کی طرف سے چھپا دیے جاتے ہیں۔[چناچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔] یہ بات غالب احوال کے اعتبار سے درست ہے چونکہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قطب ہونا مسلم ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ۸/ ۳٤٤۳ رقم ٥٤٥٦ اور اسی مفہوم کو ۹/۳۳ ۰۴ پر رقم ۲۷ ۶۲ پر بھی بیان کیا ہے۔)

ملاعلی قاری کی اس تحریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ ان کے نزدیک خلفاء اربعہ اس امت میں افضل ترین انسان ہیں اور ان ہی کو قطبیت کا درجہ ملا۔ اس لیے قاری صاحب کے پیش کردہ اقتباس اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ سے پہلے خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقام قطبیت حاصل نہ تھا اور ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخین کریمین کو مقام قطبیت ان کی توسط سے ملا۔

ملاعلی قاری کی ایک دوسری کتاب کا اہم حوالہ

اسی نکتہ کو ملاعلی قاری مزید وضاحت سے اپنی کتاب المعدن العدنی ص ۲۱ پر لکھتے ہیں۔

میں مصنف [ملاعلی قاری] کہتا ہوں کہ یہ مخفی نہیں رہنا چاہیے کہ اس عصام کا کوئی وجود ہی نہیں نہ خاص اور نہ عام اور اگر اس ذکر کا ثبوت نقل اور کشف سے ہو بھی جائے تو پھر یہ بعید ہے کہ اس کے لیے قطبیت کا درجہ ہو۔ **جبکہ خلفاء اربعہ کا وجود اس وقت ہے اور وہ تمام انبیاء کے بعد افضل الخلق ہیں، اس پر اجماع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقین ولاحقین کے لیے مقام شہود میں الوجود ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں آپ تمام بنی نوع انسان کے لیے قطب الارشاد ہیں اور یہ نسبت علیہ اور رتبہ قطبیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات خلفاء اربعہ کی طرف ہی منتقل ہونا ہے خاص اس شخص کی طرف کہ جو جامع معالم شرعیہ اور معارف لدنیہ ہو۔** (المعدن العدنی فی فضائل او یس قرنی ص ۲۱)

ملاعلی قاری کے اس حوالہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام بنی نوع انسان کے لیے قطب الارشاد ہیں، سے وصف قطبیت حضرات خلفاء اربعہ کو ملی اور یہ خلفاء اربعہ تمام انبیاء کرام کے بعد مخلوق میں افضل ترین ہیں۔ اس وضاحت کے بعد موصوف فیضی صاحب کو اپنے اس روش پر ضرور نظر ثانی کرنی چاہیے جو انہوں نے اپنی تمام کتب میں اپنائی ہے۔

رشید احمد گنگوہی کے کلام کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۵ پر گنگوہی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

اور ہم سب اہل سنت ائمہ اثناء عشر کو امام اور مقتداء دین وقطب ارشاد عقیدہ رکھتے ہیں اور امام ظاہر کے بجز حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے اور چھ مہینے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نہیں جانتے۔ اگرچہ ان میں لیاقت امامت ظاہرہ کی سب معاصرین سے زیادہ تھی مگر وقوع اس کا بسبب ان کے زہد کے تقدیر الٰہی سے نہ ہوا، اور یہ خود پیدا ہے۔ اندھا کور باطن بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۵ بحوالہ ہدایۃ الشیعہ ص ۷۷ طبع دار الاشاعت کراچی)

جواب

گذارش ہے کہ قاری ظہور نے وہابی مولوی گنگوہی کے حوالہ میں بھی قطع وبرید کر دی۔ گنگوہی نے جس سوال کا جواب دیا وہ نقل نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ گنگوہی صاحب کی مکمل عبارت کو پڑھیے اور حاصل مطالعہ سمجھیے۔ گنگوہی لکھتا ہے۔

شیعہ کا سوال: پوچھو اپنے علماء سے کہ یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے کہ جو نہ پہچانے امام زمانہ کو وہ کافر مرتا ہے۔ پس جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ مکذب خلافت ابوبکر اور خود مدعی خلافت تھے جیسا کہ کلمات ابوبکر سے سوال سوم میں ظاہر ہوا، اگر کوئی چاہے تو اس باب میں ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ غرض بتاؤ کہ ان میں سے کس نے امام برحق کو نہ پہچانا۔۔۔۔ اس کے سواء آپ بھی سارے ائمہ اثناء عشر کے منکر کس کو امام جان کر کس دین پر مرتے ہیں کہ کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں امام ہوگا اور اگر نہ ہو تو قول پیغمبر لغو ٹھہرتا ہے۔ ہدایہ الشیعہ ص ۰ ۷ سوال ششم

جواب: الحاصل ان [اہل تشیع] لوگوں نے لامامت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو پہچانا اور سوال سائل محض افسانہ بے جا ہے اور ہم سب اہل سنت ائمہ اثناء عشر کو امام اور مقتداء دین وقطب ارشاد عقیدہ رکھتے ہیں اور لامام ظاہر کے بجز حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے اور چھ مہینے حضرت لامام حسن رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نہیں جانتے۔ اگرچہ ان میں لیاقت امامت ظاہرہ کی سب معاصرین سے زیادہ تھی مگر وقوع اس کا بسبب ان کے زہد کے تقدیر الہی سے نہ ہوا، اور یہ خود پیدا ہے۔ اندھا کور باطن بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔ الخ۔ ہدایۃ الشیعہ ص ۷۷ طبع دار الاشاعت کراچی

اہل تشیع نے اعتراض کیا کہ خلفاء راشدین کے علاوہ اہل سنت ائمہ اثناء عشر کے منکر ہیں۔ گنگوہی وہابی نے یہ جواب دیا کہ اہل سنت وجماعت ان بارہ ائمہ اثناء عشریہ کو بھی خلفاء راشدین کے ساتھ مقتداء دین وقطب ارشاد مانتے ہیں۔ جبکہ قاری ظہور احمد صاحب نے اس کو اپنے مذموم فہم سے سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی۔

حکمت کسبی یا وہبی وعطائی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی عبارت

قاری ظہور احمد اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۵-۶۶ پر لکھتا ہے:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ گنگوہی نے سنن ترمذی کی حدیث انا دار الحکمہ وعلی بابھا سے باطنی علم کیوں مراد لیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی عطائی چیز ہے۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔ حکمت بمعنی علم نافع ہے تو اگر وہ علم کسبی ہو تو صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو حکمت نہیں کہتے بلکہ اگر وہ علمی وہبی ہو تو اس کو حکمت کہتے ہیں۔ شاہ صاحب چند سطور آگے چل کر لکھتے ہیں: حدیث میں شریف میں وارد ہے: انا دار الحکمۃ وعلی بابھا اور یہ بھی روایت مشہور میں وارد ہے: انا مدینۃ العلم و

علی بابہا تو اس علم سے مراد یہی علم وہبی ہے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۵-۶۶ بحوالہ فتاوی عزیزی مترجم ص ۳۹۳)

جواب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت چند وجوہات کی بنا پر قاری ظہور احمد تفضیلی کو مفید نہیں۔

اول:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک استفساء کے جواب میں چار صفات، عصمت، حکمت، وجاہت، اور قطبیت باطنہ کو صوفیاء کے نزدیک معنی اصطلاحی ہیں۔ اس لیے وہ اس مقام پر ان چاروں صفات کو کہ انبیاء کرام کے ساتھ مختص ہیں، اس کو صوفیاء کی تعریف کے مطابق جو کہ عمومی تعریف سے الگ ہے، اس کو غیر انبیاء، و اولیاء کرام کے لیے اثبات کر رہے ہیں۔

اس لیے وہ اس لفظ حکمت کے معنی کو صوفیاء کی اصطلاح میں واضح کرنے کی ایک مثال دے کر نکتہ سمجھا رہے ہیں کہ حکمت ایک وہبی امر ہے جو کہ اللہ کریم عطا کرتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز اس مقام پر حکمت کے وہبی ہونے کو غیر انبیاء سے ہونے کی تصریح کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں کسی مقام پر یہ بات نہیں کہ وہبی حکمت صرف اور صرف حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ وہ متعدد مقامات پر شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنی قرار دیتے ہیں۔

دوم:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور دیگر احادیث کی تخریج کتاب میں کی گئی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حکمت کی دعا کی ہے۔ اس لیے یہ نکتہ تو واضح ہوا کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مقام حکمت ملا۔

سوم:

خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس حدیث کو قابل استدلال نہیں سمجھتے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب پیش کردہ حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابھا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث بھی خرابیوں سے خالی نہیں۔ یحیی بن معین نے کہا: اس کی کوئی اصل نہیں، امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر ہے۔ ترمذی نے کہا کہ منکر غریب ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید

نے کہا کہ علماء حدیث نے اس کا کوئی ثبوت نہیں پایا۔ شیخ محی الدین نووی، حافظ شمس الدین ذہبی، اور شیخ شمس الدین جزری نے اس کو موضوع بتایا ہے۔ لہٰذا ایسی روایت سے جو موضوع ہو اور جسے اہل سنت نے احتجاج و تمسک کے دائرہ سے باہر کر دیا ہو، استدلال و تمسک کرنا اور وہ بھی اہل سنت کو ہی کو الزام دینے کے لیے۔۔۔۔ دانشمندی کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں کیا۔ جب اپنی تحقیقی کتاب میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس حدیث کو قابل اعتبار نہیں سمجھا تو پھر اس سے احتجاج کیوں ؟ اگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کسی بھی تحریر میں کسی موضوع روایت سے استدلال کرنا اور اس سے نکات پیش کرنا ہی منہج متعین کر لیں تو پھر دیگر روایات ایسی ہیں جو کہ تفضیلیہ کو ہر گز قبول نہ ہونگی۔

ابوبکر مجھ سے ہے اور بھائی ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔

أَبُو بَكْرٍ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وأَبُو بَكْرٍ أَخِي فِي الدُّنيا والآخرة -(جامع صغير:72)

ابوبکر مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں، اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں، اس کو فردوس دیلمی نے روایت کیا اور یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب منزلت کمال اتحاد بے تکلفی، معاملات و انبساط کی مقدمات کی طرف ایک کنایہ ہے۔ (عزیز الاقتباس ص ۱۷۲)

اب اس حدیث سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی استدلال کر کے نکات اخذ کر رہے ہیں، تو قاری ظہور احمد فیضی ذرا ہمت کر کے اس حدیث سے بھی استدلال کریں تا کہ انصاف و تحقیق کا معیار ایک جیسا ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دنیا اور آخرت کے ولی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَة .رواه ابو يعلى

عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں، اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

(عزيز الاقتباس ص۱۷۱)

تخریج

مسند أبي يعلى ج ٤/ ص ٤٥ حديث رقم: ٢٠٥١، الشريعه للاجرى ٤/ ٢٠٠٩ رقم ١٤٨١٠، تاريخ ابن عساكر (٨/ ٥٢٢)، فضائل صحابه لأحمد (١/ ٥٠٣: ٨٢١)، السنّة ابن أبي عاصم (٢/ ٥٨٩: ١٢٩٠)، كشف الأستار (٣/ ١٧٩: ٢٦١٣)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباسات کو قاری صاحب اپنے موقف کے اثبات کے لیے پیش کرتے

ہیں تو ان میں اتنی علمی ہمت ہے کہ وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ان دیگر استدلالات کو قبول کریں ؟ یا پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا انا مدینۃ العلم کی روایات کو ضعیف و متروک کہنے کے قول کو بھی قبول کیجئے۔

حدیث " انامدینة العلم " کے شواہد پر بحث

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں۔

جس طرح حدیث ھذا کی سند کے متابع ہیں۔ اسی طرح اس کے متن کی صحت کے شواہد بھی بکثرت موجود ہیں۔۔۔۔ زیر بحث حدیث [انا مدینۃ العلم] میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خصوصی اور وہبی علم کی بات ہو رہی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ آیا ایسی بات دوسری احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ نہیں ؟ اگر ثابت ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ زیر بحث تشریح حدیث کی سند کے ساتھ ساتھ متن کے لحاظ سے بھی جید ہے۔ آیئے اس تناظر میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علی میرے علم کا خزانہ

۱۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[حدثنا أحمد بن حمدون النيسابوري حدثنا بن بنت أبي أسامة هو جعفر بن هذيل حدثنا ضرار بن صرد حدثنا يحيى بن عيسى الرملي عن الأعمش عن عباية عن بن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال] علي عيبة علمي-

علی میرے علم کا خزانہ ہے۔

(شرح اسنی المطالب ص ۳۹۶ بحوالہ الکامل ابن عدی ۱۶۱/۵، الجامع الصغیر، رقم ۵۵۹۳، جمع الجوامع ۵ /۱۷۵ رقم ۱۴۳۱۸، کنوز الحقائق للمناوی ۸۶/۱ رقم ۲۶ ۷ ۴، کنز العمال ۶۰۳/۱۱، رقم ۳۲۹۱۱)

حدیث کا اسنادی مقام

قاری ظہور احمد فیضی کی پیش کردہ روایت میں ضرار بن صرد التیمی ضعیف و متروک راوی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ورأيته يُضَعِّف. (الجامع الترمذی: ۸۲۸)

امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروك الحديث. (الضعفاء والمتروكون: ۳۱۰)

امام دار قطنی نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الضعفاء والمتروكين ۳۰۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

صدوق له أوهام وخطأ ورمي بالتشيع وكان عارفا بالفرائض-

(تقريب التهذيب رقم ۲۹۸۲)

عرب محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد اس قول پر تعلیقا لکھتے ہیں۔

• بل: ضعيفٌ جدًّا، فقد قال البخاري والنسائي والحسين بن محمد بن زياد القباني: متروك الحديث. وضعّفه يحيى بن معين، وابن قانع، والدارقطني، وأبو أحمد الحاكم، وأبو العرب القيرواني، وابن حبان، وقال: كان فقيهًا عالمًا بالفرائض، إلا أنه يروي المقلوبات عن الثقات، حتى إذا سمعها من كان شاهدًا في العلم شهد عليه بالجرح والوهن. وقال الساجي: عنده مناكير. والوحيد الذي حَسَّن الرأي فيه هو أبو حاتم، فقال: صدوقٌ صاحب قرآن وفرائض، يكتب حديثه، ولا يُحتجّ به!-

یعنی: یہ سخت ضعیف ہے، امام بخاری، امام نسائی، محدث الحسین بن محمد بن زیاد القبانی نے اس کو متروک الحدیث کہا۔ ابن معین، ابن قانع، دارقطنی، ابو احمد الحاکم الکبیر، ابو العرب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کو فقیہ اور فرائض کے عالم مگر یہ ثقہ راویوں سے مقلوبات روایات نقل کرتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم بھی ہوتا ہے۔ امام ساجی نے کہا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ واحد شخص جن کا اس کے بارے میں حسن الرائے تھا وہ امام ابو حاتم تھے، کہا کہ صدوق صاحب قران و فرائض ہے اس کی حدیث لکھی جاسکتی ہے مگر احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ (تحریر تقريب التهذيب ٤/ ٢٨٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسرے کتاب میں لکھتے ہیں۔

"ضعيف" یعنی یہ راوی ضعیف ہے۔ (الإصابة ۱/ ۳۷۱، اتحاف المهرة ۱۰/ ۵۹۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"ضعيف جدًا۔" یعنی سخت ضعیف ہے۔ (مختصر البزار ۲/ ۳۰۹)

ابن حجر عسقلانی نے اپنی دوسری کتاب میں اس کے بارے میں واضح طور پر ضعف جدا یعنی سخت جرح کی ہوئی ہے۔ اس لیے موصوف فیضی کا ابن حجر عسقلانی سے صدوق ثابت کرنے سے بھی یہ سخت جرح رفع نہیں ہوتی۔

ضرار بن صرد متروک راوی

اب ضرار بن صرد کے صدوق ہونے کی وجہ بھی محدثین سے ملاحظہ کیجئے کہ وہ کس طرح کا صدوق راوی ہے۔

ا۔ محدث ابو حاتم فرماتے ہیں۔ صدوق لا یحتج بہ ۔یعنی صدوق ہے مگر اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔
(الجرح و تعدیل/ ۳۲۷ رقم ۳۹۵۱)
۲۔ امام ساجی فرماتے ہیں۔ عنده مناكير. یعنی اس کے پاس مناکیر روایات ہیں۔
(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال ۷/ ۳۲ رقم ۲۵۵۳)
۳۔ علامہ ہیثمی لکھتے ہیں۔ ضعیف جدا۔ (مجمع الزوائد ۲/ ۲۴ رقم ۱۶۲۵)
وهو متروك۔ اور یہ متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/ ۳۴ رقم ۱۶۶۱)
۴۔ امام ابو محمد بن الاخضر فرماتے ہیں۔ ليس بالقوي. یعنی یہ قوی نہیں ہے۔
(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال ۷/ ۳۲ رقم ۲۵۵۳)
۵۔ محدث ابن عدی فرماتے ہیں۔

وهو من جملة من ينسب إلى التشيع بالكوفة.
اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جو کوفہ کے شیعہ میں سے تھے۔ (الكامل في الضعفاء ۵/ ۱۶۱)
۶۔ ابن قانع فرماتے ہیں۔

ويتشيع. یعنی شیعہ راوی تھا۔ (إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال ۷/ ۳۲ رقم ۲۵۵۳)
۷۔ محدث ابن معین فرماتے ہیں۔

قال علي بن الحسن الهسنجاني: سمعت يحيى بن معين يقول: بالكوفة كذّابان أبو نعيم النخعي وأبو نعيم ضرار بن صرد.
یعنی: ابن معین فرماتے ہیں کہ کوفہ میں دو ابو نعیم کذاب ہیں ایک ابو نعیم النخعی اور ابو نعیم ضرار بن صرد۔
(الجرح و التعديل ۲/ ۱/ ۴۶۵)
۸۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

كذبه يحيى بن معين في حديث رواه عن معتمر عن أبيه عن الحسن عن أنس عن النبي عليه السلام في فضل بعض الصحابة انكروه عليه،
یعنی: ابن معین نے حدیث میں اس کی تکذیب کی ہے، اور یہ معتمر عن ابیه عن الحسن عن انس عن النبی ﷺ کی سند سے بعض صحابہ کی فضیلت بیان کرتا ہے جس کو قبول نہیں کیا گیا۔
(الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى ۲/ ۷۴۷)
محدثین کرام نے ان روایات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ جو ضرار بن صرد عن معتمر عن ابیه عن الحسن

عن انس عن النبی ﷺ کی سند سے بیان کیا ہے۔ محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

كان فقيهًا عالمًا بالفرائض، إلا أنه يروي المقلوبات عن الثقات حتى إذا سمعها من كان دخيلًا في العلم شهد عليه بالجرح والوهن، كان يحيى بن معين يكذبه. وهو الذي روى عن المعتمر بن سليمان، عن أبيه، عن الحسن، عن أنس بن مالك، أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال لعلي عليه السلام: "أَنتَ تُبيِّن لأمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِي"

حدثناه محمد بن سليمان بن فارس، قال: حدثنا زكريا بن يحيى بن عاصم الكوفي، قال: حدثنا ضرار بن صرد، قال: حدثنا معتمر بن سليمان.

یعنی: یہ فقیہ اور فرائض کا عالم ہے مگر یہ ثقات سے مقلوبات مرویات بیان کرتا ہے ۔۔۔ اور امام ابن معین نے اس کی تکذیب بھی کی ہے اور یہ راوی وہ ہے جو معتمر بن سلیمان عن ابیہ عن الحسن عن انس کے سند سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ میرے بعد اختلاف میں پڑیں گے تو تم اس کی وضاحت کرو گے۔ اور اس قول کی سند محمد بن سلیمان بن فارس، از زکریا بن یحیی بن عاصم الکوفی از ضرار بن صرد از معتمر بن سلیمان ہے۔ (المجروحین ۱۰/ ٤٨٦ رقم ٥٠٩)

ابن حبان کے قول سے واضح ہوا کہ ضرار بن صرد مرویات میں مقلوبات بیان کرتا تھا، اور ابن معین نے اس کو کذاب کہا ہے۔ اور ابن حبان نے جو ضرار بن صرد موضوع روایت کی نشاندہی بھی کی ہے اس کو جناب قاری ظہور احمد نے شرح اسنی المطالب ص ۱۰۴ پر شواہد ۶ کے تحت بڑی معصومیت سے بغیر سند کے نقل کیا ہوا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ يَعْقُوبَ الدَّقَّاقُ، مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دِيزِيلَ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ ضِرَارُ بْنُ صُرَدٍ، ثنا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ تُبَيِّنُ لِأُمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِي»۔ (المستدرک الحاکم ۳/ ۱۳۲ رقم ٤٦٢٠)

معتمر بن سلیمان عن ابیہ عن الحسن عن انس کے سند سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ میرے بعد اختلاف میں پڑیں گے تو تم اس کی وضاحت کرو گے۔

علامہ ذہبی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بل هو فيما اعتقده من وضع ضرار

یعنی: یہ ان روایات میں سے ہے کہ جس کے بارے میں اعتقاد ہے کہ یہ ضرار کی وضع کردہ روایات میں سے ایک روایت ہے۔ (تلخیص المستدرک ۳/ ۱۳۲ رقم ٤٦٢٠)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت میں ضرار بن صرد سخت ضعیف، واہی، متروک اور شیعہ راوی ہے۔اس لیے اگر اس پر متروک ہونے پر سب کا اتفاق نہ بھی ہو تو اس کے سخت ضعیف ہونے پر تو جمہور متفق ہے جبکہ یہ مذہباً شیعہ راوی ہے۔جس سے ایک خاص حدیث کا مطلب یا شاہد اخذ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ راوی صرف ضعیف نہیں بلکہ سخت ضعیف ہے۔جبکہ لفظ صدوق سے اس کے احتجاج کرنے کا استدلال دیگر قرائن کی روشنی میں بھی غلط ہے کیونکہ محدث ابوحاتم نے صدوق کہنے کے باوجود اس سے احتجاج کرنے سے منع کیا ہے۔اس لیے ایسے راوی صدوق ہونے کے باوجود قابل احتجاج نہیں ہوتے۔

۲-علی قرآن کے ساتھ کا تحقیقی جائزہ

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص۳۹۹ پر بطور شاہد نمبر ۲ کے تحت لکھتا ہے۔

"ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

[حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ سَعِيدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْبُهْلُولِ قَالَ: نَا صَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ التَّيْمِيِّ، عَنْ ثَابِتٍ، مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:——

المعجم الاوسط: ٤٨٨٠، المعجم الصغير: ٧٢٠

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَفِيدُ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ، ثنا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ الْقَنَّادُ، الثِّقَةُ الْمَأْمُونُ، ثنا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي ثَابِتٍ، مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجَمَلِ،— وَلَكِنِّي مَوْلًى لِأَبِي ذَرٍّ، فَقَالَتْ: مَرْحَبًا فَقَصَصْتُ عَلَيْهَا قِصَّتِي، فَقَالَتْ: أَيْنَ كُنْتَ حِينَ طَارَتِ الْقُلُوبُ مَطَائِرَهَا؟ قُلْتُ: إِلَى حَيْثُ كَشَفَ اللهُ ذَلِكَ عَنِّي عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، قَالَ: أَحْسَنْتَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ- المستدرک حاکم: ٤٦٢٨]

عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ-

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے، دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ اکھٹے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

(شرح اسنی المطالب ص۳۹۹ بحوالہ المستدرک ۱۲۳/۳ رقم ۴۶۸۵، المعجم الاوسط ۱۳۵/۵ رقم ۴۸۸۰، المعجم الصغیر ۲۸/۲ رقم ۷۲۰، تاریخ دمشق ۴۴۹/۴۲، مجمع الزوائد ۱۳۴/۹ رقم ۱۴۷۶۸)

یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اعلمیت پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں تفسیر و تاویل میں جو مقام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھا"۔ الخ

روایت کی اسنادی حیثیت

پیش کردہ روایت پر چند معروضات پیش خدمت ہیں اگر اصول کے تحت غلط ثابت ہوئے تو اس سے ضرور علی الاعلان رجوع کیا جائے گا۔ اول تو ان تمام مرویات پر اصول اسماء الرجال کی روشنی میں تحقیق پیش خدمت ہے، کوئی بدباطن شخص اس کو فضائل اہل بیت یا فضائل حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر خوامخواہ جرح کرنے پر دلیل نہ لے۔ اگر روایت صحیح ثابت ہوتی تو فبہاء اور اگر اصول کے تحت سخت ضعیف ثابت ہوئی تو پھر اس پر نظر ثانی ضرور کرنی چاہیے۔

اگرچہ مستدرک حاکم کی تلخیص المستدرک:۴۶۸۵ پر علامہ ذہبی نے اس کی روایت پر امام حاکم کی تصحیح کی موافقت کی ہے مگر اس میں موجود راویوں پر خود اپنی دوسرے متعدد کتب میں شدید جرح کی ہے جس کی تفصیل راویوں کی تحقیق کے ضمن میں موجود ہے اور اس پر دیگر محدثین کرام کی سخت ترین جروحات موجود ہیں۔

پیش کردہ متن کی روایات میں بنیادی سند ایک ہی ہے۔ ھاشم بن برید ، ابو سعید التیمی، ابی ثابت مولی ابی ذر.

اول: ابی ثابت مولی ابوذر کا تعین؟

ابی ثابت مولی ابوذر رضی اللہ عنہ کا تعین کرنا اہم ہے وگرنہ مجہول راوی کی روایت ضعیف شمار ہوتی ہے۔

دوم: ابوسعید التیمی رافضی اور متروک راوی

پیش کردہ روایت میں ابوسعید التیمی جس کو دینا ابوسعید عقیصا کوفی کہتے ہیں۔ اس پر محدثین کرام کی سخت جروہات کو ملاحظہ کیجئے۔

امام بخاری لکھتے ہیں۔

یتکلمون فیه - یعنی اس میں کلام کیا گیا ہے۔ (تاریخ الکبیر 3/ 854)

امام یعقوب بن سفیان فسوی فرماتے ہیں۔

وقد رأى الشعبي [الهجري] رشيدًا وحبة العرني، والأصبغ بن نباتة وليس حديثهم بشيء. وكذلك أبو سعيد عقيصًا. هؤلاء كادوا أن يكونوا روافض.

یعنی: رشید الھجری، حبۃ العرنی اور اصبغ بن نباتہ کو دیکھ ان کی حدیث کچھ نہیں ہے اسی طرح ابو سعید عقیصا کوفی بھی ہے اور یہ یہ تمام راوی رافضی ہیں۔ (المعرفة والتاريخ للفسوى ۳/ ۱۹۰)

امام نسائی فرماتے ہیں۔ ليس بالقوي۔ یعنی یہ قوی نہیں ہے۔ (الضعفاء والمتروكون: ۱۸۰)

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ متروكٌ یعنی متروک راوی ہے۔ (سوالات البرقانی رقم ۱٤۳)

امام دارقطنی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ وقال: عن علي مناكير؛ رماه أبو بكر بن عياش بالكذب.

یہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مناکیر روایت کرتا ہے اور ابوبکر بن عیاش اس کو کذب سے منسوب کرتے تھے۔ (الضعفاء والمتروكين ۲۱۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

۱) قال النسائي: ليس بالقوي. یعنی یہ قوی نہیں ہے

۲) وقال الدارقطني: متروك الحديث. یہ متروک الحدیث

۳) وقال السعدي: غير ثقة. انتهى. یعنی یہ ثقہ اوی نہیں ہے

٤) وقال النسائي فيما نقله ابن عَدِي: ليس بثقة.

٥) وَقال البخاري: يتكلمون فيه.

٦) وقال ابن عَدِي: ليس له رواية يعتمد عليها عن الصحابة وإنما له قصص يحكيها وهو كوفي من جملة شيعتهم.

صحابہ کرام کے بارے میں اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس کے پاس صحابہ کرام کے واقعات ہیں یہ کوفی شیعہ میں سے ہے۔

۷) وقال ابنُ مَعِين: ليس بشيء شر من رشيد الهجري وحبة العرني وأصبغ بن نباته.

۸) وذَكَره ابن حِبَّان في "الثقات" في عقيصا فقال صاحب الكرابيسي: يروي، عَن عَلِيّ وعمار وعنه محمد بن جحادة.

۹) وقد أخرج له الحاكم في "المُستَدرَك" وقال: ثقة مأمون ولم يتعقبه المؤلف في تلخيص المستدرك. وقال أبو حاتم: هو لين وهو أحب إلي من أصبغ بن نباتة.

(لسان الميزان ۳/ ٤۲٦ رقم ۳۰۷٦)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

قال النسائي: ليس بالقوى وقال الدارقطني: متروك الحديث. وقال السعدى: غير ثقة.
امام نسائی نے کہا کہ لیس بالقوی ہے، امام دارقطنی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور سعدی نے کہا غیر ثقہ ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۳۰ رقم ۲۶۸۹)

محدث عقیلی لکھتے ہیں۔

كان من الرافضة — يشتم عثمان
یعنی یہ رافضیوں میں سے تھا۔ اور ابی حصین نے بیان کیا ہے حضرت عثمان پر سب وشتم کرتا تھا۔
(الضعفاء للعقیلی ۲/ ٤۲ رقم ٤٦۹)

امام ذہبی اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں۔

عقيصا أبو سعيد التيمي عن علي قيل اسمه دينار شيعي جلد تركه الدارقطني۔
یعنی: عقیصا ابو سعید التیمی عن علی روایت کرتا اس کا نام دینا ہے اور یہ جلا بھنا شیعہ ہے اور امام دارقطنی نے اس کی روایت کو ترک کر دیا۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ٤۳۸ رقم ٤۱٥۹)

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن قال قرئ على العباس بن محمد الدوري عن يحيى بن معين انه قال أبو سعيد عقيصا ليس بشئ شر من رشيد الهجرى وحبة العرني واصبغ بن نباتة.
یعنی: امام ابن معین نے فرمایا کہ ابو سعید عقیصا کی روایت کچھ نہیں اور یہ رشید الھجری، حبۃ العرنی اور اصبغ بن نباتہ سے بھی بڑھ کر شر، [رافضی] تھا۔ (الجرح و التعدیل ۷/ ٤۱ رقم ۲۳۰)

محدث ابن عدی لکھتے ہیں۔

وأبو سعيد عقيصاء ليس له رواية يعتمد عليها عن الصحابة إنما له قصص يحكيها لعلي ولحسن وحسين وغيرهم، وهو كوفي، وهو من جملة شيعتهم.
یعنی ابو سعید عقیصا کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا جو کہ صحابی کے بارے میں ہو، اس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ قصص واقعات بیان کیے ہیں اور یہ کوفی اور جملہ شیعوں میں سے تھا۔ (الکامل فی الضعفاء ٤/ ٤ رقم ٦٤٥)
اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ روایت میں ابو سعید عقیصا رافضی، شیعہ، متروک وضعیف راوی تھا۔ جس کی

وجہ سے قاری ظہور احمد فیضی کے روایت کو ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ اگر اس تحقیق میں کوئی علمی خطاء یا غلطی ہو تو اس پر علی الاعلان رجوع کیا جائے گا۔

۳۔علی میرے علم کا دروازہ ۔ایک تحقیقی جائزہ

قاری ظہور اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ص ۴۰۰ پر لکھتا ہے۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[وقال الديلمي أنبأنا أبي أنبانا الميداني أنبأنا أبو محمد الحلاج أنبأنا أبو الفضل محمد بن عبد الله حدثنا أحمد بن عبيد الثقفي حدثنا محمد بن علي بن خلف العطار حدثنا موسى بن جعفر بن إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب حدثنا عبد المهين بن العباس عن أبيه عن جده سهل بن سعد عن أبي ذر قال قال رسول الله] على باب علمي ومبين لأمتي ما أرسلت به من بعدي[حبه إيمان وبغضه نفاق والنظر إليه رأفة]

علی میرے علم کا دروازہ ہے اور جس چیز کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اسے میرے بعد میری امت کو کھول کھول کر بتانے والا ہے۔"

(شرح اسنی المطالب ص ۴۰۰ بحوالہ فردوس الاخبار ۹۱/۳، جمع الجوامع ۱۸۶/۵، الاجوبۃ المرضیہ للسخاوی ۹۷۸، کشف الخفاء ۱۸۵/۱)

روایت کی اسنادی حیثیت:

قاری ظہور احمد فیضی شرح اسنی المطالب ص ۴۰۱ پر لکھتے ہیں کہ کہ اوپر کی دونوں حدیثوں کی سند میرے سامنے نہیں ہے۔اگر موصوف قاری ظہور احمد کا یہ موقف تسلیم کر لیا جائے تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس کی سند علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ ۳۰۷/۱ پر نقل کی ہے۔جس کو بریکٹ کے ساتھ اوپر متن کے ساتھ راقم نے نقل کر دیا ہے۔

اس روایت کی سند چند وجوہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

احمد بن عبید اللہ بن عمار شیعہ راوی

[ا]۔احمد بن عبید اللہ بن عمار الثقفی شیعہ راوی ہے۔جس کی کتاب مقاتل الطالبین ہے۔

(تاريخ بغداد مع ذيلوله ۵/ ۶)

اور اس کی متعدد تصانیف صحابہ کرام کے خلاف ہیں تو کیسے ایسے بدعتی راوی کی روایت کو قبول کیا جا سکتا ہے؟

محمد بن علی بن خلف العطار متہم ومتروک

۲-محمد بن علی بن خلف العطار کی توثیق محمد بن منصور محدث نے تاریخ بغداد ۳/ ۵۷ میں کی ہے مگر جمہور ماہر محدثین نے اس کو متہم اور ضعیف راوی لکھا ہے۔

- علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

اتهمه ابو احمد بن عدی و قال عنده عجائب. (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۶۱۶ رقم ۵۸۳۵)

علامہ ذہبی نے ابن عدی اور ابن الجوزی کے حوالہ سے متہم لکھا ہے۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۶۵۱)

- حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر مختلف محدثین کرام سے نقل کی ہے۔ (لسان المیزان 5/ 289)

عبدالمہیمن بن عباس متروک راوی

۳-روایت میں ایک راوی عبد المهیمن بن عباس ضعیف، متروک اور منکر الحدیث راوی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔ مُنْكرُ الحديثِ. (التاريخ الكبير ۶/ ۱۹۴۷ ،الضعفاء الصغير ۲۴۳)

امام بخاری دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ صاحبُ مناكير. (التاريخ الصغير ۲/ ۲۵۴)

امام ابوزرعہ الرزای نے ان کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہوا ہے۔ (أسامي الضعفاء ۲۱۷)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وقد تكَلَّم بعضُ أهلِ الحديث في عبد المهيمن بن عباس بن سَهْل وضعَّفَه من قِبَلِ حفظه. (الجامع الترمذی ۲۰۱۲)

امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروك الحديثِ. (الضعفاء والمتروكون ۴۰۷)

امام دارقطنی فرماتے ہیں۔: ليس بالقويِّ. (السنن ۱/ ۳۵۵)

محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔لما فحش الوهم في روايته بطل الاحتجاج به.

اس کی روایت میں فحش غلطیاں ہیں اس کی روایات سے احتجاج باطل ہے۔ (المجروحين ۱۳/ ۱۳۲)

محدث ابن الجنید فرماتے ہیں۔ ضعيف الحديث. یعنی ضعیف راوی ہے۔

(اکمال تہذیب الکمال ۸/ ۳۵۹ رقم ۳۳۸۵)

امام ساجی فرماتے ہیں۔عنده نسخة عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم فيها مناكير.

اس کے پاس عن ابیہ عن جدہ کا نسخہ ہے جس میں منکر روایات ہیں۔

(اکمال تھذیب الکمال ۸/ ۳۵۹ رقم ۳۳۸۵)

امام برقی فرماتے ہیں۔

وذكره البرقي في كتاب الطبقات في باب "من كان الأغلب عليه الضعف في حديثه وقد ترك بعض أهل العلم بالحديث الرواية عنه".

(اکمال تھذیب الکمال ۸/ ۳۵۹ رقم ۳۳۸۵)

محدث ابن سعد فرماتے ہیں۔

صاحب مناكير. صاحب مناکیر ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۸/ ۳۵۹ رقم ۳۳۸۵)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ "واه". (الكاشف ٣٤٩٧)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موصوف کی روایت ضعیف، منکر اور متروک واہی ہے۔ اس مقام پر موصوف قاری صاحب کو ان کا اصول یاد کروا دیں کہ جس روایت پر منکر کا اطلاق ہو تو وہ روایت موضوع ہوتی ہے۔ ذرا اس روایت پر دھیان دے دیں تو بہتر ہے۔

۴-"اعلم امتی من بعدی" روایت کو بطور شاہد پیش کرنا

قاری ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں حدیث مدینۃ العلم کے شواہد کے عنوان کے ضمن میں بحث کرتے ہوئے ص ۴۰۰ پر لکھتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أعلم أمتی من بعدی علی بن أبی طالب

میرے بعد امت کا سب سے بڑا عالم علی بن ابی طالب ہے۔

شرح اسنی المطالب ص ۴۰۰ بحوالہ الفردوس بماثور الخطاب ۱/ ۳۷۰ حدیث ۱۴۹۴، المناقب الخوارزمی ص ۸۲، جمع الجوامع ۱/ ۵۴۰ حدیث ۳۴۱۴، کنز العمال ۱۱/ ۶۱۴، حدیث ۳۳۰۱۹ [فرائد السمطین ۱/ ۹۷، کفایۃ الطالب الکنجی ص ۳۳۲]

حدیث کی سند کی حقیقت

گذارش ہے کہ اس حدیث کو نقل کرنا ہی علمی زیادتی بلکہ بدیانتی ہے۔ ایک طرف آپ صحیح ترین قول صحابی جو کہ حکما مرفوع ہے، اس کو امتی کا قول کہہ کر مقابلہ میں نبی کے قول کو اخذ کرنے کی نصیحت کرتے رہے جبکہ خود صحیح حکما مرفوع کے مقابلہ میں ایسی روایت پیش کی جس کی سند ایسی کتاب سے نقل کر رہے ہیں جس کی سند سے وہ بخوبی واقف ہیں

کہ اصول اسماء الرجال میں اس کی کیا حقیقت ہے۔
موفق الخوارزمی نے اسے اپنی کتاب میں محدث دیلمی کی سند سے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

واخبرنی سید الحفاظ ابو منصور شہر دار بن شیرو یہ بن شہر دار الدیلمی الھمدانی فیما کتب الی من ھمدان، اخبرنا ابی اخبرنا ابو اسحاق القفال باصبھان حدثنا ابو اسحاق خرشید قولہ حدثنا ابو سعید احمد بن زیاد ابن الاعرابی، حدثنا نجیع بن ابراھیم بن محمد بن الحسن الزھری القاضی حدثنا ابو نعیم ضرار بن صرد حدثنا علی بن ھاشم، حدثنا محمد بن عبداللہ الھاشمی عن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم عن عباد اللہ عن سلمان عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ انہ قال:اعلم امتی من بعدی علی بن ابی طالب.(المناقب الخوارزمی ص۸۲)

موصوف دوسروں کو موضوع روایات پر لعن طعن کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی کتب میں موضوع و متروک روایات کی بھرمار ان کو شاید نظر نہ آتی ہو بہر حال یہ حال تو تفضیلیہ کے اس لکھاری صاحب کا ہے۔ موفق الخوارزمی کی کتاب میں سند میں ابو نعیم ضرار بن صرد اور نجیح ابن ابراھیم پر تفصیلی تحقیق پیش کر دی گئی ہے متعلقہ صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

عرب محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد اس قول پر تعلیقا لکھتے ہیں۔

• بل: ضعيفٌ جدًّا، فقد قال البخاري والنسائي والحسين بن محمد بن زياد القباني: متروك الحديث. وضعّفه يحيى بن معين، وابن قانع، والدارقطني، وأبو أحمد الحاكم، وأبو العرب القيرواني، وابن حبان، وقال: كان فقيهًا عالمًا بالفرائض، إلا أنه يروي المقلوبات عن الثقات، حتى إذا سمعها من كان شاهدًا في العلم شهد عليه بالجرح والوهن. وقال الساجي: عنده مناكير. والوحيد الذي حَسَّن الرأي فيه هو أبو حاتم، فقال: صدوقٌ صاحب قرآن وفرائض، يكتب حديثه، ولا يُحتجّ به!-

یعنی:یہ سخت ضعیف ہے،امام بخاری،امام نسائی،محدث الحسین بن محمد بن زیاد القبانی نے اس کو متروک الحدیث کہا۔ابن معین،ابن قانع،دارقطنی،ابو احمد الحاکم الکبیر،ابو العرب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ابن حبان نے اس کو فقیہ اور فرائض کے عالم مگر یہ ثقہ راویوں سے مقلوبات روایات نقل کرتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم بھی ہوتا ہے۔امام ساجی نے کہا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔واحد شخص جن کا اس کے بارے میں حسن الرائے تھا وہ امام ابو حاتم تھے،کہا کہ صدوق صاحب قران و فرائض ہے اس کی

حدیث لکھی جاسکتی ہے مگر احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔(تحرير تقريب التهذيب ٤/ ٢٨٥)
اس تحقیق سے واضح ہوا کہ موفق الخوارزمی کی سند متروک اور واہی ہے۔

۵-حضرت سعید بن المسیب کا مشاہدہ کو بطور شاہد بنانے کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی شرح اسنی المطالب ص ۱۰۴ پر لکھتا ہے۔

اور اس کی تائید حضرت سعید بن المسیب کے اس مشاہدہ سے ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

[حدثنا محمد بن معاوية ، عن سعيد بن صالح ،وسعيد بن عنبسة ، قالا : حدثنا عباد بن العوام أبو سهل ، عن داود بن المسيب ، قال :]

ما كان أحد بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم من علي بن أبي طالب .

رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی بن ابو طالب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا۔

(شرح اسنی المطالب ص ۱۰۴ بحوالہ الکنی والاسماء للدولابی ۲/ ۲۱۴، کنز العمال ۱۳/ ۱۳۰ رقم ۳۶۴۱۵)

جواب:

گذارش ہے کہ پیش کردہ روایت کی سند میں چند علتیں ہیں جس کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔

[۱] اول: سند میں داود بن المسیب راوی کا کوئی تعین نہیں ہے۔ احمد بن عبداللہ الغماری نے فتح الملک العلی ص ۸۵ طبع اردن دار لکتاب الثقافی میں اس سند کو عباد بن العوام ابو سہل عن داود عن سعید بن مسیب لکھا ہے۔ اگر اس تعین کو بالفرض مان لیا جائے تو بھی داود راوی کا تعین بھی نا معلوم ہے۔ وہ کون سا داود راوی ہے؟ جو کہ عباد بن العوام کا استاد ہے اور سعید بن مسیب کا شاگرد ہے۔؟

[۲] دوم: مزید یہ کہ اگر اس کی سند کو مان بھی لیا جائے تو حضرت سعید بن المسیب نے تمام صحابہ کرام کا دور تو پایا ہی نہیں، اس لیے یہ ان کے اپنے مشاہدہ تک مخصوص اور خاص باستثناء پر محمول کیا جائے گا۔ جس سے شیخین کریمین بالاتفاق خارج ہیں۔

[۳] سوم: اگر اس قول کو بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو متعدّد تابعین کا صحابہ کرام پر اپنا اپنا موقف رہا اور جنہوں نے جس صحابہ کرام کی صحبت حاصل کی اس کے بارے میں اپنی رائے نقل کی۔ جس سے یہ لازم نہیں کہ تمام صحابہ کرام پر فوقیت کا ان کا موقف ہے۔ جیسے تابعی اسود بن یزید کا قول حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔

أخبرنا أبو محمد بن الاكفاني نا عبد العزيز الكتاني أنا أبو محمد بن أبي نصر أنا أبو الميمون نا أبو زرعة قال محمد بن أبي عمر عن سفيان بن عيينة عن أبي إسحاق قال سمعت

الأسود يقول لم ار بالكوفة من أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) افقه من علي بن أبي طالب والأشعري-

اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔(تاریخ دمشق ۳۲/ ٦٣)

أخبرنا أبو عبد الله الفقيه أنا أبو بكر البيهقي أنا أبو عبد الله الحافظ أنا احمد بن علي المقرئ نا أبو عيسى الترمذي نا ابن أبي عمر نا سفيان عن أبي إسحاق قال سمعت الأسود بن يزيد يقول لم ار بالكوفة من أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) اعلم من علي بن أبي طالب والأشعري-

تابعی اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے اصحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے اعلم نہیں دیکھا۔ (تاریخ دمشق ۳۲/ ٦٣)

اب ان دونوں اقوال میں تابعی اسود بن یزید نے جن صحابہ کرام سے ملاقات کی ان میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ اعلم صحابہ کی وضاحت کی۔ایک قول میں تمام صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو بھی کہا۔اس لیے خاص تناظر اور کسی خاص علاقہ میں کسی ایک صحابی کی تخصیص کر کے بات کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی فضیلت اور اعلمیت تمام صحابہ کرام پر ثابت ہو۔

٦- "لوگ اختلاف میں پڑیں گے" روایت کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی شرح اسنی المطالب ص ۴۰۱ پر لکھتا ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

[حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ يَعْقُوبَ الدَّقَّاقُ، مِنْ أَصْلِ كِتَابِهِ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دِيزِيلَ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ ضِرَارُ بْنُ صُرَدٍ، ثنا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ:]

«أَنْتَ تُبَيِّنُ لِأُمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِي».

لوگ میرے بعد اختلاف میں پڑیں گے تو تم اس کی وضاحت کرو گے۔

(شرح اسنی المطالب ص ۴۰۱ بحوالہ المستدرک ۱۲۱/۳ رقم ۴٦٧٨، المناقب للخوارزمی ص ۸۵، معجم الاعرابی ۵۲۱/۳ رقم ٧٦٢)

25

حدیث پر وضع کا حکم

عرض ہے کہ قاری ظہور احمد فیضی صاحب کا متروک اور واہی ترین روایات کے بغیر کام نہیں چلتا۔ ان کی کتب موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے اور وہ دوسروں کی کتب میں موضوع بلکہ ضعیف روایات پر اعتراض کرتے پھرتے ہیں۔ بہر حال موصوف مذکورہ رضی اللہ عنہ روایت کو بھی محدثین کرام نے تسلیم نہیں کیا۔

[۱] علامہ ذہبی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بل هو فيما اعتقده من وضع ضرار۔(تلخيص المستدرك ۳/ ۱۳۲ رقم ٤٦٢٠)

[۲] علامہ سبط ابن العجمی نے اپنی کتاب میں علامہ ذہبی کا حکم وضع کو برقرار رکھا ہے۔

قَالَ لعَلي أَنْت تبين لأمتي مَا اخْتلفُوا فِيهِ من بعدِي انْتهى قَالَ الذَّهَبِيّ فِي تَلْخِيص الْمُسْتَدْرك ذكر هَذَا الحَدِيث وَأَنه على شَرطهمَا فِيمَا أعتقده من وضع ضرار.

(الكشف الحثيث ۱/ ۱۳۸ رقم ۳۵۰)

[۳] محدث ابن حبان نے بھی اس روایت کو مجروح و موضوع میں شمار کیا ہے۔

كان يحيى بن معين يكذبه.وهو الذي روى عن المعتمر بن سليمان، عن أبيه، عن الحسن، عن أنس بن مالك، أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال لعلي عليه السلام: "أَنتَ تُبَيِّن لأُمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِي" (المجروحين ۱۰/ ٤٨٦ رقم ٥٠٩)

[۴] محدث ابن عراق نے بھی علامہ ذہبی کا اس حدیث پر حکم موضوع کو برقرار رکھا کر تسلیم کیا ہے۔

ضرار بن صرد أبو نعيم الطحان قال ابن معين كذاب وأخرج له الحاكم فى المستدرك أنت تبين لأمتى ما اختلفوا فيه من بعدى يعنى عليا وتعقبه الذهبى فى تلخيصه فقال أعتقد أنه من وضع ضرار.

اس روایت کے بنیادی راوی ضرار بن صرد کو ان مرویات کو گھڑنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

(تنزيه الشريعه ۱/ ۷۱ رقم ٤)

[۵] محدث ابن معین فرماتے ہیں۔

قال على بن الحسن الهسنجانى: سمعت يحيى بن معين يقول: بالكوفة كذَّابان أبو نعيم النخعى وأبو نعيم ضرار بن صرد.

یعنی: ابن معین فرماتے ہیں کہ کوفہ میں دو ابو نعیم کذاب ہیں ایک ابو نعیم النخعی اور ابو نعیم ضرار بن صرد۔

(الجرح و التعديل ۲/ ۱/ ٤٦٥)

٦ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

كذبه يحيى بن معين في حديث رواه عن معتمر عن أبيه عن الحسن عن أنس عن النبى عليه السلام في فضل بعض الصحابة انكروه عليه،

یعنی: ابن معین نے حدیث میں اس کی تکذیب کی ہے، اور یہ معتمر عن ابیہ عن الحسن عن انس عن النبی ﷺ کی سند سے بعض صحابہ کی فضیلت بیان کرتا ہے جس کو قبول نہیں کیا گیا۔

(الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى ٢/ ٧٤٧)

ان حوالہ جات کے علاوہ ،ضرار بن صرد کے تضعیف پر جمہور محدثین کرام کی جرح، تفصیل سے پیش کیا گیا ہے، متعلقہ مقام پر ملاحظہ کیجئے۔ قاری ظہور احمد فیضی نے شرح اسنی المطالب ص ۴۰۳ پر مذکورہ روایت کو خلفاء راشدین کے پاس استفتاء یا مقدمہ آجاتا اور پھر کبھی اس کے حل میں پیچدگی یا اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی تو سیدنا علی المر تضی رضی اللہ عنہ کے قول کو حرف آخر سمجھا جاتا، پر محمول کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان اعلم الناس بالسنۃ کی تحقیق

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۲۲۵، ص ۳۴۴، ص ۷۴۴ پر حدیث لکھتے ہیں۔

[قَالَ أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن سعيد الأصفهاني، قال: حدثنا معاوية ابن هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ قُلَيْبٍ، عَنْ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ:]

مَنْ أَفْتَاكُمْ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ؟ قَالُوا: عَلِيٌّ. قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لأَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ

"اور بنت صدیق ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے بھی دو ٹوک انداز میں فرمایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلم السنۃ ہیں۔ حضرت جسرۃ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں فرمایا: تمہیں عاشورہ کے روزے کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے۔ فرمایا: وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کے عالم ہیں"۔ الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۲۲۵ بحوالہ تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۸، الاستیعاب ۳/۲۰۶، المناقب للخوارزمی ص ۹۱، الریاض النضرہ ۴/۷ ۱۳، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب المدینۃ العلم علی ص ۴۴۔)

جواب

موصوف قاری ظہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان متعدد مقامات پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے۔ موصوف نے انتہائی چالاکی سے متن کو ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب سے نقل کیا مگر اس کے

راویوں پر کچھ تحقیق پیش نہیں کی۔ ابن عبدالبر کی کتاب میں سند کے راوی سُفْيَانَ، عَنْ قُلَيْبٍ، عَنْ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ میں نہ راوی قلیب کا کچھ معلوم ہے اور نہ جبیر راوی کا، اور نہ جبیر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ابن عبدالبر کی الاستیعاب کے نسخوں میں تصحیف کاتب یا نسخوں کی تصحیح نہ ہونا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف سند میں اغلاط ہیں بلکہ متن میں بھی کمی بیشی موجود ہے۔ اور اگر اس روایت کو ہم سند کی تحقیق کے بغیر بھی بطور فرض تسلیم کر بھی لیں تو پھر تاریخ دمشق کی روایت میں وضاحت سارا معاملہ ہی حل کر دیتا ہے۔

أعلم الناس بالسنة یا اعلم من بقی بالسنة؟

اس روایت کو حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق ۴۲/۴۰۸ پر سفیان عن فلیت (أفلت بن خلیفة العامري) عن جسرة (جسرة بنت دجاجة العامرية) قالت ذكر عند عائشة کی سند سے نقل کیا ہے۔ جس میں راویوں کا تعین بھی موجود ہے مگر متن میں ایسے الفاظ ہیں جو کہ قاری ظہور احمد فیضی کے موقف کو ہی سرے سے غلط ثابت کرتا ہے۔ حافظ ابن عساکر کی روایت پیش خدمت ہے۔

أخبرنا أبو سعد بن البغدادي أنا أبو المطهر محمود بن جعفر بن محمد بن أحمد الكوسج ومحمد بن أحمد بن علي بن شكروية أنا أبو علي الحسن بن علي بن احمد بن سليمان نا محمد بن عبد الله بن بلبل الهمداني نا عباس الدوري نا قبيصة بن عقبة نا سفيان عن فليت (أفلت بن خليفة العامري) عن جسرة (جسرة بنت دجاجة العامرية) قالت ذكر عند عائشة صوم عاشوراء فقالت من يأمركم بصومه قالوا علي قالت أما إنه أعلم من بقي بالسنة۔

حضرت جسرۃ فرماتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں فرمایا: تمہیں عاشورہ کے روزے کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے۔ فرمایا: وہ باقی زندہ رہ جانے والے تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کے عالم ہیں"۔

(تاريخ دمشق ٤٢/٤٠٨)

تاریخ دمشق کی اس روایت سے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں اعلم بن بقی بالسنۃ یعنی باقی زندہ رہ جانے والے صحابہ میں سے اعلم کی وضاحت موجود ہے۔ جس پہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو باقی رہ جانے والے صحابہ میں اعلم السنۃ کہا اور یہ

نکتہ قاری ظہور احمد فیضی نے عوام الناس کے سامنے لانے سے گریز کیا تاکہ ان کا بھنڈا ہی نہ پھوٹ جائے۔ موصوف ظہور نے اپنی متعدد کتاب میں تقریباً ہر مقام پر احادیث اور اسماء الرجال کی تحقیق میں یہ طریقہ کار استعمال کیا ہے جس پر ایک مکمل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

کیا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول حرف آخر ہوتا؟

قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۴۰۲ پر لکھتے ہیں۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بھی یہ بات ملتی ہے کہ انہوں نے بوقت اختلاف تمام صحابہ کرام کے مقابلہ میں تنہاء قول مرتضوی کو مقدم رکھا۔ چناچہ ابن زنجویہ الرازی اور علامہ ابوالقاسم زمخشری لکھتے ہیں۔

[وعن يحيى بن عمر عن أبيه عن جده قال: لما امتنع من امتنع من دفع الزكاة إلى أبي بكر| جمع أبو بكر أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فشاورهم في أمرهم فاختلفوا عليه| فقال لعلي: ما تقول يا أبا الحسن؟ قال: أقول لك: إن تركت شيئًا مما أخذه رسول الله -صلى الله عليه وسلم- منهم| فأنت على خلاف سنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: أما لئن قلت ذاك لأقاتلنهم| وإن منعوني عقالًا. أخرجه ابن السمان في الموافقة.

"عن يَحيى بن برهان أنَّ أبَا بكرٍ الصَّديق استشارَ عَلِيًا فِي أهْلِ الرِّدَّةِ فقالَ: إنَّ الله جَمَعَ الصَّلَاةَ والزَّكَاةَ وَلَا أرى أنْ تُفرِّقَ، فعِندَ ذٰلِكَ قَالَ أبُو بَكرٍ: لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَيْهِ كَمَا قَاتَلَهُمْ رسُولُ الله -صلى الله عليه وسلم-".]

جب مانعین زکوۃ نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا تو کسی نے کہا: آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں یہاں تک کہ اسلام ان کے دلوں میں مضبوط ہو جائے، اور بعض نے کہا: فی الحال آپ انہیں ان کی زکوۃ کے معاملہ میں ان کی مرضی پر چھوڑ دیں وہ جہاں چاہیں اسے رکھیں۔ بعد میں ان کا مواخذہ کر لینا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

اے ابوالحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں کہتا ہوں کہ اگر آپ نے انہیں کوئی ایک چیز بھی چھوڑ دی جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے لیتے تھے تو آپ سنت رسول ﷺ کے خلاف ہوں گے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: جب آپ یہ فرماتے ہیں تو اگر انہوں نے مجھے اونٹ کے پاوں باندھنے والی رسی بھی نہ دی

تو میں ضرور ان سے جنگ کروں گا۔" الخ

(شرح اسنی المطالب ص ۴۰۲، بحوالہ مختصر کتاب الموافقہ ص ۴۶۔ ۴۷، الریاض النضرۃ ۱/۱۲۷)

جواب

گذارش ہے کہ پیش کردہ روایت کی سند مجہول اور منقطع ہے، جبکہ صحیح ترین مرویات میں یہ ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعہ الردہ میں متعدد صحابہ کرام سے مشاورت کی اور زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد پر اپنے فیصلہ پر ثابت قدم رہے۔ مگر اس واقعہ کے متعلق خاص تخصیص کرنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مشاورت پر ہی اپنا فیصلہ کیا، یہ اصول حدیث کے تحت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں متعدد امور پر مشاورت کرتے اور ان میں سے جس کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے یا ان کا شرح صدر ہوتا تو وہ اسی کے مطابق عمل کرتے۔

امام بخاری لکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس شخص سے ضرور بالضرور لڑائی کروں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرے گا کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ واللہ! اگر یہ لوگ مجھ سے بکری کا بچہ لیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اسکے نہ دینے پر سے لڑائی کروں گا، حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس بات کے بعد میں سمجھ گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں جو ارادہ ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور میں نے پہچان لیا کہ ابوبکر کی رائے برحق ہے۔ (صحیح بخاری :۶۹۲۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرما رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ اللہ کی طرف سے ہی ہے۔

امام بخاری ایک دوسرے مقام پر روایت لکھتے ہیں۔

حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا ليث، عن عقيل، عن الزهري، اخبرني عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابي هريرة، قال: لما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف ابو بكر بعده وكفر من كفر من العرب، قال عمر لابي بكر :كيف تقاتل الناس، وقد قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم: " امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله، فمن قال لا إله إلا الله عصم مني ماله ونفسه إلا بحقه وحسابه على الله، فقال: والله لاقاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة، فإن الزكاة حق المال، والله لو منعوني عقالا كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعه"، فقال عمر: فوالله ما هو إلا ان رايت الله قد شرح صدر ابي بكر للقتال، فعرفت انه الحق، قال ابن بكير وعبد الله: عن الليث عناقا وهو اصح.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ دنیا سے پردہ فرما ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے کئی قبائل پھر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے؟ جب کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ اس لیے جو شخص اقرار کرلے کہ لا الٰہ الا اللہ تو میری طرف سے اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہے۔ البتہ کسی حق کے بدل ہو تو وہ اور بات ہے۔ اب اس کے باقی اعمال کا حساب اللہ کے حوالے ہے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! میں تو اس شخص سے لڑائی کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، واللہ! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی نہیں دیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے، تو ان کے انکار پر بھی لڑائی کروں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے غور کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو کشادہ فرمایا، تو میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں۔

(صحیح بخاری: ۷۲۸٤)

پیش کردہ روایات سے یہ واضح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے واقعہ الردہ میں مرتدین سے زکوٰۃ لینے کے فیصلہ کو اللہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف القاء کیا ہے۔ اس لیے اگر القاء کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھی یہ رائے ہو تو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کے برعکس جناب قاری ظہور صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو ہی مقدم رکھتے تھے۔ جبکہ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مختلف صحابہ کرام سے ہر مسئلہ میں مشاورت کرتے تھے اور جب اللہ کی طرف سے کوئی مسئلہ القاء ہوجاتا تو پھر اس پر عمل کرتے یا پھر کسی صحابی کی بہترین رائے ہوتی تو اس کو اخذ کرتے۔ نبی کریم ﷺ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ صحابہ کرام سے اور خلفاء راشدین سے خصوصی طور پر مشاورت کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشاورت

بالفرض قاری ظہور احمد فیضی صاحب کے منقطع اور مجہول سند کی روایت کو مان بھی لیا جائے تو روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرنا بطور اتم ثابت ہے۔

محدث ابن ابی شیبہ ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلى الله عَلَيهِ وسَلمَ يَسْمُرُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ اللَّيْلَةَ كَذَاكَ فِي الأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُ، وَإِنَّهُ سَمَرَ عِنْدَهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَأَنَا مَعَهُ.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے اور میں آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ ایک رات آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو فرمائی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔

(ابن ابی شیبة ٤/ ٤٦٤، رقم ٦٧٥٢ طبع عوامه/ و طبع مکه ٦٨٥٣)

اس روایت سے واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے امور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو اور مشاورت کرتے۔ اب اس روایت کو قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنے طرز استدلال کو سامنے رکھ کر پڑھیں تو بہت کچھ واضح ہو جائے گا۔

موصوف فیضی اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۳۴۷ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مشاورت اور شرح اسنی المطالب ص ۴۰۲ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرنے اور ان کے مشورہ سے متفق ہونے کو اعلم ہونے کی دلیل بنا کر پیش کر چکے ہیں۔

علم کی چابیاں؟

قاری ظہور احمد فیضی شرح اسنی المطالب ۴۰۴-۴۰۵ پر لکھتا ہے

بلا شبہ مدینۃ العلم کا دروازہ کسی پر بند نہیں تھا، سوال کی چابی سے جو چاہتا اس سے خزانہ حاصل کر لیتا تھا مگر صحابہ کرام میں فقط ایک باب العلم کی ذات پاک تھی جن پر سوال اور بلا سوال علم کی بارش ہوا کرتی تھی۔ محدثین کرام لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمُسَاوِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: «كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي، وَإِذَا سَكَتَ ابْتَدَأَنِي»

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہندا الجملی سیدنا علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپ جواب عطا فرماتے تھے اور جب خاموش ہوتا تو وہ آپ از خود عطا فرماتے تھے۔

(شرح اسنی المطالب ۴۰۵ بحوالہ السنن الکبری نسائی ۹۶/۲ رقم ۸۴۵۰، فضائل صحابہ ۸۰۳/۲ رقم ۱۰۹۹، سنن ترمذی ص ۸۴۷ رقم ۳۷۲۲، المصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۸/۶ رقم ۳۲۰۶۰، المستدرک الحاکم ۱۲۴/۳ رقم ۴۶۸۷۔)

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف قاری ظہور نے جو روایت پیش کی اس کی اصولی حیثیت پیش خدمت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبد الله بن عمرو بن هند المرادي الجملي الكوفي صدوق – لم يثبت سماعه من علي۔

عبداللہ بن عمرو بن ہند المرادی الجملی الکوفی صدوق۔۔۔اس کا حضرت علی المرتضی سے سماع نہیں ہے۔

(تقريب التهذيب: ٣٥٠٦)

روایت مرسل سے استدلال

حافظ ابن حجر عسقلانی تفصیل سے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

عبد الله بن عمرو بن هند المرادي ثم الجملي الكوفي روى عن علي كنت إذا سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني وإذا سكت ابتدأني وعنه عوف بن أبي جميلة ذكره ابن حبان في الثقات روى له الترمذي وقال حسن غريب من هذا الوجه والنسائي في الخصائص الحديث المذكرو قلت وأخرجه بن خزيمة في صحيحه والحاكم لكن قال الإمام أحمد ثنا الأنصاري ثنا عوف ثنا عبد الله بن عمرو بن هند أن عليا قال فذكر الحديث قال عوف ولم يسمع عبد الله من علي حكاه بن أبي حاتم في المراسيل عن عبد الله بن أحمد كتابة عن أبيه به وقال ابن عبد البر في التمهيد لم يسمع عبد الله بن عمرو بن هند من علي رضي الله تعالى عنه.

یعنی عبداللہ بن عمر بن ہند المرادی ثم الجملی الکوفی نے حضرت علی المرتضی سے روایت بیان کی کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپ جواب عطا فرماتے تھے اور جب خاموش ہوتا تو وہ آپ از خود عطا فرماتے تھے۔ اور اس سے عوف بن ابی جمیلہ روایت کرتا ہے، ابن حبان نے ثقات میں اور ترمذی نے

اس سے روایت لی ہے، اور اس ابن خزیمہ اور امام حاکم نے اس کی روایت کی تخریج کی ہے مگر امام احمد نے کہا کہ میں نے الانصاری از عوف از عبداللہ بن عمرو بن ہند از حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے اور عبداللہ بن عمرو بن ہند نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔[العلل و معرفۃ الرجال ۱/۲۰۵ رقم ۲۱۴] ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب المراسیل [المراسیل ص ۱/۱۰۹ رقم ۳۸۹] میں اس کو عبداللہ بن احمد عن ابیہ سے بیان کیا ہے اور ابن عبدالبر اپنی کتاب التمہید [التمہید ۸۹/۲] میں کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن ہند نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

(تهذيب التهذيب ٥/ ٣٤٠ رقم ٥٨٢)

عوف بن ابی جمیلہ پر رافضی کی جرح

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ قَالَ: سَمِعْتُ بُنْدَارًا، وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا حَدِيثَ عَوْفٍ فَقَالَ: يَقُولُونَ: عَوْفٌ، وَاللهِ لَقَدْ كَانَ عَوْفٌ قَدَرِيًّا رَافِضِيًّا شَيْطَانًا۔

یعنی: ـــــ محدث بندار فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم عوف بن ابی جمیلہ قدری اور شیطان رافضی ہے۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي ٣/ ٤٢٩ رقم ١٤٧١)

امام احمد بن حنبل سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی تک محدثین کرام کے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی نے نہیں سنی۔ اس لیے اس کے رجال کو صحیح کہنا یا اسنادہ صحیح کہنے سے اس کی علت خفی و قادعہ رفع نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ روایت مرسل ہے اور راویوں کے ثقہ ہونے سے ارسال کی اعتراض رفع نہیں ہوتا۔ اور اس کے ساتھ عوف بن ابی جمیلہ کی تشیع و رفض بھی محدثین کرام نے واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ہم نے اس روایت پر محدثین کرام کی آراء پیش کردی ہیں یا تو جرح کو ناصبیت کے الزام لگانے سے رفع کرنا ہے تو موصوف قاری ظہور کی مرضی، مگر اصول کے تحت یہ روایت مرسل ہی رہے گی جبکہ اس روایت سے دیگر صحابہ کرام خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر علمی نوازشات اور فیض کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیا اعلم ہونے کا اعلان کرتے تھے؟

قاری ظہور اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۴۰۶ پر لکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ سراپا تواضع ہونے کے باوجود اس نعمت عظمیٰ پر خاموش نہ رہ سکے۔ چنانچہ حضرت زاذان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام کی خوبیوں کے متعلق دریافت کیا تو وہ شوق سے بیان فرماتے رہے اور آخر میں انہوں نے عرض کیا:

[قال أحمد بن منيع: حدّثنا حَجَّاج بْنُ محمَّد، ثنا ابْنُ جُرَيْج، ثنا أبو حرب بن أبي الأسود [و] عن ابْنُ جُرَيْج، عَنْ رَجُل، عَنْ زَاذَانَ قَالَا: بينا الناسُ ذات يوم عند عليٍّ رضي الله عنه إذْ وَافَقُوا مِنْهُ طِيبَ نَفْس فَقَالُوا: حَدِّثْنَا عن أصحابك يا أمير المؤمنين. قال رضي الله عنه: عَنْ أَيِّ أَصْحَابِي؟ قَالُوا: أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-. قَالَ رضي الله عنه: كلُّ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ—]

فحدثنا عنك يأمير الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: مَهْلًا نَهَى اللهُ عَنِ التَّزْكِيَةِ. قال: فَقَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ -يقول: {وأما بنعمة ربك فحدث} قَالَ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ بِنِعْمَةِ رَبِّي كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ أُعْطِيتُ وَإِذَا سَكَتُّ ابْتُدِيتُ فَبَيْنَ الْجَوَارِحِ مني ملئ عِلْمًا جَمًّا.

امیر المومنین آپ اپنے متعلق بھی کچھ بیان فرمائیے۔ فرمایا رہنے دو۔ اللہ تعالی نے خود ثنائی سے منع فرمایا ہے اس پر کسی نے عرض کیا: اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے فرمایا: تو میں اپنے رب تبارک وتعالی کے احسان کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ میں جب بھی سوال کرتا تو مجھے عطا کیا جاتا اور جب میں خاموش ہوتا تو مجھ پر کرم کی ابتداء کی جاتی اور میرے پہلو علم کثیر سے لبریز ہیں۔ الخ

(شرح اسنی المطالب -۴۰۶-۴۰۷ بحوالہ فضائل صحابہ ۲/۸۰۳ رقم ۱۰۹۹، المعجم الکبیر ۶/۲۱۳ رقم ۶۰۴۱، اتحاف الخیرۃ المھرہ للبوصیری ۷/۲۰۸، المطالب العالیہ ۴/۸۱ رقم 4022)

جواب

گذارش ہے کہ قاری فیضی ان احادیث سے استدلال کرتا ہے جس کا ایک طرف وہ لوگوں کے سامنے فضائل علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں پیش کرتا ہے اور پھر ان فضائل کو وہ خاصہ بنا کر لوگوں کو ورغلانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ پیش کردہ حدیث سے نبی کریم ﷺ کا وہ کرم ہے جو کسی بھی صحابی کو ملے وہ اس کے لیے مانند کثیر ہوتا ہے۔ جب ان روایات سے تفضیلیہ اپنا نام نہاد موقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے جواب میں علماء الزامی طور پر دیگر احادیث پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ اگر ایسی روایات سے آپ جو اپنا مطلب اخذ کشیدہ کر رہے ہو وہ تو دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی منقول ہے تو پھر لا جواب ہو کر فتوی بازی کرنے لگتے ہیں اور لوگوں میں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سائیں غلام رسول قاسمی صاحب اور ان کے حواری تو بغض اہل بیت میں مبتلا ہیں اور وہ تنقیص حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے مرتکب ہیں۔ جب کہ حقیقت اس سے کوسوں دور ہے۔ اہل سنت کے تمام علماء میں حب اہل بیت ہی تو کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے۔ اس لیے ان کے خلاف ناصبیت کا فتوی لگانا ایک بدترین فعل ہے۔ بہر حال اس بحث سے ہٹ کر ایک حدیث پیش کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ پڑھنے والوں کی سمجھ پر موقوف ہے۔

محدث امام ترمذی اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللهِ، ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، اور نبی اکرم ﷺ موجود تھے، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) بھی (آپ کے ساتھ تھے، جب میں) قعدہ اخیرہ میں (بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ کی تعریف کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا، پھر اپنے لیے دعا کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" مانگو، تمہیں دیا جائے گا، مانگ تمہیں دیا جائے گا"۔

(سنن ترمذی ۱/ ۷۳۲ رقم ۵۹۳ باب ما ذکر فی الثناء علی اللہ)

سنن ترمذی میں نبی کریم ﷺ کا یہ کرم اور فیض مذکور ہے اس سے دیگر صحابہ بھی مستفیض ہوئے۔

کیا علم کی بارش مختص ہے؟

قاری ظہور اپنی کتاب شرح اسنی المطالب ص ۷۰۴ پر لکھتا ہے۔

علم کی اس فروانی کا سبب کیا تھا؟ اس کا سبب فقط مدینۃ العلم کا وہ خصوصی کرم تھا جو دوسرے کسی بھی انسان پر نہیں تھا۔ حتیٰ کہ جب مدینۃ العلم کی ذات پاک غصہ میں ہوتی اور اس وقت کسی کو جرات کلام نہ ہوتی تو تب بھی باب علم العلم پر مدینہ العلم کے کرم کی بارش برابر جاری رہتی۔ چناچہ ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

[حَدَّثَنَا مُكْرَمُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُكْرَمٍ الْقَاضِي، ثنا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ الطَّيَالِسِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، ثنا حُسَيْنُ الْأَشْقَرُ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ زِيَادٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ مُخَوَّلٍ، عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا،] «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَضِبَ لَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ مِنَّا يُكَلِّمُهُ غَيْرَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

بیشک نبی کریم ﷺ جب غضب ناک ہوتے تو ہم میں سے کوئی انسان آپ کے ساتھ کلام کرنے کی جرات نہ کرتا، ماسوائے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔

(شرح اسنی المطالب ص ۷۰۴ بحوالہ المستدرک ۱۲۹/۳ رقم ۴۶۴۷ [۴۶۴۷]، المعجم الاوسط ۳۱۸/۴، حلیۃ الاولیاء ۲۲۷/۹، مجمع الزوائد ۱۱۶/۹ رقم ۱۴۶۸۳)

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف قاری ظہور نے مستدرک حاکم سے حوالہ تو دیا مگر شاید تلخیص المستدرک کا حوالہ دینا بھول گئے۔ علامہ ذہبی مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الأشقر وثق وقد اتهمه ابن عدي وجعفر تكلم فيه

یعنی: الاشقر کی توثیق بیان کی گئی اور ابن عدی نے اس کو متہم کیا، اور روایت میں جعفر ابن ابی عثمان طیالسی بھی متکلّم فیہ راوی ہے۔ (تلخيص المستدرك: 4647)

الحسین بن الحسن الاشقر ضعیف ومتروک راوی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

الحسين بن الحسن الأشقر الفزاري الكوفي صدوق يهم ويغلو في التشيع-

یعنی: الحسین بن الحسن الاشقر الفزاری الکوفی صدوق وہم اور غالی شیعہ تھا۔ (تقریب التھذیب: ۱۳۱۸)

عرب محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد اس قول پر تعلیقاً لکھتے ہیں۔

• بل: ضعيفٌ، ضعَّفه البخاريُّ، وأبو حاتم وأبو زُرْعة الرازيان، والجوزجانيُّ، وأبو الفتح الأزدي. وقال النسائي والدارقطني وأبو أحمد الحاكم: ليس بالقويِّ. وقال أبو معمر الهذلي: كذابٌ.

بلکہ ضعیف ہے، امام بخاری، ابو حاتم، ابو زرعہ رازی، جوزجانی، ابوالفتح الازدی نے اس کو ضعیف کہا۔ امام نسائی، امام دارقطنی، امام ابو احمد الحاکم نے لیس بالقوی کہا اور ابو معمر الھذلی نے کذاب کہا۔

(تحریر تقریب التھذیب ۱/ ۲۸۷ رقم ۱۳۱۸)

۱) خود حافظ ابن حجر عسقلانی اس راوی کے بارے میں اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

"ضعیف". یعنی ضعیف ہے۔ (فتح الباری ٦/ ٤٦٧)

جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسری کتاب میں مزید واضح لکھتے ہیں۔

"ضعیف ساقط". یعنی یہ ضعیف اور ساقط راوی ہے۔ (الکشاف ۳/ ۲۳۵).

مذکورہ حوالہ جات سے یہ واضح ہوا کہ حافظ بن حجر عسقلانی اپنے دوسری کتب میں الحسین الاشقر پر ضعیف وساقط کی جرح کی ہے اس لیے صدوق یھم سے اس کے صدوق ہونے پر علی الاطلاق استدلال نہیں کیا جا سکتا جبکہ متقدمین جمہور علماء کرام نے اس کو ضعیف، متروک اور غالی شیعہ کہا ہے۔

۲) علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

واه قال البخاري فيه نظر

یعنی واہی راوی ہے اور امام بخاری نے کہا کہ فیہ نظر۔ (الکاشف:۱۰۸۵)

۳) محدث ابن معین فرماتے ہیں۔

ابن الجنید: سمعت ابن معین ذکر الأشقر فقال: کان من الشیعة الغالیة الکبار، قلت: فکیف حدیثه؟ قال: لا بأس به، قلت: صدوق؟، قال: نعم کتبت عنه."

(سؤالات ابن الجنید ص ۱۰۱)

۴) امام ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں۔ لیس بالقوي عندهم، یعنی: یہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے۔

(اکمال علی تهذیب الکمال ۱/ ۱۴۲ رقم ۶۷)

۵) امام ساجی فرماتے ہیں۔ عنده مناکیر، یعنی اس کے پاس مناکیر روایات ہیں۔

(اکمال علی تهذیب الکمال ۱/ ۱۴۲ رقم ۶۷)

۶) محدث عقیلی فرماتے ہیں۔

حدث عنه إبراهیم بن محمد بحدیث لا یتابع علیه، ولا یعرف إلا به

(الضعفاء ۱/ ۲۶۸)

۷) امام مسلمہ اندلسی لکھتے ہیں۔ کذاب، لا یکتب حدیثه یعنی کذاب ہے اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (اکمال علی تهذیب الکمال ۱/ ۱۴۲ رقم ۶۷)

۸) امام ابو العرب اور ابن الجارود نے اس کو ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔

(اکمال علی تهذیب الکمال ۱/ ۱۴۲ رقم ۶۷)

۹) امام دارقطنی نے کہا: لیس بالقوي۔ (الضعفاء والمتروکون :۱۹۵)

۱۰) امام نسائی کہتے ہیں: لیس بالقوي۔ (الضعفاء والمتروکون ص ۸۴)

۱۱) ابن جوزی لکھتے ہیں۔

قال أبو الفتح الأزدي: ضعیف، وسمعت أبا یعلی یقول: سمعت أبا معمر الهذلي یقول: حسین الأشقر کذاب،

۱۲) ابو الفتح الازدی نے کہا کہ ضعیف ہے، اور ابا یعلی نے کہا کہ ابا معمر الھذلی نے کہا کہ حسین الاشقر کذاب ہے۔ (الضعفاء والمتروکون ۱/ ۲۱۱)

۱۳) امام بخاری فرماتے ہیں۔ فيه نظر۔ (تاریخ الکبیر ۲/ ۳۸۵ رقم ۲۸۶۲)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ پیش کردہ روایات اصول حدیث کے تحت ضعیف و متروک ہے بلکہ محدثین کرام نے اس روایت کے وضع ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔اس لیے اس روایت سے استدلال کرنا غلط و باطل ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا کلام ۔ ائمہ اہل بیت کو امام کہنا

قاری ظہور احمد فیضی صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۷-۶۸ پر لکھتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کی اقسام بیان فرمائی ہیں اور ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو بالعموم ہر شعبہ میں اور بالخصوص ہدایت باطن میں مطلقاً امام کہا ہے، چناچہ وہ لکھتے ہیں۔

---جاننا چاہیے کہ اہل سنت امامت کے پیشوائے دین کے معنی میں بھی لیتے ہیں، اسی سبب کسے امام اعظم اور امام شافعی کو فقہ مین، امام غزالی اور امام رازی کو عقائد اور کلام میں، نافع اور ع عاصم کو قرآت میں، امام کہتے ہیں، اور ائمہ اطہار ان سب فنون میں پیشوا ہوئے ہیں خصوصا ہدایت باطن اور ارشاد طریقت کہ ان سے مخصوص تھا، اسی سبب سے اہل سنت ان کو بے قید امام امام جانتے ہیں۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۶۸ بحوالہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بحوالہ تحفہ اثناء عشریہ فارسی ص ۱۸۰، مترجم ۳۶۰)

جواب

گذارش ہے کہ قاری ظہور احمد نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مابعد کلام وسباق ہی پیش نہ کیا۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مابعد کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"لہذا اسی نقطہ سے اہل سنت بھی عام طور سے ان کے لیے امام کا لقب استعمال کرتے ہیں۔امام بمعنی خلیفہ کے نہیں کیونکہ خلافت کے لیے ان کے نزدیک زمین پر اقتدار، استحقاق امامت، غلبہ وشوکت اور حکم کا نفاذ ضروری ہے۔اسی وجہ سے انہوں نے خلافت کو صرف پانچ حضرات پر محصور اور محدود رکھا ہے----اور جب دین کے تمام ظاہری و باطنی امور میں کسی کو پیشوائی نصیب ہو تو وہ خلافت حقہ مستحق ہے یہ خلافت صرف پانچ حضرات میں منحصر ہے اور اہل سنت کا خیال ہوائی نہیں ارشادات قرانی پر مبنی ہے کہ ان میں ان پیشواوں کو جو بظاہر اقتدار نہیں رکھتے تھے، ائمہ کہا ہے"۔الخ

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۳۵۸)

پیش کردہ اقتباس میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تو خلفاء اربعہ اور خلیفہ راشد عامہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو ظاہری و باطنی امور میں امامت بطور خلیفہ ملی۔اور جن کو خلافت ظاہری نے ملی مگر خلافت باطنی ملی ان کو ائمہ کہا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کا مقام محبوبیت اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"اب ان بزرگ امام کی اس روایت [قول امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ ۔ دلیل مخالف] سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دو طریقوں سے ثبوت ملتا ہے۔

اول: اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی مصاحبت از روئے کتاب و اجماع اہل سنت و شیعہ قطعی ثبوت ہے۔۔۔۔ اور پھر یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت، خصوصیت، اور ہمرازی اس قدر مشہور زمانہ ہوئی کہ ہر خاص ساتھی اور محرم راز کو بطریق ضرب مثل ان ہی کی صفت سے یاد کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کا رفیق غار ہے۔ لہذا ان کی افضلیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب پر صفت محبت میں ثابت ہو گئی اور یوں وہ کم از کم تمام انبیاء کے ساتھیوں سے قطعاً افضل ہوئے اور جو انبیاء کے تمام اصحاب میں افضل ہو وہ ہی خلافت اور امامت کے لائق ہو گا۔" الخ (تحفہ اثناء عشریہ ص ۳۸۳)

حضرت ابوبکر صدیق کا مقام صدیقیت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"مذہب و دینی اور قرآن کریم کے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں انبیاء کے بعد صدیقین کا درجہ ہے اور یہ تمام امت سے افضل شمار ہوتے ہیں۔

خود امامیہ کی کتابوں میں مروی اور ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے لیے یہ لقب استعمال فرمایا: انا الصدیق الاکبر میں صدیق اکبر ہوں بلکہ مستقبل میں آنے والوں کے مقابلہ میں اسے اپنے اندر ہی منحصر قرار دیا لا یقولھا بعدی الا کذاب یہ لقب میرے بعد وہی استعمال کرے گا جو کذاب ہو گا۔ یہی سبب ہے کہ ائمہ نے اپنے لیے یہ لقب استعمال نہیں کیا اور کہیں استعمال ہوا بھی ہو تو وہ حقیقی معنی میں نہیں بلکہ بطور مجاز ہو گا۔ اور حضرت علی من بعدی فرمایا اس سے صاف طور پر معلوم ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ اس امت میں آپ سے پہلے بھی کوئی صدیق گذر چکا ہے جس کا یہ لقب مشہور تھا اور اس کی صفت صدیقیت برحق اور قابل تسلیم تھی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ انحصار صدیقیت پر نہیں، اکبریت پر ہے کہ کوئی صدیق تو ہو سکتا ہے مگر مجھ سے اکبر نہیں ہو گا، تو اس کے باوجود بھی لفظ بعدی سے صدیقیت کبری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے قرار پاتی ہے۔ الخ

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۳۸۳)

آیت ولایت اور شاہ عبد العزیز دہلوی کا موقف

قران مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (۵۵) وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵۶)

تمھارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"اس آیت کے متعلق یہ حضرات [امامیہ۔ اہل تشیع] کہتے ہیں کہ اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت جناب امیر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی کہ آپ نے حالت رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگشتری دی تھی۔ پھر انما کا کلمہ حصر چاہتا ہے اور ولی سے مراد اوامر چلانے والا یا نافذ کرنے والا ہے اور ظاہر ہے یہاں وہ تصرف عام مراد ہے جو سب مسلمانوں پر ہے جو کہ امامت کا مترادف ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ ان کی ولایت کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے ساتھ ذکر کیا ہے، لہذا آپ کے امامت ثابت ہوگئی۔ اور آپ کے علاوہ دوسروں کی امامت کی نفی ہوگئی کیونکہ انما حصر پر دلالت کرتا ہے اور یہ ہی مدعا ہے۔

اس کا جواب چند صورتوں میں دیا جاسکتا ہے۔

اول بطریق نقض: کہ یہ دلیل آپ کے بیان کے مطابق جناب امیر کے پہلے والے ائمہ کی جس طرح نفی کرتی ہے اس طرح آپ کے بعد کے ائمہ کی تردید بھی یہی آیت ساتھ ہی ساتھ کر رہی ہے"۔ الخ

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۴۳۲)

شیخین کریمین کے لیے کمالات نبوت اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"اسی لیے محققین صوفیاء رحمھم اللہ نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کمالات نبوت کے حامل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کمالات ولایت کے حامل۔ چنانچہ انبیاء کرام کے کام یعنی کفار سے جہاد، احکام شریعت کو رواج دینا، ملت کی اصلاح، بحسن و خوبی شیخین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سرانجام پائے اور اولیاء کے کام مثلاً تعلیم طریقت و ارشاد و حال و مقامات سالکین، نفس کے امور سے آگاہی، اور دنیا میں زہد کی ترغیب

زیادہ تر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے"۔۔الخ

(تحفہ اثناء عشریہ ص ٤٣٢)

سرداری، محبوبیت اور شرافت سے باطنی خلافت پر استدلال

لفظ سرداری، محبوبیت، و شرافت حضرت علی مرتضی اور فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اور پہلے گذر چکا ہے کہ لفظ سردار، محبوبیت و شرافت فضیلت جزئی پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے در حقیقت دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔

(سر التفضیل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۳۱ -۱۳۲)

اوصاف کمال، قرات، جہاد، زہد، تقوی میں حضرت ابو بکر کا مقام منفرد

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"پس آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام اوصاف کمال، علم قرات، جہاد، زہد، تقوی، خشیت، صدقہ، عشق، اطاعت خدا و رسول، حسن سیاست وغیرہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے کہ دوسروں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اور حضرت شارع علیہ السلام نے انہیں امور کو مدار فضیلت و قرب قرار دیا ہے۔"

(سر التفضیل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۳۱ -۱۳۲)

حضرت ابو بکر صدیق کا علم تمام صحابہ سے زیادہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"جب حضرت ابو بکر کی مدت حیات اور اس وقت کے موانع روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانہ حیات اور موانع سے کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا اور اسی پر فتاوی کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور ایسا حال حضرت عمر بن خطاب کا بھی ہے"۔

(فتاوی عزیزی ص ۳۷۷)

فیضی صاحب نے باطنی ولایت کے ایک مجمل اور دیگر استثناء حضرات شیخین کریمین کو ترک کر کے ایک عمومی عبارت پیش کی۔ مگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے اعلم اور سب سے زیادہ متقی، عابد، زاہد، مجاہد، خشیت، اطاعت، عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ کیا یہ عبارت بھی قبول کرنے کی جسارت کریں گے؟

اہل بیت سے ہی قطب الاقطاب کیوں؟ علامہ آلوسی کا حوالہ

قاری صاحب اپنی کتاب الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۷ تا ۸۹ پر لکھتے ہیں۔

ولذا نجد عباد أهل البيت أتم حالا من سائر العباد المشاركين لهم في العبادة الظاهرة وأحسن أخلاقا وأزكى نفسا وإليهم تنتهي سلاسل الطرائق التي مبناها كما لا يخفى على سالكيها التخلية والتحلية اللتان هما جناحان للطيران إلى حظائر القدس والوقوف على أوكار الأنس حتى ذهب قوم إلى أن القطب في كل عصر لا يكون إلا منهم خلافا للأستاذ أبي العباس المرسي حيث ذهب كما نقل عنه تلميذه التاج بن عطاء الله إلى أنه قد يكون من غيرهم، ورأيت في مكتوبات الإمام الفاروقي الرباني مجدد الألف الثاني قدس سره ما حاصله أن القطبية لم تكن على سبيل الأصالة إلا الأئمة أهل البيت المشهورين ثم إنها صارت بعدهم لغيرهم على سبيل النيابة عنهم حتى انتهت النوبة إلى السيد الشيخ عبد القادر الكيلاني قدس سره النوراني فنال مرتبة القطبية على سبيل الأصالة فلما عرج بروحه القدسية إلى أعلى عليين نال من نال بعده تلك الرتبة على سبيل النيابة عنه فإذا جاء المهدي ينالها أصالة كما نالها غيره من الأئمة رضوان الله تعالى عليهم أجمعين اهـ وهذا مما لا سبيل إلى معرفته والوقوف على حقيته إلا بالكشف وأنى لي به.

والذي يغلب على ظني أن القطب قد يكون من غيرهم لكن قطب الأقطاب لا يكون إلا منهم لأنهم أزكى الناس أصلا وأوفرهم فضلا وأن من ينال هذه الرتبة منهم لا ينالها إلا على سبيل الأصالة دون النيابة والوكالة وأنا لا أعقل النيابة في ذلك المقام۔

یہ ہی وجہ ہے کہ ہم اہل بیت کے عبادت گذاروں کے مقام کو ظاہری عبادت میں دوسرے عبادت گذاروں سے بڑھ کر کامل، سب سے بڑھ کر حسین اور سب سے بڑھ کر پاکیزہ پاتے ہیں، اور انہی کی طرف تمام سلاسل طریقت کی انتہاء ہوتی ہے جیسا کہ ان حضرات پر مخفی نہیں جو تخلیہ برائیوں سے دوری اور تحلیہ عبادات کے زیور کو اپنانے کے منزل کے راہی ہیں اور یہ دونوں چیزیں حریم قدس میں اڑان کے لیے روحانی پروں کی اور سکون کے گھونسلوں میں قرار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حتی کہ ایک قول اس طرف گیا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب وقت فقط اہل بیت سے ہوتا ہے، بخلاف استاذ ابو العباس المرسی کے جیسا کہ ان سے

ان کے شاگرد تاج الدین بن عطاء نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: غیر اہل بیت سے بھی قطب وقت ہوتا ہے۔

اور میں نے امام ربانی الفاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات میں پڑھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیت کے مشہور ائمہ کے علاوہ قطبیت براہ راست نہیں چلی، پھر ان کے بعد غیر اہل بیت کے لیے ان ہی سے نیابت کے طور پر چلتی رہی، حتی کہ سیدنا شیخ عبد القادر گیلانی قدس سرہ النورانی کی باری آئی تو وہ اصالۃ براہ راست قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے، پھر جب وہ اپنی روح مقدس کے ساتھ اعلیٰ علیین کے طرف محو پرواز ہوئے تو بعد والوں کو یہ رتبہ ان کی نیابت میں ملا، پھر جب امام مہدی جلوہ گر ہوں گے تو وہ دوسرے ائمہ اہل بیت کی طرح اصالۃ اس مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ مکتوبات کی عبارت مکمل ہوئی۔ اس سے آگے علامہ آلوسی فرماتے ہیں: اور اس بات کی معرفت اور اس کی حقیقت تک رسائی کشف کے بغیر نہیں ہو سکتی اور مجھے کشف کہاں حاصل؟ اور جو چیز میرے گمان پر غالب ہے وہ یہ ہے کہ قطب وقت اہل بیت کے علاوہ بھی ہوتا ہے لیکن قطب الاقطاب فقط اہل بیت سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنی اصل نسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور فضیلت میں سب سے وسیع ہیں اور ان میں سے جو بھی اس مقام پر فائز ہوتا ہے اصالۃ ہوتا ہے نیابۃ یا وکالۃ نہیں، اور مجھے اس مقام میں نیابت سمجھ نہیں آتی۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۷-۸۹ بحوالہ روح المعانی ج ۱۲ جزء ۲۲ ص ۲۸ اور ط: ۲۱/۳۱۱، ۳۱۲)

جواب

گذارش ہے یہ اہل بیت کرام کے بعد غوثیت یا قطبیت براہ راست چلی یا بطور نیابت چلی، اس نکتہ پر تو بحث ہی نہیں بلکہ اولیاء کاملین کا اپنا اپنا کشف ہے کوئی قطبیت کو اہل بیت میں اور کوئی غیر اہل بیت میں بھی ثابت مانتا ہے۔ اولیاء کے کشف اپنے اپنے مقام پر ہیں۔ اگر تسلیم کرنا ہے تو دونوں کشف کو تسلیم کیا جانا چاہیے اور ان میں پھر کسی کے تطبیق کی کیا اہمت رہ جاتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اولیاء کے جتنے بھی مراتب کا ذکر کر لیں، حضرات شیخین کریمین کے صحابیت تک کسی کی رسائی نہیں چہ جائیکہ کہ ان کو نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے نے فیض پہنچایا ہو۔ حضرات شیخین کریمین کا مرتبہ و مقام کمالات نبوت کا ہے، جس کے سامنے کمالات ولایت کا کوئی مقابلہ ہی نہیں چہ جائیکہ کے اس کے برابر ہو۔ اس لیے درجہ و مقام ولایت سے فیض ولایت دیگر لوگوں کو پہنچایا تو جا سکتا ہے مگر حضرات شیخین کریمین کا اس سے استثناء ہے اور وہ اس نکتہ کی بحث سے خارج ہیں۔

استاد العلماء بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تحقیق

علامہ آلوسی کے اعتراض والے قول کے ضمن میں موصوف فیضی لکھتا ہے۔

"یہاں یہ امر جاننا ضروری ہے کہ صوفیہ کرام میں اختلاف ہے کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر درجہ قطبیت کسی اور کو حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض صوفیاء کا مذہب ہے کہ اہل بیت کا غیر قطب نہیں ہو سکتا۔ اور بعض کے نزدیک غیر اہل بیت بھی قطب ہو سکتا ہے لیکن قطب بالاصالۃ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اہل بیت کے قطب کا نائب ہو سکتا ہے لیکن قطب بالاصالۃ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اہل بیت کے قطب کا نائب ہو گا، جیسا کہ حضرت امام ربانی شیخ محمد احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے، لیکن اس امر پر تقریباً اجماع ہے کہ قطب الاقطاب صرف اہل بیت سے ہو گا۔ اس کے بعد استاذ العلماء بندیالوی نے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہما کی مذکورہ بالا عبارت کا آخری پیراگراف بطور دلیل نقل فرمایا ہے۔"

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۹۰، شرح اسنی المطالب ص ۵۹۴-۵۹۵، بحوالہ فیوضات حسینیہ ص ۵۷-۵۸)

جواب

گذارش ہے کہ علامہ آلوسی کو اہل بیت میں قطب الاقطاب سے انکار نہیں مگر وہ غیر اہل بیت میں قطب الاقطاب کو مانتے ہیں اور ساتھ اس نکتہ کو محل نظر کہتے ہیں کہ غیر اہل بیت میں قطب الاقطاب بطور نیابت ہوتا ہے، کیونکہ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ بطور نیابت مجھے سمجھ نہیں آتا۔

قارئین کرام کے سامنے پہلے بیان کر دیا گیا ہے کہ قطب الاقطاب کا صرف اہل بیت سے ہو گا، اس عبارت سے خلفاء راشدین اور چند خواص خارج البحث ہیں۔ جیسا کہ شیخ مجدد الف ثانی کی متعدد عبارات ان کے مکتوبات سے تفصیلی پیش کی گئی ہیں۔

مزید یہ کہ قطب الاقطاب کا صرف اہل بیت سے ہونا یہ صوفیاء کا کشف ہے، مگر اس کے ساتھ صوفیاء کا یہ بھی کشف ہے کہ اس امت کے پہلے قطب الاقطاب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیاء کاملین کے حوالے پیش کر دیے گئے ہیں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ اور ابو طالب مکی کی تصریحات پیش کر دی گئی ہیں کہ قیامت تک جتنے بھی غوث یا قطب ہونگے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بطور نائب ہونگے۔ صوفیاء کاملین کے تصریحات سے ثابت ہوا کہ امت کے اول قطب حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور قیامت تک تمام غوث قطب، ابدال بطور نائب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہونگے اور ان ہی سے ولایت کا فیض بھی پائیں گے۔ اس لیے حضرات شیخین

کریمین اس تمام مبحث سے خارج ہیں اور ان پر یہ اصول لاگو ہی نہیں ہوتا۔

اس لیے لفظ اہل بیت سے عوام الناس میں یہ تاثر دینا کہ ولایت باطنی کا فیض دیگر صحابہ اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اہل بیت یا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پہنچا، تحقیق کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

مزید یہ بات بہت اہم ہے کہ باطنی ولایت اور قطب الاقطاب کا مقام اہل بیت اطہار کے توسط یا بطور نائب [جو کہ استثناء اور تخصیص حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ ہے] پر استاد العلماء عطاء محمد بندیالوی صاحب کا حوالہ سے استدلال کر رہے ہیں مگر سیدہ کا نکاح غیر سید سے، اور حق چار یار، اور افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہ میں استاد العلماء کے حوالے ان کے دل میں خلش کرتے ہیں۔

مفیض کا درجہ مستفیض سے بالاتر

استاد العلماء عطا محمد بندیالوی صاحب نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان پر اپنے دور کے ایک عالم کی کتاب شان محبوبیت کا رد لکھا اور جس کو فیوضات حسینیہ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور اسی رسالہ سے موصوف قاری فیضی نے قطب الاقطاب کی شان و مقام والا اقتباس پیش کیا۔

اسی رسالہ کے لکھنے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مفتی صاحب نے شان محبوبیت لکھی اور اس میں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی شان محبوبیت کو حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان محبوبیت سے افضل ثابت کرنے کی کوشش کی تو استاد العلماء نے اس کے رد میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقام قطب الاقطاب پر بھی تحقیق پیش کی۔

اسی رسالہ کی ایک دوسری عبارت کو ہم حیات استاذ العلماء ص ۳۱۶ سے پیش کرتے ہیں۔ استاد العلماء لکھتے ہیں۔

"لیکن سیدنا عبد القادر کو سیدنا خواجہ نظام الدین دہلوی پر فضیلت ہے کہ خواجہ نظام الدین نے سیدنا عبد القادر سے استفادہ کیا جیسا کہ مرید اپنے شیخ سے استفادہ کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ مفیض کا درجہ مستفیض سے بالاتر ہوتا ہے"۔

(حیات استاذ العلماء ص ۳۱۶)

اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو فیض دینے والا، فیض لینے والے سے بالاتر ہوتا ہے۔ جبکہ کاملین امت و صالحین کی عبارات پیش کی گئی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی کی باطنی تربیت کی۔

قطب الاقطاب اور اہل بیت پر قابل تحقیق امور

اہل بیت کرام میں قطب الاقطاب ہونے پر موصوف قاری ظہور احمد نے متعدد حوالہ جات پیش کیے ہیں مگر ان سے موصوف کے دعوی پر نقص لازم آتا ہے۔

نکتہ اول

قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے۔

"حتیٰ کہ علماء کرام کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء فقط اہل بیت کرام میں سے ہوتا ہے"۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۳ بحوالہ الصواعق المحرقہ، مصر ص ۴۲۱۔ المنح المکیہ فی شرح الھمزیہ لابن حجر مکی ص ۵۳۹)

① **قاری ظہور احمد کا پیش کردہ حوالہ سے یہ واضح ہوا کہ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں صرف اہل بیت کرام سے ہی ہوتا ہے۔**

نکتہ دوم

قاری ظہور اپنی کتاب میں علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

بعض صوفیاء کا مذہب ہے کہ اہل بیت کا غیر قطب نہیں ہو سکتا۔ اور بعض کے نزدیک غیر اہل بیت بھی قطب ہو سکتا ہے لیکن قطب بالاصالۃ نہیں ہو سکتا۔ **البتہ اہل بیت کے قطب کا نائب ہو سکتا ہے لیکن قطب بالاصالۃ نہیں ہو سکتا۔** البتہ اہل بیت کے قطب کا نائب ہوگا، جیسا کہ حضرت امام ربانی شیخ محمد احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے لیکن اس امر پر تقریباً اجماع ہے کہ قطب الاقطاب صرف اہل بیت سے ہوگا۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۹۰، شرح اسنی المطالب ص ۵۹۴-۵۹۵، بحوالہ فیوضات حسینیہ ص ۵۷-۵۸)

② استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ میں یہ نکتہ ہے کہ غیر اہل بیت میں قطب بطور نائب ہو سکتا ہے مگر قطب بالاصالۃ [اصلی] یا قطب الاقطاب نہیں ہو سکتا۔

قاری ظہور کے پیش کردہ نکات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ

❖ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں اہل بیت سے ہوگا اور اہل بیت سے ہی قطب الاقطاب یا قطب بالاصالۃ [اصلی] ہوتا ہے۔

❖ مگر غیر اہل بیت میں قطب نائب ہو سکتا ہے مگر وہ قطب بالاصالہ [اصلی] نہیں ہوگا۔

ان نکات کو ذہن نشین کیجئے اور پھر اس کے بعد موصوف قاری فیضی نے جتنے حوالہ جات دیے، ان میں متعدد موقف سامنے آئے۔ اب ان کو بھی بغور ملاحظہ کیجئے۔

عبارت اول

قاری ظہور لکھتا ہے۔

سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے جب فتنہ و فساد کے خیال سے خلافت چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے میں قطبیت عظمیٰ عطا فرمائی، سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قطب وسطی تھے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ آخری قطب ہوں گے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۵۸، ۵۷ بحوالہ نزہۃ الخاطر مترجم ۴۱، مرقاہ شرح المشکاۃ ۹/۴۹ سر قم ۵۴۵۲)

اس حوالہ میں وضاحت دی گئی ہے کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے بدلے میں قطبیت عظمیٰ ملی، غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو قطب وسطی اور امام مہدی آخری قطب ہوں گے۔

عبارت دوم

قاری ظہور لکھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام کی طرف اشارہ فرمایا ہے، **اس لئے کہ ولایت میں وہی اقطاب الارشاد (ہدایت کے قطب) ہیں، ان میں اوّل سیدنا علی علیہ السلام ہیں، پھر سیدنا حسن عسکری تک، ان کی اولاد ہے اور ان کے آخر مین غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں**۔ اولین اور آخرین میں سے کوئی شخص ان حضرات کے توسط کے بغیر درجۂ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔

(التفسیر المظہری ج ۲ ص ۱۰۶-۱۰۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے پیش کردہ اقتباس میں قطب الارشاد میں اول حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے لے امام حسن عسکری اور پھر غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے توسط سے ولایت دیگر اولیاء کو ملتی ہے۔ جسے قطب الاقطاب یا قطب بالاصالۃ بھی کہا گیا۔

قاضی صاحب کے حوالہ میں اول قطب بالاصالۃ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن عسکری اور ان کے بعد غوث اعظم رضی اللہ عنہ قطب بالاصالۃ ہیں۔

❁ ابن حجر مکی کے حوالہ میں اول قطب بالاصالۃ [اصلی] حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ اور تفسیر مظہری میں اول قطب بالاصالۃ [اصلی] حضرت علی المرتضی ہیں۔ اس لیے یہ واضح کریں کہ اول قطب بالاصالۃ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ والا قول صحیح ہے؟ یا اول قطب بالاصالۃ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا قول درست ہے؟

❁ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت میں قطب بالاصالۃ [اصلی] میں حضرت المرتضی رضی اللہ عنہ سے لے کے

امام حسن عسکری رضی اللہ عنھم تک ائمہ، قطب بالاصالۃ [اصلی] پھر غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو قطب بالاصالۃ [اصلی] کا مقام ملا۔ س حوالہ میں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے لے کر غوث اعظم رضی اللہ تک کے عرصہ میں قطب الاصالۃ پر بحث نہیں [اس کا ذکر علام آلوسی نے کیا ہے کہ اس عرصہ یا وقت میں قطب نیابت ہوگی]۔ مگر اولین و آخرین کے اولیاء [بلا استثناء صحابہ کرام] ان ہی سے فیض لیتے ہیں۔

عبارت سوم

قاری ظہور کتاب الخلافۃ الباطنیہ میں علامہ آلوسی کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

مکتوبات میں پڑھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیت کے مشہور ائمہ کے علاوہ قطبیت براہ راست نہیں چلی، پھر ان کے بعد غیر اہل بیت کے لیے ان ہی سے نیابت کے طور پر چلتی رہی، حتی کہ سیدنا شیخ عبد القادر گیلانی قدس سرہ النورانی کی باری آئی تو وہ اصالۃ براہ راست قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے، پھر جب وہ اپنی روح مقدس کے ساتھ اعلی علیین کے طرف محو پرواز ہوئے تو بعد والوں کو یہ رتبہ ان کی نیابت میں ملا، پھر جب امام مہدی جلوہ گر ہوں گے تو وہ دوسرے ائمہ اہل بیت کی طرح اصالۃ اس مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۸۷-۸۹ بحوالہ روح المعانی ج ۱۲ جزء ۲۲ ص ۲۸ اور ط: ۲۱/۳۱۱، ۳۱۲ بحوالہ مکتوبات امام ربانی)

علامہ آلوسی کی پیش کردہ عبارت میں یہ بیان ہے کہ اہل بیت کے مشہور ائمہ [حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد امام حسن عسکری تک] سے قطب بالاصالۃ [اصلی] اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک کے عرصہ یا زمانہ میں قطبیت نیابتاً تھی۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں قطب بالاصالۃ کے مرتبہ پر فائز ہونگے۔ غوث اعظم کے زمانہ سے لے کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے تک درمیان کے عرصہ میں قطبیت نیابتاً ہوگی اور پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ قطب بالاصالۃ [اصلی] پر فائز ہونگے۔

اب علامہ آلوسی کی عبارت میں قابل غور بات تو یہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک قطب بالاصالۃ نہیں بلکہ قطب بالنیابۃ ہوگا۔ جبکہ اس زمانہ عرصہ میں کثیر تعداد اہل بیت کی شخصیات بھی موجود تھیں، تو کیا ان اہل بیت کرام کو بھی اس عرصہ میں قطب بالاصالۃ پر فائز نہیں کیا گیا؟

جب اس درمیانی عرصہ میں قطبیت نیابتاً تھی اور قاری ظہور کے نقل کردہ اقوال میں یہ موجود ہے کہ غیر اہل بیت میں قطب بطور نائب ہوتے ہیں مگر بالاصالۃ [اصلی] نہیں۔ تو پھر اہل بیت اور غیر اہل بیت کا اس درمیانی عرصہ میں

قطب بالاصالۃ کے مقام پر فائز یا تقرر نہ ہونے میں کیا فرق ہوا؟ دونوں ہی اس درمیانی زمانہ کے عرصہ میں قطب بالاصالۃ پر فائز نہیں ہوتے جبکہ اہل بیت اور غیر اہل بیت اس عرصہ میں قطب وقت کے مقام پر فائز ہو سکتے ہیں۔

تو نکتہ بحث قطب بالاصالۃ [اصلی] کے مقام پر کسی غیر اہل بیت کی بحث سے خلفاء راشدین خاص مستثنیٰ اور خارج ہیں۔ کیونکہ فیضی کی پیش کردہ اقوال میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی نفی نہیں ہے جبکہ کثیر علماء اور کاملین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اول قطب قرار دیا ہے جس کو بحوالہ کتاب ھذا میں نقل کر دیا گیا ہے۔

مرتضوی خلافت بلا فصل پر معتدل قول کا ناقدانہ جائزہ

قاری صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۹۴ تا ص ۹۹ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے لیے علامہ آلوسی کی طویل عبارت پیش کی ہے۔

یہ آیت محدثین عظام کے نزدیک سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی، اور امامیہ جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے بعد بلا فصل خلافت کی دلیل لیتے ہیں اور ہم نے جو اُن کی تردید کی ہے اسے بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ والحمد للہ سبحانہ۔ **اور بہت سے صوفیا قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم نے بھی اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کے بعد مولیٰ علی کی بلا فصل خلافت کا قول کیا ہے مگر اُن کے نزدیک یہ خلافتِ باطنیہ ہے، جس سے رشد و ہدایت، امداد و تربیت اور روحانی تصرف مراد ہے** نہ کہ وہ ظاہری خلافت جس سے مقاصد میں ظاہری حدود کے قیام، لشکروں کی تیاری، اسلام کے دفاع اور تیر و تلوار سے دشمنوں کا قلع قمع کرنا آتا ہے۔ یہ خلافت اُن کے نزدیک اُسی ترتیب کے مطابق ہے جیسا کہ اہل سنت کے مذہب میں واقع ہوئی اور اُن کے نزدیک دونوں خلافتوں کے مابین فرق ایسا ہے جیسا کہ چھلکا اور مغز میں، سو باطنی خلافت ظاہری خلافت کا مغز ہے، اس سے اسلام کی حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اور ظاہری سے اسلام کے ظاہر کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ **اور خلافت کی یہ تقسیم بعض عرفاء کرام نے اُن احادیث کے مابین مطابقت کے طور پر فرمائی ہے جن میں واضح طور پر یا اشارۃً آئمہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ کے بعد معروف ترتیب کے مطابق خلافت کا ذکر ہے، اور جن میں صراحتہً یا اشارۃً نبی کریم ﷺ کے بعد امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی بلا فصل خلافت کا ذکر ہے۔ پس انہوں نے خلفاء ثلاثہ کی خلافت میں وارد ہونے والی احادیث کو خلافتِ ظاہری پر محمول کیا ہے اور امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں وارد ہونے والی احادیث کو خلافتِ باطنی پر محمول کیا ہے** اور چاروں خلفاء کرام کی خلافت کی حقیقت کا قول کیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قول امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر افضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے

اور بعض نے تو افضلیت کی تصریح بھی فرمائی ہے اور کہا ہے کہ مفضول کی ظاہری خلافت افضل کی موجودگی میں جائز ہے، لیکن ہم شیخ اکبر قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی شخص نہیں ہے اور ان کا مقصود مرتبہ تفضیلت کے سوا کچھ نہیں، خوب سمجھئے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۷۹ و شرح اسنی المطالب ص ۶۰۰ بحوالہ روح المعانی ۱۲/ جز ۲۲ ص ۲۸ و ۲۱/ ۳۱۱-۳۱۲)

علامہ آلوسی کی عبارت پر قاری فیضی کا تبصرہ:

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں صوفیہ کرام کی طرف سے مختلف احادیث کے مابین جو مطابقت بیان کی گئی ہے وہ بہت عمدہ ہے اور اکثر صوفیہ کرام کا یہی نظریہ ہے، **لیکن وعلامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل عبارت کے آخر میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جہاں وہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ کا مختار قول محسوس نہیں ہوتا وہیں ہمیں اس کی صحت پر بھی شک ہے،** کیوں کہ ہمارے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے برعکس ایسا کلام موجود ہے جس میں وہ کسی کو بھی اہل بیت کے برابر نہیں سمجھتے۔۔۔الخ

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۷۹ و شرح اسنی المطالب ص ۶۰۰)

جواب

علامہ آلوسی کی پیش کردہ عبارت کے بارے میں شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی صاحب نے تفضیلیہ کی بیخ کنی کے لیے جو علمی جواب علامہ آلوسی کی ہی عبارت سے دیاوہ ملاحظہ کیجئے۔

بیان مفاسدہ بلکہ مفاسدِ لازمہ:

وأنت تعلم أن هذا مشعر بأفضلية الأمير كرم الله تعالى وجهه على الخلفاء الثلاثة، وبعضهم يصرح بذلك، ويقول: بجواز خلافة المفضول خلافة صورية مع وجود الفاضل لكن قد قدمنا عن الشيخ الأكبر قدس الله تعالى سره أنه قال: ليس بين رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وبين أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه رجل، وليس مقصوده سوى بيان المرتبة في الفضل فافهم

اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قول امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر افضلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور بعض نے تو افضلیت کی تصریح بھی فرمائی ہے اور کہا ہے کہ مفضول کی ظاہری خلافت افضل کی موجودگی میں جائز ہے، لیکن ہم شیخ اکبر قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی شخص نہیں ہے اور ان کا مقصود مرتبہ تفضیلت کے سوا کچھ نہیں، خوب

سمجھئے۔ (تفسیر روح المعانی، ج ٤ جز ٦ ص ٢٧٤-٢٧٣)

علامہ آلوسی کی عبارت کو نقل کرنے کے ساتھ ہی بریکٹ میں بطور وضاحت و مفہوم لکھا کہ [لہٰذا بعض صوفیاء کا یہ نظریہ بھی اور ان کی یہ تطبیق بھی ناقابل قبول ہے۔]

(افضلیت شیخین ص ٢٥٨)

شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی صاحب کا تبصرہ:

علامہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت علامہ نے صوفیہ کے جواب میں ان کے شیخ اکبر کا قول پیش کردیا ہے جو ہر منصف مزاج اور صاحب بصیرت کے لیے کافی ہے لیکن مزید براں ان امور پر بھی غور کریں تو حق روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا اور حقیقت بے خبار ہوکر محسوس و مشہود ہوجائے گی۔

۱۔ان صوفیہ نے ہر دور کے قطب کے لیے یہ خلافت باطنیہ ثابت کی ہے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو خلافت ظاہرہ قرار دیا جوکہ پہلی خلافت کے مقابل چھلکے اور خول کی مانند ہے اور کوئی دور بھی قطب وقت سے خالی نہیں ہوسکتا تو ان سب اقطاب کا خلفاء ثلاثہ سے افضل ہونا لازم آئے گا حالانکہ خلفاء اربعہ کے افضل البشر بعد الانبیاء ہونے پر اجماع ہے پھر ان کے بعد بقیہ چھ حضرات عشرہ مبشرہ میں افضل سے افضل البشر ہونے پر اجماع ہے۔ پھر ان چالیس کے افضل البشر ہونے پر اجماع جن کے عدد کے متمم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر اہل بدر ۳۱۳ پھر اہل حدیبیہ ۱۴۰۰ کے افضل البشر ہونے پر اتفاق ہے اور ان سب کو خلافت ظاہرہ تو حاصل نہیں تھی توکیا باطنی خلافت کی بنا پر ان کو افضل تسلیم کیا گیا تو پھر بیک وقت کتنے قطب تسلیم کرنے لازم ہوں گے؟ اگر سینکڑوں اقطاب بیک وقت موجود ہوسکتے ہیں تو صرف چند قطب کیوں نہیں موجود ہوسکتے؟

۲۔حضرات شیخین کے افضل علی الاطلاق ہونے پر امت کے خیر القرون کا اجماع ہے اور سواد اعظم حضرت عثمان ذوالنورین کو مولائے مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں توکیا خیر امت کے خیر القرون کا اجماع اور سواد اعظم کا اتفاق خطا پر اور ضلال پر ہوسکتا ہے؟۔۔۔۔

۳۔حضرت مولاء کائنات کو خلافت باطنہ کا حاصل ہونا اور اس کا نبوت کی مانند ہونا اور خلافت ظاہرہ کے لیے مغز و لب کی مانند ہونا کیا خود مولائے کائنات کو معلوم تھا یا نہیں؟۔۔۔ اور اگر علم تھا اور یقینا ہونا چاہیے تھا تو اس کا اظہار کیوں نہ فرمایا؟ حتیٰ کہ اپنے لخت جگر نور نظر جانثار بیٹے محمد بن الحنفیہ کے استفسار پر بھی فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پوچھا پھر کون؟ تو فرمایا عمر بن خطاب افضل

ہیں۔ جب ان کو اندیشہ لاحق ہوا کہ میں اس انداز میں سوال کروں گا تو آپ تیسرے نمبر پر حضرت عثمان کا ذکر نہ کر دیں تو انداز سوال بدل کر عرض کیا پھر آپ افضل ہیں؟ تو فرمایا میں تو عام سابندہ ہوں اہل اسلام میں سے۔ یہ تو ہے آپ کا معاملہ گھر والوں سے اور بر سر منبر اعلان فرمارہے ہیں۔ خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر وعمر۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں۔
اور جو مجھے ان پر فضیلت دے گا اس کو اسی کوڑے بھی لگاوں گا اور اس کی شہادت بھی ہمیشہ کے لیے رد کر دوں گا۔۔۔۔ اور ان کے خداداد مرتبہ و مقام کو واضح فرمایا نہ صرف واضح کیا بلکہ اپنی ولایت وخلافت سے انکی ولایت کو بہت ارفع واعلیٰ قرار دیا اور یہ سوال وجواب چونکہ آپ کی خلافت کے دور میں وقوع پذیر ہوئے جبکہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنھم بارگاہ خداوند تعالیٰ میں پہنچ چکے تھے تو یہاں شیعہ کے لیے تو تقیہ کا بہانہ کرنے کی گنجائش نہیں ہوسکتی تو ان حضرات کے لیے تقیہ اور کتمان کا قول کرنے کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے۔

۴۔قران مجید نے کھلے کھلے الفاظ میں اعلان فرمادیا ہے: فاتبعونی یحببکم اللہ۔یعنی اے میرے محبوب،اعلان کردو کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو،اللہ تعالیٰ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔نیز مرتدین کے خلاف جہاد وقتال کرنے والوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا: یحبھم ویحبونہ یعنی اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔تو جوان کے سرخیل اور مقتدا و پیشوا ہیں ان کی شان محبوبیت کیا ہوگی؟ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنو ا وکانوا یتقون.یونس ۱۰ :۶۲

جب عام اہل ایمان اور متقی حضرات اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو جو ایمان وتقوی کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز ہیں اور سر قلب سے نور فراست کی آنکھ سے مشاہدہ حق کرنے والے ہیں۔اور الاتقی کی شان والے ہیں ان کی محبوبیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؟اور اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کے پیکران مجسم کو جنت میں جن کے دیدار اور شرف ملاقات کی بشارت سنائی جارہی ہیں ان صدیقین اور شہدا اور صالحین کی عظمت شان بلکہ ان اصناف کے بھی سرداروں اور پیشواوں کی شان کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے؟

۵۔تحقیق یہ ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے قطب حضرت صدیق اکبر دوسرے حضرت عمر فاروق تیسرے حضرت عثمان اور چوتھے علی المرتضی رضی اللہ عنھم ہیں۔پھر امام حسن،امام حسین،

امام زین العابدین رضی اللہ عنہم۔ لہذا ان تینوں حضرات میں بھی خلافت باطنیہ اور خلافت ظاہرہ جمع تھیں۔ ان کو خلافت باطنہ سے خالی سمجھنا بالکل غلط اور خلاف تحقیق ہے۔ مزید تفصیل آخر میں مذکورہ ہوگی۔

۶۔ یہ بہانہ کے افضل کے ہوتے ہوئے صورت ظاہرہ کے لحاظ سے مفضول کی خلافت جائز ہے اس کی بنیاد یہ غلط مفروضہ ہے کہ افضلیت خلافت کی فرع ہے حالانکہ افضلیت اصل اور خلافت اس کی فرع ہے۔ مولائے مرتضی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

رضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا.

دین کا معاملہ اہم ہے تو جب رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو منصب امامت کے لیے منتخب فرمایا تو ہم بھی اپنی دنیا کے لیے ان کو منتخب کرتے ہیں اور خلیفہ بناتے ہیں۔

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انصار کے سامنے یہ ہی دلیل پیش فرمائی کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم اور امام ٹھہریا تو تم میں کون ان کو پیچھے ہٹانے کی جرات و جسارت کرے گا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس کے ہم اس کو موخر کریں جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم ٹھہرایا۔

۷۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو حکومت دینا بحالت مجبوری جائز ہوتا ہے نہ کہ بحالت اختیار تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کون سی ظاہری طاقت و پاور تھی جس کے تحت قریش ومہاجرین و انصار دبک گئے اگر طاقت و پاور تھی تو عنداللہ کرامت اور عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قرب و منزلت کی ہی طاقت و پاور تھی۔۔۔۔

۸۔ حضرت شیخ اکبر کے کلام سے حضرت ابو بکر صدیق کی صدیقیت کا افضل ہونا اور رسول کائنات اور آپ کے درمیان کسی بھی شخص کا حائل نہ ہونا اور اس شخص کا رتبہ و درجہ ان کے بین بین ہونے کی نفی واضح طور پر ثابت ہوگئی۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کے نزدیک خلافت خلفاء کی ترتیب زمانی ہے رتبی نہیں۔ جیسا کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے دعوی کیا ہے ملاحظہ کیجئے زبدۃ التحقیق۔ اور اس پر یہ نظریہ متفرع کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صرف زمانہ متاخر ہے اور اس سے مرتبہ میں تاخر لازم نہیں آتا بلکہ حضرت رتبہ میں مقدم ہیں گو زمانہ کے لحاظ سے متاخر بھی ہیں۔

یہ شاہ جی کی خواہش نفسانی اور ہوس باطن کا ظہار ہے اور حضرت شیخ اکبر پر بہتان عظیم ہے ان کی تصریح کو نظر انداز کر دینا اور اپنی طرف سے کشیدہ کردہ معنی و مفہوم ان کے ذمے لگا دینا علماء حق اور خاندانی لوگوں کی شان سے بعید ہے۔ مزید برآں کیا مولائے مرتضی کو جھٹلانا محبت و عقیدت ہے؟

شیخ قدس سرہ کا مطلب و مقصد واضح طور پر سامنے آجاتا ہے کہ جب۔ ان چاروں حضرات خلفاء راشدین کی

خلافت موعود من اللہ ہے تو اگر پہلے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جاتے تو ان کو معزول کیا نہیں کیا جاسکتا تھا تو بقیہ تینوں حضرات اس موعود خلافت سے محروم رہ جاتے، لہذا اللہ تعالی نے ان کو خلافتیں عطا کرنے میں ان کی عمروں کا بھی لحاظ رکھا تا کہ میرا ان کے ساتھ وعدہ خلافت بھی پورا ہو جائے اور ان میں شرف و فضل کے لحاظ سے ترتیب کو بھی ساتھ ساتھ ملحوظ رکھ لیا جائے، کیا حیات و زندگی کی ترتیب اور شرف و فضل کی ترتیب میں باہم منافات ہے؟ اور اس کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے؟ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اہل سن کے اجماعی عقیدہ و نظریہ کی مخالفت کی جائے اور ایسے بے جا توہمات کی بنا پر۔ و اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم. **انتھی** ۔

(افضلیت شیخین ص۲۵۹ تا ص ۳۶۵)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ خلفاء راشدین کی افضلیت جو کہ بالاجماع ثابت ہے اس کے برعکس یا اس میں چور دروازہ نکالنے کی کوشش کرنا باطل و مردود ہے۔

قطبیت عظمی کو اہل بیت کے لیے ثابت کرنے پر اعتراض نہیں بلکہ قطبیت عظمی کے فیض کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہ سے متصف نہ ماننے پر اشکال ہے۔ علماء اور اولیاء کاملین نے اس امت کے پہلا قطب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ اپنے دور کے قطب الاقطاب تھے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی، علامہ ابن عابدین شامی اور علامہ سید جعفر کتانی نے تصریح کی۔ [حوالہ جات کتاب ھذا میں بیان کردے ہیں۔]

اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مقام فیض اہل بیت میں ہونے ہونے پر تو اصالۃ و نیابۃ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت تک کے قطب بطور نائب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول قطب (غوث)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول قطب کے بارے میں چند علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے:

امام سید جعفر کتانی اور اول قطب

(1) علامہ سید جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

و فی شرح المواھب اللدنیة قال: أول من تقطب بعد النبی الخلفاء الأربعة علی ترتیبھم فی الخلافة، ثم الحسن **هذا ما علیه الجمهور**

شرح المواھب اللدنیہ میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جو قطب ہیں وہ خلفائے اربعہ ہیں اس ترتیب پر جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے یعنی سب سے پہلے قطب سیدنا ابوبکر صدیق ہیں پھر

سیدنا عمر پھر سیدنا عثمان ہیں پھر سیدنا علی قطب ہیں پھر سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اور یہ وہ (نظریہ قول) ہے کہ جس پر جمہور (علماء اور صوفیاء) ہیں۔

(جلاء القلوب ۲/ ۲۶۵)

امام زرقانی کے نزدیک اول قطب

② امام زرقانی لکھتے ہیں۔

وأول من تقطب بعد النبي ﷺ الخلفاء الأربعة على ترتيبهم في الخلافة، ثم الحسن، هذا ما عليه الجمهور

نبی پاک ﷺ کے بعد سب سے پہلے جو قطب ہیں وہ خلفائے اربعہ ہیں اس ترتیب پر جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے یعنی سب سے پہلے قطب سیدنا ابوبکر صدیق ہیں پھر سیدنا عمر پھر سیدنا عثمان ہیں پھر سیدنا علی قطب ہیں پھر سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اور یہ وہ (نظریہ قول) ہے کہ جس پر جمہور (علماء اور صوفیاء) ہیں۔

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنيه ۷/ ٤٧٩)

قاضی عیاض اور اول قطب

③ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

و بعد عصره صلى الله عليه وسلم خليفته القطب، متفق عليه بين اهل الشرع و الحكماء...انه قد يكون متصرفا ظاهرا فقط كالسلاطين و باطنا كالاقطاب و قد يجمع بين الخلافتين كالخلفاء الراشدين كابى بكر و عمر بن عبدالعزيز.

اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ کے بعد جو آپ کا خلیفہ ہوا وہی قطب ہے اس پر تمام اہل شرع (علماء صوفیاء) اور حکماء کا اتفاق ہے کہ خلیفہ کبھی ظاہری تصرف والا ہوتا ہے جیسے کہ عام بادشاہ اور کبھی فقط باطنی تصرف والا ہوتا ہے جیسے کہ قطب اور کبھی خلیفہ ایسا ہوتا ہے کہ جو ظاہری تصرف بھی رکھتا ہے اور باطنی تصرف بھی رکھتا ہے (وہ بادشاہ بھی ہوتا ہے اور قطب بھی ہوتا ہے) جیسے کہ خلفائے راشدین مثلاً سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر بن عبدالعزیز۔

(نسیم الریاض ۳/ ۳۰ ملتقطا)

امام ابن عابدین شامی اور اول قطب

④ امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

قطب.....وھو الغوث ایضا و ھو سید الجماعة فی زمانه..یحوز الخلافة الظاھر یة کما حاز الخلافة الباطنیة کابی بکر و عمر و عثمان و علی رضوان الله تعالیٰ علھیم...و ذھب التونسی من الصوفیة الی ان اول من تقطب بعده صلی الله علیه وسلم ابنته فاطمة و لم ار له فی ذالك سلفا

قطب اس کو غوث بھی کہتے ہیں اور وہ اپنے زمانے میں تمام امتیوں کا سردار و افضل ہوتا ہے... خلیفہ کبھی ایسا ہوتا ہے جو ظاہری خلافت بھی پاتا ہے اور باطنی خلافت و قطبیت بھی پاتا ہے جیسے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر اور سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ اجمعین اور صوفیاء میں سے تونسی اس طرف گئے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اول قطب ان کی بیٹی فاطمہ ہے اور ہم اس مسئلہ میں ان کا کوئی ہمنواء حوالہ نہیں پاتے یعنی یہ ان کی انفرادی رائے ہے۔ (مجموع رسائل ابن عابدین ۲/ ۲٦٥)

علامہ شامی اور اول قطب (غوث)

علامہ شامی مذکورہ بالا قول پر نقد کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

والتفقوا علی انه لیس بعده احد افضل من ابی بکر الصدیق رضی الله عنه وقد اقام فی خلافة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم سنتین و نحوار بعة اشھر وه ھو اول اقطاب ھذا الامة.

یعنی: اور امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی بھی نہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والی خلافت میں دو سال اور چار ماہ فائز رہے اور آپ اس امت کے اقطاب میں سے پہلے قطب غوث ہیں۔

(مجموع رسائل ابن عابدین ۲/ ۲۷٦٥)

مذکورہ حوالہ میں علامہ مفتی چمن زمان صاحب کے موقف کا بھی رد ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی تقریر و تحریر میں اول قطب ہونے پر موقف اختیار کیا اور یہ واضح ہوا کہ جمہور کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے باطنی خلیفہ اور قطب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان خلفاء اربعہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔

27

بعداز مصطفیٰ ولایت؟؟؟

قاری ظہور لکھتے ہیں۔

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے نماز ظہر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا: یا بنی الا تتکلم ، پیارے بیٹے تم وعظ کیوں نہیں کرتے ؟

میں نے عرض کیا: ابا حضور میں ایک عجمی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے وعظ کروں؟فرمایا: منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب مبارک ڈالا، اور فرمایا لوگوں کو وعظ کرو اور انہیں اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور حسین نصیحت کے بلاو، پھر میں نے نماز ظہر ادا کی اور بیٹھ گیا، اور میرے ارد گرد پبلک کا ہجوم ہو گیا لیکن مجھ پر بولنا بھاری ہو گیا۔ پس میں نے دیکھ کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ میرے سامنے جلوہ افروز ہیں اور فرمارہے ہیں۔یا بنی لم لا تتکلم، پیارے بیٹے، آپ وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا۔ابا حضور مجھ پر کلام بھاری ہو گیا۔ فرمایا۔ منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا تو انہوں نے اس میں چھ مرتبہ آب دہن ڈالا۔ میں نے عرض کیا۔آپ نے پورے سات مرتبہ کیوں نہ کرم کیا؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر، پھر وہ مجھ سے اوجھل ہو گئے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۲۱ بحوالہ الحاوی للفتاوی ص ۲۶۳ و ۲/۲۵۹، الفتاوی الحدیثیہ لا ابن حجر مکی ص ۳۹۳۔ تفسیر روح المعانی ج ۱۲ جزء ۲۲ ص ۱۵، سعادت الدارین ص ۳۸۸، سفینۃ الاولیاء دار الشکوہ ص ۳۷، قلائد الجواہر ص ۳۰، بہجۃ الاسرار ص ۵۸، خلاصۃ المفاخر ص ۱۴۶)

جواب

گذارش ہے کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے سامنے قیامت تک کے اولیاء کی گردنیں جھکی ہیں تو ایک عام شخص کی کیا مجال اس شان قطبیت میں شک وشبہ کر سکے۔ موصوف فیضی نے جو ابن ملقن اور دیگر علماء کے حوالہ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا لعاب دہن ان کے منہ مبارک میں ڈالنے سے یہ استدلال کہ یہ فیض حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے توسط سے ہی دیا گیا اگر کسی دوسرے صحابی کا فیض ولایت دینے کا مقام ہوتا تو وہ کیوں نہیں اس کام کے لیے بنائے گئے، کچھ اصول سے مناسب نہیں لگ رہا۔

جمیع صحابہ کے قطب ولایت کون ؟؟

یہ اصول مقرر ہے کہ عدم ذکر سے نفی مراد نہیں ہوتی۔ یعنی اگر دیگر صحابہ کرام میں سے کسی کا ذکر نہیں تو یہ اس بات کی نفی یا انکار نہیں کہ ان میں فیض ولایت نہیں۔ یہ نکتہ پہلے متعدد بار واضح ہو چکا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اس سے خارج اور مستثنی ہیں۔ اور حضرات شیخین کریمن رضی اللہ عنہم اس عمومی قاعدہ سے مستثنی اس وجہ سے ہیں کہ ان کا مقام ولایت سے بہت بلند کمالات نبوت کا ہے۔ اور صوفیاء و کاملین امت جن میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند، حضرت خواجہ پارسا نقش بند، حضرت خواجہ باقی باللہ نقش بند، اور ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہم کے کثیر اقوال میں متعدد اقوال کتاب ہذا میں نقل کردے گئے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے باطنی فیضی ولایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اور ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملا۔ خود قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے حضرات خلفاء اربعہ کی بیعت کو ظاہری خلافت کی بیعت نہیں بلکہ باطنی فیض اور ولایت کے حصول کی بیعت بھی قرار دیا۔

اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ سے یہ فیض ولایت دیگر صحابہ کو بھی ملا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے دیگر صحابہ کرام کو بھی یہ فیض ولایت ملا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ کرام کا قطب ولایت قرار دینا اور اس میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو شامل کرنا درست نہیں۔

استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی لکھتے ہیں۔

"لیکن سیدنا عبدالقادر کو سیدنا خواجہ نظام الدین دہلوی پر فضیلت ہے کہ خواجہ نظام الدین نے سیدنا عبدالقادر سے استفادہ کیا جیسا کہ مرید اپنے شیخ سے استفادہ کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ مفیض کا درجہ مستفیض سے بالاتر ہوتا ہے۔"

(حیات استاذ العلماء ص ۳۱۶)

استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے معلوم ہوا کہ جو فیض دے رہا ہو وہ اس سے افضل ہے کہ جس کو فیض دیا جا رہا ہو۔ اس عبارت کا نتیجہ قارئین کرام کی علمی استعداد پر منحصر ہے۔ اس لیے جمیع صحابہ کے قطب ولایت میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس سے مخاطب دیگر صحابہ کرام ہیں۔

حضرات شیخین کریمین کا بغیر توسط باطنی فیض

کیونکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کمالات نبوت کی وجہ سے بہت بلند اور افضل مقام پر ہیں، اس لیے یہ باطنی فیض انہوں نے براہ راست بغیر کسی توسط یا واسطہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے جیسے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت نقل کر دی گئی ہیں۔ اور اس مقام کمالات نبوت کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مطلع القمرین ص ۲۰۰ پر ولایت ذاتی لکھا۔

مقام ولایت [حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی استثناء کے ساتھ] حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے توسط سے ملے گا اور وہ اس لیے حضرت علی المرتضی رضی اللہ ولایت باطنی کے تقسیم کے لیے معمور ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع القمرین ص ۲۰۰ پر اس مقام کمالات ولایت کو ولایت متعدی [جس کو آگے تقسیم کیا جا سکے] کہا۔

ولایت ذاتی اور ولایت متعدّی کا فرق

موصوف فیضی نے الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۲۲ پر شرارت کرتے ہوئے عوام الناس کو مطالب و مفہوم سے ہٹ کر تاثر دینے کی کچھ یوں کوشش کی ہے۔

وہ [اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ] ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

آیۃ کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع، یونہی ان کے عرفان الٰہی ولایت ذاتی میں کافۃ امت سے زیادت پر برہان قاطع۔ بحوالہ مطلع القمرین ص ۲۰۰

یہاں فاضل بریلوی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولایت کو ولایت ذاتی کہا۔ کیوں؟ اس کی وجہ انہوں نے حاشیہ میں خود یوں لکھی ہے:

قولہ ولایت ذاتی: اس لیے کہ ولایت متعدّیہ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا تقدم سبھی کو مسلم ہے۔ بحوالہ مطلع القمرین ص ۲۰۰

کلام ھذا میں ولایت ذاتی سے مراد وہ ولایت ہے کہ جو ولی کی اپنی ذات تک محدود ہوتی ہے۔ جبکہ ولایت متعدّی سے مراد وہ ولایت ہے جس کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ لطیف بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے اپنی عبارت میں دلیل بھی خود مہیا کر دی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے سیدنا علی کے نام کی بجائے انہیں لفظ مولا سے ذکر کیا ہے۔ جو اس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ تمام مومنین کا مولیٰ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہی بنایا گیا ہے، لہذا ولایت متعدّی فقط ان ہی کی ولایت ہے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر اپنے ذہن میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی کا وہ کلام لے آئیے جس میں انہوں نے فرمایا کہ خلفاء ثلاثہ کو بھی ولایت سیدنا علی سے منتقل ہوئی۔ نیز مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام بھی ضرور ذہن نشین رہے جس میں انہوں نے فرمایا: سابقہ امتوں کے اولیاء کی روحانی تربیت بھی سیدنا علی کی مقدس روح فرماتی رہی۔ الخ۔

(الخلافتہ الباطنیہ ص ۱۲۲)

جواب

گذارش ہے کہ ولایت ذاتی سے مراد صرف اور صرف یہ لینا کہ وہ ولایت جو کہ ولی کی اپنی ذات تک محدود ہو، یہ تعریف علی الاطلاق درست نہیں ہے۔

نکتہ اول: ولایت ذاتی بغیر کسی کے توسط سے ہوتی ہے

اور وہ اس طرح کہ ولایت ذاتی کا ایک حصہ تو ولی کی اپنی ذات تک محدود اس لیے ہوتی ہے کہ جس ولی [حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ] کو ولایت ذاتی کا مرتبہ ملے وہ مقام کمالات نبوت کا مقام ہے اس میں کسی دوسرے کے وسیلہ کے بغیر ہی مقام ملتا ہے۔ اس لیے اس مقام کو ہر شخص نہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ کسی غیر میں اتنی استعداد ہوتی ہے الا یہ ہے کہ اس بحرِ بے کنار میں سے چند قطرہ کسی دوسرے کو بطور کرم عطا کیے جائیں۔ اس لیے ولایت ذاتی قرار دینے کی ایک وجہ اس ولایت کا مقام بھی ہے۔ اس لیے ولایت ذاتی سے مراد ایسی ولایت ہے جسے ہر عام کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا، سوائے چند خاص صاحبان کے، جن کو اس سمندر کے چند قطروں سے بھی فیض بطور کرم، عطا ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے مقام کے مطابق۔

آپ دیکھیے کہ سلسلہ نقش بند بھی اس ولایت ذاتی میں سے فرق مراتب کے ساتھ دیگر لوگوں کی استعداد کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیض ولایت لینے والے ایک خاص صحابی ہیں جن کو بھی ان کی اخذ کرنے کی صلاحیت کے مطابق اس سمندر فیض میں سے کچھ عطا کیا۔ کیونکہ ولایت ذاتی کو ہر عام میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا بوجہ یہ کہ ہر عام میں اس سے فیض لینے کی استعداد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس مقام کا کسی کو ادراک ہو سکتا ہے۔ اس لیے ولایت ذاتی ہر عام کے لیے نہیں سوائے اس ولایت ذاتی کے سمندر کے چند قطرے اور وہ بھی چند خواص پر بطور کرم، اور ان کی استعداد کے مطابق جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

نکتہ دوم: ولایت ذاتی کا مقام افضل اور بلند تر ہے

کمالات نبوت میں ولایت اور فیض کے وہ علوم ہیں جو کہ ولایت ذاتی والے شخصیات کے بلند مرتبہ اور مقام کے مطابق ہوتے ہیں۔ جیسے انبیاء کو بھی ایک مقام ولایت حاصل ہوتی ہے اور دیگر امت کے صالحین کو بھی مقام ولایت حاصل ہوتا ہے، مگر انبیاء اور امت کی ولایت میں کوئی تقابل نہیں بلکہ زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ انبیاء کا مقام

ولایت بھی تمام اولیاء امت کی ولایت سے افضل ہوتا ہے۔ اس لیے صرف لفظ ولایت کا مشترک ہونا دونوں کی ولایت کے مقام کے مشترک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یعنی انبیاء کرام کو بھی ولایت حاصل ہوتی ہے اور امت انبیاء میں بھی صالحین کو ولایت حاصل ہوتی ہے مگر انبیاء کرام کی ولایت اور امت کی ولایت کی فضیلت و مقام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح حضرات شیخین کریمین کو جو کمالات نبوت ملے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جو کمالات ولایت ملے، ان دونوں کی ولایت میں فرق ہے۔ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات شیخین کریمین کو جو ولایت یا قرب ملا اس کا مقام اور درجہ دیگر اصحاب کی ولایت سے افضل ہے۔ بلکہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کمالات نبوت جو کہ شیخین کریمین کو حاصل ہوئے، ان کے مقابلہ میں کمالات ولایت جو کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا، ان دونوں مقام میں وہ نسبت بھی نہیں جو کہ قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔

ولایت ذاتی سے فیض بطور عطاء

جب اس نکتہ کا تعین ہو گیا ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو باطنی قرب کمالات نبوت ملا، اس میں کسی دوسرے کا واسطہ اور توسط نہیں ہوتا اور وہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ فیض ہوتا ہے۔ اور یہ کمالات نبوت کا درجہ کمالات ولایت سے افضل ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان قطرہ اور سمندر کی نسبت بھی نہیں تو ایک ولی کیسے مقام کمالات نبوت پر فائز شخصیات سے براہ راست فیض لینے کی طاقت یا صلاحیت رکھ سکتا ہے، الا یہ کہ چند ایسے خواص جن پر کمالات نبوت پر فائز شخصیات خود اس ولی کی استعداد کے مطابق اس کو باطنی فیض کے کچھ حصہ سے نوازے۔ اس لیے ولایت ذاتی سے متصف حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ ولایت متعدی سے متصف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فیض لینے والے عمومی قاعدہ سے خارج اور مستثنیٰ ہیں۔

ولایت متعدّی

ولایت متعدّی وہ ولایت ہے کہ جس کو لوگوں میں عام تقسیم کیا جا سکے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو اس مقام پر فائز کیا گیا تاکہ وہ عام عوام الناس کو مقام ولایت میں سے فیض ان کی استعداد کے مطابق مل سکے۔ یہ ایک مقام ولایت ہے جو کہ عوام الناس میں فیض کی تقسیم عام کے لیے مختص ہوا۔ اس فیض ولایت کو ہر عام شخص کے لیے قابلیت اور استعداد کے مطابق پھیلایا گیا اور پھر جس سے سلاسل اولیاء نمودار ہوئے۔

کیونکہ حضرات خلفاء راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ،اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ملا، اس لیے حضرت علی المرتضی کے فیض کے ساتھ ان تینوں خلفاء ثلاثہ کا فیض ولایت بھی شامل ہے۔ اس لیے ان تینوں کی نسبتیں اسی میں شامل ہیں، الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تقسیم عام حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کی اس لیے وہ ولایت متعدّیہ کے ساتھ مشہور ہوئے۔

صوفیاء میں حضرت علی المرتضی کے ذکر عام کی وجہ

خلفاء ثلاثہ نے اس ولایت کو خواص کے ساتھ مختص رکھا، اس لیے ولایت ذاتی سے متّصف قرار پائے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس کو پھر باستشناء صحابہ کرام اور تابعین میں تقسیم کیا، اس لیے ولایت متعدّی سے متّصف قرار پائے۔

اور صوفیاء کرام نے اس مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا چرچا بھی بہت کیا اور کیوں نہ کرتے عام طور پر جس کو فیض جس سے ملتا ہے وہ اس کا شکر گذار بھی ہوتا ہے اور اس کا چرچا عام بھی کرتا ہے۔

اس نکتہ کو سمجھیے، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے حضرات خلفاء راشدین و خواص کے علاوہ سب کو فیض ولایت ملا، مگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے باطنی فیض کے اخذ کرنے میں چار شخصیات مشہور ہوئیں۔

سلاسل اولیاء کی نسبت میں حضرت حسن بصری کی شہرت کیوں؟

حضرات حسنین کریمین، امام حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہم کیا ان چاروں کے ذکر کرنے سے دیگر کے فیض ولایت ملنے کی نفی ہو سکتی ہے؟؟

یہ چاروں شخصیات اس لیے مشہور ہوئیں کہ ان کے ذریعے یہ فیض ولایت مزید آگے لوگوں تک پہنچا اور ان کا منصب یہ قرار دیا گیا کہ وہ لوگوں میں اس فیض ولایت کو عام کیا جائے۔ پھر ان چاروں شخصیات میں صوفیاء و کاملین کے نزدیک سب سے زیادہ چرچا اور ذکر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا کیونکہ اولیاء کے اکثر سلاسل میں امام حسن بصری تک انتہاء ہے۔ اب اس کا کیا مطلب یہ ہے ان چاروں میں امام حسن بصری افضل ہیں اور یہ باطنی فیض ان ہی سے پھیلا یا جس کو بھی ملا ان ہی سے ملا؟ یا اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسنین کریمین اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ کو باطنی فیض بھی امام حسن بصری سے ملا؟

مگر حقیقت یہ ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے باطنی فیض دیگر لوگوں کو تو ملا مگر اس سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ مستثنی ہیں۔ صرف لوگوں میں باطنی فیض پھیلانے میں مشہور ہونے کی وجہ سے اور اکثر سلاسل کی نسبت سے ان کی شہرت زیادہ ہوئی۔ اور باطنی فیض دیگر لوگوں کے لیے پھیلا مگر امام حسن

بصری سے حضرات حسنین کریمین کا باطنی فیض لینا کسی نے مراد نہیں لیا، وہ اس عمومی عبارت سے خارج البحث ہیں اس لیے یہ موقف غلط ہے۔

○ اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اکثر سلاسل کا پھیلنا اور مشہور ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ باطنی فیض صرف ان ہی کو ملا یا حضرات شیخین کریمین کو بھی باطنی فیض انہی سے ملا۔

○ حضرات خلفاء ثلاثہ کو ولایت باطنی کا اعلی مقام براہ راست بغیر توسط کے ملا اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ سے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو باطنی فیض ملنے کی عبارت سے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ خارج ہیں۔

○ اور کیونکہ ولایت کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں میں تقسیم کیا اس لیے قاسم ولایت بھی قرار پائے۔ اس اصطلاح یا لقب کا مطلب ہرگز نہیں کہ حضرات شیخین کریمین کو بھی یہ ولایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ملی بلکہ حضرت علی قاسم ولایت بالعموم دیگر اصحاب کے لیے ہیں، حضرات خلفاء ثلاثہ اس عمومی عبارت سے خاص اور خارج ہیں۔ اور یہ علمی قاعدہ ہر طالبعلم کو ازبر ہوتا ہے کہ خاص کو عام پر ترجیح اور فوقیت ہوتی ہے۔

خلفاء ثلاثہ سے ولایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ملی

موصوف فیضی نے الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۲۲ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ایک عمومی عبارت سے یہ غلط معنی کشیدہ کیا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کو بھی ولایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منتقل ہوئی۔

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ ولایت متعدی کا تعلق فیض عام کے ساتھ ہے جس سے خواص و حضرات شیخین کریمین وغیرھم خارج ہیں۔ جب بھی ولایت متعدی کے فیض عام کا ذکر ہو تو اس سے خواص و حضرات شیخین کریمین خارج ہوتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت عمومی ہے اور اس کے عموم سے خود انہوں نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو کمالات نبوت سے متصف ثابت کر کے خارج کیا ہے۔ اس لیے عوام الناس کو اس عمومی عبارت کو پیش کر کے دھوکا دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

حضرات شیخین کریمین کی ولایت سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی اخذ کرنے کا موقع ملا اور ان سے فیض حاصل بھی کیا، جس پر اولیاء کاملین کی تصریحات بحوالہ تفصیل سے نقل کر دی گئی ہیں۔ اس لیے دیگر صحابہ پر تو یہ عمومی قاعدہ اطلاق ہو سکتا ہے مگر حضرات خلفاء ثلاثہ سے باطنی ولایت کے حاصل کرنے کی عبارت سے خارج ہیں اور اس عمومی عبارت کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا۔

اس لیے ولایت کا فیض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو [بتصریح کاملین امت] ملا۔

اسماعیل دہلوی کے کلام پر تحقیق

موصوف فیضی صاحب الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۲۲-۱۲۳ پر لکھتے ہیں۔

مقام ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت، و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ملتی ہے۔ اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں آنجناب کرم اللہ وجہہ کی ہمت کا دخل ہے یہ سیاحان عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔

(بحوالہ صراط مستقیم ص ۵۸ و فتوی رضویہ ۵۸۹/۳۰)

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف ظہور احمد نے اپنی عادت کے مطابق سیاق و سباق سے عبارت حذف کر کے ایک عبارت نقل کی۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

دوسری ہدایت ان بدعتوں کے بیان میں جو رافضیوں کے میل جول کی وجہ سے عام لوگوں میں مشہور ہوگئی ہیں اور اس میں تین افادے ہیں۔

پہلا افادہ: **حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا رافضیوں کی بدعات میں سے ہے جو عام اہل سنت کے دلوں میں داخل ہوگئی ہیں پس سنت کے متبع اور بدعت سے متنفر حق کے طالب کو چاہیے کہ اپنے تہ دل سے اعتقاد کرلے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بڑے یار رضی اللہ عنہم اجمعین تمام بنی آدم سے بہتر ہیں** اور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق ان کے آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ **مسلمان آدمی کو چاہیے کہ اسی ترتیب پر افضلیت کا اعتقاد رکھے۔ اور وجوہ تفضیل کو نہ ڈھونڈے** کیونکہ وجوہ تفضیل کا ڈھونڈنا دین کے واجبوں بلکہ مستحبوں سے بھی نہیں خاص کر عام مسلمانوں کے لیے اس تلاش کے پیچھے پڑنا محض بے عقلی اور نادانی ہے لیکن اس زمانہ کے خاص و عام میں اس جھگڑے کے مشہور ہوجانے اور اس عقیدہ میں اہل زمانہ کی افراط و تفریط کے باعث لکھا جاتا ہے کہ **خلافت سے قطع نظر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو دربار خداوندی میں بے حساب عزت اور نہایت لطیف قرب ہے اور خلافت میں سبقت اس کے علاوہ ہے۔** اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت سے قطع نظر اس قدر مرتبہ اور قرب نہیں ہے کہ حضرت مرتضی علی رضی اللہ عنہ پر مقدم ہوں بلکہ وجاہت اور قرب کے لحاظ سے حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ لیکن خلافت راشد نبویہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ط کا مقدم ہونا اس وجہ سے ہوا کہ صاحبان مناصب

اور مراتب بھیڑ اور اللہ تعالی کی عنایت کے ظاہر ہونے کے وقعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں۔ گویا ان کا مرتبہ اور قرب زیادہ تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ خلعتیں دینے کے وقت صاحب منصب متقدم کو صاحب منصب متاخر سے پہلے خلعت پہنائیں، اگرچہ صاحب منصب متاخر کا قرب و ارتضا اور وجاہت زیادہ ہو اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمان برداروں کا زیادہ ہونا، اور مقام ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے آخر تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں، اور اللہ تعالی کا یہ عطیہ اس امر کے مقابلے میں ہے کہ خلافت اور حکومت، اور بادشاہت کا انتظام آپ کی آل اطہار میں کبھی نہیں ہوا باوجودیکہ ان میں سے بعض بزرگوں نے اعلی اللہ درجاتھم فی العلیین اس کام میں انہوں نے بہت ساری کوششیں کی ہیں اور اس کام کے حاصل کرنے میں سب تکلیفیں اپنے آپ پر اٹھائی ہیں اور اہل ولایت کے اکثر سلسلے بھی جناب مرتضوی ہی کی طرف منسوب ہیں ۔پس قیامت کے دن بہت فرمانبرداروں کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبوں والے ہوں گے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا لشکر اس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا تماشہ دیکھنے والوں کے لیے یہ امر نہایت، ہی تعجب کا باعث ہوگا۔ اور بعض متصوفین کے لیے اس مقام کا ظاہر ہونا اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مقام کا پوشیدہ رہنا اس امر کا باعث ہوگیا ہے کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں متردد ہو کر اہل سنت، کے راسخ عقیدہ سے پھسل گئے ہیں ورنہ در حقیقت خلافت کے انتظام کی وجہ سے بلکہ اس سے قطع نظر کر کے جو شان حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لے ثابت ہے اس بزرگی کے ساتھ اس کو افضلیت اور مساوات کی نسبت نہیں بلکہ ان دونوں بزرگوں کی شان خلافت سے قطع نظر اس شرح صدر اور حوصلے کی فراخی اور اخلاق اور تدبیر منزلی اور مدنی اور سیاست ملکی وغیرہ کی ہر باب میں اعتدال کے قائم رکھنے کی وجہ سے جس کو تشبیہ بالانبیاء کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں۔ ابنیاء علیھم الصلوۃ و التسلیمات کے تمام فرمانبرداروں پر اس مذکورہ بزرگی کی نسبت بہت ہی بلند ہے ظاہر میں ان دو شخصوں کے مرتبوں کی باہمی نسبت اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ امیر کبیر ہے جو حقوق خدمت بجالا کر امور سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کا ملازم ہوگیا ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جو ابھی بھی خدمت اور کارگذاری میں مشغول ہے پس اگرچہ سرسری نظر میں تو اس امیر کبیر کی خدمات ملکیہ سے مستعفی ہو کر بادشاہ کے حضور میں مصروفیت اور ملازمت بارگاہ سلطانی کی وجہ سے ظاہر حشمت اور شوکت اور فرمانبرداروں کی

کثرت سے اس مصاحب کی اس امیر اعظم کہ بہ نسبت جو اپنی خدمات میں لگا ہوا ہے کچھ بھی نہیں۔ یا بہت تھوڑی ہے لیکن اس مصاحب کی عزت اور وجاہت اس امیر اعظم سے بڑھ کر ہے کیونکہ دراصل وہ امیر اپنی ساری شوکت اور دبدبے اور فرمانبرداروں کے ہمراہ گویا اس مصاحب کے فرمانبرداروں کے ہمراہ ہے۔ اس لیے کہ اس کا مشورہ بادشاہ کے تمام فرمانبرداروں کے حق میں جاری ہے اور **حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ بارگاہ الٰہی کے مقبول تھے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے درجہ کے بلند کرنے کی طرف متوجہ تھی اس واسطے خلافت میں حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ پر مقدم کیئے گئے** تا کہ ان کو بھی اپنے جیسے لوگوں کے مرتبہ کے مرتبہ مل جائے۔

(صراط مستقیم ص ۷۹ تا ص ۸۱ مترجم طبع ادارۃ الرشید دیوبند)

شاہ اسماعیل دہلوی کی مذکورہ عبارت میں جو نکات موصوف قاری ظہور کے موقف کے خلاف تھے انہوں نے بیان کرنا ہی نہ مناسب سمجھا اس لیے کہ وہ نکات ان کے موقف مسئلہ افضلیت کے خلاف بلکہ رد ہیں۔

اول: موصوف قاری ظہور احمد تفضیل علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں جبکہ اسماعیل قتیل دہلوی اسی عبارت میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے علاوہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ کے قائل پر بدعتی کا فتویٰ لاگو کر رہے ہیں۔

دوم: بعض صوفیاء کا فضیلت شیخین کریمین میں متردد ہونا عقیدہ اہل سنت سے پھسلنا ہے اور اس کی وجہ حضرات شیخین کریمین کے مقام تک نہ پہنچنا ہے۔

سوم: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین کریمین عنہما پر ایک طرح کی فضیلت اس وجہ سے کہ مقام ولایت آپ کی توسط سے ملتی ہے تو اس بات کے اہل سنت تو اس کے اصل معنی و مطلب کے منکر نہیں، مگر تفضیلیہ کا اس عبارت کو اپنے فہم سے خاص معانی میں پیش کرنا غلط ہے۔

① اس نکتہ سے یہ تاثر عوام الناس میں مبہم انداز میں دینا کہ دیگر ابنیاء کرام مع اصحاب خواص اور حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی المرتضی سے فیض ولایت لیتے ہیں، یہ حقائق کے تناظر میں درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ اس سے خارج اور مستثنیٰ ہیں۔ حضرات شیخین کریمین پر اس نکتہ کا اطلاق اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ وہ مقام ولایت سے بھی افضل اور اعلیٰ منصب مقام کمالات نبوت پر فائز ہیں۔ جیسے انبیاء کرام کی ولایت دیگر اولیاء کی ولایت سے فوق تر اور افضل ترین ہے، اسی طرح حضرات شیخین کریمین رضی اللہ کے کمالات نبوت کی ولایت بھی دیگر اولیاء کی ولایت سے کامل اور افضل ترین ہے۔

② اسماعیل دہلوی قتیل کی عبارت میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا شیخین کریمین پر ایک طرح کی فضیلت

،سے مراد نفس ولایت میں فضیلت مراد نہیں بلکہ منصب ولایت پر فائز ہونے کے بعد ولایت کو لوگوں میں پھیلانے کی وجہ سے ان کا مشہور ہونا ہے۔کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ،سے یہ ولایت فیض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان سے حضرت علی المرتضی کو ملا۔اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جب یہ فیض ان خلفاء ثلاثہ سے ملا تو انہوں نے چار لوگوں میں تقسیم کیا۔پھر ان چار شخصیات حضرات حسنین کریمین رضی اللہ، امام حسن بصری اور حضرت حضرت کمیل بن زیاد میں سے امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس ولایت کو پھیلانے میں مشہور و معروف ہوئے۔

○ جس طرح امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے سلاسل اولیاء کا پھیلانے میں مشہور ہونا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کا، ولایت باطنی کے فیض کو پھیلانے کا انکار نہیں ہوسکتا اور نہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے زیادہ فضیلت یا افضلیت یا اعلیٰ مراد لیا جاسکتا ہے۔اسی طرح حضرت علی المرتضی سے سلاسل کا زیادہ مشہور اور پھیلنے سے حضرات شیخین کریمن پر رضی اللہ عنہ افضلیت کا قول کرکے باطنی خلافت میں افضل کہنا بھی درست نہیں ہے۔باطنی خلافت میں بھی اس امت کے افضل ترین شخصیت حضرت ابو بکر صدیق ہی ہیں۔یہ بات یاد رہے کہ خلفاء راشدہ خاصہ میں چاروں خلفاء اربعہ میں خلافت ظاہری و خلافت باطنی کی تقسیم کرنا اس معنی میں بھی درست نہیں کہ خلافت راشدہ خاصہ سے متّصف خلفاء اربعہ کو دونوں خلافت ظاہری اور باطنی حاصل ہوتی ہے اور اس تقسیم کا اطلاق و استعمال بھی بوجہ مخالفین کی جارہی ہے کیونکہ خلافت علی منہاج النبوۃ [ایسی خلافت جس کی بنیاد منہج نبوت پر ہو،] اس میں خلیفہ راشد خاص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت حاصل ہوتی ہے اس لیے ان کی افضلیت اور بلند مقام ظاہری و باطنی دونوں جہتوں میں ہی ہوگی۔

اور جس طرح امام حسن بصری کو ولایت میں وہ مقام ملا کہ ان سے زیادہ سلاسل اولیاء پھیلے، اور اس وجہ سے اولیاء کرام کی اکثریت ان کا نام لیتے ہیں اور اپنے شجرہ یا نسبت میں ان کا نام لیتے ہیں۔اسی طرح حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ولایت باطنی کا دیگر لوگوں میں پھیلانے کی وجہ سے مشہور ہونے میں ایک خاص مقام ہے۔اس منصب [ولایت کو لوگوں میں پھیلانے] کے لیے مقام فضیلت کا اطلاق اسی معنی میں ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ" هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ "-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سب سے زیادہ میری امت پر رحم کرنے والے ابوبکر ہیں، اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، سب سے زیادہ حیاء والے عثمان ہیں، قران کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، فرائض (علم میراث) کے سب سے بڑے ماہر زید بن ثابت ہیں، حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔“ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث ۳۷۹۱)

مختلف صحابہ کرام میں الگ الگ فضیلتیں اور جہتیں

سنن ترمذی کی روایت سے صحابہ کرام کو جو فضیلت اور امتیازی حیثت حاصل ہے وہ اپنے مقام پر ہے، اور ان صحابہ کرام کا دوسروں پر جس معنی میں فضیلت کا بیان ہوتا ہے وہ ایک طالبعلم کو بھی معلوم ہے۔ اسی معنی میں منصب ولایت پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فضیلت کا بیان ہوا ہے کہ وہ دیگر لوگوں کو ولایت کے تقسیم کرنے پر فائز تھے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس مرتبہ و منصب [جس میں فیض ولایت عام لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔] پر حضرات خلفاء راشدین کے بعد فائز ہوئے۔

باطنی ولایت کا مقام اور باطنی ولایت کو دیگر لوگوں میں تقسیم کرنے کے منصب میں فرق ہے۔ تفضیلیہ اس نکتہ پر عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں اور منصب، عہدہ تقسیم ولایت کو مقام ولایت پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو مقام ولایت میں شیخین کریمین مع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہیں بلکہ مقام ولایت میں خلفاء ثلاثہ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو عرف عام میں جو فضیلت ہے وہ منصب اور عہدہ ہے جس منصب میں وہ عام لوگوں میں ولایت تقسیم کرتے ہیں۔

باب افضلیت میں فضیلت علی المرتضی کا بیان کیسے؟

اس مقام پر یہ وضاحت کرنا بہت اہم ہے کہ خلفاء اربعہ میں افضلیت کے موضوع میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان کیوں ہوا؟ شاہ اسماعیل دہلوی کی عبارت اور چند دیگر علماء یا صوفیاء کی عبارت میں کچھ ایسا مفہوم بھی نقل ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ اس امت کے افضل ترین شخصیات ہیں مگر مقام ولایت پر فائز ہونے کی وجہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہے۔

وضاحت:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شان و فضیلت مسلمہ ہے، اس کا انکاری اہل سنت سے خارج ہے۔ مگر باب افضلیت الگ ہے اور باب فضیلت الگ ہے۔ افضلیت مطلقہ اور فضیلت جزوی میں فرق ہے ؟ اس فرق کو پہلے بہت تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور یہ ثابت بھی کیا ہے کہ افضلیت مطلقہ اور فضیلت میں تقابل علمی نکتہ نظر سے درست نہیں ہے۔ بلکہ باب فضیلت میں بھی صحابہ کرام کے درمیان تفاوت اور فرق والا قول بیان نہیں ہوتا کہ عوام کے ذہن کسی غلط نظریہ کو کسی بھی صحابہ کے بارے میں درست نہ سمجھیں۔ جیسے کہ یہ قول عمومی طور پر نہیں کیا جاتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے یا علوم فرائض میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"جب کسی کی فضیلت کے متعلق گفتگو آئے تو مطلقاً یہ سوال نہیں کرنا چاہیے کہ کون افضل ہے کیونکہ تفاضل [یعنی بعض کا بعض سے افضل ہونا] صرف انہیں دو چیزیں میں واقع ہو سکتا ہے جن کی فضیلت ایک ہی جہت سے ہو اور اس جہت میں باہم کمی زیادتی ہو۔ اگر ان کی فضیلت دو مختلف جہتوں سے ہو تو ان میں تفاضل متحقق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب ہم یہ کہیں کہ ان دونوں میں سے وصف مشترک کس میں زیادہ ہے تو اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ رمضان المبارک بہتر ہے۔ یا صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور کعبہ بہتر ہے یا نماز۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مکہ مکرمہ بہتر ہے یا مدینہ اور رمضان المبارک بہتر ہے یا ذی الحجہ اور نماز بہتر ہے یا زکوۃ اور ناقہ صالح علیہ السلام بہتر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ عضباء۔" الخ

(سر الجلیل فی مسئلہ التفضیل ص ۱۲۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت سے واضح ہوا ہوا کہ تقابل صرف ایک ہی جہت میں ہو سکتا ہے جیسے کہ افضلیت مطلقہ یا افضلیت اختصاصی ایک جہت ہے، مگر افضلیت مطلقہ اور فضیلت [جسے افضلیت جزوی بھی کہا جاتا ہے] میں کوئی تقابل نہیں ہے اور دنوں کی جہت الگ ہیں۔

محققین اور کاملین [جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا قول] اکثر صحابہ کرام کے فضائل میں بھی تفاوت یا تقابل سے منع بھی کرتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے ایک صحابی کے بارے میں تحقیر یا تنقیص خطرہ ہوتا ہے۔

مگر جن علماء نے تقابل کے بغیر باب افضلیت مطلقہ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کیا، اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ خلفاء راشدین اربعہ میں افضلیت مطلقہ میں تقابل کی بحث میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے قول سے کوئی بدعتی یا خارج اہل سنت یا ناصبی یہ نہ سمجھ لے کے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی کوئی شان و فضیلت نہیں۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کا انبیاء کرام کے بعد افضل البشر ہونے کے بیان کے ساتھ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ حالانکہ افضلیت مطلقہ کے باب میں فضیلت کی بحث ہو نہیں سکتی۔

ذکر اہل بیت کرام کے ساتھ شان صحابہ کرام کیوں؟

اس لیے علماء نے اس کی تاکید بھی ہے کہ ذکر اہل بیت کے ساتھ تذکرہ صحابہ بھی ہونا چاہے اور شان صحابہ کرام کے ساتھ ذکر اہل بیت بھی کرنا چاہیے تاکہ باطل و گمراہ فرقوں کو کسی بھی شخصیت پر اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ آج کل اس پر یہ طعنہ زنی بھی کرتے ہوئے گھومتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ دیکھو جی ان کو اہل بیت سے اتنا بغض ہے کہ صحابہ کرام کی شان کو ساتھ بیان کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔ مگر چند عقل کے کوروں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اہل بیت اطہار کی فضائل بیان کرتے ہوئے صحابہ کا مقام بیان کرنا، اہل بیت کی مسئلہ میں شدت یا بغض کی وجہ سے نہیں بلکہ عوام کے ذہنوں میں کسی ایک کی شان میں غلو یا کسی کی شان میں بغض وجود میں نہ آئے۔ بلکہ صحابہ کرام کے فضائل کی محافل میں بھی ذکر اہل بیت کا بھی درس دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص اہل بیت کی شان کو گھٹا نہ سکے۔

باطنی خلافت کی تقسیم کیوں؟

اور عام لوگوں کو فیض ولایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کیوں تقسیم کرتے ہیں؟

تو اس پر تفصیلی جواب لکھ دیا ہے کہ دیگر لوگوں میں اتنی استعداد نہیں کہ وہ حضرات شیخین کریمین سے باطنی ولایت کو اخذ کرنے کی صلاحیت رکھ سکیں کیونکہ حضرات شیخین کریمین کی ولایت اتنی بلند اور افضل ہے کہ اس تک ہر کسی کی پہنچ نہیں، سوائے خاص شخصیات کے اور وہ بھی ان کی ولایت کے سمندر سے چند قطرہ بطور کرم اور عنایت کے۔ کیونکہ لوگوں کی باطنی تربیت کرنا مقصود تھا اور ہر شخص میں اتنی طاقت اور استعداد نہیں ہوتی کہ وہ کمالات نبوت سے ولایت کا فیض لے سکے، اس لیے کمالات ولایت سے عام لوگوں کی باطنی تربیت کی جاتی ہے۔ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر دیا گیا ہے کہ کمالات نبوت میں کی ولایت کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس مقام کا کوئی ادراک ہی نہیں کر سکتا، جس مقام کو قطب، غوث اور اولیاء بھی نہیں سمجھ سکتے تو عام لوگ کیسے اس تک پہنچ کر اس سے فیض لے سکتے ہیں؟

اس لیے مقام ولایت میں فضیلت سے یہ مراد نہیں کہ خلفاء ثلاثہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ مقام ولایت میں افضل ہیں۔ کیوں کہ جس معنی میں فضیلت ہے وہ منصب پر فائز ہونے کی فضیلت ہے اور فضیلت سے افضلیت مراد نہیں ہوتی۔

۞ اور نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ باطنی فیض کی تقسیم پر فائز ہونے کی وجہ سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ باطنی فیض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہ کو بھی دیتے ہیں۔ بلکہ بتصریح حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ پارسا نقش بند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی باطنی تربیت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ نے کی۔

عوام الناس کی سادگی سے فائدہ

لہذا موصوف قاری ظہور احمد کا فضیلت کے الفاظ سے حضرات خلفاء ثلاثہ پر افضلیت اور فضیلت سے مراد یہ بیان کرنا کہ حضرت علی المرتضی حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کو بھی فیض ولایت سے نوازتے ہیں، بالکل غلط اور باطل نظریہ ہے۔ اس لیے قاری ظہور احمد اور دیگر تفضیلیہ کا عام لوگوں [بلکہ اکثر علماء] کا اس بحث کی جزئیات سے نابلد ہونے سے فائدہ اٹھا کر صوفیاء اور علماء کی عبارت سیاق و سباق اور پس منظر سے الگ کر کے پیش کرتے ہیں اور ان کو غلط عقائد اور تشریحات بیان کرتے ہیں۔ اور عوام الناس حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت اور اہل بیت کی شان کے معترف ہونے کی وجہ سے ایسے اقوال کو پڑھ کر پھسل جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تفضیلیہ کی اس شاطرانہ طریقہ کار کو عوام الناس کے سامنے عیاں کیا جائے اور اصل بحث کو واضح کر کے حضرات شیخین کریمین کے کمالات نبوت اور اس کی ولایت کی افضلیت کو عام کرنا چاہیے۔

امور تکونیہ کا تعلق اہل بیت یا غیر اہل بیت بھی؟

قاری ظہور احمد صاحب لکھتے ہیں۔

"چونکہ یہ ہستیاں خلافت باطنیہ اور ولایت معنویہ پر فائز ہیں اس لیے قادر و قیوم بقانون فالمدبرات ملائکہ کی طرح انہیں امور تکونیہ کی ڈیوٹی پر بھی فائز فرماتا ہے۔

چناچہ شاہ عبد العزیز دہلوی اور فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔ حضرت امیر [علی المرتضی رضی اللہ عنہ] اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے۔ اور امور تکونیہ کو ان سے وابستہ سمجھتی ہے۔"

(الخلافۃ الباطنیہ ۱۲۳-۱۲۴ بحوالہ تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۱۴، فتاوی رضویہ ۳۰/۵۱۱)

جواب:

قاری ظہور احمد نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو پس منظر سے الگ کر کے عمومی طور پر امور تکونیہ کو اہل بیت سے خاص کیا۔ یہ واضح رہے کہ اہل سنت کا موقف اہل بیت کا امور تکونیہ سے وابستہ ہونے کا ہے مگر اس کے ساتھ اہل سنت غیر اہل بیت کو بھی قطب اور امور تکونیہ سے وابستہ سمجھتے ہے۔ موصوف قاری صاحب نے امور تکونیہ کو اہل بیت کے لیے مختص کیا جبکہ علماء اہل سنت اس مقام کو غیر اہل بیت کے لیے بھی تسلیم ہیں۔ بلکہ علماء تو اولیاء، صالحین کے لیے بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں، ہم اس کے منکر نہیں۔

ادھر قارئین کے ذہنوں میں ایک نکتہ یہ آسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت میں [جس کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل بھی کیا] اہل بیت کا ہی ذکر کیوں ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثناء عشریہ میں اہل تشیع کے ساتھ مسئلہ امامت پر ان کے موقف پر نقد کرتے ہوئے اہل بیت کرام کے اس امور تکونیہ کے مقام کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ بحث اہل تشیع کے موقف کے رد میں تھی اس لیے ان کو اہل سنت کا موقف اہل بیت کے ائمہ کے بارے میں پیش کیا۔ جس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مقام امور تکونیہ پر صرف اہل بیت کو ہی مانتے تھے اور نہ اس عبارت سے دیگر اولیاء اور غیر اہل بیت کا مقام امور تکونیہ پر فائز ہونے کی نفی یا انکار ثابت ہوتا ہے۔ صرف اہل تشیع کے ساتھ ایک مناظرانہ بحث پر ان کے نزدیک معتمد شخصیات کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ نقل کیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ ۳۰/۵۱۱ پر مسئلہ مختار کل پر وہابیہ کے موقف کی تردید میں شاہ عبدالعزمحدث دہلوی کی عبارت پیش کی جس کے شروع میں کچھ یوں لکھا کہ

"اور تحفہ اثناء عشریہ میں تو ان سے بھی بڑھ کر جان نجدیت پر قیامت توڑ گئے، فرماتے ہیں": ۔۔۔۔الخ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عبارت میں مسئلہ مختار کل میں وہابیہ کے موقف کے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت بھی اس لیے پیش کی، ان شخصیات مخالفین کے نزدیک مسلمہ اور قابل حجت تھی، اس لیے اس عبارت کو بطور الزام نقل کیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا اہل تشیع کے خلاف ائمہ اہل بیت کا خاص تذکرہ کرنا مخالفین کے نزدیک حجت ہونا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت کو وہابیہ کے خلاف نقل کرنا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا حجت ہونا تھا۔ اس عبارت سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ امور تکونیہ کسی غیر اہل بیت کے لیے ثابت نہیں بلکہ یہ دونوں شخصیات تو اہل بیت اور غیر اہل بیت دونوں کو ہی مقام امور تکونیہ پر ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

28

قاری ظہور کی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر طعن و تشنیع

موصوف قاری ظہور احمد فیضی صاحب کمال کا ڈرامہ کرنے کے ماہر ہیں۔ باطنی خلافت کے موضوع اور اپنی کتاب شرح اسنی المطالب میں انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے استدلال کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، مگر جہاں ان کے موقف کے خلاف شاہ عبدالعزیز کی مسئلہ افضلیت پر عبارت نقل ہوئی، قاری ظہور نے شاہ عبدالعزیز کو مطعون اور ان پر تشنیع کرنا شروع کیا۔ قاری ظہور احمد مختلف مقام پر شاہ عبدالعزیز پر تبراء بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

۱) اپنے دعوی کے خلاف جانے والے — حقیقۃ التفضیل ص ۲۳۵

۲) بے ڈھنگے قواعد وضع کرنے والے — حقیقۃ التفضیل ۲۵۳

۳) تضاد کا شکار — حقیقۃ التفضیل ص ۱۶۱

اب جو محقق ایک مقام پر صرف اپنے نام نہاد غلط موقف سے عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے ایک کتاب میں اس عالم کی کتاب سے استدلال پیش کرے مگر جدھر ظہور احمد کے موقف کے خلاف کوئی قول بیان کیا ہو تو اسی عالم کے بارے میں عامیانہ الفاظ، رکیک جملے، اور طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اب ایسے محققین بھی مارکیٹ میں موجود ہیں۔

غیر اہل بیت کے لیے امور تکونیہ کا اثبات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

"بعض خواص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالی نے انسانوں کی تکمیل اور ہدایت و ارشاد کے لیے وسیلہ اور ذریعہ بنایا ہے، ظاہری حیات کے بعد دنیا کے اندر تصرف اور اختیار بخشا ہے۔"

(تفسیر عزیزی نمبر ۳۰ ص ۱۱۳، اور ص ۲۰٤ طبع دہلی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت سے واضح ہوا کہ بعض خواص اولیاء بھی دنیا کے اندر تصرف اور اختیار رکھتے ہیں اور اس میں اہل بیت و غیر اہل بیت کا کوئی فرق نہیں کیا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۱۴ میں اہل بیت کو امور تکونیہ سے وابستہ کرنے سے غیر اہل بیت کو اس سے خارج نہیں کیا۔ بلکہ تفسیر عزیزی ص ۲۰۴ میں دیگر خاص اولیاء کو بھی امور تکونیہ سے وابستہ کیا۔

☜ اسی مضمون کے مفہوم کو پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۶۸۔ ص ۱۸۲، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ۱/ ۶۳۳۔

صدیقین کے لیے امور تکونیہ کا اثبات

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالی شہدا کی ارواح اجساد اجسام والی قوت عطا فرماتا ہے پس زمین و آسمان اور جنت میں سے جہاں بھی چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، اپنے لوگوں کی مدد کرتے ہیں، انشاء اللہ ، تا علماء کرام کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ زندگی صرف شہداء کا حاصل ہے لیکن میرے نزدیک حق یہ ہے کہ زندگی صرف ان سے مختص نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی ان سے بھی قوی ترین ہے۔۔۔۔ نیز صدیقین حیات برزخی میں شہدا سے اعلی درجہ کے مالک ہیں اور صالحین یعنی اولیاء کرام بھی انہیں شہدا کے کے ساتھ لاحق ہیں۔(تفسیر مظھری ۱/ ۱۵۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہوا کہ انبیاء، صدیقین، شہدا و صالحین مدبرات امور ہونے اور کائنات میں تدبیر و تصور سے متصف ہیں۔ اس لیے اہل بیت کے علاوہ دیگر شخصیات صدیقین اور شہداء و صالحین کو یہ مقام حاصل ہے۔ اس لیے صرف اہل بیت کے ساتھ کائنات ہیں تدبیر و تصرف مختص کرنا راجح نہیں جبکہ انبیاء کے بعد صدیقین اس مقام پر فائز ہیں اور صدیقین میں افضل ترین شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

شیخین کریمین کا مدبر الامر

ابن قیم اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

وَكم قد رئى النَّبِي وَمَعَهُ أَبُو بكر وَعمر فِي النّوم قد هزمت أَرْوَاحهم عَسَاكِر الْكفْر وَالظُّلم فَإِذا بجيوشهم مغلوبة مَكْسُورَة مَعَ كَثْرَة عَددهمْ وعددهم وَضعف الْمُؤمنِينَ وقلتهم۔

بہت دفعہ دیکھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ آپ کے ساتھ ابو بکر و حضرت عمر ہوتے اور اہل اسلام کفار کے ساتھ برسکار پیکار ہوتے تو صرف یہ تین ہستیاں کفار کی کثرت تعداد اور وافر سامان حرب کے باوجود اہل اسلام کی قلت تعداد اور بے سر سامانی کے باجود کفار کو ہزیمت و شکست سے دوچار فرمادیتے اور اہل اسلام کو فتح و کامرانی کے ساتھ درکنار فرمادیتے۔(کتاب الروح ص ۱۰۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

بعض متاخرین صوفیا کرام نے قرب خداوند کے چار مراتب متعین کیے ہیں۔
پہلا مرتبہ: قرب نوافل
دوسرا مرتب: قرب وجہ ہے جس کو قرب فرائض سے تعبیر کرتے ہیں۔۔۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ قرب میں فاعل اللہ تعالی کی ذات ہوتی ہے اور بندہ اس کے لیے آلہ ہوتا ہے اور یہ مقام فنائے ذات کا مقام کہلاتا ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالی عمر فاروق کی زبان سے بولتا ہے اسی مقام کے لحاظ سے ہے۔
تیسرا مرتب: قرب وہ ہے جو ان دونوں مراتب نوافل اور مراتب فرائض کا جامع مرتبہ ہے۔
چوتھا مقام: قرب جو کہ سب مقامات سے ارفع واعلی ہوتا ہے اور س میں بندہ مقرب کا شہود کسی ایک حالت فاعلیت یا آلہ ہونے کے پابند نہیں ہوتا اور اس مقام کی انتہاء کمال حضرت سید السادات اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔

(شرح فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۷)
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت میں اولیاء کا امور تکونیہ اور تصرف تک رسائی کے جو قرب خداوند کے چار مراتب متعین کیے ہیں۔اس میں صالحین اور اولیاء کا تذکرہ عمومی اور دوسرے مرتبہ میں صحابہ کرام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاص ذکر کیا ہے۔جس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امور تکونیہ کا تصرف اہل بیت کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام،اور وہ اولیاء [جو اہل بیت میں سے نہیں ہیں] بھی شامل ہیں۔اہل بیت کا امور تکونیہ میں تصرف کا کوئی منکر نہیں مگر اس مقام پر دیگر غیر اہل بیت بھی فائز ہیں۔اور مقام فالمدبرات کے تحت اہل بیت اور غیر اہل بیت کی تخصیص کے بغیر امت کے تمام صالحین اور اولیاء مراد لیا ہے۔اور اسی مفہوم کو شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ البالغہ ۱/۴۷-۷۵،امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر ۲۱۸/۸،علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان ۳۱۶/۱۰،اور ۲۴/۳۰،علامہ ابن حجر ہیثمی نے فتاوی حدیثیہ میں رجال الغیب کے تحت ص ۲۷۶،اور ملا علی قاری نے مرقاہ شرح مشکوۃ ۴۶۰/۱۱،شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ۵۷۷/۴ نے بیان کیا ہے۔ان عبارات کی تفصیل کے لیے اصل کتب یا علامہ شیخ الحدیث اشرف سیالوی صاحب کی کتاب گلشن توحید ورسالت جلد دوم ص ۲۱۰ تا ۲۴۶ کا مطالعہ کیجیے۔

حاصل بحث یہ ہے یہ علماء وصوفیاء نے فالمدبرات کے تحت امور تکونیہ اور تصرف کو امت کے تمام صالحین اور اولیاء کے لیے تسلیم کیا ہے اور اس میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کا کوئی فرق بیان نہیں کیا۔اس لیے موصوف قاری ظہور احمد کا اس مقام کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے اہل بیت کرام کی تخصیص کرنا غلط ہے کیونکہ

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں اپنے مخالفین کو جواب دیتے ہوئے مسلمہ شخصیات اہل بیت کا تذکرہ خاص تناظر میں کر رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ مقام فالمدبرات کے تحت امور تکونیہ میں دیگر شخصیات کا عمل نہیں۔ متعدد مقامات پر موصوف قاری ظہور کی اس علمی خیانت کا پول کھولا کر بیان کیا ہے کہ کسی بھی عالم کی ایک عمومی عبارت کو لکھ کر اس کا اطلاق خاص شخصیات پر کرنا اور خاص تناظر میں خاص شخصیات کے بارے میں بیان کردہ عبارت کو عمومی بیان کر کے پیش کرنا، تاکہ وہ اپنے فہم کو عام لوگوں پر تھوپ سکیں ۔اس لیے امور تکونیہ کو صرف اہل بیت کے ساتھ مختص و مخصوص کرنا علماء اور صوفیاء کی واضح تصریحات کی روشنی میں غلط اور باطل ہے۔ امور تکونیہ صحابہ کرام، صدیقین، شہدا، صالحین، اور اولیاء کو بھی تصرف تھا۔

ولی کی تعریف اور عرف عام میں اس کا اطلاق

عوام الناس کے لیے ایک نکتہ بیان کرنا اہم ہے کہ حضرات صحابہ کرام ولایت کے اعلی مقام پر فائز ہیں اور متقدمین نے اس مقام اور وصف کی وجہ سے ان پر ولی کو خاص پس منظر کے تحت ولی کہا ہے۔ مگر عرف عام میں صحابہ کرام کے بارے میں لفظ ولی اللہ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس لیے مختلف عبارات میں لفظ ولی کا صحابہ پر اطلاق یا مختلف عبارات میں بعض قطب و غوث کو تمام اولیاء کا سردار، یا قطب کا آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے تمام ولیوں کو فیض پہنچانا، یا اس طرح کی دیگر تصریحات سے صحابہ کرام عرف عام میں خارج ہیں۔

لفظ ولی کا اصطلاحی معنی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

> صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ولی کا ادنی درجہ جس کا اعتبار کیا جائے اور ولی کا اسم اس پر بولا جائے اور جو انشاء اللہ آیت قرانی میں مذکور، اولیاء کرام سے مراد ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ ولی وہ ہے جس کا قلب، اللہ تعالی کے ذکر میں مستغرق ہو اور وہ ان لوگوں میں شامل ہو جو دن رات بغیر تھکاوٹ کے تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ ولی کا دل اللہ تعالی کی محبت سے لبریز ہو اور اس میں غیر کی گنجائش نہ ہو چاہے وہ اس کے باپ، بیٹے، بھائی، اور خاندان کے لوگ کیوں نہ ہوں، پس وہ اللہ تعالی کے سوا کسی سے محبت نہ کرے اور اللہ تعالی کے ہی واسطہ کسی سے بغض نہ رکھے اور کچھ دے تو اللہ تعالی کے لیے دے اور کچھ روکے تو بھی اللہ تعالی کے لیے۔

(تفسیر مظہری ۵/ ۳۸ طبع بلوچستان بکڈپو، کوئٹہ)

ولی کی تعریف کے اس مفہوم کو تفسیر خازن ۲/ ۳۰۰، پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب انوار قادریہ پر تقریظ،

مکتوبات مہریہ ص ۱۰۶، تفسیر المنار ۱۱/۴۲۱، تفسیر ضیاء القرآن ۲/۳۱۳، اور تفضیلیہ کے معتمد ملا برخوردار ملتانی حاشیہ نبراس ص ۵۶۰ کو بیان کیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہوا کہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ولی کا ایک خاص مفہوم ہے۔ قاضی صاحب نے جو صفات بیان کیے وہ تمام صفات اپنے کامل اور بدرجہ اتم، تمام صحابہ کرام میں موجود ہیں۔ مگر ان پر لفظ ولی کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ انہیں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے گا۔

صحابہ کرام پر عرف عام میں لفظ ولی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

والقرینة علی تخصیص الصحابه انهم لتخصیصم باسم الصحابی و تمیزهم به لا یدخلون بحسب متفاهم العرف فی اسم الاولیاء و المشائخ و الصوفیه و امثاله وان کانوا اخیارهم.

"یعنی لفظ ولی اللہ سے حضرات صحابہ کرام کی تخصیص پر قرینہ یہ ہے کہ وہ حضرات صحابی کے خاص نام سے مخصوص و متمیز ہونے کی وجہ سے اولیاء، مشائخ، صوفیاء اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کے عموم میں داخل نہیں کیونکہ عرف کے مطابق یہ ہی سمجھا جاتا ہے، اگرچہ صحابہ کرام، ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔"

(زبدۃ الاسرار ص ۳۲ مطبوعہ بمبئی)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام مقام ولایت میں افضل اور بلند ترین مقام پر ہیں، جبکہ متاخرین علماء و صوفیاء کے عرف عام میں لفظ ولی کا اطلاق صحابہ کرام پر نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام میں شرائط اور صفات ولایت درجہ کمال موجود ہیں۔ صحابہ کرام کی ولایت کا ذکر تو ہوتا ہے مگر ان پر لفظ ولی کا اطلاق متاخرین کے عرف عام میں نہیں ہوتا۔

اس لیے اس ولایت اور ولی کے اطلاق کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھیے کیونکہ عمومی طور پر تفضیلیہ عوام الناس کا اس فرق کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے عمومی الفاظ یا اصطلاحات، یا عرف عام میں مستعمل ہونے والے الفاظ کو خاص مطلب کے تحت یا خاص شخصیات پر لاگو کرنے کا تاثر دیتی ہے، جیسے تفضیلیہ کا اس قول سے خاص استدلال کہ قطب الاقطاب یا اہل بیت سے ہی اولیاء کو باطنی فیض ملتا ہے۔ ایسی عبارت کے مفہوم سے صحابہ کرام مستثنیٰ اور خارج ہوتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ پر عرف عام میں ولی کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اگرچہ مقام ولایت میں ان کا مقام تمام غوث، قطب سے افضل ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی کا کلام

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔
وہ مسلک جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور بہ شہادت اولیاء و شہادت سیدنا خضر علیہ السلام مرویات اکابر ائمہ کرام سے ثابت ہے۔ یہی ہے کہ بہ استثناء ان کے جن کی افضلیت منصوص ہے جیسے جملہ صحابہ کرام اور بعض اکابرین تابعین عظام کہ والذین اتبعوھم باحسان ہیں اور آپ ان القابات سے ممتاز ہیں۔ و لہذا اولیاء، صوفیاء، ومشائخ ان الفاظ سے ان کی طرف ذہن نہیں جاتا اگرچہ وخود سرداران اولیاء ہیں۔
(فتاوی رضویہ ۹/ ۱۲۴ طبع کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام، بعض اکابرین تابعین پر لفظ ولی کا اطلاق نہیں ہوتا اگرچہ وہ وصف ولایت میں اولیاء کے سردار ہیں۔

شیخ ابن عربی کے نزدیک اولیاء کرام میں سے افضل؟

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء کرام میں سب سے افضل جماعت ملامیہ ہے۔ شیخ ابن عربی لکھتے ہیں۔

و ھذا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و ممن تحقق بعد من الشیوخ حمدون القصار و ابو سعید الخراز و ابو سعید البسطانی و کان فی زماننا ھذا ابو السعود بن شب و عبدالقادر جیلی.

یعنی: یہ جلیل القدر اعلیٰ مقام جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور مشائخ میں جو حضرات اس مقام کے ساتھ متحقق ہوئے وہ شیخ حمدون قصار، ابو سعید خراز، ابو یزید البسطامی، اور ہمارے زمانے میں اس مقام کے ساتھ متحقق ابو السعود بن شبل، اور شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہم تھے۔ (فتوحات مکیہ ۳/۳۴)

ابن عربی نزدیک اہل طریقت کے سردار

شیخ ابن عربی اولیاء کی جماعت ملامیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ھم سادات اھل الطریق و ائمتھم و سید العالم فیھم و منھم و ھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

یہ اہل طریقت کے سردار ہیں اور امام ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں۔ (فتوحات مکیہ ۲/۱۶)

صدیق اکبر، ہر مشاہدے سے پہلے اللہ کا دیدار کرتے

شیخ ابن عربی صوفیاء اور اہل طریقت کی اس افضل ترین جماعت کے فضائل اور حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هم الذين لا يشهدون شيئا و لا يرونه الا راوا قبله كما قال الصديق عن نفسه و هذا مقام لم يتحقق به احد مثل الملاميه من اهل الله و هم سادات هذا الطريق

یعنی: منزل ملامیہ پر فائز اولیاء کرام ہر چیز کے مشاہدے سے قبل اللہ تعالی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق فرمایا اور اہل اللہ میں سے طبقہ ملامیہ کی طرح کوئی بھی اس مقام پر فائز نہیں ہوا اور وہ اس طریق اور سلسلہ کے سردار ہیں۔

(فتوحات مکیہ ۳/ ۲۲۷)

جب منزل و مقام ملامیہ پر فائز شخصیات ہر چیز کے مشاہدہ سے پہلے اللہ تعالی کا دیدار کرتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اس طبقہ کی شخصیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ تو ان کو فالمدبرات الامر میں تصرف کی اجازت تو بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

اور شیخ ابن عربی نے تو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی کتاب فتوحات مکیہ ۱/۵۸۸ پر بزرگ اور سردار شخصیات میں شامل کیا ہے جو کہ تصرف فی العالم پر معمور ہوتے ہیں۔ تو پھر اس طبقہ میں انبیاء کے سواء سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کی تصریح شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے، ان کو تصرف فی العالم تو اعلی اور ارفع ہوگا۔

جس سے ثابت ہوا کہ تفضیلیہ کا امور تکونیہ اور تصرف فی العالم کو اہل بیت سے مختص کرنا درست نہیں بلکہ دیگر اولیاء کاملین اور ان سب کے سردار اور افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تصرف فی العالم اور فالمدبرات کا مقام تو بہت بلند، اعلی اور افضل بطور اتم ملا ہے۔

صحابہ کرام کے بعد اولیاء میں قطب کا مقام

امام شعرانی لکھتے ہیں۔

اكبر الاولياء بعد الصحابه رضى الله عنهم القطب.

یعنی صحابہ کرام کے بعد تمام اولیاء کرام سے افضل، قطب ہوتا ہے۔ (اليواقيت و الجواهر ۲/ ۱٤٥)

اسی طرح شیخ امام شعرانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

و كمل الخلق فی كل عصر القطب۔

یعنی: ہر زمانے میں قطب وقت تمام مخلوق سے افضل ہوتا ہے۔ (الطبقات الكبرى ۲/ ۱٤٥)

شاہ اسماعیل دہلوی کی عبارت سے امور تکونیہ کی بحث

قاری ظہور احمد موصوف مزید لکھتے ہیں۔

"شاہ اسماعیل دہلوی صاحب نے ایک مقام پر ائمہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو ان امور میں فرشتوں کی مانند سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اس راہ کے ائمہ کرام اور اس جماعت کے یہ مقدس حضرات ملائکہ کی اس عظیم جماعت میں شمار ہوتے ہیں جو ملاء اعلیٰ سے الہام ہونے والے امور تکونیہ کی تدبیر اور ان کی تکمیل کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں، پس چاہیے کہ ان بزرگوں کے احوال کو عظیم فرشتوں کے حالات پر قیاس کیا جائے۔ "الخ

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۱۲۴ بحوالہ صراط مستقیم ص ۳۲۔ المکتبہ السلفیہ، لاہور)

[صراط مستقیم ص٦٨ طبع اسلامی اکیڈمی]

جواب:

قارئین کرام کو متعدد بار کتاب میں اس نکتہ کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے کہ موصوف قاری ظہور کو عبارت کے سیاق وسباق کا قطع برید کرنا اور ایک خاص جہت کی گفتگو کو دوسری جہت کی طرف لے جانا، اور خاص بحث کو عمومی یا عمومی بحث کو خاص پر اطلاق کرنے کی عادت پرانی ہے۔ اسمعیل قتیل دہلوی کی جو عبارت پیش کی گئی اس سے قبل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"اور اس مقام کی تحقیق اس مقصود کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم بزرگوں کے حالات سے طلب کرنی چاہیے۔"

(صراط المستقم ص۳۲ فارسی و ص ٦٨ مترجم)

اس کے بعد فیضی نے عبارت لکھی ہے کہ

" اس راہ کے ائمہ کرام اور اس جماعت کے یہ مقدس حضرات۔۔۔۔۔"

قارئین کرام اس مقام پر موصوف قاری ظہور کی چالاکی ملاحظہ کیجے کہ نقل کردہ عبارت سے پہلے صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ تعین ہوگیا کہ عبارت میں مخاطب شخصیات صحابہ کرام اور تابعین عظام ہیں۔

مگر موصوف ظہور احمد نے سیاق سے جملہ حذف کرکے " اس راہ کے ائمہ کرام اور اس جماعت کے یہ مقدس حضرات " سے عبارت نقل کی اور پھر اس کا اطلاق ائمہ اہل بیت پر خاص کیا۔ حالانکہ اسماعیل دہلوی نے اس کا

اطلاق ان تمام شخصیات پر کیا ہے، جو اہل بیت سے یا اہل بیت سے نہ ہوں، ان سب پر اس مقام ولایت پر فائز ہونے کی وجہ سے اسمٰعیل قتیل دہلوی نے عمومی عبارت لکھی کہ امور تکونیہ کی تدبیر اور ان کی تکمیل کرنے میں کوشاں اوران بزرگوں کے احوال کو عظیم فرشتوں کے حالات پر قیاس کیا جائے گا۔ اس لیے اس منصب پر اہل بیت اور غیر اہل بیت فائز ہیں۔

اللہ کی طرف سے مامور ہونے کا مقام

تصرف اور تمام اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونا بہت بلند مقام ہے۔ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مقام تو احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کا غلطیاں یا گناہوں سے مبرا ہونا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے کہ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ یعنی: بے شک اللہ نے حق کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زبان اور دل پر مامور کیا۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین کو مقام تصرف سے خارج کرنا نہایت کم علمی کا شاخسانہ ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے کی وجہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے قلب اطہر میں معرفۃ الٰہی کے ایسے اسرار و رموز القاء فرمادیئے گئے کہ جن کی وجہ سے آپ کے سر افضل الاولیاء ہونے کا تمغہ سج گیا۔ اس کے ثبوت کیلئے دو آثار پیش خدمت ہیں جن سے یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آجائے گی کہ واقعۃً حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اولیاء کرام سے اکمل و افضل اعلم اور اعظم اولیاء امت جیسے منصب رفیع پر فائز تھے۔

حکیم ترمذی ایک روایت سنداً نقل کرتے ہیں۔

حدثنا المؤمل بن هشامٍ اليشكري، قال: أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم، عن غالبٍ القطان، عن بكر ابن عبد الله المزني، قال: لم يفضل أبو بكر الناس بكثرة صومٍ ولا صلاة، إنما فضلهم بشيءٍ كان في قلبه.

ثقہ تابعی حضرت بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق تم سے زیادہ روزے رکھنے یا زیادہ نماز پڑھنے کی وجہ سے فضیلت نہیں لے گئے بلکہ ایک ایسی چیز کے باعث ان پر فضیلت پائی جو آپ کے دل میں موجود تھی۔

حکیم ترمذی کا قول

اس روایت کے بارے میں حکیم ترمذی لکھتے ہیں۔

هذه الأمة مختصة بالرحمة، مفضلة بالكرامة، فالفضل الذي آتاهم على الأمم: أن أعطاهم اليقين، فبه برزوا، وفيه انكشف الغطاء عن قلوبهم، حتى صارت الأمور لهم معاينة.

یہ امت رحمت کے ساتھ مختص ہوئی، کرامت کی وجہ سے فضیلت ملی اور اس فضل کی وجہ سے جو گذشتہ امتوں پر امت محمدیہ کو دی گیا کہ اس امت کو یقین دیا جس کی وجہ سے ان کے دلوں پر جو پردہ تھا وہ اس پردہ سے نکلے یہاں تک کہ اشیاء و حقائق ان پر ظاہر ہوئے۔

(نوادر الاصول ۱/ ۲۰۱ رقم الحدیث ۱۲۷)

حکیم ترمذی اپنی دوسری کتاب میں اس کو سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

حدثنا به المؤمل بن هشام البصري و قتيبة بن سعيد، قال: حدثنا إسماعيل ابن إبراهيم، عن غالبٍ القطان، عن بكر ابن عبد الله ، قال: لم يفضل أبو بكر عنه الناس بكثرة صومٍ ولا صلاة، وإنما فضلهم بشيء كان في قلبه.

ثقہ تابعی حضرت بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق تم سے زیادہ روزے رکھنے یا زیادہ نماز پڑھنے کی وجہ سے فضیلت نہیں لے گئے بلکہ ایک ایسی چیز کے باعث ان پر فضیلت پائی جو آپ کے دل میں موجود تھی۔

اس روایت کو حکیم ترمذی نے ایک نکتہ کے تحت نقل کیا ہے جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

ومن يعقل هذا عن ابي بكر وعمر الا من فتح الله طريق ابی بكر و عمر رضی الله عنهما. كما قال بكر بن عبدالله المزنی-

حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق اس حقیقت کو وہی شخص سمجھ پائے گا جس کے لیے اللہ تعالی نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا طریق کھول کر واضح کیا۔

(الصلاۃ و مقاصدها للحكيم ترمذی ص ٥٤)

(الیواقیت والجواہر ج۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تبصرۃ الادلۃ فی اصول الدین للامام النسفی ج۲ ص ۱۱۸۸، مطبوعہ الازہریہ مصر، التمہید للسالمی ص ۱۸۰ مطبوعہ اسلامیہ پشاور، کبریت احمد لابن عربی ج۲ ص ۴۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، المقاصد الحسنہ للسخاوی ص ۴۲۴ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، مراۃ الجنان ملیاخی ج۱ ص ۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لسان العرب لابن منظور ج۱۵ ص ۳۶۴ دار احیاء التراث العربی بیروت، کشف الخفاء للعجلونی ج۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ بیروت، حضرات القدس للسرہندی ج۱ ص ۳۸ مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور، یازدہ رسائل از سید

محمد گیسو دراز ص ۱۲۰ مطبوعہ بیروت فاؤنڈیشن لاہور، سبع سنابل ص ۱۰ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور، النبراس لعبد العزیز ص ۴۸۴ مئوسسۃ الشرف لاہور، شرح وصیۃ الامام ابی حنیفۃ لاکمل الدین ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفتح اکبر دین عمان المقدمۃ السنیۃ ص ۱۷ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول رسائل مجدد الف ثانی ص ۱۵۰ قادری رضوی کتب خانہ لاہور، تحفۃ الاتقیاء ص ۴۶ آسی پریس لکھنو، اللمع فی تاریخ تصوف ص ۱۸، احیاء علوم الدین ۲۹/۱۔۹۷، تذکرۃ اولی البصائر ابن جوزی ص ۴۳۹، منح المنۃ للشعرانی ص ۴)

شخصی قول یا مفہوم کا اثبات؟

ان روایات کو صوفیاء کی کتب سے نقل کرنے پر موصوف فیضی صاحب بہت تلملائے ہیں اور ان صوفیاء کاملین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے والے تفضیلیو! ذرا ہوش کے ناخن لو! ز یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ یہ ایک شخص بکر بن عبد اللہ المزنی کا قول ہے جسے علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے والے صوفیہ نے حدیث تصور کر لیا۔ لیکن محدثین کرام نے واضح کر دیا کہ یہ کسی شخص کا قول ہے حدیث نبوی نہیں ہے۔" (حقیقۃ التفضیل ص ۱۷۱)

گذارش ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ کوئی مرفوع روایت موجود نہیں ہے مگر کسی روایت کا مرفوع نہ ہونے سے موصوف نے اس پر موضوع کا اطلاق کر دیا۔ یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ اس قول کا مفہوم دیگر مرفوع روایات میں ثابت ہے اس لیے علماء نے اس کو اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ علماء و محققین نے اس روایت کے مفہوم و معنی کے ساتھ مرفوع لکھا ہے۔ جیسے محدث و صوفی محمد الکلاباذی نے اپنی کتاب اللمع فی تصوف میں لکھتے ہیں۔

فهذا معنى الحديث۔ یعنی [یہ الفاظ] حدیث کا معنی و مفہوم ہے۔ (اللمع فی تصوف ۱/ ۷۹)

تقوی کا مقام سینہ

امام مسلم اپنی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: — التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ —

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ تقوی ادھر ہے اور سینے کے طرف تین مرتبہ اشارہ کیا۔۔۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶٤ باب تحریم ظلم المسلم)

محدث ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَسْعَدَةَ قَالَ: حَدَّثَنا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: الإِسْلامُ عَلانِيَةٌ وَالإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ، ثُمَّ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ: التَّقْوَى هَاهُنَا، التَّقْوَى هَاهُنَا.

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے، جبکہ ایمان دل میں ہوتا ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔"

(مصنف ابن أبي شيبة في، ٦/ ١٥٩، الرقم: ٣١٩٣٠ و طبع ٣٢٢٣١، مسند وأحمد بن حنبل، ٣/ ١٣٤، الرقم: ١٢٤٠٤، مسند أبو يعلى، ٥/ ٣٠١، الرقم: ٢٩٢٣، مسند الفردوس الديلمي، ١/ ١١٥، الرقم: ٣٩٣)

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ تقویٰ کی جگہ سینہ ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی ہوئی ہے کہ عزت و مرتبت اور افضلیت کا دارومدار تقویٰ اور قرب خداوندی ہے۔ اور اس تقویٰ کا مقام سینہ یا دل ہے۔ اس لیے تابعی بکر بن مزنی علیہ الرحمہ نے بالکل صحیح فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ روزہ کی کثرت یا نماز کی کثرت نہیں بلکہ وہ یقین اور تقویٰ ہے جو ان کے سینے اور دل میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان سب سے زیادہ

صوفیاء کرام نے جس روایت کے معنیٰ و مطالب پر اس کو حدیث مرفوع کا مفہوم لکھا ہے، اس میں سے ایک روایت محدث امام سخاوی ایک مرفوع روایت نقل کرتے ہیں۔

لَوْ وُزِنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَحَهُمْ.

ترجمہ: اگر اہل زمین کا ایمان ایک پلڑے میں اور سیدنا ابوبکر صدیق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔

امام سخاوی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وفي سنده عيسى ابن عبد اللهّ بن سليمان وهو ضعيف، لكنه لم ينفرد به، فقد أخرجه ابن عدي أيضا من طريق غيره: لو وزن إيمان أبي بكر بإيمان أهل الأرض لرجحهم، وله شاهد في السنن أيضا عن أبي بكرة مرفوعا: أن رجلا قال: يا رسول اللهّ رأيت كأن

ميزانا أنزل من السماء فوزنت أنت وأبو بكر فرجحت أنت، ثم وزن أبو بكر بمن بقي فرجح

اور اس مرفوع روایت کی سند میں عیسی بن عبداللہ بن سلیمان جو کہ ضعیف ہے مگر یہ منفرد نہیں بلکہ ابن عدی نے اس کے علاوہ ایک طریق سے: اگر اہل زمین کا ایمان ایک پلڑے میں اور سیدنا ابوبکر صدیق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا کو بیان کیا ہے اور ایک شاہد سنن میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع موجود ہے کہ ایک میزان آسمان سے اترا اور اس میں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ اور بھاری تھا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور باقی لوگوں کا ایمان ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

(المقاصد الحسنہ ۱/ ۵۵۵ رقم ۹۰۸)

علامہ سخاوی کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی مرفوع سند کی بھی متابعت و شاہد ہے جس کی وجہ سے کم از کم قابل استدلال بھی ہے۔ ثابت ہوا کہ صوفیاء و علماء نے جس حدیث کے معنی و مفہوم سے استدلال کیا ہے اس کو قول بکر بن عبداللہ المزنی کے قول کی روشنی میں پیش کر دیا ہے۔

بطور الزام فیضی کے لیے ایک حدیث

فیضی نے اپنی کتب میں موضوع اور متروک قسم کی روایات کی بھار مار ہے جس کا نہ کوئی متابع اور نہ شاہد۔ ان کے اس منہج پر بطور الزام ایک روایت پیش خدمت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ - صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ، وَمَعْدِنُ التَّقْوَى قُلُوبُ الْعَارِفِينَ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَفِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَجَاءٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے لیے کان ہے اور تقوی کی کان اولیاء کے دل ہیں۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں محمد بن رجاء ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ۱۰/ ۲۶ رقم ۱۷۹۴۴)

فیضی صاحب کے منہج پر یہ حدیث واضح بیان کر رہی ہے کہ اولیاء کے قلوب ہی تقوی کی کان ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو تمام اولیاء کے سردار ہیں اس لیے ان کا تقوی بھی سب سے زیادہ ہوگا اور جس کا تقوی سب سے زیادہ ہوگا وہی اللہ کے نزدیک زیادہ عزت و مرتبہ والا اور افضل ہوگا۔

فیضی کا صوفیاء پر طعن و تشنیع

مزید یہ فیضی کا صوفیاء کرام پر علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے کے اعتراض کا جواب وہ خود ہی دے سکتے ہیں۔ اگر موصوف کے علم میں جنہوں نے حضرت بکر بن عبداللہ المزنی کے قول کو مرفوع لکھا ان کو علم حدیث میں مہارت نہیں تھی ان کو یہ معلوم ہوگا کہ صوفیاء کی کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خرقہ پہنانے کی روایت بھی اصول حدیث کے معیار پر ثابت نہیں ہے بلکہ متعدد کتب صوفیاء میں اس کی اسنادی حیثیت کو محل نظر تسلیم بھی کیا ہے۔ اگر صوفیاء کی کتب میں افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتراض کرنا ہے تو پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خرقہ تصوف دینے والی روایت پر بھی فیضی اعتراض کر کے دکھائے وگرنہ یہ دوغلی پالیسی نہیں چلے گی۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قول

صرف عارف باللہ امام الصوفیاء حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی متوفی ۹۷۳ھ کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

امام شعرانی قدس سرہ النورانی عنوان کے طور پر لکھتے ہیں:

"فی بیان ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء و المرسلین ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم"۔

اس بیان میں کہ محمدی اولیاء میں انبیاء و مرسلین کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عثمان پھر علی ہیں۔

(الیواقیت و الجواھر ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شعرانی کی عبارت کا مفہوم ہوا خلفاء اربعہ میں جو ترتیب خلافت میں ہے وہی ترتیب ولایت میں بھی ہے لہذا جس طرح سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں اسی طرح ولایت باطنہ میں بھی آپ ہی خلیفہ بلا فصل ہیں اور یہی جمیع اہل سنت کا عقیدہ ہے سنی ہونے کی علامت و نشانی ہے۔

امام شعرانی مذکورہ حدیث مبارکہ کو اہل سنت کی دلیل قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں:

"و دلیل اھل السنۃ فی تفضیل ابی بکر رضی اللہ عنہ عن علی رضی اللہ عنہ الحدیث الصحیح ما فضلکم ابو بکر الحدیث"

اہل سنت کی دلیل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بر علی پر حدیث صحیح "ما فضلکم ابو بکر الحدیث" ہے۔

امام شعرانی اس حدیث مبارکہ سے افضلیت ابو بکر پر تمسک کرتے ہوئے آپ کی روحانیت وولایت پر اس انداز میں صفحہ قرطاس کو مزین کرتے ہیں :

"فابو بکر افضل الاولیاء المحمدیین و قالت الشیعة و کثیر من المعتزلة الا فضل بعد النبی ﷺ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه و دخل فی قولنا ان ابا بکر افضل الاولیاء المحمدیین اولیاء الامم السالفة فابو بکر افضل منهم بناء علی عموم رسالة ﷺ فی حق من تقدمه و فی حق من تاخر عنه بالزمان"

پس حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اولیاء محمدیین سے افضل ہیں اہل تشیع اور کثیر معتزلہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں ہمارے قول "ان ابا بکر افضل الاولیاء المحمدیین " میں پہلی امتوں کے اولیاء بھی داخل ہیں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان اولیاء سے بھی افضل ہیں بنا کرتے ہوئے اس بات پر کہ سرکار کی رسالت عام ہے اس کے حق میں جو آپ سے پہلے گزر چکا اور جو آپ کے بعد زمانہ میں۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ذکر کردہ اقتباسات سے واضح ہوا کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اولین وآخرین اولیاء سے افضل ہیں۔ ذکر کردہ عبارت سے یہ بھی مفہوم ہو رہا ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیا افضل الاولیاء ہونے کا انکار اہل تشیع اور معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا افضل الاولیاء۔ اکابرین امت کی نظر میں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت باطنی اور آپ کے افضل الاولیاء بعد الانبیاء ہونے کے حوالے سے چند اکابرین ملت اسلامیہ کے فرمودات عالیہ سے محظوظ ہوں۔

ا۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کا ارشاد

ا۔ برصغیر پاک و ہند میں علم اسلام گاڑنے والی عظیم ہستی جن کے دست حق پرست پر سیکڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور لاکھوں تشنگان علم و حکمت نے پیاس بجھائی۔ حضرت عثمان بن المعروف بہ داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ النورانی متوفی ۴۶۱ یوں صفحہ قرطاس پر موتی بکھیرتے ہیں :

"صفا اصلی و فرعی است اصلش انقطاع دل است از غبار و فرعش خلوت دل است از

دنیا غدار و ایں ہر دو صفت اکبر است ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ از آنچہ امام اہل ایں طریقت او بود"

صفا ایک اصلی اور ایک فرعی ہے اہل صفا سے اغیار سے دل کا انقطاع اور فرع غدار (دھوکہ باز) دنیا سے دل کا خالی ہونا ہے اور یہ دونوں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھیں اسی وجہ سے وہ اہل طریقت کے امام تھے۔

(کشف المحجوب ص ۳۲ نوائے وقت پرنٹر لاہور)

❁ مزید فرماتے ہیں:

اگر سچا پکا صوفی درکار ہے تو صفائے کامل تو صدیق پر نثار ہے کہ وہ تمام اولیاء کے امام و سردار پیشوا ہیں ان کے بعد بہر باب میں عمر رضی اللہ عنہ تمام جہان کے سید و سردار و مقتدا ہیں۔

(الرائحۃ العنبریہ المعروف تزک مرتضوی ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب لاہور)

۲۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی قدس سرہ کا ارشاد

۲۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی قدس سرہ النورانی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں:

"ابوبکر و عمر کی شہرت تو خلافت و سیاست میں ہے اور ان کی افضلیت معرفت ولایت میں"۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۸۸ پروگریسو بکس لاہور، الرائحہ العنبریہ ص ۲۲ مطبوعہ لاہور)

❁ اور فرماتے ہیں:

"جس کی قدر معرفت زیادہ اسی قدر اس پر تجلی الٰہی افزوں اسی لئے ابوبکر پر خاص تجلی ہوگی اور اوروں پر عام"۔

(الرائحہ العنبریہ ص ۲۲ مطبوعہ لاہور)

۳۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کا ارشاد

۳۔ سید المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی متوفی ۶۳۸ھ خلفاء اربعہ کی ولایت باطنی کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کو خلافت ظاہری بھی حاصل ہوئی آپ فرماتے ہیں:

" ومنهم من يكو ن ظاهر الحكم ويجوز الخلا فة الظاهر كما احا ز الخلا فة الباطنة من جهة المقام كابى بكر و عمر و عثمان و على و الحسن الخ"

ان میں سے بعض اولیاء ایسے ہوتے ہیں جن کی حکومت ظاہر ہوتی ہے انہیں مقام و مرتبہ کے لحاظ جس طرح خلافت باطنی حاصل ہوتی ہے اسی طرح خلافت ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابو

بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان و علی المرتضیٰ وامام حسن رضی اللہ عنہم ہیں"

(فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ بیروت، رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۶۵)

بحر الحقائق حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے اس فرمودہ مبارکہ سے تو واضح ہو رہا ہے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو خلافت ظاہری اور باطنی دونوں حاصل تھیں لہذا اس کا انکار کرنا سوائے ہٹ دھرمی اور رفض کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

خلافت ظاہری کو جو ترتیب ہے وہی خلافت باطنی کی بھی ترتیب ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے ترتیب سے ذکر فرمایا۔

۴۔ علامہ سید یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۴۔ قدوۃ السالکین محمود نصیر الدین چرغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور مرید خاص اور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد علامہ سید یوسف حسینی راجہ چشتی قدس سرہ القوی لکھتے ہیں۔

هر گز نبا شد هیچ کس پس انبیاءبوبکر چوں
از بعد اومی داں عمر،پس بعد ازاں عثمان نگر
وز بعد او حیدربداں، کو بود شاهے در جهاں
مسلم شوی مخلص همیں از رفض گردی پاک تر

(تحفہ نصائح، باب سوم۔ ص ۱۳ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

انبیاء کرام کے بعد کوئی شخص ابوبکر صدیق جیسا نہیں۔ اس کے بعد عمر کو ایسا جان۔ اس کے بعد عثمان کو یوں ہی دیکھ، اور اس کے بعد حیدر کو ویسا ہی جان جو کہ جہان کا بادشاہ تھا۔ اس طرح تو سچا اور کھرا مسلمان بن جائے گا اور رفض سے خوب پاک ہو جائے گا۔

۵۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۵۔ شہنشاہ نقشبند قطب العباد، غوث البلاد، بہاء الملۃ والدین حضرت خواجہ محمد بن محمد المعروف بہ خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۱ھ فرماتے ہیں:

اکابر اولیاء کا اجماع ہے کہ معرفت وولایت میں صدیق کو کوئی نہیں پہنچتا۔

(الرائحۃ العنبریہ المعروف بہ تزک مرتضوی ص ۲۵ مطبوعہ الکتاب لاہور)

جب تمام اکابر اولیاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام اولیاء کے سردار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو اس کا انکار تو کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی خدمت عالیہ میں رہ کر قصر عارفاں میں روحانی تربیت حاصل کرنے والی شخصیت۔

۶۔ خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ کا ارشاد

۶۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم چشم وچراغ حضرت خواجہ محمد بن محمد بن محمود الحافظی المعروف بہ خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ العزیز متوفی ۸۲۲ھ، ۸۲۵ھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اولیاء کا سردار قرار دیتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام محمود پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور اسی کمال کے درجات متعین ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر اس مقام خاص میں میرے ساتھ کسی کو شرکت حاصل ہوتی تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ولایت اور علم باطن جسے علم باللہ کہا جاتا ہے میں اکمل افضل اعلم اور اعظم اولیاء امت ہیں بلکہ تمام صدیقوں سے اکمل اور انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کا ہی مقام ہے سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اکبر ہیں اور اہل بصیرت کے اکابر میں سے افضل ہیں (قدس سرہم) اس بات پر اجماع ہے اور یہ بات ان لوگو ں کے خیالات اور خدشات کو دور کرنے کے لئے کافی ہے جو اس نظریہ کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور آپ کی افضلیت کو دوسری وجوہات کی بناء پر تاویل کرتے ہے۔

(رسائل نقشبندیہ، رسالہ قدسیہ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

۷۔ شیخ ابراہیم بن عامر مکی عبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۷۔ شیخ ابراہیم بن عامر مکی عبیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۹۱ھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت پر بحث کرتے ہو ئے لکھتے ہیں استاد محمد بکری کا قول نقل کرتے ہیں:

" وکل ولی بعد طہ و عارف فنقطہ ماء من بحار ابی "

استاد محمد بکری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا حضرت طہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر ولی اور عارف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سمندر سے پانی کا ایک قطرہ ہے۔

(عمدہ التحقیق ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب بیروت)

۸۔ حضرت علامہ رومی برکلی آفندی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۸۔ حضرت علامہ محمد بن بیر علی المعروف بہ محمد رومی برکلی آفندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۸۱ھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل الاولیاء قرار دیتے۔

تمام اولیاء میں سے افضل ولی ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور ان کی خلافت بھی اسی ترتیب سے ہے۔ (طریقہ محمدیہ ج ۱ ص ۸۴ مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

۹۔علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کا ارشاد

۹۔علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القوی متوفی ۱۱۴۳ھ فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جو تمام امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہیں جوان کے سینے میں متمکن ہے جس کے سبب انہیں اس قسم کا قرب الٰہی ملا کہ قیامت تک کسی صدیق کو نہ ملے گا پھر اگر بعض اولیاء مرتبہ تکمیل میں ان سے بڑھ جائیں اور طریقہ ہدایت وارشاد انسے زیادہ جانیں تو کچھ حرج لازم نہیں آتا (مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے وضاحت ملاحظہ ہو) اقول الحمدللہ کہ امام اجل ولی اکمل کے ارشاد نے حق خوب واضح کردیا اور مخالفین کے سارے شکوک مٹادیئے یہی عقیدہ ہے ہمارا کہ حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مرتبہ ارشاد وتکمیل میں وہ رجحان روشن حاصل کہ صدیق کو ہرگز نہیں اس لئے سلاسل اولیاء اس جناب تک منتہی ہوتے ہیں اور وصول الی اللہ ان کے دامن سے وابستہ ہے مگر اس سے صدیق کے قرب ربانی اور معرفت نفسانی میں پیشی وبیشی نہیں مٹتی وھوالمقصود والحمدللہ۔

(الرائحۃ العنبریہ ۲۳. ۲٤ مطبوعہ لاھور)

۱۰۔حضرت مخدوم قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۰۔قاضی القضاء حضرت مخدوم قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سید السادات میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ النورانی متوفی ۱۰۱۷ھ کی مقبول بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کتاب سبع سنابل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"مخدوم قاضی شہاب الدین در تیسر الاحکام نبشت کہ ھیچ ولی بدرجہ پیغمبری نرسد زیرا کہ امیر المؤمنین ابو بکر بحکم حدیث بعد پیغمبران از ھمہ اولیاء بر تر ست واو بدرجہ ھیچ پیغمبری نرسد"۔

مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسر الاحکام میں لکھا کہ کوئی بھی ولی پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچا جبکہ امیر المؤمنین ابوبکر بحکم حدیث انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں لیکن وہ بھی پیغمبر (نبی) کے درجہ کو نہیں پہنچے۔ (سبع سنابل فارسی ص ۱۰ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاھور)

اس عبارت سے ایک تو قاسم نانوتوی کا بھی رد ہو گیا کہ جس نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب تحذیر الناس میں لکھا نبی صرف علوم میں امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو بعض دفعہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے معاذاللہ حالانکہ تمام اصول (عقائد) کی کتب میں یہ عقیدہ مرقوم ہے ولی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ (شرح عقائد، نبراس،

المعتمد وغیرہ)

تفضیلیوں کا رد بھی ہو گیا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اولیاء سے برتر (افضل) ہیں۔

قاضی القضاۃ مخدوم شیخ شہاب الدین دولت آبادی فرماتے ہیں

ابوبکر افضل الاولیاء ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی جو مولا علی کو ابوبکر و عمر سے بہتر بتائے وہ رافضی ہے۔

(الرائحۃ العنبریہ ص ۲۵ مطبوعہ لاہور)

۱۱۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری مخدوم بہادر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۱۔ شرف الملۃ والدین حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری مخدوم بہادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب تک جہان ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سا پیر ہو گا نہ صدیق اکبر سا مرید۔

اور شرح آداب المریدین میں فرماتے ہیں :

عظمت وجلال الٰہی جیسا ابوبکر کے دل میں تھا کسی کے دل میں نہ تھا عمر و عثمان وعلی اور تمام صحابہ کیلئے مقامات عالیہ ہیں مگر جو کچھ ان سب سے ورا اور مقامات سے برتر و بالا ہے وہ خاص صدیق اکبر کا حصہ ہے ۔

(الرئحۃ العنبریہ ص ۲۵ مطبوعہ لاہور)

۱۲۔ حضرت علامہ بدر الدین سرہندی قدس سرہ کا ارشاد

۱۲۔ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی حضرت علامہ بدر الدین سرہندی قدس سرہ القوی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام محمود کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اگر کوئی شخص اس مقام خاص میں میرا شریک ہوتا تو ابوبکر ہوتا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیاء امت میں اکمل و افضل اور سب سے زیادہ عالم ہیں بلکہ پیغمبروں کے بعد تمام صدیقوں سے زیادہ کامل اور صدیق اکبر ہیں اکابر اہل بصیرت قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا اس بات پر اتفاق ہے۔“

(حضرات القدس ج ۱ ص ۳۸ دفتر اول مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

خواجہ محمد پارسا اور علامہ بدر الدین سرہندی رحمہما اللہ کی عبارات سے معلوم ہوا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں سے اعلم ہیں اور صدیق اکبر ہیں یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۱۳۔ بحر العلوم ملک العلماء علامہ عبد العلی رامپوری قدس سرہ کا ارشاد

۱۳۔ امام المتکلمین بحر العلوم ملک العلماء علامہ عبد العلی رامپوری قدس سرہ العزیز متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

"محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین و ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل الاصحاب والاولیاء و معانان القضیتان ممایطلب بابر معان فی علم الکلام و الیقین والمتعلق بھما یقین ثابت ضروری باق الی الابد ولیس الحکم فیھما تناول ھذا الحکم لغیر ھذین الشخصین و انکار ھذا مکابرۃ و کفر"

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں ان دونوں باتوں پر دلیل قطعی علم عقائد میں مذکور ہے اور ان پر یقین وہ جما ہوا ضروری یقین ہے ابد الآباد تک باقی رہے گا اور یہ خاتم النبیین اور افضل الانبیاء ہونا کسی امر کلی کیلئے ثابت نہیں ہے کہ عقل ان دونوں ذات پاک کے سوا کسی اور کیلئے اس کا ثبوت ممکن مانے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی اور کفر ہے۔

(شرح سلم لعبد العلی ص ۲۶۰ مطبوعہ مجتائی دھلی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"فیہ لف و نشر بالقلب یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے سے انکار قرآن وسنت واجماع امت کے ساتھ مکابرہ ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کفر" والعیاذ باللہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۷۲۸ مطبوعہ رضا فائونڈیشن لاہور، محمد خاتم النبیین ص ۱۲۵)

ملک العلماء بحر العلوم وشرح مثنوی مولوی معنوی میں فرماتے ہیں

"ابو بکر و عمر ولایت و معرفت میں سب سے افضل ہیں مولی علی کو ولایت کی رو سے افضل امت کہنا مذہب روافض پر درست ہو سکتا ہے"۔

(الرائحۃ العنبریہ ص ۲۵ لاہور)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے متعلق لکھتے ہیں۔

الاجماع علی خلافۃ امیر المومنین امام الصدیقین بعد المرسلین افضل الاولیاء المکرمین ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

امیر المومنین، رسولوں کے بعد صدیقین کے امام، حضرات اولیاء کرام سے افضل، حضرت سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے۔

(فواتح الرحموت. الاصل الثالث. الاجماع ج ۲ ص ۲۹۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسری جگہ پر شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

افضل الصدیقین بعد الانبیاء علیهم السلام و سید المتقین ،امام الاولیاء بالتحقیق امیر المومنین ابی بکر رضی الله عنه.

حضرات انبیاء کرام علیهم السلام کے بعد تمام صدیقین سے افضل، متقیوں کے سردار، بالتحقیق امام الاولیاء امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(فواتح الرحموت. الاجتهاد و التقلید ج ۲ ص ۴۳۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان عبارات پر تبصرہ کئے بغیر بھی یہ حقیقت نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتا ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے سے انکار کرنا قرآن و سنت اجماع سے مکابرہ (جھگڑا) ہے۔

۱۴۔ شیخ الاسلام امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۴۔ شیخ الاسلام امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و ابو بکر اکبر اولیاء المومنین۔

حضرت ابوبکر اولیاء مومنین میں سب سے بڑے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ ص ۳۶۳ النوریہ الرضویہ لاھور)

۱۵۔ تاج الفحول علامہ شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۵۔ تاج الفحول علامہ شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے ہر ہر فرد کثرت ثواب، عظمت و بزرگی تقرب الی اللہ کی رو سے تمام اولیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہے۔ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ معنی مذکورہ کے اعتبار سے عند اللہ اور عند المسلمین اولیاء کرام میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ذوالنورین پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام ص ۴۰ ،انوار الاسلام چشتیاں)

۱۶۔ سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۶۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت بحر العلوم ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرما کر مسلمانان عالم پہ احسان فرمانے

کی شخصیت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ کے قلم سے ذرا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل الاولیاء ہونے کی جھلک ملاحظہ ہو:

"ولذا عبر عن المسئلة فی الطریقة المحمدیة و غیرھا فی بیان عقائد السنة بان افضل الاولیاء المحمدیین ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم".

اس لئے طریقہ محمدیہ وغیرہ کتابوں میں اہل سنت وجماعت کے عقیدوں کے بیان میں اس مسئلے کی تعبیر یوں فرمائی کہ اولیاء محمدیین (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء) میں سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

(المستند المعتمد عربی ۲۴۰ مطبوعہ دار العرفان لاہور، المستند اردو ص ۲۸۶ مطبوعہ کراچی)

۱۷۔ حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

۱۷۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:
"حضرت افضل اولیاء العالمین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج۳ ص۸۷ لاہور)

۱۸۔ شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا مفتی حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعد سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاولیاء والخلفاء امام الصدیقین حضرت ابو بکر صدیق افضل الامت ہیں۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق اکبر، عثمان ذی النورین و مولی المومنین رضی اللہ عنہم بترتیب خلافت، افضل ہیں۔

(عقائد اہل سنت و جماعت ص ۱۷ جمعیت اشاعت پاکستان)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت کے بارے میں اختصار کے پیش نظر بزرگان دین کے چند ارشادات نقل کر دیئے گئے ہیں۔

تاج الفحول علامہ شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال ہوا حضرت شیخین کی تفضیل حضرت علی پر حق ہے یا بالعکس اور تفضیل شیخین سے کیا مراد تقرب باطنی و کرامت اخروی میں عند اللہ تفضیل اس کا کیا حکم ہے؟

تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ تفضیل شیخین کی حضرت جناب مرتضوی اور جملہ اہل بیت وصحابہ و تمام امت پر حق ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے اور مراد تفضیل سے اکرمیت عند اللہ و زیادت تقرب باطن و کثرت ثواب اخروی میں نہ صرف امور دنیویہ مثل منصب خلاف و حکومت کے۔

(شیعوں کے عقائد س ۱۱٤ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

ان تمام نقل کردہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کے نزدیک بھی افضل الاولیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ علماء کے ساتھ اولیاء کاملین بھی حضرت ابو بکر صدیق کی باطنی خلافت و ولایت کے معترف ہونے کے ساتھ قائل بھی ہیں۔ کیونکہ علماء اور صوفیاء کاملین علی الاطلاق افضل سمجھتے ہیں جس میں ہر دو پہلو ظاہر و باطن شامل تھے، اس لیے ظاہری و باطنی کی تقسیم کو الگ الگ بطور اصلاح استعمال نہ کیا مگر جس مقام پر ان ظاہری و باطنی کی تقسیم پر کسی نے کوئی اعتراض یا استفسار کیا تو پھر اس مقام کو بیان بھی کیا۔ علماء محققین اور صوفیاء نے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی اعلمیت ظاہری و باطنی کے ساتھ مقام ولایت میں ان کے مقام و منزلت کی واضح تصریحات کی ہیں۔ اس لیے موصوف فیضی کا ظاہری اور باطنی خلافت و ولایت کی تقسیم اولیاء اور علماء کرام کی تحقیقات و توضیحات کے مفہوم کے برعکس و خلاف ہے۔ تقریباً ۱۲۰ صوفیاء کے اقوال کتاب دلیل الیقین من کلمات العارفین میں اور تقریباً ۴۵۰ عرب و ہندوستانی علماء کے باطنی خلافت پر فتاوی جات پر کتاب عنقریب شائع ہو گی۔ علماء اہل سنت نے علی الاطلاق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول بیان کیا ہے جس کے ضمن میں ظاہری و باطنی دونوں امور پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کو عقائد اہل سنت کے قبیل میں سے شمار کیا ہے۔

اللہ رب الکریم ہمیں عقائد حقہ کو قبول کرنے کی ہمت و طاقت عطا کرے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ اگر اس کتاب میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع کیجئے گا تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ مولیٰ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

آمین بجاہ النبي الکریم علیه التحیة والتسلیم وعلیٰ آله وصحبه اجمعین.

فیصل خان رضوی

خادم اہل سنت و جماعت

اہم نوٹ: راقم کی کسی بھی کتاب یا تحریر میں کسی بدمذہب یا گمراہ شخص کے ساتھ تعظیمی و تعریفی کلمات غلطی سے موجود ہوں تو راقم اس سے بری الذمہ ہو گا، مزید یہ کہ راقم کا یقینِ کامل اور اعتماد ہے کہ عقیدہ کی نمائندگی، تشریح و توضیح جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے کی وہی حرفِ آخر ہے، اس کے برخلاف کسی طرح کی تحریر یا توضیح کا ہرگز اعتبار نہیں ہو گا۔ فیصل خان رضوی